"AL-QURAISH"

سادات قریش کا واحد اصلاحی جریدہ

الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

امرتسر

القریش

جریدہ

ایڈیٹر :- "محسن القوم" محمد علی رونق

Editor

"MOHSAN-UL-QAUM," MOHAMMAD ALI RAUNAQ.

Annual Subscription Rs. 3/- *Per Copy -/4/-.*



"القریش" امرتسر

بابتہ جنوری ۱۹۳۹ء

جلد ۲۶

فہرست مضامین

نعت شریف

(از ابوالاعجاز پیر شیر محمد صاحب شوکت صدیقی مقیم کھانگہ خورد ضلع فیروزپور جو نا ضلع کے قومی دربار میں پڑھی گئی)

رُخِ شاہِ زمن کے پرتوِ انوار پر صدقے
بشر حور و ملک ہیں احمدِ مختار پر صدقے

ہوائے شوقِ یثرب مجھ کو پہنچا دے مدینے میں
کہ ہو جاؤں نبی کے سایۂ دیوار پر صدقے

ہوئیں سو جان سے ہیں بلبلانِ باغِ جنّت بھی
میرے خواجہ دو عالم کے گُلِ رخسار پر صدقے

براقِ برق وش شاہِ دو عالم کیا تھا خوش قسمت
پری ہوتی تھی جسکی گرمئے رفتار پر صدقے

ہوئی ہے سورۂ واللّیل نازل وصفِ گیسو میں
نہوں کیوں جن و انسان کاکلِ خمدار پر صدقے

گئے آئے نبی چشم زدن میں جب شبِ اسرا
ملائک انبیاء تھے سرعتِ رفتار پر صدقے

ہے قرباں ماہِ کنعانی فدا ہے لحنِ داؤدی
دمِ عیسےٰ یدِ بیضا تری سرکار پر صدقے

مہک مصلّی علیٰ کی ہے عجب گلہائے مضموں میں
دل و جاں سے ہوں میں اس نکہتِ گلزار پر صدقے

خجل ہیں مہر و مہ بھی بس ضیائے روئے انور سے
ہیں خوبانِ دو عالم پرتوِ انوار پر صدقے

خدا نے خلعتِ لولاک بخشا میرے سرور کو
مزّمل والضحےٰ الیٰسین کی دستار پر صدقے

غزالانِ ختن شیدا ہے قربان نرگسِ شہلا
ہیں مازاغ البصر کی چشمِ پر انوار پر صدقے

ہر اک شب قدسیانِ عرشِ اعلےٰ آتے جاتے ہیں
ہوا کرتے ہیں بطحیٰ کے در و دیوار پر صدقے

جمالِ یوسفی پر شیفتہ بس اک زلیخا تھی
ہوئے ہیں عرشی و فرشی ترے دیدار پر صدقے

سلامی میں پرِ روح الامیں سدرہ کے برگ و بر
ہوئے جھک جھک کے آقا احمدِ مختار پر صدقے

چہکتا مثلِ بلبل نعت کے گلشن میں ہوں شوکت
سخن سنجانِ عالم ہیں میرے اشعار پر صدقے

۷۸۶

تحفۂ نوروز

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی نے حسب معمول "القریش" کیلئے نئے سال کی تقریب پر "تحفۂ نوروز" ارسال فرمایا ہے۔ جو بصد شکریہ درج ذیل ہے:۔

شاد شو جان آفرینِ "القریش" | از دمت گردوں زمینِ "القریش"
جلوہ زاگشتہ از روئے ادب | اے خنک نورِ جبینِ "القریش"

مسلکش با تو چہ گویم اے ندیم | خدمتِ قوم است دینِ "القریش"
"لازم و ملزوم کردند از ازل" | خاتمِ قرشی نگینِ "القریش"
وائے صد غافل از و بزمِ قریش | یک جہاں لیکن رہینِ "القریش"

نغمۂ نوروز اے شاکر زمن | گفت از دل خود امینِ "القریش"

سالِ نو آمد بکف سامانِ جود ۱۳

۱۹۲۶ + ۱۳ = ۱۹۳۹

مژدہ باد اے ناظرینِ القریش

فرمودۂ اقبال علیہ الرحمہ

فرد و قوم آئینۂ یکدیگر اند
سلک و گوہر کہکشان و اختر اند

فرد می گیرد ز ملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

فرد تا اندر جماعت گم شود
قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ القریش امرتسر

جنوری سنہ ۱۹۳۹ء

جلد ۲۶ — نمبر ۱

شذرات

خدائے تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ وسبحانہٗ کے فضل و کرم سے اس اشاعت کے ساتھ آپ کے قومی جریدہ "القریش" کی چھبیسویں (۲۶) جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ خدا کرے یہ تقریب بہی خواہان قوم وناظرین القریش، اور اس کے مربی ومحسن اعظم خاقان زمان، والا دودمان، سلطان ابن سلطان ہز اگزالٹڈ ہائی نس اعلیحضرت تاجدار دکن حرسہا اللہ عن الشر والفتن اور کارپردازان القریش کیلئے خیروبرکت کا موجب ہو، آمین ثم آمین!

"القریش" کی گذشتہ ۲۵ سالہ خدمات جلیلہ قوم کے سامنے ہیں۔ نکتہ دان قوم بارہا اس کی اصلاحی وارتقائی کارگذاریوں کا مختلف النوع صورتوں میں اعتراف کرچکے ہیں

ہمیں امید اور واثق امید ہے۔ کہ قارئین کرام ہماری حوصلہ افزائی اور قومی بہتری کیلئے دست اعانت بڑھا کر آئیندہ بھی اس کی توسیع اشاعت کیلئے امکانی مساعی عمل میں لاتے رہیں گے۔ بارگاہ صمدی میں ہماری بخشوع وخضوع دعا ہے کہ وہ پاک ذات ہمیں قومی خدمات کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

قومی مرکز "ندوۃ القریش" جس کی وجہ سے قومی تنظیم وشیرازہ بندی ممکن ہے۔ اور جس کی مساعی سے قوم کو زرعی حقوق اور دیگر گوناگوں مفاد حاصل ہوئے۔ القریش ہی کا رہین منت ہے۔ اگر قوم اس کی آواز پر لبیک کہنے کی خوگر ہوجاتی۔ تو پچیس سال گذشتہ کی طویل مدت میں

عروج و ارتقا کی منازل طے کر کے دیگر ترقی پذیر رفتہ اقوام کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر جادہ پیما ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ ہونا اس کے لیے کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن بہت کم افراد قوم نے قومی پسماندگی و پس افتادگی کا احساس کرتے ہوئے ہمارا ساتھ دیا۔ ہمیں بخلوص دل اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ ان معدودے چند ہی خواہانِ قوم میں کچھ ایسے صاحبدل حضرات بھی موجود تھے۔ جنہوں نے ہر آڑے وقت دست اعانت بڑھا کر سو سو پچاس پچاس روپے کی گرانقدر یکمشت رقوم کی امداد سے اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ اگر محسن اعظم سلطان العلوم اعلیحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کی شاہانہ فیاضی بروئے کار نہ آتی۔ تو صرف ان چند افراد کے اشتراک عمل پر "القریش" کا جاری رہنا ناممکنات سے تھا۔ عروج و ارتقا اور تنظیم و شیرازہ بندی کی یہ تمام امیدیں جو آج بندھ گئی ہیں۔ اور قوم کا خوش آیند اور درخشاں مستقبل جس کی ایک جھلک ۲۸، ۲۹ دسمبر گذشتہ کو نمایاں ہوئی ہے۔ اعلیحضرت جہاں پناہ ہی کے بذل و کرم کی رہین احسان ہے۔ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔ اور مسلمانانِ عالم کو عموماً اور خاندانِ قریش کو خصوصاً آپ کی توجہات خصوصی سے مستفیض ہونے کے مواقع نصیب ہوتے رہیں۔ آمین! ثم آمین!

۲۸، ۲۹ دسمبر کے عظیم الشان قومی اجتماع میں قومی مفاد کیلئے جس ضرورت کا سب سے زیادہ احساس کیا گیا۔ خطبہ استقبالیہ، خطبہ صدارت اور دیگر تقریروں میں جس بات پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ وہ اپنے قومی جریدہ "القریش" کی توسیع اشاعت کے متعلق تھی۔ محترم صدر نشین جلسہ نے قوم کے سامنے کھڑے ہو کر جو ریزولیوشن بذاتِ خود پیش فرمایا اور جس میں قوم سے جو خواہش کی وہ یہ تھی۔ کہ اپنی آواز میں بلند آہنگی اور اثر پیدا کرنے کیلئے اپنے قومی اخبار کی کشادہ پیشانی اور فراخ دلی کے ساتھ اسقدر اعانت کی جائے۔ کہ وہ ماہوار سے ہفتہ وار ہو سکے۔ قوم کا ایک ایک فرد اس کا معاون ہو تا کہ قومی امور سے قوم کا ہر خورد و بزرگ واقف رہے اور ان میں اصلاح و ترقی کے جذبات بطریق احسن نشو و نما پاتے رہیں۔

اس قرارداد کی تعمیل میں صاحب صدر نے سبقت فرماتے ہوئے ایک سو معاونین کا زر اعانہ اور نام بنام فہرست اپنی طرف سے عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔ اور فرمایا کہ انشا اللہ تعالیٰ یہ عطیہ مستقل تادوام رہے گا۔ اس اعلان واجب الاذعان پر ہزارہا حاضرین جلسہ نے فرط مسرت میں آپ کی خدمت میں ہدیۂ سپاس و تشکر پیش کیا۔ اور گلہائے خلوص و عقیدت نچھاور کئے۔ اس کے بعد آپ ہی نے مخدوم مریدحسین صاحب رئیس ملتان کی طرف سے ایک سو۔ مخدوم محمد بخش صاحب رئیس بہاولپور کی طرف سے ایک سو پچاس اور صاحبزادہ معتصم باللہ صاحب عباسی کی طرف سے پچاس روپے کے اعلانات فرمائے اور ہر سہ متذکرین کی متذکرہ رقوم کی ادائیگی کا آپ ہی کی طرف سے اعلان کیا گیا۔ اس پر محترم پیرزادہ انعام الدین صاحب صدیقی تحصیلدار رفاضلکانے اپنی تحصیل کی طرف سے ایک سو خریداروں کا اعلان فرمایا۔ پیر عطاء اللہ صاحب اور پیر خورشید محمد صاحب رؤسائے سرافیاں نے بائیس معاونین کے نام پیش کئے۔ جس میں سے دس کا زر اعانہ بھی

ہوگیا گیا۔ ان بیشقدر اعلانات پر حاضرین جلسہ میں ایک دفعہ اور مسرت و شادکامی کی لہر دوڑ گئی۔ اور انہوں نے جزاک اللہ و مرحبا کی صدائیں بلند کیں۔

قوم میں جوش عمل پیدا کرنے کا واحد ذریعہ اخبار ہے خدا کا شکر ہے۔ کہ فخر قوم محترم صدر نشین جلسہ نے اس ضرورت کا خود احساس فرمایا۔ اور ذاتی اعلان سے خود ہی عملی رو بھی پیدا کر دی۔ فجزاک اللہ احسن الجزاء

قومی فلاح و بہبود کے پیش نظر "القریش" کو ہفتہ وار کرنے اور اس کی آواز میں ایک جاذب توجہ اثر پیدا کرنے کیلئے قومی اجتماع کی اس متفقہ و متحدہ قرارداد کی تعمیل ہر بہی خواہ کا فرض اولین ہے۔ لہذا ہم جمیع برادران قوم کو عموماً اور ناظرین القریش کو خصوصاً دعوتِ توجہ دیتے ہوئے خواہش کرتے ہیں۔ کہ وہ اس قومی ضرورت کی تکمیل کی جانب بخلوص دل التفات فرمائیں۔ اور اپنے اپنے حلقہ اثر و رسوخ اور دائرہ احباب وا عزا میں وسعت و اشاعت کیلئے استعداد امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ کہ آئندہ سہ ماہی یعنی اواخر مارچ تک القریش ہفتہ وار ہونے کے قابل ہو جائے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ قارئین کرام نے اگر صرف تین سو مزید خریداروں کی بہم رسانی کے لئے سعی و کوشش کی تو آئندہ اپریل سے آپ کا "القریش" ہفتہ وار اخبار کی صورت میں آپ کے سامنے پیش ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قومی اجلاس کی مفصل کارروائی قارئین کرام کی واقفیت کیلئے آئندہ صفحات میں درج کر دی گئی ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان قوم اس کے مطالعہ سے مسرور ہوں گے۔ اور اصلاح و ترقی کے اس اقدام پر جو پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم کی دریا دلی اور فخر قوم افتخار الملک عالیجناب کرنل مقبول حسن صاحب لقا بہ وزیر عدل دولت عباسیہ کے زیر قیادت کیا گیا ہے۔ سر فخر و مباہات بلند کرتے ہوئے اشتراک عمل سے کام لینے کی توفیق پائیں گے۔

عظیم الشّان قومی دربار

منعقدہ فاضلکا

مؤرخہ ۲۸، ۲۹، دسمبر ۱۹۳۸ء کی تفصیلی رُوئداد

رپورٹ سیکرٹری جو ناظرین کی معلومات و واقفیت کے لئے انہی صفحات میں کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے سے بالتصریح واضح ہے۔ کہ وسط ۱۹۳۶ء سے فاضلکا میں قومی دربار کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لیکن کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے رہے۔ کہ تعین تاریخ میں تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی بالآخر خدائے برتر و اکبر کے فضل و کرم سے حالات مساعد ہوئے دردمند قوم پیر محمد سرور صاحب صدیقی رئیس اعظم کی دریادلی و حمیت قومی بروئے کار آئی۔ اور تاریخیں مقرر ہو گئیں استقبالیہ کمیٹی کا وجود معرض شہود میں آیا۔ جس کے صدر بہ تحریک حاجی فتح محمد صاحب رئیس، ذیلدار جنڈ والہ و بتائید دیگر معزز حاضرین آپ ہی منتخب ہوئے۔ اسی افتتاحی مجلس میں آپ نے بخندہ پیشانی و بکشادہ دلی اس بات کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ قومی دربار سے متعلقہ جملہ اخراجات کا بار از ابتدا تا انتہا بلا شرکت غیرے آپ بذاتِ خود برداشت کرینگے۔ آپ کے یہ الفاظ زرّیں حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ کہ "خدا کے دیئے ہوئے میں سے قوم کی اصلاح و فلاح، بہتری برتری اور تنظیم و شیرازہ بندی پر کچھ صرف کرنے کا موقعہ میسر آئے تو یہ عین خوش بختی و سعادت ہے" چنانچہ دو تین مراسلات کی طباعت و اشاعت کیلئے آپ نے ایک رقم مجھے اسی وقت دے دی۔ اور قرار پایا۔ کہ یکم و ۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قومی دربار منعقد کیا جائے۔

اس فیصلہ کی اطلاع جب فخر قوم، افتخار الملک لفٹنٹ کرنل خان بہادر حاجی شیخ مقبول حسن صاحب قریشی ایم اے۔ ایل ایل بی (علیگ) وزیر عدل دولت عباسیہ بہاولپور کی خدمت اقدس میں دی گئی۔ تو آپ کا والا نامہ بدیں مضمون شرف صدور لایا۔ کہ چونکہ ان دنوں ہز ہائینس اعلیٰحضرت تاجدار دولت عباسیہ خلد اللہ ملکہٗ و حشمتہٗ کی سالگرہ مبارک کا جشن منایا جانے والا ہے۔ اس لئے مجھے فرصت نہ ہوگی۔ لہٰذا دربار کی تاریخیں دیگر ایام میں مقرر کی جائیں۔ چنانچہ بمشورہ پیر محمد سرور صاحب موصوف صدر استقبالیہ تجویز ہوا۔ کہ رمضان المبارک کے بعد دسمبر کی تعطیلات (کرسمس) میں کوئی مناسب تاریخیں مقرر کر دی جائیں۔ ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ دسمبر کو انجمن حمایت اسلام لاہور کی گولڈن جوبلی ہونے والی تھی۔ اور بہی خواہان ملت کو اس میں بھی شریک ہونا تھا۔ اس لئے ۲۸ اور ۲۹ دو تاریخیں "ندوۃ القریش" کے اس

عظیم الشان دربار کے لئے مقرر ہوگئیں۔ محترم صدر استقبالیہ
اور محترم صدر جلسہ کی خدمات میں اطلاعیں دے دی گئیں
اور الہی تواریخ کیلئے اعلانات شائع ہو گئے۔ ہزاروں کی
تعداد میں دفتر کی طرف سے دعوتی مراسلات کا اجراء ہونے
کے علاوہ لاہور کے مشہور اسلامی جرائد روزنامہ "زمیندار"
"احسان" اور "انقلاب" کے ذریعہ بھی مساوات قریش
برادران کی خدمات میں شرکت اجلاس کے پیغامات پہنچائے گئے

پیر محمد سرور صاحب موصوف صدر استقبالیہ ایک
فیاض، دریادل، مخیر، مخلص اور دردمند قوم نوجوان ہیں۔
آپ نے اپنی اسٹیٹ کے منیجر میاں محمد اسمٰعیل خاں صاحب
کو اس امر کی کھلی اجازت دیدی۔ کہ وہ نہایت فراخدلی
کے ساتھ وہ تمام وسائل و ذرائع عمل میں لائیں۔ جو قومی
دربار کی شاندار کامیابی کا موجب ہوں،

ذریں چنیں شہر یار سے چناں کے مصداق
منیجر صاحب بھی کمال منتظم واقع ہوئے ہیں۔ آپ نے
آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی انتظامی مساعی کا کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ ہونے دیا۔ اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں پورے
انہماک، شغف اور دلچسپی کے ساتھ اپنے قومی فرائض
کو کما حقہٗ انجام دینے کی کوشش کی۔

فیصلہ کے مطابق مجھے ۲۴ دسمبر کو فاضلکا پہنچ جانا
چاہیئے تھا۔ لیکن پوسٹر، پروگرام اور دیگر طباعت کے کام
کے علاوہ ضروری خط وکتابت بھی یہیں رہکر کرنا ضروری تھی
اس لئے میں ۲۶ تاریخ کو ۱۲ بجے کی ٹرین میں وہاں پہنچا۔
بابو محمد ضامن علی صاحب پلیڈر سے سٹیشن پر ملاقات ہوئی
آپ ایک خلیق اور ملنسار بھائی ہیں۔ بعد نماز ظہر آپ کی
معیت میں پیر محمد سرور صاحب موصوف کی کوٹھی پر گیا
منیجر صاحب سے جلسہ کوائف معلوم کرکے اطمینان ہوا، اسلامیہ
سکول یعنی جلسہ گاہ دیکھا۔ انجمن اسلامیہ کے صدر اور
دیگر اراکین سے ملاقات کرکے مسرت ہوئی۔ مولوی
عطاء الہی صاحب ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ مڈل سکول
فاضلکا ایک با اخلاق شخص ہیں۔ اور اصلاحی امور میں
گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ خان غفور اللہ خاں صاحب بی
بی اے، بی ٹی، اے، ڈی، آئی، تو ماشاء اللہ پہلو
میں درد اسلامی سے لبریز دل رکھتے ہیں۔ آپ سے بہت
سے مقامی حالات معلوم ہوئے۔ اسلامیہ مڈل سکول کی
کس مپرسانہ حالت پر آپ نے رقت خیز الفاظ میں تبصرہ
کیا۔ اور خواہش کی کہ ہم اپنے قومی اجلاس میں حاضرین
کی توجہ اس سکول کی امداد و اعانت کی جانب معطوف
کرائیں۔ اور مقامی متقدر قریشی حضرات سے التماس کریں
کہ وہ اس کی سرپرستی قبول کریں۔ مگر افسوس کہ دو تین
گھنٹوں کے ان ہرجائی دنوں میں ہم اس فرمائش کی
تعمیل کی مہلت ہی نہ پا سکے۔ اور ہم آپ کی اس تقریر
دلپذیر سے بھی محروم رہ گئے۔ جو آپ نے حضرت صدیق
اکبرؓ کی شان میں کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ خیر یار زندہ
صحبت باقی،

۲۷ تاریخ کا دن انہی مصروفیتوں میں بسر ہوا۔
بعد نماز مغرب مکرمی پیر انعام الدین صاحب صدیقی
تحصیلدار فاضلکا سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔
کہنے کی بات نہیں۔ آپ کے اخلاق حمیدہ و اوصاف
برگزیدہ کی جسقدر بھی تعریف و ستائش کی جائے کم ہے

قومی دربار کو کامیاب بنانے میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آپ کی ہمدردانہ حمایت واعانت سے منتظمین اجلاس کو جسقدر سہولتیں حاصل ہوئیں۔ ان کی صراحت و وضاحت سے زبان قلم قاصر ہے۔ دل ہمہ وقت آپ کی برادر نوازیوں کا مداح ہے دعا ہے کہ خدائے قادر و توانا آپ کو خوش و خرم رکھے۔ آمین

۲۰، صبح کو ٹھیک سات بجے صدر محترم بالقابہ کی سپیشل ٹرین کے آنے کا وقت تھا۔ جاڑے کے اس موسم میں یہ وقت طلوع سے قبل ہوتا ہے۔ اس لئے رات ہی استقبال کی تیاری کرلی گئی۔

فریضہ فجر کی ادائیگی کے بعد حسب قرارداد جمیع مہمانان کے علاوہ معززین شہر گروہ در گروہ سٹیشن پر پہنچنے شروع ہوئے۔ حتیٰ کہ سات بجے ایک انبوہ کثیر سٹیشن پر موجود اپنے معزز و محترم مہمان کے ورود مسعود کے لئے چشم براہ تھا۔ عالی وقار ممدوح الشان مہمان کی سپیشل ٹرین سبک رفتاری کے ساتھ پلیٹ فارم پر آکے رُکی۔ اظہار مسرت و خوش آمدید کے طور پر اس وقت اکیس گولوں کی سلامی دی گئی۔ اور فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے۔

حاضرین میں سے ہر شخص سبقت استقبال کیلئے بیتاب تھا۔ لوگ جوق در جوق بڑھے لیکن انہیں صف بستہ کھڑے رہنے کی ہدایت نے مجبور کردیا۔

اتنے میں عالی مرتبت مہمان کے معزز ہمراہیان میں سے قاضی مظفر الدین صاحب متین، سید عبدالحق شاہ صاحب جالندھری اور پیر محمد نذیر صاحب تشریف فرما ہوئے۔ اور انہوں نے باجازت جناب ممدوح صرف مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اس عزت افزائی سے سرشار کمرہ میں گیا۔ سلام مسنون کے بعد آپ نہایت اخلاص و تپاک سے پیش آئے مگر ان الفاظ پر کہ میں آپ کی قوم نوازی کا بدل مشکور ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ "قوم نوازی تو آپ نے کی ہے۔ میں تو ایک خدمت کیلئے قوم کی دعوت پر آگیا ہوں"۔ ان الفاظ میں اخوت و مروت اور محبت و مودت کی وہ تاثیر تھی۔ کہ میرا دل و جگر غیر معمولی مسرت و انبساط کے ساتھ لبریز ہوگیا۔ اور میں آپ کے الطاف برادرانہ کا گرویدہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہنوز میں اوراد معمولہ سے فارغ نہیں ہوا۔ بہت سویرا ہے لہذا آپ اگر استقبال وغیرہ کے تکلفات دس بجے پر ملتوی کردیں۔ تو مناسب ہوگا۔ اس ارشاد کی تعمیل میں میں باجازت باہر آگیا۔ اور جمیع حاضرین کو یہ پیغام سنادیا۔ جس پر معززین کا وہ مجمع منتشر ہوگیا۔

ٹھیک دس بجے جمیع معززین پھر گروہ در گروہ سٹیشن پر پہنچے۔ اور سپیشل ٹرین جو یہیں ایک طرف کردی گئی تھی۔ کے قریب صف در صف کھڑے ہوتے گئے، اسوقت حاضرین کی تعداد صبح سے اسقدر زیادہ تھی۔ کہ کھڑے ہونے کو جگہ ملنی دشوار ہوگئی۔ فوٹو شاہد ہے۔ کہ اس وقت خود مجھے کھڑے ہونے کیلئے موزوں جگہ نہ مل سکی۔ ہر شخص ذوق و شوق کی نگاہوں سے گاڑی کے دروازہ کو دیکھ رہا تھا۔ آخر آپ تشریف فرما ہوئے۔ فضائے آسمانی میں زندہ باد و فرخندہ باد کے نعرے گونجے۔ پندرہ گولوں کی سلامی دی گئی۔ پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ اور حاضرین کے جم غفیر میں وہیں فوٹو لیا گیا۔ جو ناظرین کرام کے ملاحظہ کیلئے اسی اشاعت میں شامل ہے

یہاں سے مختلف شاندار کاروں میں اراکین استقبالیہ کی معیت میں رسٹ ہاؤس کی جانب آپکی سواری روانہ ہوئی

ریسٹ ہاؤس میں مجلس استقبالیہ کی طرف سے پر تکلف سامان آسائش مہیا تھا۔ پیر محمد سرور صاحب موصوف صدر استقبالیہ نے یہاں پہونچتے ہی ایک قیمتی طلائی ہار آپ کے زیب گلو کیا۔ اور متعدد احباب کے ساتھ دوسرا فوٹو لیا گیا۔ یہ بھی اسی اشاعت میں شامل ہے۔

استقبالیہ کمیٹی اپنی صوابدید کے موافق محترم و معزز صدر کے شاندار جلوس کا اہتمام کر چکی تھی۔ لیکن اس کی آپ نے اجازت نہ دی۔ اور جلوس مجبوراً ملتوی کرنا پڑا۔

۲۸ دسمبر کا اجلاس

بعد نماز ظہر ۲ بجے اسلامیہ سکول کے وسیع صحن میں جہاں ایک شاندار پنڈال بنایا گیا تھا۔ اور جو کا ڈُچوں کریپوں اور قیمتی خوشنما دریوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اور شایان شان خیمے کے نیچے سٹیج تیار کیا گیا تھا۔ محترم صدر کی سواری پہنچی، ۲۱ گولوں کی سلامی دینے کے بعد تقریباً تین ہزار شائقین جلسہ نے ایستادہ ہو کر استقبال کیا۔ قاری صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمائی۔ طلبائے سکول نے حمد کا ترانا پڑھا اور پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم صدر استقبالیہ کی تحریک اور مدیر القریش کی تائید پر جناب صدر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے

قاضی مظفر الدین صاحب متین نے نہایت خوش الحانی اور عقیدتمندی کے ساتھ "خیر مقدم" پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ سامعین نے آپ کی طبع رسا کی داد دی اور مسرت کا اظہار کیا۔ آپ کے بعد سید عبد الحق شاہ صاحب جالندھری نے "قصیدہ دعائیہ" دلکش آواز و لہجہ میں پڑھا۔ تین ہزار کا یہ مجمع بالکل ہمہ تن وساکت ہمہ تن گوش تھا۔ کبھی کبھی مکرر مکرر کی صدائیں بھی گونج جاتی تھیں۔ متین صاحب کا "خیر مقدم" اور شاہ صاحب کا قصیدہ اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔

ان حضرات کے بعد امراؤ مرزا گرگانی دہلوی نے "گلدستۂ عقیدت" جو ایک خوشنما مرصع فریم میں نہایت اہتمام کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ پڑھ کر محترم صدر نشین جلسہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فاضلکا کے مقام پر گرگانی صاحب ایسے ناظم اور علم دوست کا وجود مغتنمات سے ہے۔

بعدش پیر محمد سرور صاحب کی طرف سے پیر شبیر محمد صاحب شوکت سکنہ گھاگھر نے خطبہ استقبالیہ پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ اور قومی امور حاضرین کے سامنے پیش کئے۔ خطبہ استقبالیہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ کسی دوسری جگہ درج ہے۔ امید ہے کہ قارئین ملاحظہ سے آپ کے قیمتی اور بیشقدر خیالات سے مستفید ہونگے۔

آپ کے بعد جناب صدر نے خطبہ صدارت جس میں تاریخ قریش پر اجمالی نظر ڈالتے ہوئے اتفاق و اتحاد کی برکات تعلیم کی ضرورت، تنظیم اور بیت المال، صنعت و حرفت اور زراعت اور اخبار کی ضرورت وغیرہم اہم امور پر روشنی ڈالی۔ اور افراد قوم کو میدان عمل میں آنے کی پرزور الفاظ میں دعوت دی۔ اور نہایت فراخدلی کے ساتھ قومی فلاح و بہتری کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ خطبہ نہایت نفیع اور جامع خطبہ ہے۔ ناظرین القریش کے استفادہ کیلئے اسے بلفظہ مکمل طور پر اس اشاعت میں نقل کر دیا گیا ہے

خطبہ صدارت کے اختتام پر قریشی محمد صادق صاحب ایم۔ اے (فائنل) قائم مقام سکرٹری ندوۃ القریش نے قومی مرکز کے قیام اور اسکی دس سالہ کارگذاریوں کی رپورٹ نہایت عمدگی کے ساتھ سامعین کو سنائی اور بتایا

کہ آپ کا یہ قومی مرکز قومی اصلاح و ارتقا کے لئے آیندہ کیا عزائم رکھتا ہے۔ یہ رپورٹ بھی ناظرین کی واقفیت کیلئے کسی دوسری جگہ درج کر دی گئی ہے۔

تذکرہ کارروائی کے اختتام تک ½ ۵ کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز عصر قضا ہو رہی تھی۔ لہذا جلسہ برخاست ہوا۔

مجلس مشاورت

اس مجلس کیلئے ۷ بجے شام سے دس بجے رات تک کا وقت مقرر تھا۔ لیکن جناب صدر کے مشورہ پر اس کی کارروائی بعد نماز مغرب ۱۶ منتخب نمائندگان قریش کی موجودگی میں سپیشل ٹرین کے کمرہ میں شروع ہوئی۔ آئندہ لائحہ عمل پر تبادلہ خیالات ہونے کے بعد سیکرٹری ندوۃ القریش نے غور و خوض کیلئے یکے بعد دیگرے مجوزہ رزولیوشن پیش کئے۔ جملہ امور کے تمام پہلوؤں پر نہایت آزادانہ بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ حاضرین میں ایک صاحب کے یہ کہنے پر کہ "بعض دیگر اقوام کے قریشی بننے پر کیوں اعتراض کیا جائے۔ اگر کوئی قوم یا گروہ اپنے آپ کو قریش سے منسوب کرتا ہے۔ تو ہمیں کیا"۔ صاحب صدر نے سخت اعتراض کیا۔ اور فرمایا۔ کہ نسب ہی تو قریش کا ورثہ ہے عرب میں تو گھوڑوں اور دیگر جانوروں تک کے نسب محفوظ رکھے جاتے تھے۔ اور نسب ہی شرافت و نجابت کی دلیل ہے اگرچہ خدائے تبارک و تعالی کے نزدیک ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم یعنے پرہیزگاری و اتقا ہی میں برتری ہے۔ لیکن شعوبا و قبائل لتعارفوا کا بھی تو خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور اتقا و پرہیزگاری قریش کا اولین فرض ہے۔ کیونکہ قیادت قریش ہی کی شان ہے۔ الائمۃ من القریش۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارا خاندان اس بات کا سختی کے ساتھ پابند ہے۔ اور شادی بیاہ کے معاملہ میں خون اور ہڈی کا خاص لحاظ رکھنے میں میں خود بہت زیادہ محتاط واقع ہوا ہوں۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں ہم نے اپنے غریب اور متوسط الحال بھائیوں سے شادیاں کی ہیں۔ اور اس بات کا لحاظ ہر شخص کا فرض ہے۔ غیر قریشی، قریشی سے بھی کیوں؟ قریشی اپنے نسب کو کیوں مخلوط ہونے دیں۔ کہنے کو تو آج مراثی اور قصائی سب اپنے آپ کو قریشی کہنے لگے ہیں۔ اگر اسکا خیال نہ رکھا جائے گا۔ تو پھر اصل و نقل میں کیا تمیز باقی رہے گی۔ آپ نے اپنی قوم کی حالت عمومی پر نہایت رقت خیز اور درد انگیز لہجہ میں تبصرہ فرمایا۔ آپ کی اس تقریر سے حاضرین بے حد مسرور و محظوظ ہوئے۔ بالآخر مناسب رد و بدل کے بعد کل کے جلسہ میں پیش کرنے کیلئے رزولیوشن ترتیب دے لئے گئے۔ اور سوا نو بجے یہ مجلس برخاست ہوئی۔

۲۹ دسمبر کا اجلاس

صدر محترم کی ملاقات کے لئے آج صبح ۹ بجے کا وقت مخصوص اراکین انجمن اسلامیہ فاضلکا کیلئے وقف تھا۔ اور ۱۰ بجے تک ذیل گھر میں متعدد قریش ضلع فیروزپور کا ایک خاص جلسہ (جس کی کارروائی "تذکرہ برادری" کے تحت علیحدہ درج کی گئی ہے۔ اس موقع پر پیر خورشید محمد صاحب رئیس و ذیلدار سراواں کی توجہ سے ۳۱ معززین نے القریش کی اعانت قبول فرمائی) ڈسٹرکٹ کمیٹی کی تشکیل کیلئے تجویز ہو چکا تھا۔ اس لئے اجلاس کی کارروائی کھانا کھانے کے بعد ½ ۱۱ بجے دن شروع ہوئی۔ صاحب صدر کی تشریف آوری

پڑھا گو یا ان کی پر سلامی دی گئی - اور شایان شان استقبال کیا گیا
قاری صاحب نے تلاوت فرمائی - اور ایک مولوی صاحب نے فضیلت قریش پر ایک فصیح و بلیغ اور جامع و مانع طویل تقریر کی - جس میں فاضل مقرر نے قریش کے دینی و دنیوی کارہائے نمایاں پر ایک کھلی ہوئی روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین کو سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی - آپ کے بعد علی اکبر متعلم اسلامیہ سکول فاضلکا نے ایک برجستہ تقریر میں علامہ اقبال غفرلہ کی شاندار اسلامی خدمات اور سوز و گداز کا دلنشین پیرایہ میں ذکر کیا - طالبعلم مذکور سلیس اردو زبان میں اپنا مفہوم بطریق احسن ادا کرنے پر قادر ہے اور ہونہار ہے - حاضرین اس تقریر سے مسرور ہوئے -

اس کے بعد چنبر شیر محمد صاحب شوکت صدیقی نے نعت شریف پڑھی - جو اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے - اور

سید عبدالحق شاہ صاحب جالندھری نے اپنے مخصوص دلپذیر لہجہ میں خوش الحانی کے ساتھ علامہ اقبالؒ کی نظم پڑھ کر سامعین کو محظوظ فرمایا -

آپ کے بعد قاضی مظفر الدین صاحب بسمل امیدوار تحصیلداری نے نہایت جوش و ولولہ کے ساتھ اپنی ایک نظم پڑھی - جس سے حاضرین پر رقت طاری ہو گئی - سامعین کا یہ عالم تھا سکتہ کے عالم میں ہمہ تن گوش جھوم رہا تھا - واہ واہ اور جزاک اللہ کی صداؤں سے پنڈال گونج رہا تھا - نظم کے اکثر بند آپ کو فرمائشوں کی وجہ سے مکرر پڑھنے پڑے - یہاں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے - کہ

قاضی صاحب پہلو میں درد قومی سے لبریز دل رکھتے ہیں آپ قوم کو عروج و ارتقا کی بلندیوں پر دیکھنے کے متمنی ہیں - اس دربار کے انعقاد میں آپ نے بیشقدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں - اور آپ کی مساعی جمیلہ قابل صد تحسین و تبریک ہیں - نظم طویل تھی - اس لئے آپ نے کرسی پر بیٹھ کر پڑھی - "نالہ متین" کے عنوان سے یہ نظم کسی دوسری جگہ درج ہے -

اس کے بعد رزولیوشن شروع ہوئے - جو بالاتفاق رائے منظور ہوئے - اور وہ تمام انہی صفحات میں شائع ہو رہے ہیں -

"القریش" کی توسیع اشاعت سے متعلقہ رزولیوشن محترم صدر نشین جلسہ نے خود پیش فرمایا - اور اپنی طرف سے ایک سو خریدار عطا کرنے کے علاوہ تین سو روپے نقد کے اعلانات دوسرے معزز حضرات کی طرف سے فرمائے - یہ کارروائی افتتاحیہ میں بالصراحت درج ہے

یہاں تک کارروائی ہو چکی تھی - کہ ایک رہتکی صاحب نے تنظیم القریش علاقہ ہریانہ کی طرف سے ایک خط دیا - جس میں "ندوۃ القریش" کے آئندہ اجلاس کیلئے ضلع رہتک کی طرف سے دعوت دی گئی تھی - حاضرین کو اس دعوت نامہ کا مفہوم سنایا گیا - لیکن معززین قریش ضلع فیروزپور اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے - اور فرمایا - کہ یہ نہیں ہو گا - ہماری تمنائیں ابھی پوری نہیں ہوئیں - ہم اس اجلاس کو اپنی خواہشات کے مطابق کامیاب نہیں بنا سکے - ہنوز ہماری آرزوئیں باقی ہیں - لہذا ہماری درخواست ہے - کہ آئندہ

اجلاس چار ماہ بعد اپریل ۱۹۳۹ء میں ہی رکھا جائے لیکن اس بات کو کہ چار ماہ بعد پھر اجلاس ہو جناب صدر نے منظور نہ فرمایا۔ البتہ معززین کی اس درخواست کو قبول کر لیا گیا۔ کہ آئندہ اجلاس اسی مقام اپریل ۱۹۴۰ء میں منعقد کیا جائے

ہنوز بہت سی تقریریں باقی تھیں۔ لیکن ½ ۲ بج چکے تھے۔ ظہر کا وقت قضا ہو رہا تھا۔ اور جناب صدر کو واپس تشریف لے جانا تھا۔ اس لئے باجازت جناب صدر جلسہ کی برخاستگی کا اعلان ہو گیا۔ اور حاضرین انتہائی مسرتوں کے ساتھ زندہ باد، فرخندہ بنیاد اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے منتشر ہو گئے الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

معذرت ــــــ شکوہ احباب

وہ منظوم و منثور مضامین جو جلسہ میں پڑھے جانے کے لئے معذرت ناموں کے ساتھ اجلاس کے موقعہ پر موصول ہوئے۔ یا جو بعد میں جلسہ سے متعلق القریش میں شائع ہونے کیلئے موصول ہوئے۔ افسوس ہے۔ کہ القریش کی ضخامت دو چند ہو جانے کے باوصف عدم گنجائش کے نذر ہو گئے۔ قریشی افتخار النبی، پیر غلام دستگیر صاحب نامی، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی، اور شیخ غلام حسین صاحب شاکر اور نیز دیگر احباب سے ہم اس مجبوری کے لئے عذر خواہ ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اشاعتوں میں ہم ان قیمتی مضامین کو شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

سینکڑوں احباب کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اجلاس میں شریک نہ ہونے کے متعلق گرامی نامے موصول ہوئے ہیں۔ ہم ان تمام احباب سے یہ شکوہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ انہوں نے ذاتی امور کو قومی مفاد پر ترجیح دے کر ایک ایسی فروگذاشت کا ارتکاب کیا ہے۔ جس پر جتنا بھی گلہ کیا جائے بجا ہے۔ قومی امور اشتراک عمل کے بغیر تشنہ تکمیل رہ جایا کرتے ہیں۔ معمولی معمولی عذرات پر قیمتی وقت کو کھو دینا کسی طرح مفید نہیں ہوا کرتا۔ لہذا ضرورت ہے۔ کہ ان باتوں کا قومی فلاح و بہبود کے لئے خاص خیال رکھا جائے۔ آزونق

القریش کا زرّیں ورق

قومی دربار کی تقریب سعید کے ایام میں قومی مفاد کے پیش نظر بعض مقتدرین و معززین قوم نے اپنے اصلاحی جریدہ "القریش" کی توسیع اشاعت کیلئے انتہائی ایثار کے ساتھ دست اعانت و امداد بڑھایا۔ ان کے اسمائے گرامی بصد شکریہ زیب قرطاس کئے جاتے ہیں۔ جزاهم الله احسن الجزاء

۱۔ ایک سو معاونین —— ، عطا کردہ فخر قوم کرنل شیخ مقبول حسن صاحب باتقاضائے صدر جلسہ ندوۃ القریش

۲۔ مخدوم محمد بخش صاحب رئیس بہاولپور ، ایک سو پچاس روپے اعلان منجانب صاحب موصوف

۳۔ مخدوم مرید حسین صاحب قریشی، رئیس ملتان ، ایک صد روپیہ، اعلان منجانب صاحب صدر ممدوح

۴۔ صاحبزادہ معتصم باللہ صاحب عباسی بہاولنگر ، مبلغ پچاس روپے اعلان بشرح صدر

۵۔ ایک سو معاونین —— ، عطا کردہ محترم پیر محمد انعام الدین صاحب صدیقی تحصیلدار ناظم

۶۔ پیر خورشید محمد صاحب رئیس، ذیلدار رخود
پیر غلام رسول صاحب رئیس سرانواں
میاں روشن دین صاحب رئیس اسپال
پیر غلام محی الدین صاحب رئیس
پیر مبارک شاہ صاحب
〃 محمد یعقوب صاحب چک ڈبوالی
〃 نور احمد صاحب چشتی رئیس کوکاری
〃 غلام محمد صاحب بودلہ

} بمعرفت پیر خورشید محمد صاحب رئیس ذیلدار۔ ان حضرات کا زر اعانت وصول ہوا۔

۷۔ پیر رحمت علی صاحب نمبردار ڈبوالی
میاں محمد اقبال ولد قائم الدین صاحب ڈبوالی
میاں محمد شریف صاحب ڈبوالی
حاجی عبد الغفار صاحب ٹوبہ خواجہ بخش

} بمعرفت پیر خورشید محمد صاحب رئیس ذیلدار ان حضرات کا ایک ایک روپیہ وصول ہوا۔ [illegible] ہو رہا ہے

پیر بانگ اللہ صاحب کٹیا نوالی
پیر محمد انور صاحب پاک پٹن

۸۔ میاں امام الدین صاحب رئیس کٹیا نوالی
پیر محمد ثناء اللہ صاحب رئیس
" صادق محمد صاحب "
" گوہر علی صاحب "
حافظ غلام محی الدین صاحب سکنہ اسپال
پیر خوشی محمد صاحب سکنہ سدوشاہ والا

(بتوسل پیر خورشید محمد صاحب رئیس، ذیلدار۔ ان حضرات کی خدمت میں وی پی جاری ہو رہے ہیں۔)

۹۔ سید کشفی شاہ صاحب نظامی ، بہ پچاس روپے عطیہ
۱۰۔ قاضی امان الحق صاحب صدیقی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی نجف گڑھ ، پانچ روپے عطیہ
۱۱۔ پیر عبدالرشید صاحب قریشی جنرل انشورنس ایجنٹ ، خود خریدار ہوئے۔
۱۲۔ ماسٹر اظہر الدین صاحب صدیقی رہتک ، بہ تقریب جلسہ بمقام رہتک خود خریدار ہوئے۔
۱۳۔ شیخ نظام الدین صاحب صدیقی سکنہ کلوئی ، " " " " " "
۱۴۔ " محمد اطہر صاحب صدیقی رئیس
۱۵۔ " ارجمند علی صاحب گورنمنٹ پنشنر
۱۶۔ " حسین بخش صاحب صدیقی
۱۷۔ " فتح محمد صاحب صدیقی

(بہ تقریب جلسہ رہتک معاون ہوئے۔ وی پی جاری ہو رہے ہیں۔)

اگر ناظرین القریش بحیثیت قومی اپنے اپنے حلقہ اثر سے ایک ایک دو، دو معاونین سے توسیع اشاعت میں حصہ لینے کی سعی کریں۔ تو بفضل خدا آئندہ اپریل سے ان کا یہ قومی آرگن ہفتہ وار ہو کر بطریق احسن قومی خدمات انجام دینے کے قابل ہو سکتا ہے۔ اور حلقہ اثر وسیع تر ہونے سے تنظیم و شیرازہ بندی کے مقصد عظمیٰ کی تکمیل میں بہت جلد کامیابی ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ "قومی دربار" کے منظور کردہ رزولیوشن کی تعمیل میں احباب اس جانب اولین توجہ معطوف کر کے عند القوم مشکور ہوں گے۔ وباللہ التوفیق!


"القریش" امرتسر
یہ فوٹو ۲۸ دسمبر ۱۹۳۸ء کو
ریسٹ ہاؤس فاضلکا میں لیا گیا
پیر محمد نذیر صاحب
محمد علی زوق
مدیر القریش
پیر انعام الدین صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ صدارت

عالیجناب رفیع الشان افتخار الملک لفٹیننٹ کرنل خان بہادر حاجی شیخ مقبول حسن صاحب قریشی ایم۔اے ایل ایل بی (علیگ) وزیر عدلیہ دولتِ عباسیہ بہاول پور نے

اجلاس ندوۃ القریش

منعقدہ بنگلہ فاضلکا ضلع فیروزپور میں ۲۸ و ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ارشاد فرمایا

حضرات!

پیشتر اس کے کہ میں اپنا خطبہ صدارت آپ کی خدمت
ں پیش کروں۔ اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپ حضرات کا تہ
ل سے شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اس جلسہ کی صدارت کا
عزاز بخشا۔ کیونکہ قابل فخر وہی اعزاز ہے۔ جو اپنے بھائیوں کی
رف سے حاصل ہو۔ جو شخص اپنے بھائی بندوں کے نزدیک
معزز نہیں ہے۔ اس کی باہر بھی کوئی عزت نہیں کرتا۔ خدا کا
شکر ہے۔ کہ آج ہم سب بھائی ایک ایسے اجتماع کے سلسلے میں
کٹھے ہوئے ہیں۔ جس کا مقصد بے حد نیک اور پاکیزہ ہے
یں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔ کہ یہ اجتماع کامیاب
ہو۔ اور اس کے مقاصد عملی صورت اختیار کریں۔ آمین!

اریخ قریش پر اجمالی نظر

برادرانِ ملت! اگرچہ اسلام میں تنہا نسب کی عزت معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اِنَّ اکرمکم عند اللہِ اتقاکم کے ماتحت حقیقی اعزاز و اکرام صرف تقویٰ والوں کا حق ہے۔ لیکن اگر دنیاوی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہماری برادری وہ ہے جس میں دنیا کا ہادیٔ اعظم پیدا ہوا۔ اور یہی ایک اعزاز ہمارے لئے بس ہے۔ بعثت نبویؐ سے پہلے ہمارے حالات ناگفتہ بہ تھے۔ وہ گمراہی و ضلالت کا زمانہ تھا۔

ہم انسان نما درندے اور صحیح معنی میں ننگِ انسانیت تھے۔ ظلم و طغیان ہمارا شیوہ۔ تکبر اور غرور ہمارا اصول فخر و مباہات ہمارا مشغلہ۔ قتل و غارت ہمارا عمل زندگی، گداگری و رہزنی ہمارے لئے دلچسپی کا موجب تھی۔ بالآخر رحمت خداوندی حرکت میں آئی۔ اور وہ آفتاب عالم تاب نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ جس نے قصر کفر میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور قیصر و کسریٰ کی گردنیں جھکا دیں۔ جس نے چوروں کو چوکیدار اور ڈاکوؤں کو محافظ بنا دیا۔ اور بڑے بڑے سلاطین کے تخت و تاج فقیروں اور درویشوں کے قدموں میں لاکر ڈال دیئے۔

ہماری قوم قعر مذلت میں مدہوش تھی۔ اس کی صدائے

توحید مفہم کو بیدار کیا۔ یہ سب کچھ رہا لیکن بنظر امعان دیکھئے۔ کہ مندرجہ بالا شرمناک خرابیوں کے باوجود بھی عرب کی سرداری کا طرہ اسی قوم قریش کے سر پر اڑ رہا تھا عظمت وجلال کا پھریرا اسی قوم پر لہرا رہا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گیارہ پشت پہلے **نضر ابن کنانہ** نے اس قوم قریش کو چمکانے کا عزم مصمم کیا۔ اسی لئے ان کو قریش کا لقب دیا گیا۔ بہرحال ان کی اولاد کو اہل عرب قریش کے لقب سے مخاطب کرنے لگے۔

نضر کے بعد فہر اور ان کے بعد قصی ابن کلاب نے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور وہ اقتدار حاصل کیا۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

حرم محترم کی تمام خدمات قوم قریش ہی انجام دیتی تھی سقایۃ۔ رفادہ جو خدام حرم کا سب سے بڑا منصب تھا انہیں نے قائم کیا تھا۔ ایام حج میں تمام کا تمام عرب مکہ معظمہ امنڈ آتا تھا۔ سب کی مہمان داری اسی قوم کی فیاضی اور دریادلی کی مرہون منت تھی۔ اسی قوم نے دار الندوہ قائم کیا جس کے ذریعے سے قومی کام سرانجام دیئے جاتے تھے۔ یعنی زمانہ جہالت وتاریکی میں بھی قوم قریش ایسے مفید کام کرتی رہتی تھی جن سے اہل ملک میں تنظیم کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا ذوق پیدا ہو رہا تھا۔

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اگرچہ قریش نے اپنی جہالت اور ضد کی وجہ سے شدید ترین مخالفت کی۔ ایذاؤں کی موسلادھار بارش اس رحمۃ للعالمین پر برسائی حتیٰ کہ قتل تک کے خواہاں ہوئے لیکن ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو کہ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(سورہ توبہ رکوع ۱۶)

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ اور وہ تمہاری بہبود کے بہت متمنی ہیں۔ اور مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق ومہربان ہیں۔

یہ سب سے بہتر انعام اسی قوم کے سردار کو ملا۔ اس عالم کے سب سے بڑے ہادی نے تحمل وبردباری سے جملہ مظالم سہے اور اس قوم کو اس راستے پر لے آئے۔ جو منشاء خداوندی کے عین مطابق تھا۔ خلفائے راشدین کے سوانح حیات دیکھئے کیسے کیسے باصفا اور نمونہ عمل اصحاب پیدا ہوئے۔ جن کو آج تک دنیا جانتی اور مانتی ہے۔ اور ہمیشہ جانتی مانتی رہیگی

برادران قوم! ہم سب اسی قوم کے فرد ہیں۔ اپنی گذشتہ تاریخ اور روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اپنے قومی وقار اور عظمت کو قائم رکھیں۔

اتفاق واتحاد کی ضرورت

حضرات! تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے یہ امر اظہر من الشمس ہو چکا ہے۔ کہ قومیں اسی وقت بنتی ہیں۔ اسی وقت اپنے عروج کا سکہ دنیا پر بٹھاتی ہیں۔ اور اسی وقت اپنی معاشرتی، اقتصادی، مذہبی واخلاقی زندگی کو سنوارنے کے قابل ہوتی ہیں۔ اور ان کی تجارت، ان کی زراعت ان کی صنعت وحرفت یہ سب کچھ اسی وقت آشکار اور کامیاب ہوتی ہیں۔ جب ان کے درمیان محبت اور اتفاق

انسان کے جذبات میں خلوص پایا جائے۔ جو قوم یا جماعت اتفاق کی دولت بے بہا سے محروم ہے اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کالعدم ہے۔ بادِ صرصر کا ایک تھپیڑا اس کے لئے پیغام خزاں ثابت ہو سکتا ہے۔ حوادثِ زمانہ کی ایک موج اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتی ہے۔ وہ اگرچہ بظاہر ایک قصرِ عالیشان ہے۔ مگر اس کی بنیادیں غیر مستحکم ہیں۔ اس کا مستقبل تیرہ و تاریک ہے۔ لیکن جو قوم باہمی اتفاق و اتحاد کی بے بہا دولت سے بہرہ ور ہوئی۔ وہ ایک بارانِ رحمت ہے۔ جس سے مردہ زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ اور اس سے وہ وہ گلہائے گوناگوں اور ثمرہائے بوقلموں پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی عطر آگین در وح پرور مہک کرۂ ارض ہی نہیں بلکہ کرۂ فلکی تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی ہی خوش بخت اقوام آفتاب و مہتاب بن کر چمکتی ہیں۔ اور ایسی ہی جماعتیں زمامِ عالم کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اہل ثابت ہوتی ہیں۔

برادرانِ ملت! میں آپ کو اتحاد و اتفاق کا وہ بھولا ہوا سبق دوبارہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (پارہ ۴)

اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔

آپ اس نعمت سے مالا مال ہوں۔ ماضی کو جانے دیجئے حال کا مطالعہ کیجئے۔ مستقبل کی فکر کیجئے۔ اقوام عالم کس تیز روی اور جاں نثاری سے میدان مارتی چلی جا رہی ہیں۔ اور ہم اب بھی اس نقطہ پر ہیں۔ جہاں تھے۔

حضرات! صرف جلسوں کی نمائش۔ رزولیوشنوں کی کثرت ہی کارگر نہیں ہو سکتی۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ٹھوس کام کریں۔ اور ترقی یافتہ اقوام کے دوش بدوش چلیں

ان ابتدائی کلمات کے بعد میں آپ حضرات کی توجہ زندگی کے مختلف شعبوں کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں سب سے پہلے ضرورت ہے کہ قوم کی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے

تعلیم کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ ہو۔ اسی لئے ہمارے آقا سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ:-

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

لیل و نہار کا انقلاب۔ زمانہ کی گردش کہہ رہی ہے کہ اگر تم مور و مگس کی زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے۔ اشرف المخلوقات بن کر رہنا چاہتے ہو تو تعلیم حاصل کرو۔ گھروں سے نکلو۔ بحر و بر کے سفر کرو۔ دنیا کے کونے کونے میں پھرو۔ اور علم حاصل کرو۔

ہم کو اس قوم سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ جو سمندروں کی تہ تک پہنچتی ہے۔ فضا میں اڑتی ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم حاصل کرنے کیلئے بیتاب اور مضطرب ہے۔ ہم بھی انہی جیسے انسان ہیں۔ اگر اسباب مہیا ہوں اور حصول علم ہمارا مطمح نظر رہے۔ تو پھر قدرت کا فیاض ہاتھ ہم کو محروم نہیں رکھے گا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ پہلے اپنی اولاد کو قرآن کریم کی تعلیم دلائیں۔ اور مذہب سے واقف کرائیں۔ اس کے بعد اس تعلیم کی طرف توجہ کریں۔ جس کی اس زمانہ میں ضرورت ہے۔ ہم سب مسلمانوں کا مطمح نظر یہ ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا گاؤں یا قصبہ ایسا نہ ہو جہاں کم از کم پرائمری کے مدارس نہ ہوں۔

میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ تمام دنیوی تعلیمات کی بنیاد مذہبی تعلیم پر ہونی چاہیئے۔ تاکہ ابتدائے عمر ہی میں بچوں کے قلوب اللہ اور اس کے رسولؐ کی عظمت اور اپنے مذہب کی برتری کے احساس سے معمور ہو جائیں۔ اور وہ آئندہ زندگی میں مضر بیرونی اثرات سے محفوظ رہیں۔ مذہبی تعلیم کی طرف جو بے توجہی کی گئی ہے۔ اور جو نتائج ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ان سے آپ حضرات واقف ہیں زمانہ کی رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم ایک ایسا پروگرام مرتب کریں۔ کہ ہماری برادری میں وکلاء بھی ہوں۔ علماء بھی۔ بیرسٹر بھی ہوں۔ حکماء بھی انجینئر بھی ہوں۔ ڈاکٹر بھی۔ غرض ضروریات زمانہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہو۔ جس میں ہماری برادری ترقی یافتہ اقوام سے پیچھے ہو۔ موجودہ زمانہ مقابلہ کا زمانہ ہے۔ سفارشوں کا زمانہ ختم ہوا۔ اب جو قوم زیادہ قابل ہوگی وہی ترقی کرے گی۔ اس لئے ہمیں ضروری تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ کہ ہمارے قریشی نوجوانوں کے دلوں میں مقابلہ کی اُمنگ پیدا ہو اور وہ مقابلہ کے امتحانات میں جماعتِ قریش کے لئے موجب فخر ثابت ہوں۔

تعلیم نسواں

حضرات! انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی آغوش مادر ہوتی ہے۔ ماں کی حرکات و سکنات عادات و اطوار سے بچہ ہر وقت سبق حاصل کرتا رہتا ہے اور غیر محسوس طور پر ماں کے اخلاق بچہ میں سرایت کرتے رہتے ہیں۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہے تو ماں کے اعمال و افعال بچے کے مستقبل کو درخشاں اور تاباں بنانے والے ہیں۔ ورنہ عدم علم کی صورت میں اولاد کا مستقبل معلوم۔

ماں کا اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا ازبس ضروری ہے۔ اور اخلاق و اوصاف کا اعلیٰ ہونا حصول تعلیم ہی پر موقوف ہے۔ لہٰذا ہماری قوم کو چاہیئے۔ کہ وہ تعلیم نسواں پر بیش از بیش توجہ مبذول کرے۔ العِلمُ فریضۃٌ علیٰ کلِ مسلمٍ و مسلمۃٍ میں مرد اور عورت دونوں پر طلب علم فرض قرار دیا گیا ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی قوموں کو چھوڑ دیجئے۔ خود ہندوستان کی دوسری قوموں ہی کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ تعلیم نسواں کے مقابلے میں ہم اب تک بہت ہی پسماندہ ہیں۔ اسلاف کے مقدس زمانے کو دیکھا جائے تو منجملہ اور بہت سی خواتین کے حضرت کریمہ رحمۃ اللہ علیہا جیسی عالمہ خاتون کا اسم گرامی نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے۔ آپ حافظ ابن حجرؒ صاحب فتح البخاری شرح بخاری جیسے محدث اور یگانہ روزگار کی استاد تھیں۔ علامہ ممدوح نے اپنی التاسیس میں متعدد مقامات پر اپنے شیوخ میں خواتین کے اسماء گرامی تحریر فرماتے ہیں۔

امام حافظ ابن عساکر مؤرخ نے جن اساتذہ سے فن حدیث شریف حاصل کیا۔ ان میں سے زیادہ خواتین تھیں لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کا یہ طبقہ علم سے معرا ہے مجھے امید ہے۔ کہ ہماری برادری زنانہ مدارس کے قیام اور اجراء کی طرف پوری توجہ کرے گی۔ اور روایاتِ دینیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور مسائل شرعیہ کا احترام کرتے ہوئے خواتین کیلئے بھی دینی اور دنیوی علم حاصل کرنے کے وسائل بہم پہنچائے گی۔

تنظیم اور جمع مال

تعلیم ہماری برادری کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ لیکن لڑکوں اور لڑکیوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کیلئے کوئی موثر کوشش صرف اتحاد اور روپے کی محتاج ہے۔ گویا ہماری دو ضرورتیں نہایت اہم ہیں۔ اول تنظیم۔ دوم قیام بیت المال۔

تنظیم کا طریقہ تو یہ ہے کہ ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں میں ندوۃ القریش کی شاخیں قائم ہوں۔ جن کا تعلق اپنے اپنے اضلاع سے اور اضلاع کا تعلق اپنے اپنے صوبوں سے اور صوبوں کا تعلق ایک مرکز سے ہونا چاہیئے۔ مرکز کے حکم وایما پر برادری کی ساری مشینری حرکت میں آجائے۔ یہ انجمنیں اپنے اپنے مقام پر برادری کے فلاح و بہبود کے تمام وسائل پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوں۔ اور خود نمونہ عمل بن کر دکھائیں۔ یہ صحیح ہے کہ بلحاظ آبادی بہت سے مقامات پر ہماری برادری کے بہت کم افراد ہوں گے۔ لیکن اس کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ جہاں ہوں جسقدر ہوں منظم رہیں۔ اور اپنے کو مرکز سے وابستہ رکھیں۔ انجمن کو ولادت اور موت پر، شادی اور غمی پر، دنیوی اور قبیح مسرفانہ رسوم کو ترک کردینا اپنا مقصدِ اوّلین سمجھنا چاہیئے۔ اور برادری کو فضول خرچی، اور قرض سے باز رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ارشاد ہوا ہے:-

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ

تحقیق دولت کے بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

بیت المال

جو غربا ہیں۔ ان کی امداد۔ ضروریاتِ زندگی۔ بیواؤں کے نان و نفقہ کا انتظام، یتامیٰ کی تعلیم۔ غرض برادری کی فلاح و بہبود کے جملہ امور کو سرانجام دینے کیلئے ہماری برادری کے تمام صدقات، مابترات، زکوٰۃ و خیرات اسی تنظیم کے ماتحت یکجا ہو کر بیت المال کی تحویل میں رہیں۔ اور بوقت ضرورت انجمنیں حسب قواعد اسے استعمال کریں۔

حضرات! مذہب اسلام میں مسئلہ زکوٰۃ اتنا اہم اور وسیع اور بہت سی مشکلات کا حل کرنے والا ہے کہ اگر کسی نظم کے ماتحت قوم اس پر کاربند ہو جائے اور مصارف ضروریہ میں اس کو صرف کرے۔ تو یتامیٰ کی تعلیم بیواؤں کی خبر گیری۔ ضرورتمند اصحاب کی امداد اور قوم کی تنظیم، غرض سب کچھ بطریقِ احسن ہو سکتا ہے۔

تجارت

برادرانِ ملت! آج جن حکومتوں کا عالم میں بول بالا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو انکی ترقی کی وجہ زیادہ تر تجارت ہے۔ جس سلطنت کی تجارت بڑھی ہوئی ہے۔ وہی آج زبردست شمار ہوتی ہے۔ اسلاف کو دیکھیئے تجارت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت عبد اللہ ابن مبارک، حضرت عبد الرزاق حمیری امام ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہم صف اول میں نظر آتے ہیں۔

خود ہادیٔ اکرم نبی اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ (مشکوٰۃ شریف)

تاجر جو راست باز اور امین ہو۔ انبیاء و صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

جس امت کے آقا تجارت کی ترغیب ان اعلیٰ و بلند پایہ الفاظ میں دیں۔ اور خود نمونہ بن کر تجارت فرمائیں۔ جن کے تمام خلفائے کرام حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر رض، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حتیٰ کہ خود حضورؐ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تجارت فرماتیں آج ان کی امت تجارت سے اس قدر بیگانہ ہو۔ کس قدر شرم کا مقام ہے۔

حضرات! یقین فرمائیے کہ ہم نے اپنے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوہ کو چھوڑا۔ اس لئے ہر آنے والا دن ہم کو قعر مذلت میں دھکیل رہا ہے۔ اور ہر آنے والی رات ہمارے لئے مصائب اور آلام کا پیغام لاتی ہے۔ بہت زیادہ ضروری ہے۔ کہ ہماری قوم اس شریف فن کی طرف خاص توجہ مبذول کرے

صنعت و حرفت یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ ہماری قوم کے اکثر افراد صنعت و حرفت سے عاری ہیں۔ قوم کے جو نونہال بچے خوش قسمتی سے تعلیم پاتے ہیں۔ وہ بعد تکمیل ملازمت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اگر ہماری انجمنیں، ادارے اور مدارس صنعت و حرفت کا انتظام فرمائیں۔ اور ہر طالب علم پر ان فنون شریفہ کا سیکھنا لازم کردیں۔ تو گلشن قومی کے یہ مہکتے ہوئے پھول اس طرح مرجھائے ہوئے نظر نہ آئیں۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ مخلوق خدا میں سب سے اعلیٰ طبقہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ انبیاء نے علی العموم حرفت کو اپنی توجہ معاش قرار دیا ہے۔ مثلاً حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا کام کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام باوجود بادشاہ ہونے کے زنبیل بنتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تیر بناتے تھے۔ اور حضور اکرم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت بھی فرمائی، زراعت بھی کی، صنعت و حرفت بھی کی۔ کسی کام کو عار نہ سمجھا۔ حتیٰ کہ وہ شہنشاہ دو عالم بوقت ضرورت جوتے میں پیوند بھی خود ہی لگا لیتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضورؐ نے نہ صرف خود نمونہ عمل پیش کیا۔ بلکہ امت کو حکم دیا۔

اِنَّ الطَّیِّبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ تحقیق بہترین خوراک وہ ہے جو تم کما کر کھاتے ہو۔ اور ارشاد فرمایا کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہِ کسب سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

زراعت حضرات! جس سرزمین پر ہم پیدا ہوئے۔ اور جو ہمارا مسکن ہے۔ اس کی کثیر آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس پیشہ کو کمیتہً و کیفیتہً ترقی دی جائے۔ اگر ہم بیل گاڑیوں کو چھوڑ کر ریل اور موٹروں کے سفر کو مفید سمجھتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہم ان مفید اور کارآمد آلات زراعت سے جو یورپ آئے دن تیار کر کے بھیج رہا ہے۔ اغماض برتیں اور ان سے مستفید نہ ہوں۔ ہماری قوم اسی لکیر کی فقیر ہے۔ جو آج سے صد سال پہلے تھی۔ برعکس اس کے اقوام عالم نے اس پیشہ کو حیرت انگیز ترقیاں دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے الحکمۃ ضالۃ المؤمن (حکمت مومن کی گمشدہ پونجی ہے) اور ہم حکمت کی باتوں سے متنفر اور انکو غیروں کا سمجھتے ہیں

یورپ کو دیکھئے۔ کہ وہ تخم ریزی میں اعلیٰ سے اعلےٰ بیج استعمال کرتا ہے۔ ان کے کھیتوں کو دیکھئے۔ وہی اجناس جو یہاں پیدا ہوتی ہیں مگر اصول قدیم پر ان کا منظر آنکھوں کیلئے ایسا دلربا اور دلفریب نہیں ہوتا۔ جیسا یورپ میں۔ ملک کی کھیت کی جس کیاری کو دیکھئے۔ تختۂ چمن اور کشت زعفران معلوم ہوتی ہے۔ جو آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی اراضی میں ہماری نسبت فی ایکڑ کئی گنا زیادہ مالیت کے اجناس پیدا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دولتمند ہیں۔ اور ہم غربت میں غرق ہیں۔ کاش ہماری خفتہ قوم زمین کے ان خزانوں سے واقف ہو۔ جو خدا کی زمین خدا کی مخلوق کے لئے اگلنے کو تیار ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

کیمیا خواہی زراعت کن کہ خوش گفت آنکہ گفت
"زرع" ثلثانش زراعت و ثلث باقی ہم زراست

زمین کے لئے بمنزلہ غذا کھاد ہے۔ ہمارے زمیندار مویشی کی کھاد کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قدرت نے اپنی فیاضی سے اس میں بھی وہ وہ انمول موتی اور ایسے ایسے گوہر بے بہا پنہاں رکھے ہیں۔ جو متجسّس کو ہر وقت دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ قانون قدرت ہے کہ ؎

ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ضرورت ہے کہ کھاد کے فوائد سے عوام کو کما حقہٗ آگاہ کیا جائے۔ تاکہ وہ اس کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ اس گھر کی دولت کو اس کام میں لائیں۔ جس کیلئے قدرت نے اسکو وضع کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے زمینداروں کو چاہیئے۔ کہ صرف گیہوں پیدا کرنے کیلئے اپنی ساری اراضی کو وقف نہ کردیں۔ بلکہ پھل پھلاری کے باغ لگائیں۔ ترکاریاں پیدا کریں۔ مرغیاں پالیں۔ انڈوں کی تجارت کریں۔ دودھ دینے والے مویشی کی پرورش کرکے دودھ اور گھی بیچیں۔ بیرونی ممالک کے زمیندار انہی طریقوں سے مالا مال ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمارے زمیندار لکیر کے فقیر ہونے کی وجہ سے حوادثِ زمانہ کے تھپیڑوں کے شکار ہو رہے ہیں حالانکہ اگر وہ روپیہ کمانے کے ان طریقوں میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کرلیں۔ تو ان کے افلاس کا مداوا ہو سکتا ہے۔

قریش زراعت پیشہ ہیں

مقام شکر ہے۔ کہ قوم کی رہنمائی اور فلاح کے لئے سنہ ۱۹۲۸ء سے نَدْوَۃُ القریش قائم ہے اور زراعت پیشہ بھائیوں کی اخلاقی و قانونی امداد کیلئے ہمہ تن متوجہ و مستعد ہے۔ اسی کا ثمرہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۲ء کے اجلاس منعقدہ امرتسر میں بذریعہ قرار داد حکومت کی خدمت میں استدعا پیش کی گئی۔ کہ امرتسر، گورداسپور، فیروزپور، لدھیانہ، رہتک کے قریشیوں کو حقوق زراعت مرحمت فرمائے جائیں۔ انجمن کی پیہم اور مسلسل مساعی جمیلہ بارآور ہوئیں۔ اور جون سنہ ۱۹۳۲ء میں اضلاع مذکورہ کی قریشی قوم کو دیگر اضلاع پنجاب کے قریشیوں کی مانند زراعت پیشہ تسلیم کرلیا گیا۔

انجمن ندوۃ القریش کی یہ ایسی بیش بہا قومی خدمت ہے۔ جس کیلئے نہ صرف موجودہ برادری بلکہ آنے والی نسلیں انجمن کی شکر گذار اور مرہونِ منت رہیں گی۔

حضرات! آپ صاحبان اس انجمن پر کامل اعتماد رکھئے اور اس کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں اسی جذبہ

اور خلوص کا ثبوت دیجئے۔ جو آپ کی شایان شان ہے۔ اور جس کی وہ مستحق ہے۔ کیونکہ انفرادی طور پر کوشش کرنا ایک ایسا خواب سمجھنا چاہیئے۔ جو شرمندہ تعبیر نہیں ہوتا۔ مرکز سے وابستہ رہنا اپنی قوم کو زندہ رکھنے اور خود زندہ رہنے کے مترادف ہے ؎

مرکز کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

زمینداروں میں ایک مُہلک مرض

حضرات مجھے معاف فرمایا جائے۔ اگر میں اس مرض کا اظہار کردوں جو جسدِ قومی کے لئے ناسور ثابت ہو رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمینداروں میں معمولی معمولی باتوں پر مخالفت دھڑا بندی، پانی پر جھگڑا، اکثر مقدمہ بازی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جانبین کا (جو بدقسمتی سے اپنے ہی بھائی ہوتے ہیں۔) وقت، روپیہ، عزت سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔ پریشانی و سرگردانی مزید برآں ہوتی ہے۔ یہ مرض نہائت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ اور ترقی مشن کیلئے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔

میں انجمن ندوۃ القریش کو پرزور الفاظ میں متوجہ کرتا ہوں۔ کہ وہ اس مرض کے ازالہ کی طرف بیش از بیش توجہ مبذول کرے۔ جہاں اس قسم کے زبوں حالات پیش آئیں اس انجمن کو اپنا فرض اولین سمجھنا چاہیئے۔ کہ قوم کی فلاح و بہبود کی خاطر مداخلت کرے۔ اور ثالثی کا فرض انجام دے یہ وقت، یہ روپیہ، یہ تگ و دو۔ اگر قومی کام میں صرف ہو تو قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ آن کی آن میں پار ہو سکتی ہے۔

اخبار کی ضرورت

آج کل کسی خبر کے مشتہر کرنے اور خیالات کو پھیلانے اور قوم کو کسی نقطہ پر جمع کرنے کا سب سے بہتر اور مفید آلہ اخبار ہے لیکن ہماری قوم کا کوئی اخبار نہیں۔

ہماری برادری کو جناب قریشی محمد علی صاحب رونق کی مساعی جمیلہ کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ کہ موصوف کے زیرادارت رسالہ "القریش" جاری ہے۔ وہ موجودہ تاریکی میں ایک شمع فروزاں ہے۔ جو رہروں کے لئے رہنما ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس کی اشاعت میں ہماری برادری ہر ممکن طریق سے امداد کرے۔ اور اس پودے کو پروان چڑھا کر اس کو ایک تناور درخت بنائے۔ یہ رسالہ ماہوار ہے ہم کو چاہیئے۔ کہ اس کی اشاعت کو وسیع تر بنا کر ہفتہ وار بنائیں۔ تاکہ یہ قومی پرچہ ہماری برادری کیلئے باعث فلاح و بہبود بنے۔

دیگر اقوام ہند کو دیکھئے۔ ان کے رسائل ہیں۔ جرائد ہیں اسی لئے ان کی آواز موثر ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہیں۔ اس معاملے میں بھی ندوۃ القریش کا فرض ہے۔ کہ "القریش" کی توسیع اشاعت کے لئے عملی طریقے اختیار کرے۔ اور برادری کی ہر شاخ کو اس کے خریدار پیدا کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

افرادِ قوم سے التماس

قوم کے جملہ افراد سے عموماً اور اُن افراد سے خصوصاً جو دولتِ علم سے مالا مال ہیں۔ یا ثروت سے بہرہ ور ہیں یا ماہرِ تجارت ہیں۔ یا واقفِ زراعت یا قدرت کی فیاضی نے ان کو بہترین دل و دماغ عطا فرمایا ہے۔ میری التجا ہے کہ وہ میدان عمل میں آئیں۔ اور اس گم کردہ راہ قوم کی رہنمائی فرمائیں۔ قوم کو حق ہے کہ وہ ایسے احباب سے

اپنی اور بہتری کا مطالبہ کرے۔ اور ان اصحاب کا فرض ہے۔ کہ وہ ان کے اس جائز مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

ضروری گذارش } یہ عرض کر دینا بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ تقسیم کار، تقسیم عمل بیشک عمدہ چیز ہے۔ اور تنظیم کیلئے لازمی ولابدی مگر قریشی ہوں یا ہاشمی سید ہوں یا شیخ، پٹھان ہوں یا کمبو، کسی ذات کے ہوں پنجابی ہوں یا سندھی۔ یوپی کے ہوں یا سی پی کے کسی صوبہ کے ہوں۔ کسی ملک کے ہوں، کہیں رہتے ہوں۔ کہیں بستے ہوں سب ایک آدم کی اولاد اور ایک درخت کی شاخیں ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔

(ترجمہ) اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکے (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا اشرف وہ ہے۔ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضرات، کسی قوم کی ترقی بحیثیت مجموعی عموماً بہت دیر کے بعد ہوا کرتی ہے۔ موجودہ زمانہ کا اصول تقسیم کار اگر اقتصادیات کے سلسلہ میں مفید ہے تو قومی ارتقا میں بھی بہت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر ہمارے ملک کی مختلف برادریاں اپنی اپنی حالت کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ تو اس تقسیم کار سے قوم کا مجموعی حیثیت سے ترقی کرنا یقینی ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری انجمن جیسی بہت سی انجمنوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ہر انجمن کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ تعصب سے پاک ہو۔ اور دوسری انجمنوں سے برادرانہ تعلقات قائم رکھے۔ اور ان کے ساتھ مل کر کام کرے۔ ورنہ اس تقسیم کار کے نتائج نہایت خوشگوار ہوں گے۔ کامل یقین ہے کہ اپنی گزشتہ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری انجمن کشادہ دلی اور حوصلہ کے ساتھ اپنے نصب العین تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

خاتمہ کلام } میں آپ حضرات سے رخصت ہوتا ہوں نا سپاسی ہو گی، اگر اس عزت افزائی کا مفرد شکر گذار نہ ہوں۔ دست بدعا ہوں کہ حق تعالی بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جلسہ کو ہمارے ادارہ کو یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائے۔ یہ انجمن آفتاب بن کر چمکے اور اس کی ضو فشانی ہماری خفتہ برادری کیلئے بیداری کا باعث بنے۔

میں آپ حضرات کو خلوص قلب سے یقین دلاتا ہوں کہ بحیثیت مسلم اور فرد قوم ہونے کے تا امکان ہر وقت انجمن کی خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت لیا۔ جس خاطر جمعی اور سکون سے آپ حضرات نے میرے پیش پا افتادہ خیالات کو سنا۔ اس کا بھی شکر گذار ہوں۔

مدیم الفرصتی مانع تھی۔ لیکن اہمیت خدمت اور آپ حضرات کی کشش محبت نے مجھ کو حاضر ہونے پر مجبور کر دیا۔ مشاغل کی کثرت کے باوجود نہایت قلیل وقت میں یہ خیالات پریشاں جمع کر کے عرض کئے ہیں۔ کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو ارکان قوم سے عفو و کرم کا خواہاں ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ندوۃ القریش کی مختصر رپورٹ

محترم صدر و معزز حاضرین جلسہ،

میں چند سطور میں "ندوۃ القریش" کے قیام کے اسباب وعلل اور اس کی ابتدائی تاریخ آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے آپ سے اپیل کرونگا۔ کہ ان حالات کے پیش نظر غور فرمائیں۔ کہ "سادات قریش" کو اپنی تنظیم وشیرازہ بندی اور جماعتی قوت و طاقت سے کام لینے کی کسقدر شدید ضرورت ہے

۱۹۲۸ء میں سادات قریش کے قومی انتشار، جمود اور غفلت و بے پرواہی سے ناجائز استفادہ کرنے کے لئے پنجاب کی بعض ان اقوام نے جن کے عادات و اطوار اور افعال وکردار رسوائے عالم ہو رہی ہیں۔ سادات قریش ایسی معزز و مفتخر قوم کی شرافتِ نسبی پر ایسے نادواحملے شروع کر دیئے۔ جن سے اس کے قومی وقار کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچنے کا امکان اغلب تھا۔ یہ ایسا سیلاب تھا۔ کہ اگر اس کے سد باب کیلئے فوری تدابیر عمل میں نہ لائی جاتیں۔ تو قوم کا متاع توقیر بہائے جاتا۔ اور کوئی تدبیر بروئے کار نہ آتی۔

خدا بھلا کرے قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی کا، ان کی غیرت وحمیت جوش میں آئی۔ اور اللہ کا نام لے کر مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔ القریش کی حمایت و اعانت نے ان کا ساتھ دیا۔ اور قوم کی آبرو رہ گئی۔ ورنہ سادات قریش مخلوط النسل ہو کے رہ جاتی۔ اور عوام کو انکی نسبی فضیلت و شرافت پر شک وشبہ کا موقع میسر آتا۔

قاضی صاحب موصوف ناسازیٔ حالات کی وجہ سے اس دربار کی شرکت سے معذور رہے ہیں۔ ورنہ وہ خود اس موضوع پر صراحت و وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتے۔ اور آپ حضرات کو معلوم ہو جاتا۔ کہ تحفظ نسب کے لئے اس پر خار وادی کو عبور کرنے میں کن کن دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور محنت شاقہ اور دماغ سوزی کے علاوہ کسقدر زر کثیر خرچ کرنے کے بعد آپ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف کا یہ کوئی ذاتی کام نہ تھا انہیں اس سے کوئی خاص مفاد کی توقع نہ تھی۔ محض قوم کی عزت وآبرو کا سوال تھا۔ اور یہی ایک بات تھی جو آپ کو بیتاب وبیقرار کر رہی تھی۔ ہندوستان و بلوچستان کی مختلف حکومتوں اداروں اور سرکاری وغیر سرکاری دفاتر سے آپ نے تاریخی مواد بہم پہنچایا۔ گزیٹیر فراہم کئے اور سادات قریش کے منہ آنے والی اقوام کے غلط اور لغو ادعا کی تکذیب و تردید میں ایک پختہ اور مستحکم چٹان کی طرح کمال پامردی اور انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہے۔ تاآنکہ مستند تاریخی ریکارڈ اور محققین کی بے لوث تحقیقات کے حوالوں سے آپ نے ان اقوام کی حقیقت و اصلیت دنیا کے سامنے عریاں کر کے رکھدی۔ اور صوبہ پنجاب جہاں ان اقوام میں سے ایک کا گڑھ بن چکا تھا کی حکومت کو توجہ دلائی۔ کہ وہ اس معاملہ میں اصلیت و انصاف کا ساتھ دینے کیلئے احتیاط سے کام لے

الغرض ۱۹۲۹ء میں ان اقوام میں سے ایک کا وفد جب سرجافری ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب کی خدمت میں قرشیت کی سند لینے کیلئے پیش ہوا۔ تو ان حقائق و شواہد کے پیش نظر جو قاضی صاحب موصوف پیش کر چکے تھے۔ گورنر موصوف نے انہیں ایسا معقول و مبرہن جواب دیا۔ کہ وہ وفد اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹنے پر مجبور ہوا۔ اگرچہ بعد میں بھی کچھ عرصہ ان کی ناکام مساعی کا تواتر جاری رہا۔ تلاش مقصود میں کشمیر و ارض کشمیر میں ٹھوکریں کھاتے رہے۔ مگر ناکامی و نامرادی ہر جگہ ان کے ساتھ تھی۔ اور وہ کہیں بھی فائز المرام نہ ہو سکے۔

پونچھ کے علاقہ میں خانصاحب سردار محمد اکرم خاں عباسی جاگیردار ریٹائرڈ جج اور ان کے متعدد معاونین نے اس برخود غلط قوم کے لغو دعاوی کے لئے اپنی پوری قوت و طاقت سے کام لیکر انہیں بے نیل و مرام واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

ایک زندہ قوم کے بیدار افراد کا فرض اولین یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ان حوادث کے مقابلہ کے لئے ہمہ وقت تیار و آمادہ رہیں۔ جو اس کی قوم و ملت پر بلائے بے درماں کی طرح چھا جانے والے ہوں۔ اور ان سے گوناگوں نقصانات کا امکان ہو۔ اس قسم کے فتنوں کی روک تھام اگرچہ جماعتوں اور مرکزوں کیلئے آسان تر ہوتی ہے۔ لیکن قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی نے ایک غیور انسان کی طرح بیرونی قوتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مستقل مزاجی کے ساتھ ایک کامیاب شہسوار کی طرح اس میدان میں اسطرح قدم بڑھانے میں سبقت کی کہ دماغی محنت و کوفت کے علاوہ خرچ و اخراجات کی بھی پرواہ نہیں کی اور اس اہم ترین اور دشوار گذار منزل کو طے کرنے کیلئے اپنی امکانی مساعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ اور اس وقت تک دم نہیں لیا۔ جب تک کہ ان تمام مراحل کو بوجہ احسن طے نہیں کر لیا گیا۔ قوم منتشر و پراگندہ، بے حس و حرکت اور قومی سود و زیاں سے بے پروا محو خواب غفلت تھی۔ مگر قوم کا ایک مرد جوان ہمت میدان میں آیا۔ اور اسکی ہمت اور شجاعت نے ان تمام قوتوں کو زیر و زبر کر کے رکھدیا۔ آپ کی ان قابل صد ستائش و لائق ہزار ستائش خدمات کے اعتراف میں اگرچہ ۱۹۳۰ء کا قومی اجلاس آپ کو "حافظ نسب رسول" کا مفتخر اور جلیل القدر خطاب عطا کر چکا ہے۔ تاہم میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کی اس حمیت قومی پر ہدیہ تبریک و تحسین پیش کروں۔

انہی ایام میں قومی ضروریات کے پیش نظر مخدومی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی طبیہ کالج دہلی نے قومی مرکز کی ضرورت کا احساس کیا۔ اور "ندوۃ القریش" کی تحریک کرتے ہوئے قوم کے سامنے ایک سکیم بھی پیش کر دی۔ جو جریدۂ القریش کے علاوہ "حقیقۃ السیادت" میں بھی شائع ہوئی۔ قوم کو دعوت دی گئی کہ وہ دیگر اقوام عالم کے دوش بدوش منازل ترقی طے کرنے کیلئے میدان عمل میں آئے۔

امرتسر کے چند غیور اور جواں ہمت افراد قوم کے تاریک مستقبل کو بھانپ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے۔ کہ اگر اس وقت جبکہ دنیا کی تمام قومیں متحدہ سعی و عمل سے کام لینے کیلئے اپنے اپنے مرکز قائم کر کے شاہراہ عمل پر گامزن ہو چکی ہیں۔ کوئی حرکت نہ کی گئی تو سادات قریش ایسی

شریف اور ممتاز قوم ادبار و تنزل کی گہرائیوں میں گر جائیگی چنانچہ وہ کارساز مطلق کے بھروسہ پر اٹھے اور حکیم صاحب موصوف کی پیش کردہ سکیم پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔

ان کے سامنے اس وقت یہی مسئلہ نہ تھا کہ وہ دیگر اقوام سے تحفظ نسب ہی کے لئے الجھیں۔ بلکہ اُن کے سامنے قوم کی زرعی، اقتصادی اور معاشی زبوں حالی کی اصلاح کے اہم ترین معاملات بھی تھے۔ ان کے قلوب میں یہ کانٹا بے طرح کھٹک رہا تھا۔ کہ تگ و دو اور سعی و جہد کے اس دور میں وہ قوم جس کے افراد اقوام عالم کی رہنمائی کے دعویدار ہیں۔ منتشر و پراگندہ ہونے کی وجہ سے دین و دنیا کے کسی کام کے اہل نہیں رہے۔ اور ان کی ذہنی قوتیں اسقدر مسلوب ہو چکی ہیں۔ کہ ان میں خود اپنے نیک و بد اور نفع و نقصان پر غور کرنے کی توفیق نہیں رہی۔ بجائیکہ وہ دیدۂ بینا سے اقوام عالم کی جد و جہد اور کدوکاوش کا مظاہرہ دیکھ رہے تھے۔ اور اپنی پسماندگی و پس افتادگی کے نتائج میں ان کی پریشانی روز افزوں تھی۔

قابل توجہ اہم امور

صوبہ پنجاب کے چھ اضلاع امرتسر، گورداسپور، فیروزپور، لدھیانہ، رہتک، حصار کے قریشی حقوق زراعت سے محروم ہیں۔ ان کی زرعی و معاشی حالت روز افزوں بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ لیکن کوئی پرسان حال نہیں۔

ضلع گوڑگانواں اور ہوشیارپور میں قریشی نوٹیفائڈ ہونے کے باوصف ایکٹ انتقال اراضی سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بعض دیگر اضلاع کے متعدد خاندان "شیخ" اور "قاضی" ایسے امتیازی الفاظ اور صدیقی فاروقی، عثمانی، عباسی وغیرہ خاندانی نسبتوں کی الجھنوں میں مبتلا ہیں۔ اور کوئی خبر لیوا نہیں،

ان کی تعلیمی و اقتصادی حالت قابل رحم اور کوئی چارہ کار نہیں۔ ان کی اراضیات تقسیم در تقسیم کے چکر میں اسقدر گھٹ گئی ہیں۔ کہ گذارہ دشوار ہو گیا ہے۔ حکومت پنجاب نے بارہا زراعت پیشہ اقوام میں اراضیات تقسیم کیں۔ لیکن قریشیوں کو حکومت کی اس رعایت سے کبھی فائدہ اٹھانے کا موقعہ میسر نہیں آیا۔

افتراق و تشتت کی وبا ان میں عام ہے۔ رسومات مروجہ قبیحہ میں وہ زر و دولت بیدریغ لٹانے کے خوگر ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بیسیوں اور امور ہیں۔ جو اشتراک عمل کے محتاج ہیں۔ مگر کوئی نہیں جو اس درد کی تلاش کرے۔

یہ حالات ایسے نہ تھے۔ کہ ان سے چشم پوشی کی جاتی۔ لہذا اللہ کے توکل پر تجویز کیا گیا۔ کہ افتتاحی اجلاس منعقد کر دیا جائے۔

قدرتی بات ہے کہ ہر ابتدا کانٹوں کی سیج ہوتی ہے نیک سے نیک اقدام کے لئے مخالفتوں کے پہاڑ سد راہ ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی وہی کیفیت ہوئی۔ ہنوز یہ خیالات کتم عدم سے عالم شہود میں آئے بھی نہ تھے کہ مخالفتوں کی خوفناک اور بھیانک گھٹائیں اٹھیں اور پورے زور و شور کے ساتھ ان نیک عزائم پر چھا جانے کے لئے فضا میں پھیل گئیں۔ عزم راسخ، ارادہ پختہ

اخدائی ہو تو تائیدِ ایزدی شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ یہ گروہ مافعانہ کارروائیوں کے ساتھ ساتھ اپنے کام میں لگے رہے تاآنکہ خدا کے فضل و کرم سے کام ترقی پکڑنے لگا۔ اور حوصلوں میں استحکام اور ہمت میں بلندی پیدا ہوتی گئی۔

اوائل سنہ ۱۹۳۰ء میں بزمِ مشاورت اور مجلسِ استقبالیہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ اور فیصلہ ہوا کہ جون میں افتتاحی اجلاس منعقد کیا جائے۔

فرائضِ صدارت مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔ محرکِ اول کو تفویض ہوئے۔ اور اللہ کا نام لیکر اجلاس کی تیاریاں ہونے لگی۔ تاریخِ مقررہ صوبہ پنجاب کے معززین قریش کے ماسوا یوپی، سی پی کے مقتدر نمائندگان شرکتِ جلسہ کیلئے تشریف لائے۔ مجوزہ پروگرام کے مطابق کارروائی عمل میں آئی۔ اور قومی مرکز کا قیام و استقلال عمل میں آیا

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

اس اجلاس کے چند اہم رزولیوشنوں میں اولین اور اہم رزولیوشن پنجاب کے باقیماندہ اضلاع کے قریشیوں کے حقوقِ زراعت سے متعلق تھا۔ جو صدارت کی طرف سے دلائل و براہین اور ایک مبسوط تقریر کے بعد پیش ہوا۔ اور حاضرین کے اتفاقِ رائے سے منظور ہو گیا۔

ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے یہ قرار داد سب سے پہلی توجہ کی محتاج تھی۔ چنانچہ اس کی تعمیل و تکمیل کی جانب کارپردازان ندوہ متوجہ ہوئے ضروری مواد بہم پہنچانے کے بعد مناسب الفاظ میں یہ استدعا حکومت کے سامنے پیش کر دی گئی۔ اضلاع متعلقہ کے ریونیو افسران کی توجہ تشخیص اقوام کی اس خامی کی جانب معطوف کرائی گئی۔ پورے تین سال شغف و انہماک کے ساتھ سرگرمِ عمل رہنے کے بعد خدائے قادر و توانا کے فضل و کرم سے آخر یہ خواہش پوری ہوئی۔ یعنی حکومت کی طرف سے اس مطالبہ کو پورے طور پر منظور کر لینے کا اعلان گورنمنٹ گزٹ کے ذریعہ سے ہو گیا۔ اور فنانشل کمشنر پنجاب کی طرف سے چٹھی نمبری 2552 R مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۳ء بالفاظ ذیل موصول ہو گئی۔

Sir,

With reference to your telegram dated 19th June 33 to the address of the Chief Secretary to Govt: Punjab.

I am directed to invite your attention to notification 2401 R, dated 21st June, 1933, published at page 624 of the Punjab Government Gazette dated 23rd June 1933, from which it will be seen that Quraishis have been declared as an agri-

cultural tribe in the Hisar, Rohtak, Ludhiana, Ferozepur, Amritsar and Gurdaspore districts.

یعنے

بحوالہ آپ کی ٹیلیگرام مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۳۳ء بطرف چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

مجھے ہدایت کی گئی ہے۔ کہ میں آپ کی توجہ نوٹیفکیشن نمبر ۱۰۶۴۲ آر ۲۱ جون ۱۹۳۳ء مطبوعہ پنجاب گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۲۳ر جون ۱۹۳۳ء صفحہ 62 کی طرف مبذول کراؤں جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ قریشی حصار، رہتک، لدھیانہ، فیروزپور امرتسر اور گورداسپور کے اضلاع میں زراعت پیشہ قوم قرار دیئے گئے ہیں۔

حکومت کی حق پروری و نصفت شعاری سے یہ مطالبہ منظور ہوگیا۔ اور متذکرہ اضلاع میں قریشی زراعت پیشہ قرار بھی پاگئے۔ کارکنان "ندوۃ القریش" نے اپنی کامیابی پر اظہار مسرت بھی کرلیا۔ لیکن بدقسمتی معلوم ہوا کہ معاملہ کی یہ انتہا نہیں بلکہ ابتدا ہے۔ اور معنوی کامیابی کیلئے ہنوز دلّی دوراست کا معاملہ ہے۔ یعنے بعض اضلاع کے ریونیو افسران کی تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے تصدیق انتقالات میں طرح طرح کی مشکلات پیدا ہونے لگیں۔ جو رفتہ رفتہ اسقدر نازک صورت اختیار کرتی چلی گئیں۔ کہ ان کا سلجھانا مشکل ہوگیا۔ بڑی دقت یہ ہوئی کہ بعض نازک مزاج افسران نے تاویلات سے کام لیکر اسے ایک اچھا خاصہ شغل اور سامان دلچسپی بنالیا۔ لفظ "شیخ" اور اسکے لغوی معنی اور عام مفہوم پر تبصرے، فاروقی، صدیقی، عباسی علوی و عثمانی وغیرہ قریش کی شاخوں کے بجائے جداگانہ قومیں تصور کی جانے لگیں، پرانے سے پرانے ریکارڈ اور گذشتہ بندوبستوں کے اندراجات ناقابل اعتبار اور غیر معتبر قرار پانے لگے۔ اور کئی انتقالات محض اس بنا پر نظرثانی کی زد میں لائے گئے۔ کہ ان کے خانۂ قومیت میں قومیت کے ساتھ اعزازی الفاظ کیوں درج ہیں۔ اب ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۴۲ اور استقرار یہ مقدمات تک نوبت پہنچی، اور نماز بخشوانے آئے روزے گلے پڑ گئے کے مصداق نئی پریشانیوں کا سامنا ہونے لگا۔ کارکنان ندوۃ القریش ایک مدت کیلئے پھر اس سرگردانی میں وقت ضائع کرنے پر مجبور ہوئے۔ تاآنکہ ریونیو افسران کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ کہ "شیخ" کے معنی پیرو بزرگ کے ہیں۔ یہ اعزازی لفظ ہے۔ اور "قاضی" ایک عہدہ ہے۔ جو جج و منصف کے عہدہ کے مترادف ہے صدیقی و فاروقی وغیرہ اسی طرح قریش کی شاخیں ہیں۔ جس طرح چوہان اور کھوکھر راجپوتوں اور جنجوعہ اور گل جاٹوں کی تاہم بعض اضلاع کے قریشی اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں اور مقدمات کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔

یہ باتیں بظاہر بہت ہی معمولی ہیں۔ اور قابل التفات نہیں۔ لیکن حصار، رہتک، ہوشیارپور اور گوڑگاؤں کے بھائیوں سے پوچھئے۔ کہ ان کیلئے یہ معمولی سی باتیں کسقدر سوہان روح ہو رہی ہیں۔ یہ ہے آپ کی مدنی حالت، اب میں آپ کو قوم کی تعلیمی حالت کی جانب توجہ دلاتا ہوں۔

آپ مردم شماری گذشتہ کے اعداد شمار ملاحظہ فرمائیگے تو آپ کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ آپ کی تعلیمی حالت کیا ہے اور اس شعبہ میں جو آپ کو ورثۃً پہنچتا ہے۔ آپ کی پسماندگی و پس افتادگی کی کیا کیفیت ہے۔

صوبہ پنجاب میں بشمول دہلی قریشیوں کی آبادی 99458 ہے۔ جو 52961 مردوں اور 46457 عورتوں پر مشتمل ہے۔ ان 11604 مرد اور 570 عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ اور باقی بے علم وجاہل۔ یعنے 87284 افراد دولت علم سے محروم اور صرف 12174 افراد تعلیم یافتہ
تعلیم یافتہ افراد کی اس تعداد میں اگر 17995 کی وہ تعداد بھی شامل کر لی جائے۔ جو معمولی حرف شناس یا پرائمری اور مڈل وغیرہ تک پڑھے لکھے ہیں۔ تو تعلیم یافتہ افراد کی کل تعداد 30169 ہو جاتی ہے۔ جو کل کا تقریباً تیسرا حصہ ہے۔ مگر 17995 کی تعداد بیکاری وبے روزگاری کے ہاتھوں اسقدر پریشان ہے۔ کہ قوم کے لئے ایک ناقابل برداشت بار ہے۔ یہ تعداد نہ تجارت وزراعت کے کام کی اور نہ ملازمت وصنعت کے مطلب کی۔

ان اعداد و شمار سے صاف عیاں ہے۔ کہ یہ تعلیمی زبوں حالی قوم کو دن بدن قعرِ مذلت اور ورطۂ ہلاکت میں دھکیل رہی ہے۔ اقتصادی طور پر بھی قوم کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ میدان تجارت میں یہ قوم جو سب قوموں کی رہنما ہوا کرتی تھی آج سب سے پسماندہ ہے۔ کیا قوم کا فرض نہیں ہے۔ کہ تدبر و تفکر کے بعد وہ موثر چارہ کار تلاش کرنے کی سعی کرے

باقتضائے حالات ۱۹۳۶ء میں قومی اجتماع کی پھر ضرورت محسوس کی گئی۔ محترم پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی اور مخدومی پیر عطا محمد صاحب رئیس اعظم کی دعوت پر محترم میر القریش فیروز پور اور سراواں کے مقامات پر تشریف لے گئے۔ معتقدین سراواں نے قومی ضروریات کے پیش نظر آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور اجلاس کے جملہ انتظامات کا بار بخوشی اپنے ذمے لینے کا وعدہ فرمایا۔ استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ پیر علی احمد صاحب فریدی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ جنہوں نے دورہ کی تکالیف بھی برداشت کیں۔ مکرم قاضی مظفر الدین صاحب متین امیدوار تحصیلدار نے انتخاب صدر میں ہماری رہنمائی کی۔ پیر حاجی محمد عبد الحق، پیر بشیر احمد اور دیگر معززین کی معیت میں محترم مولانا رونق میر القریش فخر قوم کرنل مقبول حسن صاحب بالقابہ کی خدمت میں دعوت صدارت کیلئے بہاولپور تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے نہایت فراخدلی، خندہ پیشانی اور قومی محبت سے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔ لیکن کل امر مرہون باوقاتہ ہنوز قادر وتوانا عزاسمہٗ و سبحانہٗ کو منظور نہ تھا۔ حالات رو براہ نہ ہوئے واقعات نے مساعدت نہ کی۔ گوناگوں الجھنیں اور دقتیں پیدا ہوتی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جلسہ کے انعقاد کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

گذشتہ جون میں خدائے تبارک وتعالیٰ کے فضل سے حالات میں پھر مدّ و جزر ہوا۔ مخدومی حاجی پیر فتح محمد صاحب رئیس، ذیلدار جنڈ والا کی تحریک پر محترم رونق صاحب ظلہٗ کا تشریف لے گئے۔ اور حاجی صاحب موصوف کی معیت میں بھک پہنچے۔ پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم بھک ایک بیدار خیال، روشن دماغ، ہمدردِ قوم نوجوان ہیں۔ آپ خلوص و تپاک سے ملاقات کے بعد مختصر سی گفتگو سے نتیجہ اخذ کر کے قومی اجلاس کے انعقاد اور اس کے تمام انتظامات کا بار اپنے ذمہ لینے کے لئے بمسرت آمادہ ہوگئے۔ یہ آپ کی اولوالعزمانہ توجہ کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ آج محبت و مودت کی سٹیج پر قومی سود و بہبود پر غور کرنے کیلئے

مجمع ہیں۔ اور قوم کو یہ موقع میسر آیا ہے۔ کہ وہ اپنے مستقبل کو درخشاں و تاباں بنانے کے لئے موثر لائحہ عمل تجویز کرے اتنے بڑے اجلاس کے از ابتدا تا انتہا تمام انتظامات ایک کثیر رقم اور ہمت و جرأت کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔ خدائے بزرگ و اکبر نے پیر محمد سرور صاحب کو دولت و ثروت کے ساتھ درد مند اور حساس دل بھی عطا فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس قوم میں ایسے ایسے اولو العزم موجود ہیں۔ جو قوم کی دگر گوں حالت بیک نظر پلٹ دینے کی طاقت و قدرت رکھتے ہیں الحمدللہ علےٰ احسانہ۔ میں متقدرین قریش ضلع فیروز پور کا عموماً اور پیر محمد سرور صاحب موصوف کا خصوصاً بصدق دل شکریہ ادا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں۔ فَجزاھُمُ اللّٰہُ اَحسنَ الجزاء

میں اپنے فرض سے کوتاہی کرونگا۔ اگر اس موقعہ پر اپنے محسن و مربی فخرِ قوم، افتخار الملک کرنل مقبول حسن صاحب قریشی بالقابہٗ کی خدمت میں ان کی تشریف فرمائی، برادر نوازی پر ہدیہ سپاس و شکر پیش نہ کروں۔ جنہوں نے اپنے قومی اجلاس کی صدارت قبول فرما کر قومی فلاح و اصلاح کے مسائل پر غور کرنے میں اپنے بھائیوں کا ساتھ دیا۔

اخیر میں مَیں اپنے ان تمام محترم برادران کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو اس شدید سردی میں دور و دراز سے تشریف لاکر جلسہ کو کامیاب بنانے کا موجب ہوئے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ہمارے عزائم میں استقلال و برکت عطا کرے۔ اور ہمیں بیش از بیش قومی خدمات کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

ہمیں کہنا تھا جو کچھ کہہ چکے اب دیکھنا یہ ہے
کہ ہوتا ہے ہماری التجاؤں کا اثر کیا کچھ

مورخہ ۲۸ ۱۲/۳۸ محمد صادق، ایم اے، (فاضل)

یاد دہانی

جن بھائیوں کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ بواپسی ڈاک حسب سابق زرچندہ کی ترسیل سے مشکور فرماویں۔ امید ہے کہ مزید یاد دہانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ (مینجر)

تذکرۂ برادری

مختلف قومی مجالس کی مختصر کارروائیاں

خدائے تبارک و تعالیٰ عز اسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے اب قوم میں آثار بیداری نمایاں ہو رہے ہیں۔ سود و زیاں کا احساس ہونے لگا ہے۔ انتہائی غفلت و بے پرواہی کے پریشان کن نتائج نے فرزندانِ قریش کو بیدار ہو کر شاہراہِ عمل پر جلوہ پیما ہونے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ وہ اپنے قومی جریدہ "القریش" کی آواز پر لبیک کہنے کے خوگر ہوتے جاتے ہیں۔ اگر قومی جماعتوں کی سعی و عمل کا یہ تواتر جاری رہا اور حساس برادران قریش نے اپنے قومی آرگن کی آواز کو اس کی توسیع اشاعت سے اور بلند و بالا کرنے میں ہماری حمایت و اعانت اور قومی جماعتوں کے کارپردازان کی حوصلہ افزائی کی تو مستقبل قریب میں انشاء اللہ تعالیٰ بہترین نتائج ہو سکتے ہیں۔ اور ہم منظم و ترقی پذیر فتہ اقوام کے دوش بدوش منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کے مقابل ہو سکیں گے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

گذشتہ دسمبر میں مختلف مقامات پر جو قومی اجلاس منعقد ہوئے ان کی کارروائی قارئین کرام کی واقفیت کیلئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہانِ قوم اس کے مطالعہ سے مسرور و شادکام ہوں گے۔

ڈسٹرکٹ کمیٹی فیروز پور

"ندوۃ القریش" کے عظیم الشان اجتماع منعقدہ ۲۸-۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۳۸ء کے رزولیوشن نمبری (۲) کی تعمیل میں اسی وقت ڈسٹرکٹ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کا انتخاب بالاتفاق حسب ذیل ہوا۔

پیر محمد سرور صاحب بودلہ صدیقی، رئیس اعظم بہک اسٹیٹ، صدر

میاں غلام علی صاحب بودلہ صدیقی، رئیس بیٹنر نائب صدر

۱- میاں عطاء اللہ صاحب رئیس سرائیاں جونیئر " "

۲- حاجی میاں فتح محمد صاحب رئیس ذیلدار جنڈوالہ " " "

۳- پیر شیر محمد صاحب شوکت، گہا نگہ سیکرٹری

۴- میاں صادق محمد صاحب جوائنٹ سیکرٹری

۵- حاجی میاں عطا محمد صاحب جنڈوالہ، خزانچی

ممبران مجلس منتظمہ

۶- میاں خوشی محمد صاحب سد شاہ والا

۷- پیر غلام محمد صاحب چک بودلہ

۸- میاں شاہ محمد صاحب بہک

۹- میاں اکبر علی صاحب رئیس اعظم ہستہ

۱۰- میاں خدا بخش صاحب، نور شاہ

۱۱- میاں نور محمد صاحب بہاولپور

۱۲- حاجی میاں عبدالحق صاحب اسپال

۱۳- پیر محبوب عالم صاحب رئیس قبر والہ

۱۴- پیر غلام رسول صاحب ، سراواں

۱۵- پیر عبداللہ شاہ صاحب ، سراواں

۱۶- میاں نور ابوالہ عرف دوست محمد صاحب ، عالم شاہ

۱۷- میاں محمد نور صاحب نتھے ضلع منٹگمری

۱۸- پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی ، فیروز پور

۱- مقتدرین قریش ضلع منٹگمری و بہاول نگر کی تحریک و خواہش پر قرار پایا - کہ سردست فیروز پور ڈسٹرکٹ کمیٹی سے ضلع منٹگمری اور بہاول نگر ملحق رہیں - اور یہ جماعت مرکزی انجمن " ندوۃ القریش " کی ایک شاخ متصور ہو - اور اسی کی رہنمائی میں قومی خدمات انجام دے -

۲- باتفاق رائے تجویز ہوا - کہ قومی بیت المال کیلئے کم از کم ایک پاؤ فی من کے حساب سے غلہ جمع کیا جائے اور اس کی فروخت گی پر جسقدر رقم فراہم ہو وہ قومی بہبودیت کے لئے بیت المال میں جمع کی جائے - اس تمام رقم کا دسواں حصہ یعنے دس فیصدی مرکزی جماعت یعنے " ندوۃ القریش " میں منتقل کر دی جائے -

۳- تجویز ہوا کہ ڈسٹرکٹ کمیٹی کے اجلاس باقاعدگی کے ساتھ ماہ بماہ فاضلکا کے مقام پر منعقد ہوا کریں - اور افراد قوم میں بیداری کا احساس پیدا کرنے کیلئے موثر ذرائع عمل میں لائے جائیں -

۴- باتفاق رائے بمنظوری فخر قوم عالیجناب کرنل شیخ مقبول حسن صاحب بالقابہ صدر جلسہ قرار پایا کہ " ندوۃ القریش " کا آئندہ اجلاس اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں اسی مقام پر منعقد ہوگا - اور ڈسٹرکٹ کمیٹی فیروز پور اسے زیادہ شاندار بنانے کیلئے مساعی عمل میں لائے -

۵- باتفاق رائے قرار پایا - کہ اپنے قومی آرگن " القریش " کی توسیع اشاعت میں تا بحد امکان سعی کی جائے - تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد قوم قومی حالات سے آگاہ رہیں - اور تنظیم و شیرازہ بندی کے مقصد میں جلد کامیابی ہو -

۶- باتفاق رائے قرار پایا - کہ مراسم قبیحہ کے انسداد کے لئے موثر ذرائع عمل میں لائے جائیں -

ڈسٹرکٹ کمیٹی ضلع فیروز پور کے کارکنان میں بفضل خدا جذبۂ عمل موجود ہے - ہمیں یقین ہے کہ وہ متذکرہ تجاویز پر شغف و انہماک کے ساتھ عمل کرتے ہوئے عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور ہوں گے -

---

انجمن اصلاح عباسیہ کوہ مری

سردار قربان علی خاں صاحب عباسی سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں - کہ انجمن مذکور کا سالانہ اجلاس سردار محمد ایوب خانصاحب عباسی سب ڈویژنل مجسٹریٹ پونچھ اور سردار سکندر خانصاحب ریٹائرڈ تحصیلدار و جاگیردار بھولگراں ' ۳ ' ۴ دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء کو چمیاٹی کے مقام پر منعقد ہوا - اضلاع ہزارہ ، راولپنڈی ، پونچھ اور کشمیر کے کم و بیش پانچہزار افراد کی موجودگی میں برادران علاقہ پونچھ کی جملہ شکایات متعلقہ حکومت پونچھ پیش ہوئیں - اور اماضیات و ترقی کاؤ میش ، پرائمری سکول ، انگریزی مڈل سکول دھیرکوٹ ، ڈاکخانہ و ڈسپنسری دھیرکوٹ - سڑک راولاکوٹ تا کوہالہ - وپل ہائے کپدر و ڈھالکوٹ و نیز واجب رسوم جنگلات - آزاد کمیٹی برائے انسداد رشوت

ستانی وحقوق ملازمت قوم سے متعلقہ رزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوئے۔

تجویز ہوا کہ برادران ضلع ہزارہ کے جائز مطالبات جو اس اجلاس میں بالتشریح پیش کئے گئے ہیں۔ سیکرٹری انجمن حکومت متعلقہ تک پہنچا کر مطالبہ کرے کہ حکومت ان پر ہمدردانہ غور کرنے کے بعد منظور کرے۔

یہ انجمن جو متذکرہ مقامات کے تین لاکھ ممبران پر مشتمل ہے۔ اور جو دہات سرحد کے اصولوں کی حامی ومعاون ہے۔ حکومت پونچھ وکشمیر سے زمینداران کی حق رسی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور استدعا کرتی ہے۔ کہ حکومت زمینداران کی اقتصادی حالت درست کرنے کی جانب فوری توجہ مبذول فرمائے۔

ایک رزولیوشن میں سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب اور یونینسٹ پارٹی کے ان کارہائے نمایاں پر اظہار مسرت کیا گیا۔ جو حکومت پنجاب نے زمینداران کے مفاد کے لئے سنہری بلوں کی منظوری کی صورت میں انجام دی ہیں سیکرٹری انجمن کو ہدایت ہوئی۔ کہ حکومت پنجاب کو اس جلسہ کی طرف سے ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرے۔

ایک اور رزولیوشن میں غازی اتاترک اور مولانا شوکت علی رہنمایان ملت کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج وملال کیا گیا اور مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی

ایک رزولیوشن میں یہ بھی منظور کیا گیا۔ کہ رسالہ القریش امرتسر کے لئے خریدار مہیا کئے جائیں۔ اور اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کی جائے۔

ایک قرارداد میں سردار نور خاں صاحب صدر انجمن کی اس عنایت وقوم نوازی کا جو آپ نے قومی انجمن کے دفتر کے لئے اپنا ایک مکان کوہ مری کے مقام پر دینے کے وعدہ سے فرمائی ہے شکریہ ادا کیا گیا۔

ایک رزولیوشن میں ان تمام حضرات کا جو دور دراز سے قومی جلسہ کی شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ ونیز جنہوں نے جلسہ کے انتظام وانصرام کا بوجھ اپنے ذمہ لیکر اسے بطریق احسن انجام دیا ہے۔ شکریہ ادا کیا گیا۔

اختتام اجلاس پر کارکنان انجمن کا حسب ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

۱۔ سردار سکندر خاں صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار جاگیردار آف بھوگڑاں ، سرپرست
۲۔ سردار نور خاں صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ آف روات صدر
۳۔ سردار فرمان علی خاں صاحب جنرل سیکرٹری
۴۔ سردار محمد آزاد خاں صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، ہزارہ نائب صدر
۵۔ سردار لکھی زمان خانصاحب انعام خوار "
۶۔ سردار سکندر خانصاحب رئیس اعظم گڑھی "
۷۔ سردار عبدل خاں صاحب ۔ کوتوال "
۸۔ " علی اکبر خانصاحب ریٹائرڈ صوبیدار "
۹۔ " فضل داد خانصاحب پنشنر انسپکٹر پولیس "
۱۰۔ " نذر محمد خاں صاحب آف روات، فنانشل سیکرٹری

ڈسٹرکٹ کمیٹی ضلع رہتک

سادات قریش برادران ضلع رہتک کی طرف سے ۸، جنوری کو مجھے بذریعہ تار "تنظیم القریش" علاقہ ہریانہ کے جلسہ میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی۔ اس قومی پیغام کی تعمیل میں میں اسی وقت روانہ ہو گیا۔ اور براستہ لاہور،

ٹھنڈہ سفر کرتا ہوا صبح ۸ بجے رہتک پہنچا۔ شیخ فتح محمد صدیقی مع دو اور احباب کے سٹیشن پر مل گئے۔ ان کی معیّت میں شہر پہنچا۔ اور ایک مکان پر ٹھہرا۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر قومی امور پر گفت و گو شروع ہوئی۔

یہ معلوم ہو کر سخت رنج و افسوس ہوا کہ یہاں تعلیمی فقدان کی انتہا ہے۔ اس ضلع میں کم و بیش پانچہزار قریشی الاصل افراد آباد ہیں۔ لیکن ان میں سے ۹۰ فیصدی دولت علم سے تہیدست ہیں۔ عام طور پر زمیندارہ پر گذر ہے۔ اور معمولی زمیندارہ کی حالت معلوم! شیخ ذاکر علی صاحب صدیقی سے ملکر مسرت ہوئی۔ آپ سرکاری ملازمت میں ہیں۔ اور آج کل رخصت پر ہیں۔ آپ کے توسل سے مقتدرین برادری شیخ محمد ظہور صاحب رئیس، شیخ حکیم الدین صاحب، شیخ سلطان علی صاحب اور شیخ محمد فرحت اللہ صاحب وغیرہم احباب سے ملاقات ہوئی، اور تبادلہ خیالات کا موقع میسّر آیا۔ ان احباب میں بفضل خدا قومی احساس موجود ہے۔ اور وہ جذبہ ایثار اور ولولہ عمل سے سرشار ہیں۔

اتفاق سے مسلم غیر ہند امت پیشہ اقوام کی طرف سے آج یہاں ایک خاص جلسہ کا اہتمام تھا۔ چونکہ قومی جلسہ کے انعقاد کا وقت بعد نماز مغرب مقرر تھا۔ اس لئے شغل بیکاری کے خیال سے مکرمی ذاکر صاحب کی معیت میں میں بھی اس جلسہ میں جا پہنچا۔ جلسہ گاہ خس و خاشاک اور گرد و غبار سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ سٹیج کے اجزائے منتشرہ مسلمانوں کی پراگندہ حالی کا ماتم کر رہے تھے۔ صدارت کے فرائض ایک بنگلہ خیز نوجوان انجام دے رہے تھے۔ سامعین مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے اپنی اپنی دل لگی میں مصروف تھے۔

اور بس۔ البتہ ایک نوجوان سٹیج سے کچھ فاصلہ پر بیٹھے ہوئے میز پر اپنے پاؤں اس زور سے باری باری مار رہے تھے۔ کہ گویا آج وہ یا تو اپنے جوتے سے میز کو یا میز سے جوتے کو توڑ دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ مجھے اس کی بیقراری پر شبہ ہوا کہ بیچارہ نیش عقرب کے تیز تر درد سے بیتاب ہے۔ اور کوئی پرسان حال نہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ اپنے علم و فضل کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں پر اپنی جہالت و بے علمی کی رحمتیں نازل فرما رہے ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟ کہ اس درد و کرب پر بھی ان کی توجہ ادھر مرکوز نہ ہوئی۔ آخر بیچارہ کامل آدھ گھنٹہ کراہنے کے بعد جوں کا توں اپنا کھیل ختم کر کے چلا گیا۔ اب دوسرے صاحب کی باری آئی۔ اور وہ مولانا ظفر علی خاں کی ایک بلند پایہ نعتیہ نظم کا ستیہ ناس کر کے تشریف لے گئے۔ تیسرے صاحب نے ایک برجستہ مضمون پڑھا۔ لیکن وہ سرتاسر حکومت کے خلاف تھا۔ اور یونینسٹ پارٹی کی مخالفت مقرر کا نصب العین معلوم ہوتا تھا۔ یہ ساری تقریر سن جانے کے بعد ہمیں سوائے اس کے کچھ سمجھ نہ آئی۔ کہ جلسہ ایک ڈھونگ ہے۔ اور کانگرسیوں کا رچایا ہوا ہے۔

چھ آنہ فی ہزار کے میل کا ایک اشتہار ایک صاحب سے ہمیں دستیاب ہوا۔ جس سے ہمیں جلسہ کے مقاصد عظمٰے معلوم ہوئے۔ ہم اس فہم و ادراک عقل و فکر اور غور و تدبر کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس نے غضب کی قابلیت و علمیت سے اسقدر شاندار مقاصد تجویز کرنے میں کامرانی و فائز المرامی حاصل کی، ع

این سعادت بزور بازو نیست

امید ہے کہ قارئین القریش بھی اس قابل ترین دماغ اور افضل ترین ذہنیت کی داد دیئے بغیر نہ رہیں گے۔

پہلا مقصد کے الفاظ حسب ذیل ہوں، لکھا ہے۔

"ہر مسلمان کو ہر شخص سے زمین خریدنے اور
فروخت کرنے کا حق حاصل ہو۔ یعنی ہر مسلمان
زراعت پیشہ شمار کیا جائے"

پانچویں کے الفاظ ہیں:-

"مسلمانوں کے اونچے خاندانوں کو سمجھایا جائے
کہ وہ مسلمانوں کے دیگر خاندانوں سے اسلامی
مساوات کا برتاؤ کریں"

ماشاءاللہ ضمن اول تو صوری و معنوی حیثیت سے خود قانون ہے۔ اور اس کے صحیح تسلیم کرلینے میں کسے مجال انکار ہوسکتی ہے لیکن اگر ہر مسلمان زراعت پیشہ شمار کیا جائے۔ تو پھر ہندوؤں نے کیا بگاڑا ہے۔ کہ ہر ہندو زراعت پیشہ نہ شمار کیا جائے اور سیدھی بات تو یہ ہے۔ کہ ایکٹ انتقال اراضی ہی کیوں نہ توڑ دیا جائے۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری،

اسلام نے جمیع مسلمانوں کو مساوات کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ اور کل مومن اخوۃ کے تحت سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ یہاں اونچ نیچ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر اونچے خاندانوں کو نیچے خاندانوں سے مساوات کا سلوک کرنے کا مطالبہ مضحکہ خیز نہیں تو کیا ہے؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی قسم کا اور اسی مفہوم کا ایک مطالبہ سنہ ۱۹۲۹ء میں جمعیتہ الراسیان کی ایک وفد کی طرف سے سر ڈی مونٹ مورنسی بالقابہ گورنر پنجاب کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور یقیناً یہ اسی کا اعادہ ہے۔ عجب نہیں کہ اس تحریک کا روح رواں بھی کوئی ہمو نسل شخص ہو

کوئی تو معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

میں گھنٹہ پون گھنٹہ یہ دلچسپ سین دیکھنے کے بعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس آگیا۔ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ سر چھوٹو رام صاحب کے ضلع میں اور ان کے گاؤں کے قریب تر مقام پر کانگرسی پراپیگنڈا یوں نشو و نما پا رہا ہے اور سیدھے سادے جاہل اور بے علم مسلمانوں کو آلۂ کار بنایا جا رہا ہے۔ بجائیکہ آپ کے طفیل سے یہاں جاٹوں کا خوب اقتدار ہے۔ افسوس ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی حالت عمومی نہایت ناگفتہ بہ ہے۔

خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ جو ناظرین القریش کی دلچسپی کیلئے سپرد قلم کر دیا گیا۔ ہمارا قومی اجلاس شیخ محمد اطہر صاحب صدیقی رئیس کے مکان واقعہ محلہ پروانان میں بعد نماز مغرب شروع ہوا۔ چونکہ افتتاحی و ابتدائی کارروائی تھی۔ اس لئے حاضری صرف ۸۰، ۹۰ افراد تک محدود رہتی۔ بابو ذاکر علی صاحب کی تحریک اور شیخ احسان الحق صاحب صدیقی کی تائید سے صدارت کے فرائض مجھے تفویض ہوئے۔ مختلف احباب نے قومی امور پر تقریریں کیں۔ میں نے بھی ایک طویل تقریر میں حاضرین کو متحدہ قوت اور متفقہ طاقت سے کام لینے کی جانب توجہ دلاتے ہوئے تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے امکانی مساعی عمل میں لانے کا مشورہ دیا۔ ندوۃ القریش کی مختصر خدمات پیش کیں۔ اور ڈسٹرکٹ کمیٹی کی تشکیل کی تاکید کی۔ چنانچہ اسی وقت ڈسٹرکٹ کمیٹی کا وجود عمل میں آیا۔ اور حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے منظور کئے گئے۔

۱۔ سادات قریش ضلع رہتک کا یہ جلسہ "ندوۃ القریش" صدر دفتر امرت سر کو اپنا قومی مرکز اور نمائندہ جماعت تسلیم

کرتا ہے۔ اور اپنی مقامی جماعت کو اس سے ملحق کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوا اراکین ندوۃ القریش سے درخواست کرتا ہے۔ کہ اسے اپنی ماتحت جماعت تسلیم کرکے شکریہ کا موقعہ دیں۔

۲۔ سادات قریش ضلع رہتک کا یہ اجلاس ندوۃ القریش کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ فاضلکا مورخہ ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کے اس ریزولیوشن کی پرزور تائید کرتا ہے جس میں حکومت پنجاب سے یہ جائز مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ قوم قریش کی صدیقی، فاروقی، عثمانی، عباسی اور علوی وغیرہ شاخوں کو قریشی تسلیم کیا جائے۔

۳۔ سادات قریش ضلع رہتک کا یہ جلسہ گورنمنٹ پنجاب سے استدعا کرتا ہے۔ کہ سرکاری ملازمتوں میں ان کے حقوق کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے۔

۴۔ سادات قریش ضلع رہتک کا یہ جلسہ فخر قوم عالیجناب کرنل شیخ مقبول حسن صاحب بالقابہٗ وزیر عدل دولت عباسیہ بہاولپور کی اس قوم نوازی کا بخلوص قلب شکریہ ادا کرتا ہے جو ممدوح نے ندوۃ القریش کے اجلاس منعقدہ فاضلکا کی صدارت قبول کرنے اور شدت کی سردی میں اس قومی فرض کو انجام دینے کیلئے تشریف لانے سے فرمائی ہے۔

۵۔ سادات قریش ضلع رہتک کا یہ اجلاس قومی ضروریات کے پیش نظر ضروری سمجھتا ہے۔ کہ اپنے قومی آرگن کی توسیع اشاعت میں خاص کوشش عمل میں لائی جائے۔

اس رزولیوشن کی تعمیل میں حاضرین میں سے چھ احباب نے القریش اپنے نام جاری کرانے کو کہا۔ جن میں سے ماسٹر اظہر الدین صاحب رہتک اور شیخ نظام الدین صاحب سکنہ کلوئی دو احباب کے چندے اسی وقت وصول ہو گئے۔ اور باقی چار احباب کے نام وی پی جاری ہوگا۔ دیگر احباب کی فہرست بعد میں بھجوانے کا وعدہ ہوا۔ اور جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔ خداوند کریم اس جماعت کو قومی خدمات کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

شانِ مہمان نوازی

عظیم الشان قومی دربار منعقدہ فاضلکا سے متعلقہ جملہ انتظامات و لوازمات کا بار محترم پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم بہک شیخ نے بطیب خاطر جیب خاص پر برداشت کرنے کے علاوہ مہمان نوازی کے فرائض اس خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیئے کہ الّاماشاء اللہ، آپ تین روز متواتر کثیر التعداد مہمانوں کی خاطر و مدارات مکلّف و پرتکلّف کھانوں سے کرتے رہے۔ دونوں وقت چائے، بسکٹ، پیسٹری وغیرہ مہمانوں کی خدمت میں پیش ہوتی رہی، آپ کا دسترخوان چوبیس گھنٹے کھلا رہا۔ اگرچہ اکثر مہمان اپنے اپنے بستر ہمراہ لیگئے تھے۔ لیکن آپ نے خاطر خواہ گرم کپڑے کا انتظام کر رکھا تھا۔ اور جن لوگوں کو ضرورت ہوتی ان کی آسائش کا سامان بہم پہنچایا جاتا۔ آپکے ملازم مہمانوں کی خدمت میں ہمہ دم حاضر رہتے۔ اور ہر قسم کی ضرورت کا خیال رکھتے۔ ہمیں فخر اور بجا فخر ہے کہ نفسا نفسی کے اس دور میں بھی ہماری قوم میں ایسے ایسے صاحبدل حضرات موجود ہیں جن کے اخلاق و ایثار سے خیر القرون کی مہمان نوازی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور جن کی ادنےٰ توجہ سے قوموں کا جمود و خمود منتقا ہو سکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ ہم پیر صاحب موصوف کو آپ کی اس اولوالعزمی پر اپنی اور قوم کی طرف سے بصد دل ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم آپ کو ... آمین ثم آمین!

بندے ماترم

(نتیجہ فکر جناب ڈاکٹر قریشی محبوب عالم صاحب فاروقی لدھیانوی)

جو بندے ماترم گاتے ہیں سن لیں دلکے کانوں سے
وطن میں پھیلتا ہے افتراق ایسے ترانوں سے

نظام الملک آصف جاہ ہفتم سا نہیں کوئی
جدا طرزِ حکومت اسکا ہے سب حکمرانوں سے

شہ گیتی پناہ عثماں علی خاں اس کو کہتے ہیں
رعایا فیض حاصل کرتی ہے اسکے خزانوں سے

تعصب اور کدورت کا غلط الزام ہے اس پر
ہے وہ تو مہرباں یگانوں پر زائد بیگانوں سے

وہ کر سکتے نہیں ہیں اسکا کوئی بال بھی بیکا
عبث ٹکرا رہے ہیں سر جو عثمانی چٹانوں سے

کسی کی رہزنی کا پھر اسے ڈر ہو نہیں سکتا
کہ جب اسکا تعلق ہے عرب کے ساربانوں سے

ٹھہر سکتا نہیں ہے سامنے حق کے کبھی باطل
ثبوت اس قول کا ملتا ہے تاریخی فسانوں سے

زبانِ کانگریس ہندی ہے اردو ہو نہیں سکتی
سنا ہیں نے یہ اکثر کانگریسیوں کی زبانوں سے

خدا کی شان گاندھی جی "اہنسا" کا سبق دیکر
مہاشے بننے کی امید رکھتے ہیں پٹھانوں سے

وہ اُن کی فرقہ دارانہ روش پر کس لئے چپ ہیں
نہیں کم مالوی، تو بنجے وسناور کرٹوانوں سے

ہمیں محبوب درسِ سادگی دیتے ہیں یہ لیڈر
مگر فیشن نہیں نکلا ابھی انکے گھرانوں سے

یکم جنوری ۱۹۳۹ء

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

ہز مجسٹی کا خطاب

ان شاہانہ نوازشات اور خسروانہ تلطفات و تفقدات کی بنا پر جو خسرو جہاں پناہ، شہریار آصف جاہ، صدر فیوض و برکات چشمۂ خیر و حسنات، سلطان العلوم، ہز اگزالٹڈ ہائی نس اعلیحضرت تاجدار دکن دام اللہ اقبالہٗ و اجلالہٗ کی طرف سے بلا تمیز مذہب و ملت مذہبی علمی اور اقتصادی اداروں پر جاری و ساری رہیں۔ اور جن سے نہ صرف عامۃ الناس مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ دولت برطانیہ بھی اہم ترین ضرورتوں کے وقت متمتع ہوتی رہی ہے۔ بارہا نکتہ دران ملک اور دانشوران ہند کی طرف سے "ہز مجسٹی" کے خطاب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ سلطان ابن سلطان کی شان کجکلاہی ان خطابات سے بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالاتر ہے۔ لیکن معتقدین ملت کا یہ مطالبہ نہ قابل التفات نہ تھا۔ تعجب کا مقام ہے کہ اس وقت تک اس جائز مطالبہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ اب پھر رانا عبدالحمید خاں نے اس کا اعادہ کیا ہے۔ اور وائسرائے ہند کی دقیقہ رسی و نکتہ سنجی سے اپیل کی ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت ممدوح الشان کی عدیم النظیر فرمانروائی نصفت شعاری، حق پژوہی، اور معارف نوازی کے اعتراف میں انہیں "ہز مجسٹی" کا خطاب دینے کیلئے ملک معظم ادام اللہ سلطنتہٗ وحشمتہٗ سے سفارش کی جائے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جب عرصہ ہوا سال سے مہاراجہ نیپال کو یہ خطاب مل چکا ہے تو "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کو اس خطاب سے مخاطب نہ کیا جائے۔ ہم اس جائز مطالبہ کی پرزور تائید کرتے ہوئے مسلمانان ہند کی اس دیرینہ خواہش کی جانب وائسرائے ہند بالقابہٗ کی عنان توجہ معطوف کراتے ہوئے امید کرتے ہیں۔ کہ آپ اولین فرصت میں سلسلہ جنبانی کرکے مسلم رعایائے ہند کے قلوب کو تسخیر کرنیکی سعی فرمائینگے

ناظرین کی واقفیت کیلئے رانا صاحب کا یہ مضمون انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں شائع ہوگا۔

ہندو یونیورسٹی اور حضور نظام

نظر بدور، مہا سبھائیوں اور کانگرسیوں کا گمراہ کن اور امن شکن پراپیگنڈا دولت آصفیہ عالیہ کیلئے خالی از خطرہ نہیں۔ بڑے بڑے مہاپرش بزعم خویش امن کے دیوتا ہندو لیڈر حیدرآباد کے خرمن امن کیلئے اپنی برقی قوتوں کو کام میں لا رہے ہیں۔ لیکن اعلیحضرت حضور نظام کی رواداری، رعایا نوازی، اور عدیم النظیر فیاضی وکرم گستری کا یہ عالم ہے کہ آپ برہم خسروانہ ہندو یونیورسٹی کو ایک لاکھ روپیہ کے گرانقدر شاہانہ عطیہ سے نواز رہے ہیں۔ ادہر وہ حق ناشناسی اور ادہر یہ الطاف و احسان،

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

حقیقت یہ ہے کہ وہ ہندو عنصر جو دولت آصفیہ پر تعصب کا الزام عائد کرتا ہے۔ خود اپنی شپرہ چشمی سے اعلیحضرت کے آفتاب انصاف کو دیکھنے سے محروم ہے۔

بے تعصبی، فراخ دلی اور حسن حکومت کی یکتنی درخشاں مثال ہے کہ حضور نے انجمن حمایت اسلام جیسے خالص اسلامی ادارہ کو تو تین ہزار روپے مرحمت کئے لیکن ہندو یونیورسٹی کو ایک لاکھ کے گرانقدر عطیہ سے سرفراز کیا ہے اس امتیاز کے یہ معنی ہیں کہ حضور نے اپنی ہندو رعایا کی اکثریت کا خیال رکھا اسکے بعد دولت آصفیہ پر الزام تعصب عائد کرنا کیا سب سے بڑی بددیانتی نہیں۔

خیر مقدم

قاضی مظفرالدین صاحب متین امیدوار تحصیلدار بہاولپور نے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قومی اجلاس منعقدہ فاضلکا میں صدر محترم کے کرسئ صدارت پر متمکن ہوتے ہی خیر مقدم کے طور پر ذیل کی نظم خدا داد دلاویز لہجہ میں پڑھکر حاضرین کو محظوظ فرمایا

خاں بہادر، افتخار الملک، مقبولِ حسن ۔۔۔ آپ کے تشریف لانے کی ہے ممنون انجمن
خیر مقدم کر رہا ہے قوم کا فرد و بشر ۔۔۔ کہ رہا خوش آمدید و مرحبا ہے ہر دہن
کیوں نہ فخر و ناز سے ہوں اپنی آنکھیں فرشِ راہ ۔۔۔ افتخارِ قوم آئے بہرِ سُودِ انجمن
کرنے آئے قوم کی تنظیم کا ہیں انتظام ۔۔۔ اب سنور جائینگے عقل و ہوش و اخلاق و چلن
اپنی برسوں کی یہ خواہش تھی کہ جلد آئے وہ دن ۔۔۔ جبکہ کرسئ صدارت پر ہوں مقبول حسن
شکر خالق کا کہ پوری ہوگئی وہ آرزو ۔۔۔ آج کرسئ صدارت پر ہوئے جلوہ فگن
قوم کے درد و الم کا کسقدر احساس ہے ۔۔۔ اسکے ہی درماں کا رہتا انکے لب پہ ہے سخن
دولت عباسیہ کے ہیں وزیرِ عدلیہ ۔۔۔ ان کے ہی آب تدبر سے ہرا ہوگا چمن
ہے انہیں سے رونقِ اجلاس "ندوۃ القریش" ۔۔۔ ہے انہیں کے دم سے ساری عزّ و شانِ انجمن۔
آپ کی ادنیٰ توجہ بھی ہوئی تو دیکھنا ۔۔۔ پھر نظر آئیگی اپنی قوم بر اوجِ کہن

مانگتا ہے عجز سے یارب دعا قاضی متین
قوم کے سر پر ہمیشہ یہ رہیں سایہ فگن

صدر استقبالیہ کی تقریر

بہیر محمد سرور صاحب صدیقی رئیس اعظم بہک اسٹیٹ، صدر استقبالیہ کمیٹی ندوۃ القریش نے اپنے قومی اجتماع عظیم میں ۲۸ دسمبر [illegible] کو ایک مبسوط و مبرہن خطبہ صدارت پڑھا جس میں آپ نے قریش کی قدیم اور ابتدائی تاریخ پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے دورِ اسلام میں قریش کی اسلامی و قومی مساعی کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ قریش ہی وہ ممتاز و برگزیدہ قوم ہے جس میں سرور کائنات فخر موجودات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور شمع ہدایت سے ظلمتکدہ عالم کو منور کرنے کا باعث ہوئے اور قریش ہی وہ قوم ہے جس کی شان میں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ الخ آیۂ مبارک نازل ہوئی۔ اور یہی وہ قوم ہے جو اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ سے نوازی گئی قریش کی دینی و دنیوی ترقیوں کیلئے سعی و جہد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

کہ

ان الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ پہلے لوگ بھی عروج و ارتقاء اور عزت و شہرت حاصل کرنے کے ساتھ اپنا قومی و نسلی وقار قائم رکھنے کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔ اور اپنی اجتماعی قوتوں سے دنیا کو ترقی کی منازل پر پہنچانے کے خوگر تھے۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے اور فوقیت و برتری حاصل کرنے کے ذرائع پر غور و خوض ہی نہیں بلکہ عمل ان کا شیوہ تھا۔ یہ امر مسلّم ہے کہ انہوں نے ایجادات و اختراعات میں کمال حاصل کیا۔ وسعت معلومات کے لئے سفر کئے۔ ملک گیری اور حکمرانی کیلئے سرگرم رہے قرطبہ و بغداد کے زمانہ عروج میں مسلمانوں میں تحصیل سائنس و ادبیات کی ایک لہر پیدا کر دی۔ جس سے طلب علم کی ایک رو بہ نکلی۔ صرف و نحو اور علم اللسان کا شغف درپیش رہنے لگا۔ فلسفہ۔ نجوم۔ علم بلاغت۔ شعر۔ قانون۔ طب۔ موسیقی اور دیگر فنون ہمارے اسلاف کی مربیانہ و شاہانہ قدردانی کے رہین احسان رہے۔ عہد عباسیہ میں قرآن شریف کے پہلو بہ پہلو فلسفہ قدیم، سائنس، ریاضی، تصانیف جالینوس، ارسطاطالیس، بطلیموس کے علوم کا سیر و مطالعہ اور تراجم کو جو عروج حاصل ہوا وہ ضرب المثل ہے۔ اور وہ عروج پھر کسی زمانہ کو نصیب نہیں ہوا۔ ضرورت ہے کہ فرزندانِ قریش اپنے آبا کی تگ و تاز اور عملی مساعی سے سبق لیں۔ اور اپنی بے حسی و بے بسی پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالیں۔ کہ ہم کون اور کیا تھے۔ اور اب کون اور کیا ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قوموں کی تاریخ حیات دراصل ان کے عروج و زوال کی داستان اور پستی و بلندی کا مرقع ہے جس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہو سکتا۔ کہ داستان اقبال چند لمحوں کیلئے مسرت و انبساط کی لہر پیدا کر دے۔ بلکہ مقصود اصلی یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم کو اس پر خطر راہ سے جس پر چلکر قوموں نے

اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کی سرحد تک پہنچا دیا۔ واقف وآگاہ کردے۔ جس قوم نے اپنے نامور اسلاف کے عظیم الشان کارناموں، اور اپنی قومی شاندار روایات کو محفوظ رکھا۔ وہ زندہ رہی۔ اور کارزار زندگی میں بھی کامیاب رہی۔ جونہی اس نے اپنی تاریخ سے غفلت برتی اور اپنی روایات کو فراموش کیا۔ زوال وادبار کی نحوست اس پر چھا گئی۔ اور پھر رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئی

دعویٰ کے ساتھ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ کہ معمورۂ عالم میں کتنی قومیں بنیں۔ اور بگڑیں۔ پیدا ہوئیں اور مرگئیں۔ کتنی قوموں نے عروج واقبال پایا۔ اور کتنی ناکامی ونامرادی کی حالت میں صفحۂ ہستی سے معدوم ہوگئیں۔ تاہم دنیائے انسانی کی گذشتہ چھ سات ہزار سالہ تاریخ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ جس سے ان سب کے عروج وزوال اور ارتقاء وانحطاط کی داستان کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ حقیقت سب میں مشترک نظر آئے گی ؎

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

آیۂ مبارکہ ان اللہ لایغیروا ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم کا مدعا ومفہوم بھی یہی ہے۔

انہی اصولوں اور قاعدوں کے ماتحت اور اسی آیۂ متبرکہ کی تعمیل میں ہر قوم انفراداً ہو یا علی جماعتی حیثیت سے سعی وجہد کیلئے مجبور ہے۔

انجمن راعیان ہند، انجمن مسلم راجپوتان پنجاب، جمعیۃ الانصار، مسلم جاٹ کانفرنس، افغان ککے زئی کانفرنس، آل انڈیا کشمیری کانفرنس، انجمن مسلم گوجران پنجاب اور انجمن سادات وغیرہم اپنی اپنی قومی ضرورتوں کے پیش نظر میدان عمل میں جادہ پیما ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ سادات قریش بے حس وحرکت اور ساکت وصامت پڑی رہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ قریش ہی وہ قوم ہے جو سرتاج اقوام عالم اور استاد زمان تسلیم کی جاتی تھی۔ اسی قوم کے بزرگوں نے اپنے کارنامے نمایاں سے دنیا کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ مخلوق کو اخلاق وآداب کی روشنی میں انسانیت کی تعلیم دی۔ اور اسی نے وہ تمام مراحل طے کئے جو دینی ودنیوی فلاح کیلئے ضروری تھے۔ مگر آہ آج یہی قوم از خود رفتہ نظر آتی ہے۔ اس کا کوئی نظام نہیں۔ اس کی وہ تمام خوبیاں جن سے ایک عالم متمتع ہوتا تھا۔ ایک ایک کرکے چھن گیئں۔ وہ قوم جو حبیب خدا اشرف انبیاء آنحضرت صلعم کے نسب اطہر سے متعلق جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسل سے ہونے کی دعویدار ہو۔ حالات کے پیہم انقلابات میں اپنی فضیلت وعظمت کھو چکی ہے۔ اور دنیا ودین کے کسی کام کی نہیں رہی۔

تگ ودو جد وجہد اور کدوکاوش کے اس دور میں یہی نہیں بلکہ راولوں، دھوبیوں، قصابوں اور موچیوں کی انجمنیں اور قومی مرکز موجود ہیں۔ اور وہ منتشر قوت وطاقت سے مغاک ضلالت سے ابھر کر گریوۂ ترقی پر پہنچنے اور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کی امکانی مساعی عمل میں لارہی ہیں۔ ان میں کا ایک ایک فرد قومی احساس کا جذبہ رکھتا اور قوم کے نام پر جان ومال تک نثار کرنے کیلئے آمادہ وتیار نظر آتا ہے مگر آپ کی حالت؟ معلوم!

ہے کاش! ہم میں اجتماعی روح ہوتی۔ اور ہم میں کا بھی ایک ایک فرد کمال انسانی کا زندہ مجسمہ نظر آتا۔ اگر اب بھی ہم ترقی پذیرفتہ اقوام کے دوش بدوش شاہراہ عمل پر گامزن ہونے کی کوشش کریں۔ تو کامرانی و فائزالمرامی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ نصر من اللہ و فتح قریب۔

کوئی قوم تنظیم و شیرازہ بندی کے بغیر آشوب حوادث زمن سے بچتی ہوئی آبرومندانہ زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ اور نہ اپنے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل میں عہدہ برآ ہو سکتی ہے انہی مزدورتوں اور مجبوریوں کے پیش نظر ہر قوم جماعتی روح پیدا کرنے کیلئے مجبور ہو رہی ہے۔ اقوام ہی پر موقوف نہیں۔ اب تو دنیا کی حکومتوں کیلئے بھی سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ کہ نظام ترکیبی عمل میں لائیں۔ جماعتیں قائم کریں اور جہانبانی و فرمانروائی کے فرائض جماعتی فیصلوں کے ماتحت انجام دیں۔ ہندوستان کے تمام صوبوں کی موجودہ حکومتیں جماعتی نظام ہی کی رہین منت ہیں۔ اور یہی وہ طاقت ہے جو انہیں اپنے مجوزہ مقاصد کی تکمیل میں فائزالمرام کر رہی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک قوم، قوم کا جداگانہ نظام قائم کرنا قرین دانش نہ ہو۔ لیکن میں کہونگا کہ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگر مختلف قبائل و اقوام اسلام اپنی کماحقہٗ تنظیم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو ملتِ اسلامیہ کی تنظیم آسان تر اور سہل ترین ہو جاتی ہے۔ اور خیرالقرون کا وہ مبارک دور ایک دفعہ پھر عود کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر علامہ حضرت ڈاکٹر سر محمد اقبال غفرلہٗ نے فرمایا ہے کہ:۔

فردی گیرد زملت احترام
ملت از افرادی یابد نظام

قوموں کی تاریخ اس لئے دہرائی جاتی ہے۔ کہ موجودہ نسلیں اس سے سبق لیں۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اور آسمان عروج پر جلوہ گر ہو کر پرچم کامرانی لہرائیں قومی و ملّی فرائض جوان کے ذمے ایک فہیم و عقیل انسان کی حیثیت سے خدا کی طرف سے عائد ہیں۔ بطریق احسن نباہ سکیں خلق خدا کو فائدہ پونچائیں۔ زبردستوں کے مدد معاون ہوں اور زیردستوں کو اپنے اعمال و اخلاق سے متمتع ہونے کا موقعہ دیں۔ کہ منشائے ایزدی یہی ہے۔

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

خدائے عزاسمہٗ و سبحانہٗ نے یہ دستورالعمل غریبوں اور بوریہ نشینوں ہی کے لئے تجویز نہیں کیا۔ بلکہ اہل دولت و ثروت اور صاحب عزت و حشمت پر اس کی تعمیل کا فرض اسی حیثیت سے کچھ زیادہ عائد ہوتا ہے۔ صاحب ثروت حضرات کو اس جانب خاص توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قوم کا محض ایک طبقہ یعنے طبقہ وسطے ہی ساری قوم کا پہلو بدلنے میں عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔

تاریخوں کی ورق گردانی اور اسلاف کی داستانیں سننے سنانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جب تک کہ تاریخوں کے جاننے والے اور اسلاف کے کارناموں کے راز دان خود میدان عمل میں آکر قوم کی صحیح رہنمائی کے لئے تیار نہ ہونگے۔

میرا روئے سخن ان برادران قوم کی طرف ہے جنہیں قادر مطلق نے اپنے فضل و کرم سے دولت و علم کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، میرا روئے سخن ان ارباب ہمت کی جانب ہے۔ جو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنے مال و منال میں مست

ہیں۔ اور قوم کی حالت پر ایک نظر ڈالئے اور اس کی اصلاح وفلاح کے لئے حرکت کرنے کی نہ مہلت پاتے ہیں۔ اور نہ ضرورت سمجھتے ہیں۔

بزرگان قوم!

اب میں آپ کے سامنے اپنے خیالات ناقصہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ آپ میں اکثر کہنہ مشق، سن رسیدہ اور تجربہ کار حضرات موجود ہیں۔ اور میرا ہنوز ان امور میں اولین قدم ہے۔ تاہم قومی مفاد کے لئے جو کچھ میں سمجھتا ہوں۔ آپکے سامنے پیش کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس تمام تقریر کا ماحصل صرف یہ ہے۔ کہ

ا۔ سادات قریش کی تنظیم وشیرازہ بندی کیلئے امکانی مساعی عمل میں لانا ہمارا اولین فرض ہے اور بس،

قوم کی دینی ودنیوی ترقیوں کی تمام راہیں صرف اسی ایک تدبیر سے کھل جائینگی اور عظمت رفتہ کا رونا ختم ہوجائیگا۔ انشاء اللہ تعالٰی۔

میں آپ سے یہ عرض کردینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ تنظیم وشیرازہ بندی بظاہر دو معمولی سے الفاظ ہیں۔ اور بیک جنبش زبان بے تکلف منہ سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن عمل کے لئے اتنے بھاری بوجھل اور غیر معمولی ہیں۔ کہ دنیا میں بہت کم لوگوں کو اس کے بار سے سبکدوش ہونے کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ ان پر وہی قادر ہوکر شاہد مقصود سے ہمکنار ہوتا ہے۔ جو متاع حیات انسانی کا اسے بھی جزو اعظم قرار دینے کی توفیق پائے۔ اور جس کے پائے ثبات میں تزلزل کا امکان نہ ہو۔ یہی وہ راز ہے۔ جس میں قوموں اور ملتوں کی فلاح وبہبود کا راز پنہاں ہے۔

اب میں آپ کے سامنے اس عقدہ کا آسان تر حل پیش کرونگا۔ آپ اسے توجہ اور دل کے کانوں سے سُن لیں۔

تنظیم وشیرازہ بندی کے ثمر شیریں کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک کہ کوئی پختہ موثر اور بلند آواز نہ ہو۔ اور افراد قوم کے کانوں تک علی التواتر پہنچانے کیلئے کوئی خاص ذریعہ مہیّا نہ کرلیا جائے۔ اور قوم ان پیہم آوازوں اور متواتر صداؤں پر لبیک کہنے کیلئے مجبور نہ ہوجائے۔ یہ ذریعہ محض اخبار کا واحد ذریعہ قرار پاچکا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ سادات قریش کیلئے یہ ذریعہ موجود ہے۔ وہ جریدہ "القریش" ہے۔ منظم اور زندہ اقوام کے اخبار موجود ہیں۔ اور یہی وہ آواز ہے۔ جو تواتر وتسلسل کے ساتھ قوم کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ آج اگر "القریش" موجود نہ ہوتا۔ اور وہ اس اجتماع کیلئے آواز بلند نہ کرتا۔ تو محبت ومودّت کی اسٹیج پر جمع ہونے کے آپ قابل نہ ہوتے فلھذا۔

قوم سے میری پہلی اور آخری اپیل یہ ہوگی۔ کہ جریدہ "القریش" کا اسقدر ساتھ دیا جائے۔ کہ وہ ایک کامیاب ہفتہ وار اخبار بن سکے۔ تاکہ ہر ہفتہ قوم تک تنظیم وشیرازہ بندی پیغام پہنچتا رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق

خاتمہ تقریر پر میں یہ بتادینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ سادات قریش کے اتنے عظیم الشان اجتماع کیلئے فاضلکا ایسا غیر معروف اور معمولی قصبہ کا انتخاب کیوں عمل میں آیا۔ اس کا سبب محض یہ ہے۔ کہ پنجاب کی صدیقی، فاروقی برادری کا مرکز ہونے کا اسے شرف حاصل ہے۔ جالندھر، امرتسر، فیروزپور، منٹگمری۔ بہاولنگر، بہاولپور، بھٹنڈہ وغیرہ مقامات

سے آنے والی ریل گاڑیوں کا یہ مرکز ہے۔ اور کانگ ان "نَدْوَةُ الْقُرَیْش" کی جگہ انتخاب بھی بعض دیگر مصالح کی بنا پر اسی مقام پر پڑی۔ قومی تنظیم و شیرازہ بندی کا اولین قدم اس جگہ سے اٹھایا گیا ہے۔ خداوند کریم اس میں برکت دے امید ہے کوئی زندہ دل اور ہمدرد قوم بزرگ آئندہ اجلاس کی دعوت کسی دوسرے مقام کے لئے دے کر عند القوم مشکور و عند اللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام۔

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

اخیر پر میں اپنے محترم بھائیوں کی سپاسگذاری اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے اس شدت کی سردی میں سفر کی تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہماری دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔ اور اپنی شرکت سے قومی جلسہ کی رونق بڑھائی۔ میرے پاس محترم صدر کی تکلیف فرمائی کے شکریہ کیلئے موزوں الفاظ نہیں۔ میں ان کی تشریف آوری قوم کے لئے نیک فال سمجھتا ہوا شکریہ کے ساتھ ان کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

محمد سرور

پیشکش

جو اسراؤ مرزا گورگانی صاحب دہلوی نے میاں محمد سرور صاحب رئیس اعظم صدر استقبالیہ کی خدمت میں تقریب جلسہ پیش کرنے کیلئے لکھی۔ آج بذریعہ ڈاک موصول ہوئی ہے۔ لہذا ناظرین کے مطالعہ کیلئے زیب صفحہ کی جاتی ہے

نام میں زیر نہیں اور زبر ہے از بر — حسن اخلاق میں مشہور ہیں بندہ پرور
کیوں نہ عالم میں رہے آپ کا اقبال بلند — اس لئے نام میں پہلے ہے محمد سرور

حشر تک نام رہے نام محمد اکبر — باغ عالم میں پھلو پھولو محمد سرور
ہو مبارک تمہیں املاک پہ فائز ہونا — چشم بد دور رہے دور ہی دشمن کی نظر

نالۂ متین

ذیل کی رقت خیز نظم قاضی مظفر الدین صاحب متین بناوی نے قومی دربار منعقدہ فاضلکا میں اپنے مخصوص انداز میں پڑھکر تمام حاضرین میں قومی بیداری و احساسات کی ایک زبردست لہر پیدا کردی۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسکے مطالعہ سے محظوظ ہونگے

سر نہیں سودائے ملت کے اگر قابل نہیں کور ہے جس آنکھ کے پیشِ نظر محفل نہیں
بے تڑپ ہے وہ جگر جو صورتِ بسمل نہیں ہو نہ جس میں درد کچھ بھی قوم کا وہ دل نہیں
کیا کہوں افسانہ دیوانوں کا دیوانہ ہوں میں
یعنی شمعِ قوم کا ناچیز پروانہ ہوں میں

سوز تھا سینے میں جو شعلہ فشاں ہونے لگا مدتوں سے جو نہاں تھا وہ عیاں ہونے لگا
صبر رخصت ضبط مرہونِ زباں ہونے لگا جو نہ کہنا چاہیئے تھا وہ بیاں ہونے لگا
اے جنونِ قوم اس انداز سے امداد ہو
سونے والوں کو جگا دے وہ مری فریاد ہو

سخت مشکل ہے کسی طبع پریشاں کے لیئے لائے الفاظِ تاثر وقفِ نسیاں کے لیئے
پھونک دے صورِ عمل خونِ رگِ جاں کیلئے اور دکھا دے منزلِ ملت ہر انساں کے لیئے
ہو نہیں سکتا کوئی ہنگامہ آرا بیٹھ کر
زندگی کا جو ہے رستہ طے نہ ہوگا بیٹھ کر

لے کے بیٹھا کیا تجھے اعمال کی شامت نہیں پاس تیرے کچھ سوائے نکہت و عسرت نہیں
تجھ سے پوشیدہ کچھ اپنی قوم کی حالت نہیں گرم ہنگامہ ہو کیوں بیٹھا ہے کیا ہمت نہیں
کچھ تجھے احساس ہے کب صبح تھی کب شام ہے
اور تیری اسقدر غفلت کا کیا انجام ہے

جانتا ہے تو کہ کیسی ہے زمانے کی ہوا گامزن راہِ ترقی پر ہے ہر چھوٹا بڑا
لذتِ ایثار سے ہے ایک دُنیا آشنا قوم کو رفعت پہ پہنچانا ہے سب کا مدعا
زندہ رکھنا چاہتی ہر قوم اپنا نام ہے

اتحادِ باہمی ہے تو بڑا دنیا کا کام ہے

یہ سمائی ہے جو تیرے سر میں بوئے خودسری　　بزمِ ملت کیلئے ہے صورتِ فتنہ گری
روحِ اخوت کی بھلا ۔ حکم ہے پیغمبری　　سیکھو باہم مل کے رہنا ہے اسی میں بہتری

تو نہ دانی کہ اخلاصِ فزا داں راچہ شد
خلق و ایثارِ محمد ہر انساں راچہ شد

کیا سناؤں میں تجھے عہدِ سلف کی داستاں　　یاد سے اس کی ہے میرا ہر بُنِ مو نوحہ خواں
ضبطِ غم سے ہو رہا ہے سر مرے تن پر گراں　　ہوش اتنا ہے کہ چکر میں ہیں فرش و آسماں

ایک نشتر سی مرے زخمِ رگِ جاں میں لگی
اور دل پر غیرتِ اسلاف کی بجلی گری

جیتے جی ہرگز نہ چھوڑے گا یہ دردِ غم مجھے　　عمر بھر کرنا پڑے گا یوں ہی بس ماتم مجھے
یادِ ماضی میں نہ دیگا چین لینے دم مجھے　　سانس جو آئے گا تڑپائیگا بیش و کم مجھے

تو نہیں پیدا ہوا حرماں نصیبی کے لئے
زندگی ہے بہ مثلِ ایثار قومی کے لئے

بادشاہوں پر بھی بھاری جن کے تھے جد و پدر　　خائف اپنے سایہ ہی سے آج ہیں ان کے پسر
قیصر و کسریٰ کے آگے جن کے جھکتے تھے نہ سر　　مانگتی پھرتی ہے بھیک اولاد اُن کی در بدر

پھر رہی آنکھوں میں پھر اجداد کی تصویر ہے
جن کے روشن کارناموں کی جہاں تفسیر ہے

اُن کے جھنڈے کی پھریری عرش پر لہرا گئی　　عالمِ لاہوت پر بھی ان کی سطوت چھا گئی
سامنے جو قوم آئی ڈر گئی خم کھا گئی　　اللہ اللہ کیا ادا تھی جو عدو کو بھا گئی

آج تک مشہور ان کا نعرۂ تکبیر ہے
ان کے دار و گیر کا شاہد دمِ شمشیر ہے

اے مسلماں اب کہاں ہے وہ مسلمانی تری　　وہ اُخوت وہ حمیت وہ جہانبانی تری
دور ہو تو کس طرح ہو یہ پریشانی تری　　جب نشانِ سجدہ سے خالی ہے پیشانی تری

آشکارا ایک دنیا پر ہے رازِ بے کسی
اپنے ہاتھوں سے ہوا تیار سازِ بے کسی

دور ہو سکتی ہے باغِ دہر سے بادِ خزاں پھول پھل سکتا ہے پھر اجڑا ہوا یہ گلستاں
اپنی اُمید دل میں ہو سکتا ہے پر اک کامراں قوتِ بازو سے بن سکتی ہیں اپنی ہستیاں
لیکن ایسا پڑ گیا تیری خرد پر پردہ ہے
اسقدر سرشارِ غفلت ہے کہ اُسکا بردہ ہے

اُن کے حُسنِ زندگی نے ہوش کو چمکا دیا قوم کو تحت الثریٰ سے عرش پر پہنچا دیا
جب خدا تقدیر بگڑی جھٹ اُنسے پلٹا دیا ہر گرہ کو ناخنِ تدبیر سے سُلجھا دیا
تو بھی اپنی قوم کا ان کی طرح کچھ کام کر
دُور عقل و ہوش سے یہ گردشِ ایام کر

جس جگہ بھی جا پڑا اجداد کا تیرے قدم بن گئی وہ سرزمیں رشکِ گلستانِ ارم
گردنیں اغیار ہی کی اُن کے آگے تھیں نہ خم بلکہ تھی پابوس شان و شوکت و عزّ و حشم
آنکھ اب وہ حسنِ آرائش دکھا سکتی نہیں
اور زباں الفاظ میں اس کو جتا سکتی نہیں

تجھ کو بھی آبا کے نقشِ پا پہ چلنا چاہیئے اُن سا پہلو اُن سا دِل اُن سا کلیجہ چاہیئے
اُن کی ہمت اُن کی جرأت اُن کا جذبہ چاہیئے جو انہوں نے کر دکھایا کر دکھانا چاہیئے
اُن سے بالکل مختلف لیکن تری رفتار ہے
مائل کردار وہ تو شائق گفتار ہے

تو ہے وقفِ حسرت و غم وہ سراپا شادماں تو شکارِ بیکسی ہے۔ وہ معینِ بے کساں
تو گُلِ پژمردہ ہے۔ وُہ باغبانِ گلستاں تو وبالِ قوم اور وہ قوم کے روحِ رواں
تو ہے مفلس۔ وہ غنی محتاج و سائل کے لئے
راہ گم کردہ ہے تو۔ وہ خضر منزل کے لئے

ایک تو محسوس جس کے تن میں جاں ہوتی نہیں ایک وہ تاب و تواں جن کی نہاں ہوتی نہیں
ایک تو شرم و حیا جس سے عیاں ہوتی نہیں ایک وہ جن کی کہ عزت بے نشاں ہوتی نہیں
اپنی عزت تو نے اپنے ہاتھ سے برباد کی
ہو کوئی صورت خدارا قوم کی امداد کی

گلشنِ مہر و محبت کا گُلِ اُلفت ہے تو روحِ ہستیٔ اُخوت کا دمِ فرحت ہے تو

خواب سے بیدار ہو بیدارئ ملت ہے تو ۔۔۔ بختِ خفتہ کو جگا دے قوم کی قسمت ہے تو

شورِ اُٹھنے کا جہاں میں ہر بُنِ مُو سے اُٹھا
سو رہا تھا دل جو پہلو میں وُہ پہلو سے اُٹھا

نام لیوا حضرت محبوب خالق کا ہے تو ۔۔۔ دیدۂ بینا ۔ یدِ بیضا ۔ دمِ عیسےٰ ہے تو
وقت پر دریا جو بن جاتا ہے وہ قطرہ ہے تو ۔۔۔ ایک دُنیا کو دکھا دے اب کہ کیا سے کیا ہے تو

ٹھیک کر دے قوم کے اطوار کو کردار کو
اور رکھ دے کھول کے ایثار کے اسرار کو

اے رسولِ ہاشمی امداد کر سرور ہے تو ۔۔۔ قبلۂ اُمّت ہے تو اسلام کا مصدر ہے تو
رحمۃٌ للعالمین الطاف کا مظہر ہے تو ۔۔۔ سایۂ رحماں حبیبِ خالقِ اکبر ہے تو

بیکسوں کا مونس و غمخوار و ہمدم تو ہُوا
زخم ہائے قلب ہر مومن کا مرہم تو ہُوا

آج تیری قوم کا کیوں غم سے سینہ چاک ہے ۔۔۔ کیوں اسی کی تاک میں ہر دشمنِ سفّاک ہے
تو حکیمِ دین و دنیا مالکِ لولاک ہے ۔۔۔ تیرے داروئے شفا کی دو جہاں میں دھاک ہے

تیرے در کی خاک ہی سے ہر مرض کافور ہے
جس کا ذرّہ چشمِ موسیٰ کو جمالِ طور ہے

بیکسی چھائی ہوئی ہے ہر در و دیوار پر ۔۔۔ گلشنِ توحید پر بادِ خزاں کا ہے اثر
حال پر اپنے نہیں پڑتی مسلماں کی نظر ۔۔۔ کورچشمی سے ہوا ہے ظلمت آگیں گھر کا گھر

اے محمدؐ رحم کر اُمّت پہ حق کے نام سے
کاش ہو جائے یہ واقف خوب اپنے کام سے

تُو نے دُنیا میں کیا وہ بول بالا دین کا ۔۔۔ نُورِ وحدت سے منوّر ذرّہ ذرّہ ہو گیا
یَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ کی گونج اُٹھی ہر سو صدا ۔۔۔ اور روشن ہو گیا تیرے عمل کا نقشِ پا

قوم تیری اخترِ بُرجِ ثریّا ہو گئی
عالمِ اقوام کی رفعت سے بالا ہو گئی

ایسے نقشِ پا پہ چلنا کام تھا اجداد کا ۔۔۔ عشقِ شیریں کے لئے دل چاہیئے فرہاد کا
بھول بیٹھے جو سبق تھا قوم کی امداد کا ۔۔۔ یاد ہے اس کی بجائے لفظ اب فریاد کا

ہائے کس منہ سے کروں میں آپ اپنا تذکرا
ہے مگر پیشِ نظر لطف و عطائے مصطفٰےؐ

سُن بگوشِ ہوش کانوں میں صدا آتی ہے یہ اور زبانِ حال سے ارشاد فرماتی ہے یہ
صورتِ تسکین میرے قلب کو بھاتی ہے یہ اور ہر سرشارِ بیہوشی کو سمجھاتی ہے یہ
"کر مطالعہ رات دن حق کی کتاب پاک کا"
"یاد کر دل سے سبق پھر سیّدِ لولاک کا"

"اے اسیرِ قیدِ حسرت اے شکارِ دامِ غم ہم نے سُن لی ہے کہانی تیرے دُکھ کی بیش و کم
عالمِ افلاک سے گذری تیری آہِ الم صبر کر اب آگیا ہے جوش میں بحرِ کرم
پیکرِ احساس بن کر جمع اہلِ دل ہوئے
آرہے ہیں اب تری تقدیر کے بھی دن بھلے

کون ہے جو سوزِ دردِ قوم سے بیگانہ ہے زیرِ تعمیر تدبّر آج ملت خانہ ہے
ہر زباں پر قوم کی تنظیم کا افسانہ ہے شکرِ حق ویران تھا جو آباد وہ کاشانہ ہے
دیکھ کر مجمع دلِ افسردہ ہیں کچھ شاد سے
ہوگئے ہیں اب اسیرِ دامِ غم آزاد سے"

اب نہیں ہے بھول کر بھی کچھ غم و حرماں مجھے اپنی آزادی کے آتے ہیں نظر ساماں مجھے
پھر بھی دردِ قوم کا کرنا ہے کچھ درماں مجھے طبع پھیلانے دے تو اُمید کا داماں مجھے
کام کوئی ہو کبھی ہوتا بغیرِ زر نہیں
زر نہیں تو سعی کامل بھی کوئی جوہر نہیں

آپ سے جود اور سخاوت میں کوئی بڑھکر نہیں مہر و الطاف و مروّت میں کوئی بڑھکر نہیں
خُلق و ایثار و اُخوّت میں کوئی بڑھکر نہیں اور حیاؤ شرم و غیرت میں کوئی بڑھکر نہیں
آپ جان و مال و زر سے قوم پر قربان ہیں
ڈال دیتے ہر رگِ قومی میں گویا جان ہیں

بن حصولِ زر نہ ہوگا پورا اپنا مدّعا ہے یہی وقتِ عطاؤ بخشش وجود و سخا
ڈھیر لعل و گوہر و سیم و زر و دینار کا حسبِ حیثیت لگا دو آج بہرِ مصطفٰےؐ
تاکہ اپنی قوم کا اندوہ و حرماں دور ہو

بلکہ اُس کی پائمالی کا ہر امکاں دور ہو

یہ سخاوت یہ مروت حشر میں کام آئے گی   ایک کے بدلے نہیں ستّر وہاں دلوائے گی
تیری چشم شوق کو انوار سے چمکائے گی   اور جمالِ مصطفےٰ و کبریا دکھلائے گی

کچھ اگر تم کو خدائے مصطفےٰ سے پیار ہے
کچھ اگر تم کو حبیبِ کبریا سے پیار ہے

زرفلاح قوم کی خاطر لٹانا چاہیئے   غیرتِ قومی کا کچھ جذبہ دکھانا چاہیئے
مال و زر سے قصر ملت کا بنانا چاہیئے   اور رنگ اُس پر اُخوّت کا چڑھانا چاہیئے

اے متین ادبار دولت کے سوا ٹلتا نہیں
اور چراغِ قوم بے دام و درم جلتا نہیں

کام کرنا اور ہے کچھ منہ سے کہنا اور ہے   داغِ حسرت اور ہے حسرت کا چارا اور ہے
قوم کی تنظیم الگ ملت کا جذبہ اور ہے   پھول کا رنگ اور ہے بُو اور ڈھانچا اور ہے

پتیاں ہیں متحد تو پھول کہلاتا ہے یہ
جب بکھر جاتی ہیں پھر نابود ہو جاتا ہے یہ

اِتّحادِ باہمی پر ہے بِنا اسلام کی   دیکھ لے تاریخ پڑھ کر ابتدا اسلام کی
دشمنوں سے بھی مروّت ہے ادا اسلام کی   اے اخوّت ہے ترے دم سے بقا اسلام کی

اِتّحادِ باہمی سے شانِ موجودات ہے
اِتّحادِ باہمی سرچشمۂ برکات ہے

گذارش

وہ فرزندانِ قریش جن کی خدمت میں یہ پرچہ بامید اعانت نمونۃً ارسال ہو رہا ہے۔ قومی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے بواپسی ڈاک زرچندہ کی ترسیل سے حمیت قومی کا ثبوت دیں۔ اور اپنے حلقہ احباب میں توسیع اشاعت کی سعی سے عند القوم مشکور ہوں۔ اگر احباب کی کوشش برسرکار آئیں اور القریش ہفتہ وار ہو گیا۔ تو ہم اس کا معیار اسقدر بلند کر دیں گے۔ کہ ناظرین کو کسی دوسرے اخبار کی ضرورت باقی نہ رہیگی یکم فروری تک جن احباب کا زرچندہ موصول نہ ہوگا۔ ان کی خدمت میں وی پی ارسال ہوں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی بھائی کسی وجہ سے معذور ہوں تو وہ دفتر کو اپنے منشا سے مطلع کر دیں۔ تاکہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو،

(منیجر)

قراردادیں

جوساداتِ قریش کے قومی مرکز "ندوۃ القریش" کے عظیم الشان اجتماع منعقدہ ۲۸-۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء میں بمقام فاضلکا (فیروزپور) باتفاق منظور ہوئیں

۱- ساداتِ قریش کا یہ عظیم الشان اجلاس، علامہ سر اقبال، اتاترک مصطفیٰ کمال، اور مولینا شوکت علی کی وفات حسرت آیات ملتِ اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان کے مترادف سمجھتا ہے۔ اور دعا ہے کہ خدائے تبارک وتعالیٰ مرحومین کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔ اور افرادِ ملت کو خدمت اسلام کیلئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے

محرک ، قریشی محمد صادق (صاحب) ایم۔ اے فائنل

موید ، محمد سعید عظیم۔ امرت سری،

(یہ ریزولیوشن کھڑے ہوکر دعائے مغفرت کے ساتھ مؤدبانہ منظور کیا گیا۔)

۲- ساداتِ قریش کا یہ اجلاس مختلف اضلاع پنجاب کے قریشی برادران سے بزور درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ قومی تنظیم وشیرازہ بندی کیلئے ہر ضلع میں ایسی قومی کمیٹیوں کا اجرا عمل میں لانے کی سعی کریں۔ جن کا الحاق مرکزی جماعت (ندوۃ القریش۔ امرتسر) سے ہو۔ اور وہ دستور العمل کی پابندی اپنا فرض قرار دے لیں۔ جو مرکزی انجمن کے منظور شدہ ہوں۔ تاکہ قوم میں اشتراکِ عمل سے کام کرنے اور عروج وارتقا کی منازل طے کرنے کی قوت وطاقت پیدا ہو سکے

محرک ، پیر علی محمد صاحب فریدی چشتی ، فیروزپوری

موید ، پیر شیر محمد صاحب شوکت ، صدیقی۔ گھانگہ

موید ثانی ، ڈاکٹر محمد حسین صاحب ، سب اسسٹنٹ سرجن

۳- ساداتِ قریش کا یہ اجلاس سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب اور ان کی حکومت کو ان کارہائے نمایاں پر جو انہوں نے پنجاب کی زمیندار اقوام کے مفاد کیلئے زرعی بلوں کی منظوری کی صورت میں انجام دیئے ہیں۔ قابل تبریک سمجھتا ہے۔ اور اعلیحضرت حضور تاجدار بہاولپور کی اس رعایا نوازی پر جو جہاں پناہ نے ان بلوں کو اپنی مملکت میں نافذ فرما کر کی ہے۔ بارگاہ گیتی پناہ میں ہدیۂ تہنیت پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہے۔

محرک ، پیر حاجی فتح محمد صاحب ، رئیس۔ ذیلدار

موید ، پیر میاں غلام علی صاحب سجادہ نشین ،

موید ثانی ، پیر میاں محمد دین صاحب . بودلہ صدیقی ،

۴- ساداتِ قریش کا یہ اجتماع عظیم حکومت پنجاب کی توجہ اس فروگذاشت کی طرف معطوف کرانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جو پنجاب کی زراعت پیشہ اقوام میں مختلف

مقامات پر تقسیم اراضی کے متعلق قریش کو نظر انداز کرنے کی صورت میں ہو رہی ہے۔ قریش ایک مستند زراعت پیشہ قوم ہے۔ اور اس کی اراضیات تقسیم در تقسیم کی وجہ سے مقدار قلیل تر ہوگئی ہیں۔ کہ بعض خاندانوں کا گذارہ دشوار ہوگیا ہے۔ لیکن حکومت نے گذشتہ زمانہ میں تقسیم اراضی کے وقت کبھی اس ضرورت کا احساس نہیں کیا۔ لہذا یہ اجلاس استدعا کرتا ہے۔ کہ مولیاں پراجیکٹ یا صوبہ کے کسی دیگر حصہ میں تقسیم اراضی کے وقت قریشیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے۔

محرک ، محمد حمید اللہ صاحب صدیقی ۔ بی اے ،

موئد ، قاضی مظفر الدین صاحب متین امیدوار تحصیلدار

۵۔ سادات قریش کا یہ اجتماع اپنے قومی آرگن "القریش" کی گذشتہ خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتا ہوا قومی تنظیم و شیرازہ بندی کے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کے پیش نظر قرار دیتا ہے کہ القریش کی فراخ دلی سے امداد و اعانت کی جائے۔ اور اسے کم از کم ہفتہ وار اخبار بنانے کیلئے اس کی توسیع اشاعت میں امکانی سعی عمل میں لائی جائے۔ تاکہ افراد قوم قومی امور سے واقف اور آگاہ رہیں۔ اور ان میں قوم کے اصلاحی امور میں دلچسپی لینے کا جذبہ پیدا ہو۔ اور القریش طباعت و مطبوعات اور مالی دقتوں سے مطمئن ہو کر بہترین قومی خدمات انجام دینے کے قابل ہو سکے۔ لہذا افراد قوم سے اپیل کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی کامیاب کوششوں سے القریش کو ہر فرد قوم تک پہنچانے کی سعی کریں۔

محرک ، جناب صدر۔

موئد ، پیر علی احمد صاحب چشتی ،

موئد ثانی ، پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم بھک اسٹیٹ

موئد ثالث ، پیر شیر محمد صاحب شوکت صدیقی ،

۶۔ سادات قریش کا یہ عظیم الشان اجتماع حکومت پنجاب کو اس فروگذاشت اور ریونیو افسران کی اس غلط فہمی کی جانب توجہ دلاتا ہے۔ جو قریش کی شاخوں یعنے صدیقی فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی سے امتیازی سلوک روا رکھنے اور انہیں قریش کی شاخیں نہ سمجھنے میں روا رکھی جاتی ہیں۔ اور استدعا کرتا ہے کہ حکومت پنجاب بذریعہ ایک خاص سرکلر ریونیو افسران پنجاب کو مطلع کردے۔ کہ کاغذات مال میں "شیخ صدیقی" "شیخ فاروقی" وغیرہ کے اندراجات کو قریشی تسلیم کرنے میں احتراز نہ کیا کریں۔ کیونکہ یہ خاندانی نسبتیں قریش کی شاخیں ہیں۔

محرک ۔ محمد علی صاحب رونق صدیقی، ایڈیٹر و مالک "القریش"

موئد ۔ پیر خورشید محمد صاحب رئیس اعظم، ذیلدار

۷۔ سادات قریش کا یہ اجتماع عظیم مہاسبھائی اور کانگرسی عنصر کے اس لغو اور بیہودہ پراپیگنڈا کے خلاف جو مذہبی تعصب و رقابت کی بنا پر اعلیحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائی نس تاجدار دکن ایسے رعایا نواز و نصفت شعار فرمانروا کے خلاف کر رہا ہے۔ حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دعا ہے کہ خدائے عزوجل اس سب سے بڑی اسلامی ریاست کو چشم زخم سے محفوظ و مامون رکھے۔ اور اس کے مفاد اور وقار پر حرف نہ آنے دے۔

محرک - محمد علی صاحب رونق، ایڈیٹر و مالک القریش، امرتسر

موئد - پیر شیر محمد صاحب شوکت،

موئد ثانی - پیر خورشید محمد صاحب رئیس، ذیلدار

---

۸ - سادات قریش کا یہ عظیم الشان اجتماع غیر قوموں کے افراد کی ان مجرمانہ کوششوں کو حد درجہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جو ایکٹ انتقال اراضی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے فرداً فرداً قریشی بننے کیلئے جاری کر رکھی ہیں۔ اور حکومت سے درخواست کرتا ہے کہ زراعت پیشہ اقوام کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے ان جھوٹے مدعیان قریش کے ادعا کی تحقیقات پوری چھان بین سے ہوا کرے۔ نیز یہ اجلاس برادران قریش سے التجا کرتا ہے۔ کہ مقامی طور پر وہ ایسے فتنوں کو دبانے کی کوشش کیا کریں۔ تاکہ نسب رسول کا تحفظ ہو سکے۔

محرک - قریشی محمد صادق، ایم۔ اے

موئد - محمد علی صاحب رونق صدیقی،

موئد ثانی - پیر علی احمد صاحب، فریدی چشتی

---

۹ - "ندوۃ القریش" کا یہ اجتماع صاحب ثروت اصحاب قوم سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ قومی ضروریات کے لئے بیت المال کے قیام کی جانب خاص توجہ معطوف کریں۔ اور اپنی زکوٰۃ۔ خیرات اور صدقات کو اس بیت المال میں جمع کرنے کے لئے امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ تاکہ ضلع کی کمیٹیاں بمشورہ مرکزی جماعت قوم کی اقتصادی تجارتی، اور دیگر اہم جائز ضرورتوں پر اس کو عمل میں لا سکے

محرک ، پیر محمد یار صاحب سب انسپکٹر ،

موئد ، حاجی فتح محمد صاحب رئیس ، ذیلدار ،

موئد ثانی ، پیر محمد سرور صاحب رئیس اعظم ،

---

۱۰ - سادات قریش کا یہ اجتماع پیر محمد سرور صاحب بودلہ، رئیس اعظم کا بخلوص دل شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے قومی فلاح و بہبود کیلئے جیب خاص سے گرانقدر رقم صرف کر کے قومی اجلاس کے انعقاد میں اولوالعزمی فراخدلی اور حمیّت قومی کا ثبوت دیا ہے، نیز ضلع فیروزپور کے مقتدرین قریش کا سپاسگذار ہے۔ کہ انہوں نے قومی دربار کو کامیاب بنانے میں حصہ لے کر ایک اہم فرض انجام دینے میں سبقت کی ہے۔ یہ اجلاس ان تمام برادران قریش کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ جو اس شدت کی سردی میں قومی جلسہ کی شرکت و شمولیت کیلئے دور دراز سے تشریف لائے ہیں اور امید کرتا ہے کہ آئندہ بھی وہ قومی مفاد کیلئے سرگرم عمل رہتے ہوئے اپنے اضلاع میں کمیٹیوں کے انعقاد کیلئے کوشش کریں گے۔ نیز یہ اجلاس انجمن اسلامیہ فاضلکا کا خصوصاً اور مسلمانان فاضلکا کا عموماً شکریہ کرتا ہے۔ کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردانہ اشتراک کیا ہے۔

محرک ، قریشی محمد صادق ایم۔ اے فائینل امرتسری

موئد ، (مولوی) محمد علی صاحب رونق صدیقی مدیر القریش ،

موئد ثانی ، حکیم ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔

لامرکزیت

انفرادیت، اقوام و امم کے حق میں موت
ان کے سائے سے بھی ہے اقبال کتراتا ہوا

آہ وہ ملّت کہ جو رکھتی نہیں زندہ امام
دمبدم دیکھے گا تو اس پر زوال آتا ہوا

وہ سمجھتی ہے جسے جنّت کی راہ مستقیم
راستہ جاتا ہے وہ دوزخ کو بل کھاتا ہوا

دین و دنیا کچھ نہیں ملتا ہے مرکز کے بغیر
بے سری ملّت پہ ہے ادبار منڈلاتا ہوا

اجتماعیت کے اوپر ہے بنا اسلام کی
دیکھتا ہوں میں ادھر مسلم کو پھر آتا ہوا

اس رواقِ نیلگوں میں مجھ کو آتا ہے نظر
اپنی ملّت کا ستارہ نور برساتا ہوا

(اسلم جیراجپوری)

القریش

امرتسر

جریدہ

Editor

"MOHSAN-UL-QAUM," MOHAMMAD ALI RAUNAQ.

Annual Subscription Rs. 3/- Per Copy As. -/4/-.

۷۸۶

"القریش" امرتسر

بابتہ ماہ مارچ ۱۹۳۹ء

جلد ۲۶ ——— نمبر ۳

فہرست مضامین

۸۶ء

فرنٹیر قریش کانفرنس

میاں غلام حیدر صاحب عباسی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ سادات قریش برادری کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد کرنے کیلئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اہم بہی خواہان قوم پر مشتمل استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آچکی ہے۔ جو سردار محمد عبدالرحمٰن صاحب عباسی رئیس اعظم کی زیر ہدائیت قومی کانفرنس کو کامیاب بنانے کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائے گی۔ مقام اور تواریخ اجلاس کا عنقریب اعلان کیا جائے گا۔ اُمید ہے۔ کہ اشتراک عمل سے کام لینے کیلئے شرکتِ اجلاس کی دعوت عام دے جائیگی قوم کے اصلاحی وارتقائی امور سے دلچسپی رکھنے والے بھائیوں سے پُر زور اپیل ہے۔ کہ وہ شرکت کانفرنس کے لئے تیار رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ القریش امرتسر

مارچ ۱۹۳۹ء

جلد ۲۶ — نمبر ۳

شذرات

دولتِ آصفیہ عالیہ کے خلاف شورش

دولت آصفیہ عالیہ کے خلاف کانگرسی و مہا سبھائی جماعتوں کا معاندانہ پراپیگنڈا اسقدر نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ کہ ملک کا امن و امان معرض خطر میں ہے۔ مفتن غلط روائتوں اور لغو حکائتوں سے عوام کی ہمدردی حاصل کرنے اور فتن و فساد کی آگ کو ہوا دینے کیلئے امکانی مساعی عمل میں لا رہے ہیں۔ چونکہ حکومت دکن کی نصفت شعاری و رعایا نوازی سے عام نا آشنا ہیں۔ اور فتنہ گر عنصر کے فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے "دیدہ بینا کیلئے سرمۂ بصیرت" کے عنوان سے اسی اشاعت میں ایک مبسوط مضمون شائع کیا گیا ہے۔ جس میں حقائق و شواہد کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دولت عالیہ آصفیہ نے گذشتہ ۲ سو سال کے عہد حکمرانی میں اپنی ہندو رعایا سے کسقدر مراعات روا رکھیں۔ اعداد و شمار پیش کردہ سے اظہر من الشمس ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام کی حکومت ہندوؤں کے مذہبی جذبات کا کسقدر احترام کرتی چلی آئی ہے۔ اور اب بھی ان تلطفات کا تسلسل جاری ہے۔ قارئین کرام اس مضمون کو بنظر تعمق ملاحظہ کریں اور مخالفین کی تردید کیلئے عامۃ الناس کو اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیں۔ ہم نے تقریباً پانسو رسائل مختلف ہندو مجالس اور مختلف شخصیتوں کے نام اسی غرض کے پیش نظر مفت ارسال کر دیا ہے۔ چونکہ بحالات موجودہ یہ نہائت ضروری تھا۔ اسلئے دیگر اہم مضامین آئندہ اشاعت پر ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔

قانون خلع

اسلام نے جہاں مرد کو یہ حق عطا کیا تھا۔ کہ وہ معقول وجہ کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے عورت کو بھی یہ حق دے دیا تھا۔ کہ وہ معقول وجوہ کی بنا پر اپنے خاوند سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔ لیکن بدقسمتی سے

قانون مروجہ اس معاملہ میں عورت کی صحیح امداد سے قاصر تھا۔ یہ بہت بڑی خامی تھی۔ اکثر مسلم عورتیں مجبور ہو کر مرتد ہونے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے مسٹر کاظمی نے مرکزی اسمبلی میں "فسخ نکاح بل" پیش کیا۔ جو اب منظور ہو چکا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے۔ کہ عورت قانوناً اپنے اس مطالبہ کو حاصل کرنے کی مجاز ہو گی۔ اور ارتداد کے گناہ سے محفوظ رہ سکیگی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں کچھ شرعی اسقام بھی موجود ہیں۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک اہم ضرورت اس بل کی منظوری سے پوری ہو گئی ہے۔ اب آئندہ کوئی مسلم خاتون ارتداد کو ذریعہ فسخ نکاح نہیں بنا سکتی۔ بلکہ اسی قانون سے استفادہ کرنے کی مجاز ہو گی۔ ایک دفعہ کا مفاد یہ ہے۔ کہ اگر شوہر کو دو سال یا اس سے زیادہ مدت تک سزائے قید کاٹنا پڑے۔ اور اس دوران میں وہ اپنی بیوی کو نان نفقہ نہ دے سکے۔ تو بیوی اس بنا پر اپنے عقد کی تنسیخ نہیں کرا سکتی انفساخ نکاح کا ایک سبب شوہر کی طویل مفقود الخبری ہی ہے لیکن اس قانون میں مدت چار سال مقرر کی گئی ہے۔ جس پر علمائے احناف کو اعتراض ہے۔ وہ اس مدت کو شرعی طور پر بہت کم خیال کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ مدت چار سے آٹھ سال تک ہونی چاہیئے تھی۔ اس قانون کے رو سے عورت کو حق دیا گیا ہے۔ کہ اگر کم سنی میں اسکی شادی اس کے والد یا ولی نے کی ہے۔ تو وہ بلوغت کے بعد اپنا نکاح فسخ کرانا چاہے تو کرا سکتی ہے۔ بشرطیکہ نابالغہ کی شادی پندرہ سال پہلے اس کے باپ نے کرائی ہو۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمان اب بیدار ہو رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے مذہبی حقوق کے تحفظ کے لئے بھی عملی جد و جہد شروع کر دی ہے۔ پہلے قانون اوقاف منظور ہوا۔ اس کے بعد قانون شریعت وضع کیا گیا۔ جس میں توریث وغیرہ کے اہم مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ پنجاب اسمبلی میں ایک جدید اوقاف بل بھی پیش ہے۔ اب خلع بل بھی منظور ہو گیا ہے۔ اور اب ایک اور بل محترمہ باجی رشیدہ ایم۔ ایل۔ اے پیش کرنے والی ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانان پنجاب کے تمام معاملات شریعت اسلام کے مطابق طے ہوں۔ اور رسم و رواج کے پردہ میں شرعی آئین کی جو خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس کا سدباب ہو جائے۔ خدا کرے یہ بل بھی منظور ہو جائے۔ لیکن بحالات موجودہ ضرورت کا شدید اقتضا یہ ہے۔ کہ ان قوانین کے تحت تمام قضیوں کا فیصلہ کرنے کیلئے حکومت سے محکمہ قضا کے قیام کا مطالبہ کیا جائے امید ہے کہ حکومت اس جائز مطالبہ کو قبول کرنے سے احتراز نہ کرے گی۔

عہد حاضر کی سیاست

پچھلے دنوں بابو سبھاش چندر بوس کی صدارت نے کانگریس کے ایوان میں اسقدر تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ کہ مسٹر گاندھی اور بوس پارٹی میں کھلم کھلا ٹھن گئی اور حالات نے اسقدر نزاکت اختیار کی۔ کہ عوام کو کانگرس میں شدید تشتت و افتراق کا گمان ہو گیا تھا۔ لیکن مسٹر گاندھی نے راجکوٹ کے معاملہ میں ایک گرگ باراں دیدہ کی طرح ایسی چال چلی کہ سبھاش جی کے حامیوں کی تمام چولیں ڈھیلی ہو گئیں آپکے مرن برت نے راجکوٹ بھی فتح کر لیا۔ اور سبھاش چندر بوس کو بھی شکست دیدی۔ یہ ہے ڈپلومیسی جس پر سیاست حاضرہ کا دار و مدار ہے۔ اس سارے ماحول پر غور کیجئے۔ اور اسکی تہ کی ان چیزوں کو بنظر تعمق ملاحظہ فرمایئے۔ بساط شطرنج کی عجیب و غریب بساط نظر

امام حسین علیہ السلام کا عفو

ایک دن حضرت امام عالی مقام امرائے عرب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور آپ اور آپ کے مہمان کھانا تناول فرما رہے تھے۔ خادمہ شوربا سے بھرا ہوا پیالہ لائی۔ رعب محفل سے اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور شوربا سے بھرا ہوا پیالہ فرش پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ اور شوربا کی چھینٹیں آپ کے ملبوس تن پر بھی پڑیں۔ آپ نے بنظر تادیب خادمہ کی طرف نگاہ کی۔ خادمہ نے رحم طلب نگاہ سے امام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا والکاظمین الغیظ غصہ کو پی جانے والے لوگ متقی ہیں۔

امام حسینؑ کظمت غیظی (میں غصہ کو پی گیا)

خادمہ والعافین عن الناس (لوگوں کے قصور معاف کرنے والے بھی اچھے ہوتے ہیں۔

امام حسینؑ عفوت عنک (میں نے دل وجان سے تجھ کو معاف کیا) خادمہ نے یہ کہتے ہوئے اس آیت کو پورا کر دیا واللہ یحب المحسنین (خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ میں نے خدا کے لئے تجھ کو آزاد کیا۔ اور تیری کفالت تاعمر اپنے ذمہ لی۔ اسی واقعہ کو نظم کی صورت میں بھی ملاحظہ فرمائیے گا۔

ایک دن خانہ اطہر میں تھے معروفِ طعام ۔۔۔ خامس پنجتن پاک؟ امام جمہور
آئے کچھ اہلِ عرب خوان کرم پر مہمان ۔۔۔ میزبانی میں ہوئے شوق سے مشغول حضور
رکھ دیئے سامنے خدام نے الوانِ طعام ۔۔۔ بسکہ تھی خاطر مہماں شہِ دین کو منظور
آش گرم ایک پیالہ میں کنیزک لے کر ۔۔۔ مطبخ خاص سے آئی شہِ والا کے حضور
فرط عجلت میں ٹھکانے نہ رہے ہوش حواس ۔۔۔ رعبِ محفل سے مساعد نہ رہی عقل وشعور
ہاتھ کا لرزہ ہوا پاؤں کو لغزش آئی ۔۔۔ دفعتاً چھوڑ دیا ظرف کو ہو کر مجبور
فرش پر گر کے پیالہ ہوا ٹکڑے ٹکڑے ۔۔۔ جس سے آلودہ ہوا سب تن ملبوس حضور
نگہ چشم سے دیکھا شہ عالی نے اُسے ۔۔۔ ڈر گئی وہم سیاست سے کنیز مقہور
پڑھی بے ساختہ قرآن کی وہ آیہ پاک ۔۔۔ جس میں کرتا ہے یہ ارشاد خداوند مغفور
متقی وہ ہیں جو غصہ کو فرو کرتے ہیں ۔۔۔ حد سے بڑھتے نہیں ہر چند کرے کوئی قصور
اس کو سن کر یہ دیا سبط پیمبر نے جواب ۔۔۔ ضبط غصہ کو کیا میں نے بھی حق المقدور
پھر وہ بولی کہ یہ ہے شیوۂ اہل تقوے ۔۔۔ درگذر کرتے ہیں لوگوں کی خطاؤں کو ضرور
بولے سرکار نہ ہو اپنی خطا پر نادم ۔۔۔ غایت عفو سے میں نے تجھے رکھا معذور

پھر کہا اُس نے کہ جن لوگوں کا احساں ہے شعار — دوست کونین میں رکھتا ہے انہیں رب غفور
شہ نے ارشاد کیا جا تجھے آزاد کیا — آج کے دن سے میں آقا ہوں نہ تو ہے مامور
جب غم دہر سے عاجز ہو تو آنا میرے پاس — جب زر و مال کی حاجت ہو تو کرنا مذکور
آپ بھوکے رہیں غیروں کو کھلائیں نعمت — اس گھرانے کا یہ شیوہ ہے جہاں میں مشہور

ہیں سبھی چشمہ احساں چہ صغیر و چہ کبیر
ہیں سبھی آیہ رحمت چہ اناث و چہ ذکور

حضرت امام حسنؓ

بچپن سنہ ۳ھ میں حضرت امام کی پیدائش ہوئی۔ سرکار نے حسنؓ نام رکھا۔ اور اس مبارک نام کا اس نورانیدہ بزرگ بچہ کی سیرت و کردار پر یہ اثر ہوا۔ کہ دنیا میں یہ نہ صرف نام کے حسنؓ ثابت ہوئے۔ بلکہ عمل کے اعتبار سے بھی سرکار کو حضرت حسنؓ سے بے حد محبت تھی۔ اکثر و بیشتر حضورؐ حضرت حسنؓ کو کندھوں پر اٹھائے پائے گئے۔ حضرت حسنؓ گود میں ہوتے اور حضور فرطِ محبت سے فرمایا کرتے۔

اے اللہ مجھے حسن سے بے حد محبت ہے۔
تو بھی اسے اور اس کے چاہنے والوں کو
محبوب بنا لے" (صحیح بخاری)

اور جسے حضور محبوب رکھیں۔ اور جس کیلئے اپنے رب سے محبت کی درخواست کریں۔ اس کی عظمت و جلالت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

نبی ساری امت پر شفیق ہوتا ہے۔ اسے تمام امت سے بچوں کی طرح محبت کرنا پڑتی ہے۔ مگر اس سے یہ توقع رکھنا فضول ہے۔ کہ وہ اپنے حقیقی بچوں کو نہ چاہے۔ حسنؓ کی محبوب ترین بچی کے صاحبزادے تھے۔ یہ اور ان کے بھائی پورے گھرانے کی امیدوں کے مرکز تھے۔ حضورؐ نے ان سے محبت کی۔ کہ انسانی فطرت کا یہی اقتضا تھا۔

سیرت و کردار حضرت حسن کی ابتدائی تربیت۔ حضورؐ کی زندگی میں خود حضور نے کی۔ حضورؐ کے وصال کے وقت حضرت حسنؓ چھ سال کے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد پاکیزہ اطوار ماں و باپ نے اس بزرگ بچہ کی تربیت کی۔ اور ظاہر ہے کہ جس کی تربیت سارے جہان کے آقا اور ان کے بعد حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کی ہو وہ بچہ سیرت و کردار کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہوگا۔

سیرت نویسوں کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت حسن جس طرح شکل کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ اسی طرح سیرت کے اعتبار سے بھی مقدس ماں۔ محترم باپ اور قابل تعظیم ماں سے سخاوت ورثہ میں پائی۔ دو بار پورا بھرا پرا گھر مع سازو سامان اللہ کی راہ میں مستحق اور محتاجوں میں خیرات

کردیا۔ تین بار گھر کا نصف سامان اللہ کی رضا طلبی کی خاطر نذر کر دیا۔ دولت کو جسے ہم ہزار محنت سے جمع کرتے ہیں۔ خود سے علیحدہ کرتے وقت جی دہل جاتا ہے۔ مگر وہ جنہیں دولت و ثروت اور قیمتی ساز و سامان سے زیادہ اللہ کی رضا مطلوب ہو وہ ان مادی اشیاء کو اللہ کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت حسن رب کے طالب تھے۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے آرزومند تھے۔ اور اسی آرزو کے پانے کے لئے انہیں دو بار پورا گھر اور تین بار آدھا گھر اللہ کی راہ میں قربان کرنا پڑا۔ سیرت کی کتابوں میں حضرت حسن کی سخاوت کے متعلق بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ ہم یہاں صرف دو ایک واقعات لکھنے پر اکتفا کریں گے

ایک بار حضرت امام گھوڑے پر سوار کہیں باہر سے تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں فقرا کی ایک جماعت کھانا کھا رہی تھی حضرت امام کو پاس سے گذرتا دیکھ کر فقرا نے انہیں کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت گھوڑے سے اُتر آئے۔ اور فقرا میں بیٹھ کر پیٹ بھر کر خشک روٹی کھائی پھر سب کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ اور لذیذ کھانے کھلائے۔ اور ہر ایک کو بیش قیمت کپڑے عطا فرمائے۔

ایک بار مدینہ میں ایک خوبصورت مکان خرید فرمایا یہ مکان انہیں بہت پسند آیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد انہیں معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں نے ان کے پاس یہ مکان بیچا تھا۔ بہت محتاج ہو گئے ہیں۔ حضرت امام نے ان کو بلایا۔ دلپسند مکان انہیں عطا فرما دیا۔ اور خود دوسرے مکان میں اُٹھ آئے

اس کے علاوہ دوسرے موقعہ پر حضرت امام نے فقر اور اسلام کے مفاد کی خاطر جو رقمیں عنایت فرمائیں۔ کتب سیر نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً ایک موقعہ پر دس ہزار دینار (سونے کا سکہ) ایک بار پچاس ہزار درہم ایک بار ایک لاکھ درہم۔ ایک بار ایک ہزار دینار۔ ایک بار پانچسو دینار عطا فرمائے۔

ہمارے لئے امام حسنؑ کی سخاوت کی یہ مثالیں تعجب انگیز ہوں گی۔ کہ ہم دولت کو بیحد عزیز رکھتے ہیں۔ ہمیں دولت سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ مگر اللہ والے دولت اور اسی قسم کی تمام دلپسند چیزوں پر اللہ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔ حضرت حسن اللہ والے تھے۔ انہیں دولت سے زیادہ اللہ کی خوشنودی محبوب تھی۔ اس لئے انہیں دولت کو اللہ کے نام پر مسلمانوں کے مفاد کے لئے بے دریغ خرچ کرنا پڑا۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ قوم ایسے ہی دریادل بزرگوں کی بدولت ترقی اور عروج کے مراحل طے کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو قوم کے عروج کے اصل محرک ہیں اسلام نے ایسے ہی لوگوں کی بدولت عروج حاصل کیا۔

حضرت امام حسن کی سخاوت سے زیادہ ان کا وہ کارنامہ قابل ذکر ہے۔ جس کے ذریعہ انہوں نے ملت کی دو بڑی جماعتوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ حضرت علیؑ کے انتقال کے بعد خلافت کے مستحق حضرت حسن ہی تھے۔ ملت میں ان سے زیادہ شرف و مجد اور کوئی بزرگ نہ تھے۔ اور اس حقیقت کو دوست و مخالف سب تسلیم کرتے تھے۔ کہ خلافت کے مستحق حضرت امیر ہی ہیں۔ مگر صرف استحقاق ہی سے مسلمانوں کی اس مشکل کا حل نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے باعث ہزاروں افراد نے شہادت پائی۔ حضرت علیؑ کے استحقاق میں کسے شک تھا۔ خود حضرت امیر معاویہ حضرت علیؑ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے مگر

سوال یہ تھا کہ وہ بنی بنائی سلطنت اور تخت و تاج کو محض اس استحقاق کی بنا پر حضرت علی کے سپرد کیسے کر دیتے۔ ان میں اتنے ایثار کی قوت نہ تھی۔ ان میں اور حضرت علی میں جنگ ہوئی۔ اور جب تک حضرت علیؓ زندہ رہے۔ یہ دونوں جوانمرد لڑتے رہے۔ مسلمانوں کا اس باہمی نزاع سے بہت نقصان ہوا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد یہی حالات امام حسن کے سامنے تھے۔ حضرت حسن اپنے مقدس اور محترم باپ کی طرح خلافت کے مستحق تھے۔ مگر اس استحقاق سے زیادہ انہیں ملت کا مفاد مدنظر تھا۔ مسلمان کافی لڑ چکے تھے۔ اور اب حضرت حسن زیادہ قتال کو مسلمانوں کیلئے مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دولت، ثروت، اور حکومت و سلطنت پر ملت کے مفاد کو ترجیح دی خود خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اور حکومت و سلطنت کے خواہشمندوں کیلئے میدان خالی کر دیا۔

حکومت کی خواہش بڑے سے بڑے زاہد کو سیدھی راہ سے دور ہٹا دیتی ہے۔ مگر حضرت امام حسنؓ کے لئے حکومت میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرت امام حسنؓ جتنے دن جئے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے۔

حضرت کے انتقال کی داستان بہت عام ہے اور ہم اسے یہاں دہرا کر ایک گذرے ہوئے تکلیف دہ واقعہ کی یاد تازہ کرنا نہیں چاہتے ہمارے لئے بس اس بزرگ امام کی سیرت و کردار ہی بہت کافی ہے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے بزرگوں کی اقتدا کر سکیں۔ وَمَا توفیقی الا باللہ۔

انجمن قریشیان پنجاب کا ایک رزولیوشن

انجمن قریشیان پنجاب (گوجرانوالہ) کا اجلاس زیر صدارت مولوی عبدالحق صاحب علوی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل پریزیڈنٹ انجمن مذکور منعقد ہوا۔ جس میں ذیل کا رزولیوشن بالاتفاق رائے منظور کیا گیا۔

انجمن قریشیان پنجاب کا یہ خاص اجلاس اس امر کا برملا اظہار کرتا ہے۔ کہ ایسے نازک دور میں جبکہ سادات و قریش کا انتشار قومی زبوں حالی کی حد تک پہنچنے والا تھا۔ تو قدرت نے پکارا۔ اور مولانا محمد علی صاحب آزاد صدیقی مدیر القریش نے لبیک کہا۔ جن کی پیہم اور مسلسل مساعی جمیلہ نے فاضلکا کے عظیم الشان اجتماع منعقدہ ۲۰ و ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کے کامیاب نتیجہ سے اس بات کو ثابت کر دکھلایا ہے کہ ایک اکیلا آدمی کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اور ایک فرد اپنی ہمت اور تدبیر سے ساری قوم کی بگڑی ہوئی تقدیر کو کس طرح بنا سکتا ہے۔ اس لئے یہ اجلاس مولانا موصوف کو انکی اس فقید المثال کامیابی پر ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے۔ اور اعتراف کرتا ہے کہ آپنے عدیم النظیر عزم و استقلال سے قوم کو شاہراہ ترقی پر ڈالدیا ہے۔ اور مشکلات کو نئی آسانیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ جسکے لئے قوم آپکی بصدق دل سپاسگذار ہے۔ منتظم گوجرانوالہ۔ ۹ مارچ ۱۹۳۶ء

دولتِ عالیہ آصفیہ اور مہاسبھائی شورش

دیدۂ بینا کیلئے سرمۂ بصیرت

محض تعصب و رقابت مذہبی کی وجہ سے کانگرسی و مہاسبھائی جماعتیں حیدرآباد دکن کے امن وامان کو تباہ کرنے کیلئے مسلسل آتش زیرپا ہو رہی ہیں۔ وہ اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں، یہ فتنہ و فساد اس لغو و بیہودہ خیال پر برپا کیا جا رہا ہے۔ کہ ریاست میں چونکہ ۸۶ فیصدی ہندو ہیں۔ اور بارہ فیصدی مسلمان، اس لئے مسلمانوں کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اس ملک پر حکمرانی کریں۔ یہی ایک مقصد ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے پنجاب اور دوسرے صوبوں کے ہندوؤں کی جتھہ بندی شروع ہو گئی ہے۔ اس گندی ذہنیت کی وجہ سے خاندان آصفیہ عالیہ کے الہامی سو سالہ احسانات کو جو ہندوؤں پر روا رکھے گئے یکسر فراموش کر کے ایک محاذ قائم کر لیا گیا ہے اور وہ بھی ان لوگوں نے جن کا دولت آصفیہ سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ مسٹر ساورکر، مسٹر اینے، مسٹر گاندھی، کنور چاند کرن، ماسٹر تارا سنگھ اور خوشحال چند خورسند وغیرہ کی انگیخت پر بیرونی طاقتیں شرانگیزی کر رہی ہیں۔ ورنہ حکومت آصفیہ کی ہندو رعایا کا ایک شخص بھی ایسا نہ ملیگا۔ جو ان مفسدانہ تحریکات کا حامی ہو شروع شروع میں تو عام اسلامیان پنجاب و ہند نے اس فتنہ کو ایک ہنگامی شورش سے زیادہ وقعت نہ دی۔ لیکن اب جبکہ جگہ جگہ دولت آصفیہ کے خلاف جلسوں میں ... کے عام جتھہ بندی شروع کر دی گئی ہے۔

سلطنت مغلیہ کی شاندار یادگار کے ناموس و وقار کی حفاظت کیلئے فرزندان اسلام بھی اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ سارا اسلامی ہند دولت آصفیہ کی حفاظت پر قربان ہونے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اگر شورش پسند جماعتوں نے عواقب و نتائج پر غور کرتے ہوئے اپنی مفسدانہ کارروائیوں کو برابر جاری رکھا۔ اور فرزندان توحید بھی میدان میں آ گئے۔ تو نتائج معلوم، لہٰذا مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کا فرض ہے۔ کہ وہ تدبر و تفکر سے کام لیں۔ اور امن وامان قائم رکھنے کیلئے فوری تدابیر عمل میں لائیں،

اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ تاجدار دولت آصفیہ کی رعایا نوازی و نصفت شعاری اظہر من الشمس ہے، جہاں پناہ کا عدل و انصاف ضرب المثل ہے۔ اور بالخصوص ہندو رعایا سے جو مراعات روا رکھی جاتی ہیں۔ وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ یہاں تک کہ ہندو رعایا مذہبی جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت نے مسلم رعایا کے نام فرمان نافذ فرمایا۔ جس میں گائے کی قربانی سے پرہیز کی ہدایت کا حکم دیا گیا ہے۔

کسی حکمران کی نیکدلی اور روشن خیالی کی اس سے زیادہ کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنی رعایا کے لئے ایسے احکام نافذ فرمائے۔ حقوق و مساوات کی خاطر ذاتی اختیارات کونسل کے سپرد کرے۔ اور شخصی حکومت کو جمہوریت میں بدل کر خوش ہو۔ لیکن مذاہب کی مذہبی توقیر و حرمت کیلئے ...

اور مذہبی قائم کرے۔ اور اسے برداشت کرے کہ وہ معابد مثلاً کی شکست وریخت اور ان کے احترام وا تقدس کا خاص خیال رکھے۔ پبلک عامہ کے مفاد کیلئے محکمہ جنگلات آبکاری۔ کروڑگیری معدنیات آب رسانی۔ آثار قدیمہ۔ سیاسیات۔ خفیہ پولیس شمار واعداد وغیرہ سینکڑوں محکمے قائم کرے۔ اور ان کی نگرانی کیلئے خاص الخاص انتظامات بہم پہنچائے۔

حیدر آباد (دکن) میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ اور روز افزوں اس پہ مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ مدارس ومکاتب کا اجرا اعلیٰ تعلیم کیلئے بلا تمیز مذہب وملت۔ وظائف کی عطائیگی جس کشادہ دلی سے کی جا رہی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ محکمہ مال۔ عدالت وپولیس۔ تعلیمات۔ تعمیرات آبپاشی۔ شفاخانہ جات۔ طب یونانی وڈاکٹری۔ محکمہ فینانس۔ بندوبست۔ صحت وصفائی۔ صنعت وحرفت وتجارت وغیرہ محکمے قائم ہیں۔ اور اس خوش اسلوبی سے کام کر رہے ہیں۔ کہ اس کی نظیر دوسری ریاستوں میں نہیں مل سکتی یہ ان برکات وعنایات ہمایونی کی مختصر فہرست ہے۔ جو اعلیٰ حضرت حضور نظام کی توجہ کا نتیجہ ہیں۔ اور رعایا برایا کی ترقی وخوشحالی کا نتیجہ بنی ہوئی ہیں۔ اگر اس پر بھی حرف شکایت زبان پر آتا ہے۔ تو اسے کورچشمی وسیاہ قلبی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی رعایا نوازی۔ علم دوستی۔ غریب پروری۔ نصفت شعاری۔ حق پژوہی اور عدل گستری شہرۂ آفاق ہے۔ آپ کی مراعات شاہانہ سے رعایا مالا مال ہو رہی ہے۔ آپ بہ نفس نفیس رونق افروز ہو کر اپنی رعایا کی حالت کا ملاحظہ فرماتے ہیں۔ عہدیداران کی کارگذاری کی رپورٹیں باب حکومت کی معرفت آپ تک پہنچتی ہیں۔ جن سے تمام رعایا کی حالت عموماً آپ کے زیر نظر رہنے سے کوئی دادخواہ دادرسی سے محروم نہیں رہتا

مجلس واضع قوانین جس میں قابل ترین سرکاری وغیر سرکاری ممبر شامل ہیں۔ اور جو ریاست و اہل ریاست کی فلاح وبہبود کو پیش نظر رکھ کر قانون وضع کرتی ہے۔ اہل ریاست کے لئے آیۂ رحمت سے کم نہیں۔

عدالتی اور انتظامی حکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جن سے انصاف وعدل گستری کے مسلمہ ومقررہ ضابطوں کے ماتحت مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ماتحت عدالتوں کے سہو وسقم اور فروگذاشتیں رفع کرنے کیلئے اعلیٰ عدالتیں سشن ہائیکورٹ اور پریوی کونسل تک موجود ہونے سے بے انصافی اور حق ناشناسی کا خیال تک نہیں کیا جا سکتا۔

انتظامی حکام جس شرافت ودیانت اور قابلیت سے انتظام کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ریاست حیدر آباد کی موجودہ علمی وصنعتی اور تجارتی ترقی سے بیّن طور پر ملتا ہے۔

مجسٹریٹ سشن جج اور دیگر عہدیدار وارکین اعلیٰ تعلیمیافتہ اور دولت علم سے مالا مال ہونے کی وجہ سے نہائت قابلیت کے ساتھ مقدمات کی سماعت کرتے اور حق بحقدار رسید کیلئے ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ ان حالات وکوائف کی موجودگی میں اگر اعلیٰ حضرت کے نظام حکومت اور انتظام ملکداری پر حرف گیری کی جائے تو کورباطنی وسیاہ دلی نہیں تو کیا ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

معابد ومنادر کی تجدید اور ترمیم وتوسیع یہ امر واقعہ ہے۔ کاغذات شہادت مسلمہ پیش کرتے ہیں۔ کہ

اکتوبر ۱۹۲۸ء میں ریاست حیدرآباد میں مناوِر کی تعداد ۳۰۰۰ تھی۔ جن میں ۷۰ نئے تعمیر شدہ بھی شامل تھے۔ اور اس کے علاوہ ۱۰۹ کی مرمت و توسیع بھی کی گئی تھی۔ ۱۰۰ مندروں کا براہ راست انتظام محکمہ امور مذہبی کے ہاتھ میں تھا۔ اور اب تک ہے۔ جس سے ہنود خوش و خورم ہیں۔

جولائی ۱۹۱۰ء میں ۳ مساجد اور ۴ مناور اور ۲ گرجوں کی تعمیر کے احکام نافذ ہوئے۔ ۱۲۰ مناور کی ترمیم اور ۲ گرجوں کی مرمت کا کام حکومت نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

منصف مزاج انصاف دوست احباب ان اعداد و شمار سے عروج و صرف کا اندازہ لگا کر اعلیحضرت کی بے تعصبی اور رواداری کا موازنہ کر کے دنیا میں اس کی مثال تلاش کریں۔

ذیل میں مذہبی آزادی اور رواداری کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمایئے۔

مذہبی آزادی اور رواداری (۱) موسیٰ ندی کے کنارے عدالت عالیہ اور شفاخانہ کی عمارتوں میں منہدم شدہ مندروں کے پرانے مندر تعمیر کرا دیئے گئے ہیں۔ آرائش شہر کے سلسلے میں اگر کسی جگہ کوئی دیول آگیا ہے۔ تو اسے ہندوؤں کے مذہبی احکام کے عین مطابق دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ اور نیا دیول بنا دیا گیا!

(۲) دیکاجی کے ریستوران کے سامنے عالی جناب نواب افسر جنگ بہادر کمانڈر اعظم افواج دولتِ آصفیہ نے مسجد تعمیر کرانی شروع کر دی۔ مسجد کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا دیول بھی تھا۔ مسجد کی عمارت تیار ہو چکی تھی۔ اوپر کے گنبد بننے باقی تھے۔ کہ حکومت کی طرف سے احکام امتناعی صادر ہو گئے۔ اور کمانڈر اعظم افواج نے مسجد کی تعمیر بند کر دی۔ آجکل اس عمارت کی منہدم شدہ حالت ہے۔ کیا کوئی ریاست یا برطانی ہند کا کوئی حصہ اس قسم کی مثال پیش کر سکتا ہے؟ کیا یہ حقائق تاجداران دکن کے تعصب کی مثالیں ہیں؟ کیا مذہبی آزادی اور رواداری کسی اور چیز کو کہتے ہیں۔ انصاف دوست ہندو ان سوالات کا جواب دیں۔ اور غور فرمائیں کہ جو افراد ان روشن حقائق کی موجودگی میں بھی شاہانِ دکن کو متعصب کہیں۔ وہ خود تعصب کے جوش میں اندھے ہیں یا نہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان بھر میں کوئی ہندو یہ شکائت نہیں کر سکتا۔ کہ دولت عالیہ آصفیہ نے کسی دور میں بھی ہندوؤں کو محض اس لئے نظرانداز کیا ہو کہ وہ ہندو ہے۔

(۳) موجودہ دور میں جب ہندوؤں کو اپنی آبادی بڑھانے کا خیال پیدا ہوا۔ اور شدھی کی تحریک شروع کی گئی تو اس کے اثرات ممالک محروسہ سرکار عالی تک پہنچے۔ اور آریوں کے پرچارک اچھوتوں اور غریب مسلمانوں کو "ہندو جاتی" میں ملانے کیلئے گئے اور اسلامی انجمنوں نے تبلیغ اسلام کی اجازت حاصل کرنی چاہی۔ لیکن ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ محکمہ امور مذہبی نے کسی بیرونی جماعت کو بلاتمیز اس سے کہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس تصادم و تقابل کی اجازت نہیں دی۔ ہندوؤں کی مقتدر ترین جماعت ہندو مہاسبھا کی شاخوں کا جال ہندوستان کے طول و عرض میں بچھا ہوا ہے۔ ہر جگہ کارندے موجود ہیں۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندوؤں کے معابد کی بےحرمتی یا مندروں کے پوجاریوں سے کسی قسم کا ناروا سلوک نہیں ہوا۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندو مہاسبھا کے دفتر کے کاغذات پچھلے دنوں تک اس قسم کی کسی شکائت کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

دَولتِ عالیہ آصفیہ
کی
غیر مسلم رعایا پروری

ذیل میں ہم ریاست حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے ان غیر مسلم معاشداران، معقولداران، تنخواہ داران، جاگیرداران منصبداران، وظیفہ خواران، اور یومیہ داران و ماہواردار ان کی ایک مجمل فہرست پیش کرتے ہیں جن کی سرکار ابد قرار دولت آصفیہ عالیہ سے معاش، معقول، منصب، جاگیر اور وظیفہ وغیرہ کی صورت میں پرورش ہو رہی ہے۔ اس کے مطالعہ سے عوام پر روشن ہو جائیگا کہ اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ اپنی رعایا برایا سے قطع نظر اس کے کہ وہ ہنود ہے یا مسلم۔ عیسائی ہے یا موسائی کس فراخدلی سے پرورش فرماتے ہیں۔ اور رعایا آپ کے شاہانہ فیض و کرم سے کس قدر مستفیض ہو رہی ہے۔ شمار و اعداد کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

تعداد غیر مسلم معاشداران مذہبی علاقہ سرکار عالی

ان معاشوں سے خدمت دیول، مندر، مٹھ اور دہرمسالہ وغیرہ مشروط ہے

میزان ضلع	معاش نقدی: روپیہ	آنہ	پائی	معاش اراضی: ایکڑ	گنٹہ	جاگیر
اورنگ آباد	۱۲۰۰۹	۴	۷	۲۰۷۸۷	۳	۲۰
پربھنی	۵۳۳۰	۴	۱	۱۶۷۱۸	۱۵	۹۰
بیڑ	۵۰۵۴	۱۵	۱۰	۲۵۲۳۹	۳	۷
ناندیڑ	۲۶۱۲	۱۱	۰	۸۲۸۴	۱۴	۹
گلبرگہ	۵۷۸۷	۱	۹	۳۱۷۹۴	۸	۱۱
رائچور	۱۲۸۰	۴	۷	۳۹۸۴۲	۲۷	۱۶
بیدر	۱۳۲۹	۸	۵	۱۵۲۲	۲۳	۳
عثمان آباد	۲۲۶۱	۱۵	۳	۱۱۲۱۶	۶	۸
ورنگل	۱۰۲۲۶	۶	۳	۲۵۳۸	۲۵	۳
کریم نگر	۲۲۵۴	۰	۰	۲۲۲۳	۰	۳½
آصف آباد	۳۹۲۲	۱۲	۰	۳۳۸۰	۲۲	۱۵
میدک	۴۹۶۶	۳	۹	۲۵۲۷	۱۹	۷
نظام آباد	۱۹۸۹	۲	۶	۶۰۳۴	۲۱	۱۴
محبوب نگر	۳۶۷۴	۱۲	۰	۸۸۴۸	۱۵	۱
نلگنڈہ	۲۱۴۴	۰	۰	۶۴۸۸	۰	۰
صدر میزان	۱۵۲۴۵۸	۰	۰	۲۰۱۹۸۷	۳	۱۱۸

اخراجات کلیسائے مسیحی

تعداد ۶ رقم ۱۴۷۱۵ روپے

تعداد غیر مسلم جاگیرداران مذہبی

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے جس کو ایک معلی

متصدی نے سند کے ذریعہ سے معطی الیہ کو عطا کیا ہو، خواہ وہ عطا مشروط بشرط خدمت ہو یا بلا شرط خدمت بطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کارگذاری کے صلہ میں۔

جن کا حاصل سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے۔						۴۶
"	"	۱۰۰	"	"	"	۴۶
"	"	۲۰۰	"	"	"	۴۴
"	"	۱۵۰	"	"	"	۴۲
"	"	۳۰۰	"	"	"	۴۲
"	"	۴۰۰	"	"	"	۴۰
"	"	۵۰۰	"	"	"	۴۰
"	"	۱۰۰۰	"	"	"	۱۹

تعداد غیر مسلم معاش یابان مذہبی از مرخاص مبارک

جن کی سالانہ یافت ۵۰ روپے سے زائد ہے						۲۵۵
"	"	۱۰۰	"	"	"	۲۰۱
"	"	۲۰۰	"	"	"	۳۱
"	"	۲۵۰	"	"	"	۲۳
"	"	۳۰۰	"	"	"	۴۴
"	"	۴۰۰	"	"	"	۲۳
"	"	۵۰۰	"	"	"	۸۵
جملہ						۸۵۲

تعداد غیر مسلم معاش یابان مذہبی علاقہ جاگیرات

جن کی یافت سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے۔						۱۸۱
"	"	۱۰۰	"	"	"	۸۱
"	"	۲۰۰	"	"	"	۱۱
"	"	۲۵۰	"	"	"	۶۰

جن کی یافت سالانہ ۳۰۰ روپے سے زائد ہے						۶
"	"	۴۰۰	"	"	"	۲
"	"	۵۰۰	"	"	"	۱۶
جملہ						۸۵۲

تعداد غیر مسلم معمولداران مذہبی حیدرآباد (دکن)

معمول سے مراد وہ عطا نقدی ہے جو ایک رقم معینہ میں معمولاً ایک وقت خاص میں ادا ہوتی ہے جیسے معمول دسہرہ وغیرہ اس کے لئے بھی معطی کے متقدر رہنے اور وجود سند کی شرط ہے۔

تعداد معمولداران ۱۵ رقم سالانہ چار ہزار ایکسو ستر روپے

تعداد غیر مسلم معمولداران سالانہ حیدرآباد دکن

تعداد ۳ رقم ۷۶۶ روپے ۱۴ آنے ۶ پائی

تعداد غیر مسلم معمولداران چہ ماہہ حیدرآباد دکن

تعداد ۲ رقم بیس روپے ایک آنہ ۹ پائی

تعداد غیر مسلم تنخواہ داران خاص مذہبی حیدرآباد دکن

ماہوار خاص جس کے معاوضہ میں کسی کام انجام دینا مشروط نہ ہو

تعداد ۲ رقم ۷۵ روپے ماہانہ،

عطیہ سلطنت آصفیہ برائے امرائے غیر مسلم

تعداد مواضعات ۵۸۴ مربع میل ۴۴۵۲ رقم آمدنی سالانہ ۱۶۶۰۸۶۰ روپے۔

عطیہ سلطنت آصفیہ بر سمستانات

تعداد مواضعات	مزروعہ رقبا	مربع میل	بیگہ	بام	محاصل روپے
۵۸۴	۶۰	۳۵۲۱	۲۵۹۰	[illegible]	[illegible]

غیر مسلم گزیٹیڈ عہدہ دار

تعداد	ماہوار	مختلف الاونس
۲۹۹	۱۵۵۵۸۶	۶۰۲۳ روپے ماہانہ

غیر مسلم خطاب یافتگان

راجہ راجایان مہاراجہ بہادر ۱ راجہ راجان بہادر ۱
بکری بلونت مہابہادر ۱ جیونت بہادر ۱
ونت بہادر ۴ راجہ بہادر ۱۷ راجہ ۲ ملک ۱
جنگ ۲ رانی ۱ جملہ ۳۱

تعداد غیر مسلم جاگیرداران ممالک محروسہ سرکار عالی

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے۔ جس کو ایک معطی مقتدر نے سند کے ذریعہ سے معطی لہ کو عطا کیا ہو۔ خواہ وہ عطا بشرط خدمت ہو یا بلا شرط خدمت بطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کارگذاری کے صلہ میں۔

میزان ضلع دار	تعداد مواضع	رقم محاصل پائی	آنہ	روپیہ
اورنگ آباد	۷۴	۹	۲	۱۱۸۵۴۳
پربھنی	۵۶	۹	۱۰	۱۱۴۳۴۴
بیڑ	۲۴	۸	۱۱	۶۴۷۶۵
ناندیڑ	۹۲	۱۱	۱۴	۱۷۲۵۲۹
میدک	۸۲	۲	۵	۷۹۳۰۱
نظام آباد	۴۶½	۶	۱۳	۱۷۷۸۸۹
نلگنڈہ	۶۰	۱۱	۸	۱۴۹۸۸۷
محبوب نگر	۱۵۰	۹	۱	۲۱۴۶۰۷
گلبرگہ	۶۱	۸	۱۴	۱۴۵۹۴۴
رائچور	۳۰۲	۱۰	۱	۴۰۱۱۰۷
صدر میزان	۱۳۱۵½	۹	۳	۲۰۹۶۹۳۶

تعداد غیر مسلم منصبداران علاقہ مخاص مبارک

جن کی یافت سالانہ ۲۵۰ روپے سے زائد ہے ۵
" " " " ۳۰۰ " " " ۶
جن کی یافت سالانہ ۴۰۰ روپے سے زائد ہے ۸
" " " " ۵۰۰ " " " ۱۱
" " " " ۶۰۰ " " " ۶
" " " " ۹۰۰ " " " ۶
" " " " ۱۲۰۰ " " " ۵
" " " ۱۲۰۰ سے زائد ہے ۴
جملہ ۵۱

تعداد غیر مسلم منصبداران حیدرآباد دکن

تعداد ۴۰۸ رقم ماہانہ ۱۶۸۴۰ روپے ۱۲ار۲ پائی

تعداد غیر مسلم منصبداران اضلاع سرکار عالی

جو ۲۰۰ روپے سے زائد کسی مقدار تک منصب پاتے ہیں۔ ۲۹۵
۱۵۰۰ " " " ۲۶۳
۳۰۰۰ " " " ۲۳۳
۴۰۰۰ " " " ۱۸۵
۵۰۰۰ " " " ۱۴۸
۶۰۰۰ " " " ۱۱۷
۹۰۰۰ " " " ۶۸
۱۲۰۰۰ " " " ۴۱
جملہ ۱۳۴۹

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران خیرات و مبرات

تعداد ۲۰ رقم ماہانہ ۱۷۹ روپے

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران ملکی حیدرآباد دکن

تعداد ۲۴۴ رقم ماہانہ ۴۲۹۳ روپے

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران خدمت

تعداد ۱۰۱۹ رقم ۳۷۴۳۷۱ روپے ماہانہ

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران مدنی حیدرآباد دکن

تعداد ۲۰ رقم ۵۲۹ روپیہ ماہانہ

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران شمول اضلاع ممالک محروسۂ سرکار عالی

وظیفہ ایک حین حیاتی عطیہ نقدی کا نام ہے۔ جس کا تقرر ماہواری حساب پر مبنی ہوتا ہے۔

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ہے	۵۳۰
″ ″ ۳۰۰ ″ ″ ″	۳۱۰
″ ″ ۶۰۰ ″ ″ ″	۳۰۲
″ ″ ۹۰۰ ″ ″ ″	۱۳۶
″ ″ ۱۲۰۰ ″ ″ ″	۱۰۴
″ ″ ۱۵۰۰ ″ ″ ″	۸۹
″ ″ ۱۸۰۰ ″ ″ ″	۸۱
″ ″ ۲۴۰۰ ″ ″ ″	۶۳
″ ″ ۳۰۰۰ ″ ″ ″	۴۱
″ ″ ۳۶۰۰ ″ ″ ″	۳۲
″ ″ ۴۲۰۰ ″ ″ ″	۲۲
″ ″ ۵۰۰۰ ″ ″ ″	۱۸
جملہ	۱۱۷۸

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران علاقہ صرفخاص مبارک

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے۔	۶
اور جن کی آمدنی ۳۰۰ ″ ″ ″ ″	۴
جملہ	۱۰

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران علاقہ جاگیرات

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے	۲۱۸
″ ″ ۶۰۰ ″ ″ ″	۲۳
جن کی آمدنی ۹۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے	۱
″ ″ ۵۰۰۰ ″ ″ ″	۱
جملہ	۳۴۷

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران افواج سرکار عالی

جو ۲۵ روپے سے زائد سالانہ وظیفہ پاتے ہیں	۵۵۷
″ ۵۰ ″ ″ ″ ″	۵۳۹
″ ۱۰۰ ″ ″ ″ ″	۱۹
″ ۱۵۰ ″ ″ ″ ″	۶۹
″ ۲۰۰ ″ ″ ″ ″	۴۹
″ ۳۰۰ ″ ″ ″ ″	۲۰
″ ۴۰۰ ″ ″ ″ ″	۱۵
″ ۵۰۰ ″ ″ ″ ″	۱۳
″ ۶۰۰ ″ ″ ″ ″	۱۳
جملہ	۱۵۹۴

تعداد غیر مسلم یومیہ داران سالانہ حیدرآباد دکن

یومیہ بمعنی روزینہ، اس عطیہ سرکاری کو کہتے ہیں۔ جو بعوض خدمت یا بلا کسی خدمت کے معطی مقتدر سے معطی لہ کے نام بذریعہ سند جاری ہے۔

تعداد ۱۷ رقم ۲۰۹۹ روپے ۱۲ر ۶ پائی

تعداد غیر مسلم یومیہ داران ششماہہ حیدرآباد دکن

تعداد ۳۳ رقم ۱۴۸۲ روپے ۷ر ۶ پائی

تعداد غیر مسلم یومیہ داران ماہانہ حیدرآباد دکن

تعداد ۱۴ رقم ۳۴۷ روپے ۱۲ر ۳ پائی

تعداد غیر مسلم ماہوار یابان خاص حیدرآباد دکن

تعداد ۵۱ رقم ۱۵۴۵ روپے

تعداد غیر مسلم یومیہ داران اضلاع سرکار عالی

جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں۔				۹
" ۲۵۰	"	"	"	۴
" ۳۰۰	"	"	"	۴۲
" ۴۰۰	"	"	"	۸
" ۵۰۰	"	"	"	۴
" ۶۰۰	"	"	"	۱۷
" ۹۰۰	"	"	"	۵
" ۴۰۰۰	"	"	"	۱

جملہ ۹۰

تعداد غیر مسلم یومیہ داران از صرفخاص مبارک

جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں۔				۲
" ۲۵۰	"	"	"	۱
" ۳۰۰	"	"	"	۴
" ۴۰۰	"	"	"	۳
" ۶۰۰	"	"	"	۳

جملہ ۱۳

تعداد غیر مسلم ماہوار داران خاص اضلاع سرکار عالی

ماہوار خاص جس کے معاوضہ میں کسی خدمت کا انجام دینا مشروط نہ ہو۔

جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ماہوار پاتے ہیں۔				۳
" ۲۵۰	"	"	"	۴
" ۳۰۰	"	"	"	۷
" ۴۰۰	"	"	"	۶
" ۵۰۰	"	"	"	۴

جو ۶۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ماہوار پاتے ہیں				۷
" ۹۰۰	"	"	"	۱

جملہ ۳۱

تعداد غیر مسلم یومیہ داران و ماہواریان خاص متعلقہ جاگیرات

جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں				۷
" ۲۵۰	"	"	"	۴
" ۳۰۰	"	"	"	۱۰
" ۴۰۰	"	"	"	۳
" ۵۰۰	"	"	"	۲
" ۶۰۰	"	"	"	۱
" ۹۰۰	"	"	"	۱
" ۱۲۰۰	"	"	"	۱

جملہ ۲۹

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران اضلاع سرکار نظام

پٹہ دار وہ شخص ہے، جو براہ راست سرکار کو مالگذاری ادا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ پٹہ دار کی آمدنی یہ ہے

مرہٹواری میں [illegible] فیصدی سالانہ منافع اور تلنگانہ میں [illegible] روپے۔

اجارہ دار دیہہ کم آباد یعنے جس کا محاصل سالانہ ۱۵۰ روپے سے زیادہ نہ ہو۔ یا دیہہ بے چراغ تیس سال تک اجارہ سے دیئے جاتے ہیں۔

اورنگ آباد	۴۷۶۲
بیڑ	۳۱۴۵
پربھنی	۳۹۱۲۷
ناندیڑ	۴۲۷۹۷

[illegible]	۳۶۳۵۶
رائچور	۷۶۷۲۲
عثمان آباد	۱۱۸۴۲
بیدر	۲۱۴۳۰
ورنگل	۵۸۵۳۴
کریم نگر	۶۷۸۳۶
آصف آباد	۶۳۰۶۲
میدک	۴۱۳۹۴
نظام آباد	۴۳۴۶۰
محبوب نگر	۳۹۴۲۳
نلگنڈہ	۶۸۰۵۰
میزان	۶۸۹۰۴۷

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ صرفِ خاص مبارک

اورنگ آباد	۳۶۷۲
بیڑ	۳۳۲۲
پربھنی	۴۰۶۲
عثمان آباد	۱۷۰۰۴
گلبرگہ	۲۸۳۵۲
بیدر	۴۶۰۲
ضلع اطراف بلدہ	۳۰۳۹۶
میزان	۹۰۴۱۰

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ جاگیرات

اورنگ آباد	۱۰۵۰۱۴
بیڑ	۶۴۵۶۲
پربھنی	۷۸۹۹
ناندیڑ	۱۱۷۳۹
گلبرگہ	۳۸۷۰۲
رائچور	۳۱۳۰۷
عثمان آباد	۸۳۲۴
بیدر	۲۶۹۰۸
ورنگل	۱۲۸۴۷
کریم نگر	۱۸۹۳۶
آصف آباد	۵۹۰۴
میدک	۱۹۹۷۹
نظام آباد	۲۴۹۵۳
محبوب نگر	۱۲۶۴۱
نلگنڈہ	۵۹۵۳
اطراف بلدہ	۲۶۸۸
میزان	۲۴۳۷۵۶

میزان غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ سرکارِ نظام
بہ لحاظ محاصل اراضی

جو سالانہ ایک روپیہ سے زائد محاصل کی اراضی پر قابض ہیں					۷۸۹۰۴۷
"	۵۰ "	"	"	"	۱۵۰۴۰۵
"	۱۰۰ "	"	"	"	۶۱۹۹۹
"	۲۰۰ "	"	"	"	۲۲۵۹۵
"	۲۵۰ "	"	"	"	۱۴۴۹۷
"	۳۰۰ "	"	"	"	۱۰۱۳۴
"	۴۰۰ "	"	"	"	۵۷۷۰
"	۵۰۰ "	"	"	"	۳۴۵۶
				جملہ	۹۵۷۹۰۳

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ صرفخاص مبارک

به لحاظ محاصل اراضی

جن کے قبضہ میں ۵۰ روپے سالانہ تک محاصل کی اراضی ہے ۶۸۲۳۰

〃	〃	۱۰۰	〃	۱۳۳۶۲
〃	〃	۲۰۰	〃	۶۱۸۲
〃	〃	۲۵۰	〃	۹۶۸
〃	〃	۳۰۰	〃	۶۱۹
〃	〃	۴۰۰	〃	۴۷۹
〃	〃	۵۰۰	〃	۶۴۴
〃	〃	۵۰۰ سے زائد	〃	۳۲۶

میزان ۶۰۴۱۰

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران از جاگیرات

به لحاظ محاصل اراضی

جن کے قبضہ میں ۵۰ روپے سالانہ تک محاصل کی اراضی ہے ۱۷۵۹۸۱

〃	〃	۱۰۰	〃	〃	〃	۳۷۸۱۲
〃	〃	۲۰۰	〃	〃	〃	۱۹۹۹۲
〃	〃	۲۵۰	〃	〃	〃	۳۸۳۱
〃	〃	۳۰۰	〃	〃	〃	۲۱۲۶
〃	〃	۴۰۰	〃	〃	〃	۱۸۳۳
〃	〃	۵۰۰	〃	〃	〃	۹۶۷
〃	〃	۵۰۰ سے زائد	〃	〃	〃	۱۲۱۴۰

جملہ ۲۴۳۷۸۶

تعداد غیر مسلم انعام داران علاقہ سرکار نظام

اراضی انعام اس قطعہ اراضی کا نام ہے۔ جو خارج از جملہ ہوتا ہے اور صرف بطور معافی معطی الیہ کو عطا کیا جاتا ہے

جن کی یافت ۵۰ روپے سالانہ تک ہے۔ ۳۶۴۹۷

〃	〃	۱۰۰	〃	۲۲۸۶
〃	〃	۲۰۰	〃	۹۸۷
〃	〃	۲۵۰	〃	۱۷۲
〃	〃	۳۰۰	〃	۱۱۳
〃	〃	۴۰۰	〃	۱۲۰
〃	〃	۵۰۰	〃	۸۰
〃	〃	۵۰۰ سے زائد	〃	۳۷۴

جملہ ۴۰۶۲۹

تعداد غیر مسلم انعام داران علاقہ صرفخاص مبارک

جن کی یافت ۵۰ روپے سالانہ تک ہے ۶۷۲۶

〃	〃	۱۰۰	۶۲۷
〃	〃	۲۰۰	۹۶۸
〃	〃	۲۵۰	۷۵
〃	〃	۳۰۰	۲۴
〃	〃	۴۰۰	۲۰
〃	〃	۵۰۰	۲۳
〃	〃	۵۰۰	۱۰۴

جملہ ۸۵۲۷

تعداد غیر مسلم انعامداران علاقہ جاگیرات

جو سالانہ ۵۰ روپے تک پاتے ہیں۔ ۲۰۰۱۰

〃	〃	۱۰۰	〃	〃	〃	۱۸۸۸
〃	〃	۲۰۰	〃	〃	〃	۷۸۴
〃	〃	۲۵۰	〃	〃	〃	۱۶۱
〃	〃	۳۰۰	〃	〃	〃	۱۰۵

جو سالانہ ۴۰۰ روپے تک پاتے ہیں۔	۹۳
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۵۴
،، ،، ۵۰۰ ،، سے زائد ،،	۱۹۶
جملہ	۲۳۲۸۹

غیر مسلم رسومداران علاقہ سرکار نظام

رسومدار وہ شخص ہے جو سرکار سے رسوم (ایک عطیہ نقدی کا نام ہے) پاتا ہے۔

جو سالانہ ۵۰ روپے تک پاتے ہیں	۹۱۰
،، ،، ۱۰۰ ،، ،، ،،	۴۴۷
،، ،، ۲۰۰ ،، ،، ،،	۳۶۸
،، ،، ۲۵۰ ،، ،، ،،	۸۸
،، ،، ۳۰۰ ،، ،، ،،	۶۸
،، ،، ۴۰۰ ،، ،، ،،	۸۹
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۵۱
،، ،، ۵۰۰ ،، سے زائد ،،	۱۶۸
جملہ	۲۰۰۹

غیر مسلم رسومداران علاقہ صرفخاص مبارک

جو سالانہ ۵۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں۔	۳۸
،، ،، ۱۰۰ ،، ،، ،،	۲۲
،، ،، ۲۰۰ ،، ،، ،،	۲۶
،، ،، ۲۵۰ ،، ،، ،،	۱۲
،، ،، ۳۰۰ ،، ،، ،،	۱۲
،، ،، ۴۰۰ ،، ،، ،،	۵
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۴
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۱۸
جملہ	۱۴۷

غیر مسلم رسومداران علاقہ جاگیرات

جو سالانہ ۵۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں۔	۵۱۸
،، ،، ۱۰۰ ،، ،، ،،	۱۳۹
،، ،، ۲۰۰ ،، ،، ،،	۱۳۱
،، ،، ۲۵۰ ،، ،، ،،	۲۸
،، ،، ۳۰۰ ،، ،، ،،	۲۰
،، ،، ۴۰۰ ،، ،، ،،	۲۴
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۲۰
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۱۱۵
جملہ	۱۰۰۵

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میراثداران علاقہ سرکار نظام

جب تالاب کا پانی کھیت کو دیا جاتا ہے تو ہر کھیت کے قابض سے بمعاوضہ سیرابی جو رقم لی جاتی ہے اس کو دستبند کہتے ہیں۔

میراث دار وہ شخص ہے جس کو بصلہ تیاری تالاب بطور معاش استمراری مقررہ تعداد میں رقم دی جاتی ہے۔

جو ایک سَو روپے تک سالانہ پاتے ہیں	۱۶۸
،، ،، ۲۰۰ ،، ،، ،،	۱۲۴
،، ،، ۲۵۰ ،، ،، ،،	۳۴
،، ،، ۳۰۰ ،، ،، ،،	۲۴
،، ،، ۴۰۰ ،، ،، ،،	۲۴
،، ،، ۵۰۰ ،، ،، ،،	۲۴
،، ،، ۵۰۰ ،، سے زائد ،،	۲۸
جملہ	۴۳۳

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میشرادارن علاقہ صرفخاص مبارک

جو سالانہ ۲۰۰ روپیہ تک پاتے ہیں	۳

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میشرادارن علاقہ جاگیرات

جو سالانہ ۱۰۰ روپیہ تک پاتے ہیں	۳
〃 〃 ۲۰۰ 〃 〃 〃 〃	۱
〃 〃 ۵۰۰ 〃 〃 〃 〃	۲
جملہ	۶

تعداد غیر مسلم وکلاء

یہ اعداد پانچ سال قبل کے ہیں۔ اب اس میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

مقام	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم
حیدرآباد	۶ بیرسٹر اور ۲۴ درجہ اول	۲۷	۳۲
اورنگ آباد	۸ 〃	۹	۳۸
بیڑ	۲ 〃	۵	۷۵
پربھنی	۲ 〃	۴	۴۸
ناندیڑ	۱ 〃	۶	۳۵
گلبرگہ	۱۳ 〃	۲۸	۴۵
رائچور	۵ 〃	۱۷	۴۹
عثمان آباد	۲ 〃	۳	۵۸
بیدر	۴ 〃	۱۰	۵۷
میدک	۱ 〃	۰	۱۰
نظام آباد	۲ 〃	۰	۲۶
محبوب نگر	۱ 〃	۰	۵
نلگنڈہ	۱ 〃	۰	۷
ورنگل	۳ 〃	۱۳	۲۸
کریم نگر	۰ 〃	۲	۱۰
عادل آباد	۱ 〃	۰	۱۶
اطراف بلدہ	۱ 〃	۰	۷
جملہ	۱۱۵	۱۲۵	۵۶۵

تعداد غیر مسلم ملازمین افواج سرکار عالی

جو سالانہ ۶۰۰ روپے تک ماہوار پاتے ہیں	۴۰۹
〃 〃 ۹۰۰ 〃 〃 〃	۴۹
〃 〃 ۱۲۰۰ 〃 〃 〃	۳۵
〃 〃 ۱۵۰۰ 〃 〃 〃	۲۹
〃 〃 ۱۸۰۰ 〃 〃 〃	۱۱
〃 〃 ۲۴۰۰ 〃 〃 〃	۱۶
〃 〃 ۳۰۰۰ 〃 〃 〃	۴
〃 〃 ۳۶۰۰ 〃 〃 〃	۶
〃 〃 ۴۲۰۰ 〃 〃 〃	۲
〃 〃 ۵۰۰۰ 〃 〃 〃	۴
〃 〃 ۵۰۰۰ 〃 〃 〃	۱۸
جملہ	۶۰۳

تعداد غیر مسلم ملازمین افواج علاقہ صرفخاص مبارک

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۱۲۱
〃 〃 ۹۰۰ 〃 〃	۵
〃 〃 ۱۲۰۰ 〃 〃	۳
〃 〃 ۱۵۰۰ 〃 〃	۱
〃 〃 ۱۸۰۰ 〃 〃	۳
〃 〃 ۲۴۰۰ 〃 〃	۲

جن کی ماہوار سالانہ ۵۰۰۰ روپے تک ہے ۲

" ۵۰۰۰ سے زائد ہے ۱

جملہ ۱۳۸

غیر مسلم ملازمین افواج علاقہ جاگیرات

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے ۲۰

" " ۹۰۰ " " ۴

" " ۱۵۰۰ " " ۱

" " ۲۴۰۰ " " ۲

" " ۳۰۰۰ " " ۱

جملہ ۲۸

تعداد غیر مسلم ملازمین سول علاقہ سرکار نظام

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے ۱۷۰۹

" " ۹۰۰ " " ۲۸۷

" " ۱۲۰۰ " " ۱۲۵

" " ۱۵۰۰ " " ۸۹

" " ۱۸۰۰ " " ۹۵

" " ۲۴۰۰ " " ۵۶

" " ۳۰۰۰ " " ۳۵

جملہ ۲۳۵۰

تعداد غیر مسلم ملازمین دفاتر صرفخاص مبارک

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے ۷۴

" " ۹۰۰ " " ۱۱

" " ۱۲۰۰ " " ۴

" " ۱۸۰۰ " " ۲

" " ۲۴۰۰ " " ۲

جن کی ماہوار سالانہ ۵۰۰۰ سے زائد ۱

جملہ ۹۵

تعداد غیر مسلم ملازمین علاقہ جاگیرات

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے ۱۷۲

" " ۹۰۰ " " ۳۸

" " ۱۲۰۰ " " ۱۸

" " ۱۵۰۰ " " ۷

" " ۱۸۰۰ " " ۱۲

" " ۲۴۰۰ " " ۵

" " ۳۰۰۰ " " ۱

" " ۳۶۰۰ " " ۱

" " ۵۰۰۰ سے زائد ہے ۳

جملہ ۲۵۷

تعداد غیر مسلم متعہد داران جنکو دفاتر سے تعہد ملتے ہیں

جن کی آمدنی ۳۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ہے ۴۳۲

" " " ۶۰۰ " " ۳۲۱

" " " ۹۰۰ " " ۲۴۴

" " " ۱۲۰۰ " " ۱۰۴

" " " ۱۵۰۰ " " ۱۹۱

" " " ۱۸۰۰ " " ۱۴۴

" " " ۲۴۰۰ " " ۱۰۹

" " " ۳۰۰۰ " " ۹۳

" " " ۳۶۰۰ " " ۷۷

" " " ۴۱۰۰ " " ۷۲

" " " ۵۰۰۰ " " ۱۷

~~۱۸۰۲~~

تعدادِ غیر مسلم ذکور متعمر زائد از بست سال جو ممالکِ محروسہ سرکارِ عالی میں آباد ہیں

مذہب	کل تعداد	تعدادِ خواندگان
ہندو	۳۲۴۳۹۹۳	۲۰۲۰۹۹
جین	۶۵۶۸	۳۲۷۴
سکھ	۱۹۷۱	۶۲۱
عیسائی	۱۷۰۲۴	۷۳۳۴
پارسی	۶۰۰	۵۵۴
انمبٹ	۷۴۰۳۱	۱۲۳
آریہ	۵۴	۳۰
برہمو	۱۴	۱۱
بدہسٹ	۴	۴
یہودی	۵	۵
جملہ	۳۳۴۳۹۶۴	۲۱۴۰۶۴

مجموعی تعدادِ غیر مسلم رعایا جو دولتِ آصفیہ سے معاش پاتے ہیں

(اراضی، نقدی، ماہانہ)

(۱) غیر مسلم امرائے عظام ۴

(۲) غیر مسلم والیان سمستان ۱۳

(۳) غیر مسلم جاگیرداران و مقطعہ داران ۶۳۳

(۴) غیر مسلم منصبداران ۲۹۵

(۵) غیر مسلم جاگیرداران مذہبی ۴۶

(۶) غیر مسلم معاشداران مذہبی ۱۱۵۶

(۷) غیر مسلم معمولداران و تنخواہ داران مذہبی ۲۲

(۸) غیر مسلم وظیفہ خواران ۳۶۲۹

(۹) غیر مسلم یومیہ داران و ماہوار داران خاص ۱۶۳

(۱۰) غیر مسلم پنشن داران و اجارہ داران ۱۰۲۳۲۱۳

(۱۱) غیر مسلم انعامداران ۷۲۴۴۵

(۱۲) رسومداران ۳۱۵۱

(۱۳) غیر مسلم دستبنداران و میراثداران ۴۴۲

(۱۴) غیر مسلم گزشتہ عہدیداران ۲۹۹

(۱۵) غیر مسلم ملازمین علاقہ سول و فوج ۳۵۷۱

میزان ۱۱۰۹۰۸۱

(نوٹ)

کل خواندہ غیر مسلم آبادی نے مقررہ معاش پانے والوں کی تعداد آٹھ لاکھ پچانوے ہزار اٹھارہ سے زائد ہے۔ تعہد اور وکلا جن کی آمدنی غیر معین ہوتی ہے۔ اگر ان کی تعداد بھی ملالی جائے۔ تو مستفیدین کی تعداد خواندہ غیر مسلم آبادی سے بقدر سے آٹھ لاکھ ستانوے ہزار سات سو پچیس سے زیادہ ہوتی ہے۔

تصحیح

نکتہ توحید مطبوعہ القریش ماہ فروری کے دوسرے بند کے پہلے مصرعہ میں "مقام عشق" کی بجائے مقام عیش شائع ہوگیا ہے۔ ناظرین صحت کرلیں۔

صفحہ ۴۰ فرخندہ بنیاد حیدر آباد کے تحت کالم ۱ میں "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبی است" کی بجائے "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است" درست کرلیں۔

دُرِّ نبوّت

(از مولینا غلام مصطفٰے صاحب ذوقی چاندپوری (مظاہری))

رفعتوں میں خیمہ زن چرخِ اخضریں نہ تھا
پستیوں میں خود فگن بسترِ زمیں نہ تھا
ہاں جہانِ زار میں
اک محیطِ زار تھا

جس میں احتیاط سے جھلملا رہا تھا نور
جوششِ نشاط سے کھکھلا رہا تھا نور
فرطِ اہتزار میں
منظرِ بہار تھا

گو کہ اس میں مستتر جذبۂ خروش تھا
رعبِ خاص سے مگر سربسر خموش تھا
اپنی جائے ناز میں
برسرِ قرار تھا

چھا رہا تھا ہر طرف اک سکونِ لطف ریز
ہو رہا تھا ہر طرف اضطرابِ شور خیز
کیتمِ احتراز میں
حشرِ اضطرار تھا

وہ محیطِ مستوی جزر و مد سے دور تھا
ظاہری و باطنی! مستیوں میں چور تھا
جوشِ کیف ساز میں
قلزمِ خمار تھا

سطح پُرسکوں نہ تھی موج زارِ اضطراب
شورشِ دروں نہ تھی آبشارِ اضطراب
خامشی کے ساز میں
شورِ نغمہ بار تھا

جم رہا تھا خود بخود جذبہ رکود سے
تھم رہا تھا خود بخود قوتِ جمود سے
چشمِ امتیار میں
شیشۂ نگار تھا

جبکہ شوق دیکھ چکا رخصتیں سکون کی
اور خوب لے چکا انجماد دون کی
جبکہ قیدِ ناز میں
بند انتشار تھا

چل پڑی ہوائے مست مستیاں لئے ہوئے
جیسے کوئی مے پرست جام مل پئے ہوئے
کیفِ جاں گداز میں
اب کہاں قرار تھا

ہر قدم پہ لغزشیں بارنع خرام تھیں
ہوش کی ترادشیں کیف التیام تھیں
نشۂ دراز میں ؛
جھومنا بھی بار تھا

سطح پر مچل پڑیں جب وہ جھومتی ہوئی
گر کے پھر اچھل پڑی منہ کو چومتی ہوئی

قلزم گداز میں
اب یہ اضطرار تھا
اُمڈ کے آرہی تھی موج — ہر طرف سے فوج فوج
جس طرح سے کوئی فوج — آرہی ہو موج موج
پستی و فراز میں
مضطرب قرار تھا
جب وہ قلزمِ شرف — جوش میں اُبل پڑا
ایک تہ نشیں صدف — یک بیک نکل پڑا
جس کے بطنِ ناز میں
دُرِ شاہوار تھا
اسکی ہر جھلک میں تھیں — جلوہ گر حقیقتیں
اسکی ہر چمک میں تھیں — مستتر طریقتیں
عالمِ مجاز میں
جس کا انتظار تھا

گردشِ نظام سے — وہ گھڑی بھی آگئی
اس کے نورِ عام سے — روشنی سی چھا گئی
گلشنِ حجاز میں
جلوۂ بہار تھا
اس کا اسمِ پاک تھا — مصطفٰے و مجتبےٰ
اس کا جسمِ پاک تھا — پیکرِ خدا نما
حسنِ حق طراز میں
شمعِ جلوہ بار تھا
اس پہ تا ابد رہیں — رحمتوں کی بارشیں
رحمتیں کیا کریں — دم بہ دم تراوشیں
رات اس نیاز میں
ذوقِ نے فگار تھا

ایک جانکاہ حادثہ

مکرمی پیر شیر محمد صاحب شوکت صدیقی سیکرٹری ڈسٹرکٹ کمیٹی فیروزپور تحریر فرماتے ہیں۔ کہ پیر اکبر علی صاحب رئیس اعظم بستہ کلاں کے فرزند میاں ہمت علی نے عین عالمِ شباب میں ۱۶ر فروری ۱۹۳۹ء کو بقضائے الٰہی اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو داغِ مفارقت دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد

دنیا فنا کا مقام ہے۔ ہر متنفس کو ایک دن جہان فانی سے کوچ کرنا ہے۔ لیکن جوانا مرگ ایک ایسا جانکاہ صدمہ ہوتا ہے کہ بڑے تحمل سے متحمل اور صابر سے صابر انسان بھی بیقرار ہو جاتا ہے۔ اور تاب برداشت نہیں لاسکتا۔ پیر علی اکبر صاحب بودلہ برادری کے ایک معتدر معزز شخص ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ لیکن یہ صدمہ کچھ ایسا ناگزیر ہوا ہے۔ کہ دنیا اندھیر ہوگئی۔ دعا ہے کہ قادر و توانا آپ کو صبر کی توفیق دے۔ اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے۔ ۲۶ر فروری کو ڈسٹرکٹ کمیٹی کا اجلاس تھا۔ جو اسی صدمہ کی وجہ سے ملتوی ہوگیا۔ غالباً آئندہ اجلاس بھی نہ ہوسکے گا۔

ارمغانِ اُلفت

دوسرا باب

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسٹر بشیر محمد پور کے ایک ذی وقار خاندان کے جس کی شرافت شہر بھر میں مسلم ہے۔ نور دیدہ ہیں۔ اپنے ملک کے ایک ممتاز کالج سے بی اے پاس کیا ہے۔ ماں باپ کا اکلوتا فرزند ہونے کی وجہ سے ان کی پرورش ناز و نعم میں ہوئی اور ان کے والد ماجد مولوی محمد ابراہیم صاحب نے طفولیت کی پہلی منزل سے لیکر آخری منزل تک ان کی ہر آرزو کو ان کی ہر تمنا کو اپنی بے پایاں شفقت کے دامنوں میں زریں بنائے رکھا اگرچہ مولوی صاحب کے گاؤں "خالد والا" کی آمدنی اسقدر زیادہ نہ تھی۔ کہ ان کے دروازے پر شانِ نوابی کی جھلک دکھا سکتی۔ مگر پھر بھی وہ شہر کے ممتاز اور سربر آوردہ رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے لختِ جگر کو ایک عالم دین ہونے کے باوجود دینی تعلیم سے اغماض کرتے ہوئے انگریزی اعلیٰ درجہ تک پڑھانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور مسٹر بشیر اس مسئلہ میں انہیں جو کچھ کہتے رہے وہ بے تامل مانتے رہے۔

شروع شروع میں بشیر کی آزاد خیالی اور صوم و صلوٰۃ سے لاپرواہی ان کے لئے سوہانِ روح بنی رہی۔ اور وہ اس کو اس روش پر تنبیہ بھی فرماتے رہے۔ لیکن

> سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل
> چو پُر شد نشاید گرفتن بہ پیل

کے مصداق اس کا یہ انداز ہر تنبیہ سے چونکہ بے نیاز ہو چکا تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے "قہرِ درویش برجانِ درویش" کہتے ہوئے اس خیال سے کہ صاحبزادہ تہذیب حاضرہ کے سحرِ ادب سوز سے چمک کر زیادہ سرزنش کو اپنی توہین خیال کرتا ہوا عیسائی نہ ہو جائے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا۔ کہ تعلیم کے بہانے زائر لنڈن بنے۔ اور مغربی طور و طریق کے حصول میں جو کمی یہاں باقی رہ گئی ہے وہ وہاں جاکر پوری کرے۔ مگر مولوی صاحب نے اس خیال سے کہ وہاں جاکر یہ اور آزاد ہو جائیگا۔ اس کی یہ تجویز ماننے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اگرچہ بشیر نے بہت اصرار کیا۔ اور مولوی صاحب کے چیدہ احباب سے بھی کہلوایا۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور "منہ" کے بعد اس معاملہ میں "ہاں" نہ کی۔

بشیر کی نشستگاہ یا ڈرائنگ روم مردانہ مکان کا ایک حصہ ہے۔ جس میں علاوہ گول کمرے کے دو چھوٹے بغلی کمرے ہیں ایک ڈریسنگ کمرہ ہے۔ اور دوسرا "ریڈنگ روم" ہے ڈریسنگ کمرے کے ساتھ برآمدہ میں غسلخانہ ہے۔ برآمدہ کی محرابوں میں قسم قسم کے پھول دار پودے گملوں میں لگا کر رکھے گئے ہوئے ہیں۔ گول کمرہ میں قدرتی مناظر کی چند نیک تصویریں دیواروں کو زیب دے رہی ہیں۔ انگیٹھی کے نقلی بنڈے پر جس کو زرد ساٹن کا ٹکڑا ڈال کر ڈھانکا گیا ہوا ہے چند

ایک عکسی تصویریں گلدانوں کے ساتھ ساتھ رکھی ہوئی
ہیں۔ کمروں میں سامان گو مختصر سا ہے۔ مگر نہایت مدہ وترتیب
کے ساتھ پڑا ہوا مسٹر بشیر کے مغربی مذاق کی تعریف
کر رہا ہے۔

مسٹر بشیر کاؤچ پر لیٹے ہوئے برقی پنکھے کی ہوا کے
ساتھ ساتھ زیر لب گنگنا رہے تھے۔ کہ "السلام علیکم"
کی آواز سے چونک کر بے ساختہ بول اٹھے۔ کون؟ حامد

حامد:۔ آج آپ کچھ کھوئے ہوئے سے معلوم ہوتے
ہیں۔ صبح باغ میں بھی آپ کا چہرہ اس کی غمازی کر رہا تھا

بشیر:۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ آجکل کوئی شغل
تو ہے نہیں۔ کہ دل بہلا رہے۔ یہ خیال کرکے کہ آپ سے
تبادلہ خیالات کرکے وقت اچھا گذر جائے گا۔ آپ کو تشریف
لانے کی تکلیف دی۔

حامد:۔ آپ کا قیصری باغ میں زور سے وعدہ لینا یہ
ظاہر نہیں کرتا۔ کہ آپ نے محض شرف ملاقات بخشنے کو بلایا ہو

بشیر:۔ (آہ کھینچکر) میں نے عرض کیا ہے۔ کہ کوئی
بات نہیں۔ آپ سے ملے عرصہ ہو گیا تھا۔ اس لئے ....

حامد:۔ (بات کاٹ کر) کاش کہ آپ کے دل وزبان
ایک ہوتے۔ آپ اپنے دل کا اضطراب لاکھ چھپانے کی
کوشش کریں۔ پریشانی آپ کی پیشانی پر رقص کر رہی ہے
مگر آپ معاف فرمائیں۔ تو میں یہ عرض کر دوں۔ کہ جس معاملہ
کے لئے آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ وہ معاملہ آپ دانستہ مجھ
سے چھپا رہے ہیں۔ بشیر میں حلفیہ کہتا ہوں۔ کہ آپ کے
دل میں کوئی بات ہے۔ جو آپ کو تکلیف دے رہی ہے۔
آپ افشائے راز کا خوف دل میں نہ لائیں۔ بلا تکلف کہدیں
آپ کا یہ راز ہوگا۔ اور میرا سینہ اگرچہ آپ کے چہرے کا اتار
چڑھاؤ آپ کی دلی کوفت کی خبر دے رہا ہے۔ مگر اس پر بھی
آپ اپنا مافی الضمیر مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے
کہ آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں۔ اگر اعتماد ہوتا۔ تو یہ صورت نہ ہوتی

بشیر:۔ (خجالت سے) آپ نے اس تاخیر کے غلط معنے
لئے ہیں۔ آپ یہ خیال نہ کریں۔ کہ میں اپنے دل کا حال آپ
سے اس لئے نہیں کہتا۔ کہ آپ پر مجھ کو اعتبار نہیں۔ آپ
اس وہم کو دل کے پاس بھی نہ پھٹکنے دیں۔ مجھے جتنا اعتبار
آپ پر ہے۔ اتنا تو اپنی ذات پر بھی نہیں۔ دیر کرنے سے صرف
میرا مقصد یہ تھا۔ کہ میں اپنے اضطراب کو دبا کر اپنا قصہ غم
جس نے مجھے سیماب خو بنا رکھا ہے۔ آپ کی خدمت میں
عرض کروں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ شدت غم میں
جو بات کہنے کی ہوتی ہے۔ پورے طور پر بیان نہیں ہو سکتی

حامد:۔ اظہار غم بھی ایک طرح پر علاج غم ہے۔ کیونکہ
اس طرح انسان کا دل بہت ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور کوفت
جاتی رہتی ہے۔

بشیر:۔ (لمبی آہ کھینچکر) پیارے حامد کہوں تو کیا
کہوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ عرض کرتے بھی شرم
آتی ہے۔ آپ مجبور کر رہے ہیں۔ کہے دیتے ہوں۔ مجھے ایک
ایسا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ جس کا علاج بادی النظر میں
محال ہے۔ میں اب وہ بشیر نہیں۔ جو چند روز پہلے تھا۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

حامد:۔ کوئی انسانی مرض ایسا بھی ہے جس کا علاج
نہ ہو؟ گستاخی معاف آپ کا مرض دنیا بھر کے امراض

[illegible] ہوگا نہیں کہ اس کا علاج ہی نہ ہو سکے۔

بشیر:- اس شعر سے میرا عارفانہ سے مطلب۔ میں نے تو بصداق "عاقل را اشارہ کافی است" آپ کی خدمت میں مجمل طور پر عرض کیا تھا۔ مگر آپ مجھ سے وہ داستان سننا چاہتے ہیں جو مجھے اور بیقرار کر دے گی۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو سنیے

سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

سنیں اور شوق سے سنیں۔ لیکن آپ وعدہ فرمائیں، کہ میری "داستانِ غم" سنکر آپ مجھے ملامت نہیں کریں گے

حامد:- آپ اس کا خیال بھی نہ کیجئے کہیئے۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔

بشیر:- شنیئے حامد۔ میں نے کل شام کو جو کچھ دیکھا ہے وہ عمر بھر دیکھنے کی خواہش ہے۔ کاش کہ ایسا ہو۔ کل شام کے وقت میں گھر سے نکل کر جب مغربی دروازے والے ریلوے گمٹ کے پاس پہنچا۔ تو مجھے ایک پری پیکر نازنین جس کی عمر مشکل سے سولہ سترہ برس ہوگی۔ کرشن جی کے مندر سے آتی دکھلائی دی۔ میں کیا عرض کروں۔ کہ وہ پری تھی یا حور اُس حسن کی دیوی کا ہر عضو نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا وہ اُس کی آنکھیں کچھ اس طرح کیف ریز تھیں۔ کہ تمام ماحول بے پئے مست ہو رہا تھا۔ وہ نور کی پتلی موزونیت کی مجسّم تصویر تھی۔ اُس کا کافر ادا شباب میرے جیسے گیر گرے انسان تو رہے ایک طرف زاہدوں کو بھی اپنا پرستار بنانے کو کافی تھا۔ اس کے جلووں سے فضا "روحانی" ہو رہی تھی پھر [illegible] تو سنیے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

کا معاملہ تھا۔ اگر کوئی پتھر اسے دیکھ لیتا۔ تو وہ بھی اسے سنگِ پر ترجیح دینے میں تامل نہ کرتا۔ جب وہ میرے پاس سے گزرنے لگی۔ تو میں نے بیخودانہ اُس پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ہدیۂ نیاز کے طور پر اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ مگر وہ شانِ بے نیازی سے آگے بڑھ گئی میرے مکرر خطاب پر اُس نے نہایت شیریں آواز سے جس کی سبقت کے نغمے ابھی تک میرے کانوں میں ترنم آفرینی کر رہے ہیں۔ وقارِ حسن قائم رکھتے ہوئے مجھے تلخ سا جواب دیا۔ اور اپنی "ساتھ والی" کے ساتھ جو اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ مجھے وہیں اسیر حیرت چھوڑ کر منڈی والے دروازہ کی طرف چل دی۔ رعبِ حسن نے میرے پاؤں میں میخیں گاڑ دیں۔ میں وہیں مبہوت ہو کر کھڑا رہا۔ جب تک وہ نظر آتی رہی میری نگاہ اُس کے قدم چومتی رہی۔ جب وہ دروازے کے اندر چلی گئی۔ تو میں اُس کے تصور کو اپنے دل میں بٹھا کر وہیں سے گھر واپس آ گیا تھا۔ آزاد گھر آیا اسیرِ زلف ہو کر (آہ کھینچکر)

محبت کو سمجھ رکھا تھا ہم نے دل لگی دل کی
مگر ثابت ہوا ہمدم قیامت ہے لگی دل کی

حامد:- (تمام ماجرا سنکر) بشیر آپ کا بیان کردہ افسانہ واقعی دردانگیز ہے۔ لیکن ذرا خیال کرو۔ اور گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ عشق اور مشک کبھی چھپے نہیں رہ سکتے۔ خدانخواستہ اگر اس بات کا مولوی صاحب کو علم ہو گیا۔ تو ان کو سخت صدمہ پہنچیگا۔ اور اُن کی تمام امیدیں جو انہوں نے آپ کی ذات سے وابستہ کر رکھی ہوئی ہیں۔ خاک میں مل جائینگی۔

بشیر :- مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی۔ میرا دل نہ تو آپ کے سینے میں ہے۔ اور نہ ہی مولوی صاحب کے سینے میں (آہ کھینچ کر)

آشنائے درد دل ملتا نہیں
دیکھ لی ساری خدائی دیکھ لی

حامد اگر آپ نے یہی وعظ کہنا تھا۔ تو پہلے کہدیا ہوتا

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے وہی غم میں ہم کو پھنسا گئے
ہیں جن سے چشمِ امید تھی وہی آنکھ ہم سے چرا گئے

حامد :- (دلدہی کے طور پر) میں نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ آپ اُسے اپنی آرزوؤں کے حق میں سم قاتل سمجھنے میں اپنی جگہ حق بجانب ہیں۔ کیونکہ آپ کو سوائے ذکرِ محبوب کے اور کوئی بات سننا گوارا نہیں۔ آپ کے خیال میں آپ کو سرورِ حیات اگر کوئی شے دے سکتی ہے۔ تو یہی مگر میں پھر بھی وہی کچھ عرض کرونگا۔ جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ آپ اپنی توجہ کسی اور طرف مائل کریں۔ تاکہ یہ خیال جو آپ کے دل پر چھا گئے ہیں۔ کم ہو جائیں۔ اور آپ پھر وہی عالم مسرت پالیں۔ جو کھو بیٹھے ہیں۔

بشیر :- حامد یہ میرے بس کی بات نہیں۔

دل ہے پرائے بس میں

جو صورت میرے لوحِ دل پر کھُد چکی ہے۔ اس کا مٹانا اب میرے لئے ناممکنات میں سے ہے۔ اب میں ہونگا۔ اور اس کی پرستش

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگِ تارگشتہ حاجت زنار نیست

حامد :- (بشیر کی گفتگو سے متاثر ہو کر) خدا کرے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں۔ مگر مجھے تو یہ بڑی ٹیڑھی سی کھیر نظر آرہی ہے۔ وہ ہندو ہے اور آپ مسلمان۔ یہ مذہبی تخالف آپ کی کامیابی کے راستے میں سدِ سکندری ہے

بشیر :- یہ درست ہے مگر سول میرج کی راہ (وہ شادی جس میں فریقین خواہ کوئی ہوں۔ ایک مقررہ میعاد تک میاں بیوی کے سے تعلقات قائم رکھنے کا عہد و پیمان کر لیتے ہیں) میری کامیابی کیلئے کھلی ہے۔ اس کے ہوتے ڈفرنس آف ریلیجن (مذہبی تخالف) کا خیال بالکل بے معنی ہے

حامد :- آپ کو بہت دُور کی سُوجھی۔ لیکن آپ نے اس کا تاریک پہلو نہیں دیکھا۔ کہ وہ کسقدر آپ کے حق میں مضر رساں ہے۔ جس کو آپ آبِ حیات سمجھے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں وہ موجِ سراب ہے۔ مانا کہ آپ درست کہ رہے ہیں۔ مگر یہ بات بھی آپ کو تب حاصل ہو سکتی ہے۔ جب فریقِ ثانی بھی اس پر رضامند ہو۔ لیکن جبکہ حال یہ ہے کہ آپ کی مطلوبہ اس زمانہ میں بھی جیسا کہ آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ "مورتی پوجا" کے لئے مندر میں جانا عین دھرم سمجھتی ہے تو آپ کس طرح اُس کی ہم نوائی کی اُمید رکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر "سول میرج" کو مذہبی پہلو سے دیکھا جائے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں اُس کے تصوّر سے کانپ اُٹھتا ہوں۔

آپ جس بات کو ذریعہ کامیابی خیال کرتے ہیں۔ وہ بیل جلدی منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ اُس پر ہر لحاظ سے غور و خوض کی ضرورت ہے۔ مجھے چونکہ والد صاحب کے بسفر فاروق آباد کے سلسلہ میں جلدی گھر پہنچنا ہے۔ اس لئے اجازت چاہتا ہوں۔ مگر جانے سے پہلے پھر عرض کرتا ہوں۔

کہ اس رنگین خواب کو جو میری دانست میں ہمیشہ تشنۂ تعبیر ہی رہے گا۔ (خیالات پریشاں) سمجھ کر بھول جانے کی سعی کریں۔ میں انشاء اللہ پھر آپ سے اس پر مفصل گفتگو کرونگا اتنا کہکر حامد چلا گیا۔ اور بشیر گردن جھکا کر یہ کہتا ہوا ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

چشم تصور سے دیدار جاناں میں محو ہو گیا۔

(شاکر صدیقی)

"قُم باذن اللہ"

علّامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار پر تضمین

(نتیجہ فکر جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

تو لاکھ غرقۂ جیحوں ہے قم باذن اللہ
ہزار کشتۂ شبخوں ہے قم باذن اللہ
تہ زمین بھی گو مدفوں ہے قم باذن اللہ
"جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ
وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ"

تو غم نصیب کہ محزوں ہے قم باذن اللہ
حدِ نشاط سے بیروں ہے قم باذن اللہ
نوید یاس گو افزوں ہے قم باذن اللہ
"جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ
وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ"

دلایا تجھ کو کبھی عزم آہنیں جس نے
دکھایا چشم فلک کو فروغ دیں جس نے
بنایا نعرۂ تکبیر دل نشیں جس نے
"کیا نوائے اناالحق کو آتشیں جس نے
تری رگوں میں وہی خوں ہے قم باذن اللہ"

غلط خیال ہے بے برق اب ہے طور ترا
بہائے عالم ظلمت نہیں ہے نور ترا
اسیر وہم ہوا کیوں دل جسور ترا
"غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قم باذن اللہ"

تذکرۂ برادری

فرنٹیر قریش کانفرنس

"القریش" کی ۲۶ سالہ جدوجہد اور کد و کاوش سے ساداتِ قریش ایسی بے حس و حرکت قوم میں بفضل خدا آثار بیداری پیدا ہونے لگے ہیں۔ پراونشل، ڈسٹرکٹ، اور سنٹرل کیبنیاں معرض وجود میں آ رہی ہیں۔ مسرت کا مقام ہے۔ کہ فاضلکا کے عظیم الشان قومی اجتماع کے بعد اب سرحدی علاقہ کے حساس برادران قریش کی توجہ "فرنٹیر قریش کانفرنس" منعقد کرنے کی جانب معطوف ہوئی ہے۔ ایک خاص اطلاع مظہر ہے۔ کہ کانفرنس کا اجلاس کامیاب بنانے کیلئے ۱۴ بہی خواہان قوم پر مشتمل استقبالیہ کمیٹی معرض وجود میں آچکی ہے۔ پراپیگنڈا سکرٹری کا باقاعدہ دفتر کھول دیا گیا ہے۔ پنڈال جس میں دس ہزار نفوس کی گنجائش ہو تیار کرنے کی پرزور تجویزیں ہو رہی ہیں۔ جس کی تیاری مقام جلسہ تجویز ہو جانے کے بعد ہی شروع ہو جائے گی۔ ان ضرورتوں کے لئے چندہ کی فہرست کھول دی گئی ہے۔ کانفرنس کی تاریخ کا بروقت اعلان کیا جائے گا۔ معزز اراکین استقبالیہ کمیٹی کی اس عزت افزائی پر جو انہوں نے صدر کانفرنس کے انتخاب میں ہمارا مشورہ مقدم قرار دینے میں کی ہے۔ ہم بدل مشکور ہیں۔ اور داعی ہیں کہ اس خدائے برتر و اکبر ان کے نیک عزائم میں برکت دے۔ نتائج بخیر ہوں۔ اور قوم کے تعمیری کام تخریبی حوادث سے محفوظ رہیں۔ ہماری خدمات حاضر ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مناسب مشوروں سے دریغ نہ ہوگا۔

شکایات

عدم اشاعت مراسلات پر کئی احباب کے شکائتی خطوط موصول ہوئے ہیں۔ حافظ عبدالغنی صاحب فاروقی اور مولوی فضل الدین صاحب ہیڈ پرشین ٹیچر نے تو بیحد ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔

فروری کا القریش بنظر امعان پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان دنوں جبکہ گذشتہ اشاعت ترتیب دی جا رہی تھی میں کسقدر تکلیف میں مبتلا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے کرم فرماؤں نے اس عذر خواہی کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ جو فروری کے شیمہ میں اعتذار کے زیر عنوان صفحہ ۳۴ پر کی گئی تھی۔

ہم اپنے محترم بھائی صاحبان کے بدل سپاسگذار ہیں کہ وہ اعتراف خدمات سے ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ حساس افراد قوم کا فرض بھی ہے۔ کہ وہ قومی کارکنوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔ لیکن سپاس و تشکر پر مشتمل مراسلات کی اشاعت کیلئے اصرار و تقاضا اور پھر اظہار ناراضگی تو واجب نہیں۔ آپ کی قدردانی سے ہمارا دل دگر متاثر ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کا اعلان نہیں ہو سکا۔ تو اس کیلئے مجبور نہ فرمایئے گا۔

ایسے مراسلات کی تعداد جو خدمات کے اعتراف اور جلسہ کی کامیابی کی مبارکباد پر مشتمل ہیں۔ ۹۹ ہم تک پہنچ گئی ہے۔ اگر ان تمام کو بیکدم شائع کیا جائے۔ تو کم از کم

اشاعتیں ابھی مراسلات کی نذر ہو جائیں۔ اور پھر بعض احباب تنگی وتفاوت سے تعبیر کرنے لگیں۔ اور خود ستائی کا طعنہ دینے لگیں۔ لہٰذا ہم متذکرہ دونوں بھائیوں سے خصوصاً اور دیگر احباب جنہوں نے عدم اشاعت کی شکائیتیں کی ہیں سے عموماً التماس کریں گے۔ کہ وہ مکتوبات کی اشاعت وعدم اشاعت ہماری منشاء پر چھوڑ دیں۔ اور ناراض نہ ہوں وہ مراسلات جن میں سپاس وتشکر کے ساتھ ساتھ تجاویز مفیدہ اور قومی کارکنوں کے لئے اپنی دانست کے مطابق لائحہ عمل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مناسب وقت پر ضرور شائع کردیئے جائیں گے۔ احباب مطمئن رہیں۔

قریشیان صوبہ بہار کی بیداری

قریشی محمد اشرف صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی حسن پور (بہار) سے تحریر فرماتے ہیں، کہ گذشتہ دنوں مولانا نجم الدین صاحب ہاشمی نے اپنے صاحبزادہ اکرام الدین بی۔ اے کی شادی کی تقریب پر معتقدین قوم کو قومی تنظیم کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ کہ آج وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ جو زمانہ کے ساتھ چلنے کے لئے میدان عمل میں آجائے۔ بےحس قومیں نیست ونابود ہو رہی ہیں۔ آپ نے القریش کے حوالے سے قومی ضرورتوں کا ذکر کیا۔ اور "انجمن قریشیان صوبہ بہار" کے انعقاد کی تحریک فرمائی۔ مفتی نعمت اللہ صاحب مولوی فاضل نے اقوام عالم کی جدوجہد پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے مولانا موصوف کی تائید فرمائی۔ مولانا نجم الدین صاحب موصوف نے ایک سو ایک روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے قومی فنڈ کے اجرا میں سبقت فرمائی۔ حاضرین نے مولانا موصوف ہی کو صدر منتخب فرمایا۔ سیکرٹری کے عارضی طور پر فرائض انجام دینے کے لئے مجھ کو ارشاد ہوا۔ حاضرین نے بھی چندہ میں کچھ رقوم پیش کیں۔ اور تجویز رہا۔ کہ اواخر اپریل میں مزید عہدیداران کا انتخاب کیا جائے۔ اور اعلانات شائع کئے جائیں۔ معطی حضرات کی فہرست تیار ہو رہی ہے۔ عنقریب ارسال ہوگی اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط کی ترتیب میں مدد فرمائیے۔

(مولانا نجم الدین صاحب پہلے بھی قوم کے اصلاحی امور میں شغف وانہماک سے حصہ لیتے رہے ہیں۔

القریش کی خدمات کا بارہا اعتراف فرما چکے ہیں۔ ہم آپ کی اس تحریک کو جو آپ نے صوبہ بہار کی قریشی برادری کی تنظیم کے لئے کی ہے عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آپ کی خدمت میں آپ کی حمیت قومی پر ہدیہ تحسین وتبریک پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی زیر قیادت قریشیان بہار ترقی پذیر اقوام کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہو جائینگے اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط کی ایک مطبوعہ کاپی ارسال ہو رہی ہے۔ مزید حالات سے مطلع فرماتے رہیں۔ اور ابتدائی مشکلات جو ہر تحریک کے شروع میں پیش آیا کرتی ہیں سے بالکل بے پرواہ ہو کر توکلت علی اللہ کام کیجئے گا۔ کامیابی وفائز المرامی آپ کا ساتھ دے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ ایڈیٹر)

حکومت پنجاب اور ہم

گذشتہ قومی اجتماع میں اہم مطالبات پر مشتمل چند رزولیوشن منظور کرتے ہوئے حکومت پنجاب سے التجا کی گئی تھی۔ کہ وہ قریشیان پنجاب کے

ان مطالبات کو ہمدردانہ غور کے بعد منظور کرے۔ چنانچہ ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب، اور آنریبل وزیراعظم کے جوابی مراسلات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ کارروائی ضابطہ شروع ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ حکومت ان جائز مطالبات کو شرف قبولیت دے کر تشکر و امتنان کا موقع دیگی۔ ناظرین تفصیل کا انتظار فرمائیں۔

انجمن عباسیہ اور حکومت پونچھ

سردار فضل داد خانصاحب عباسی پنشنر انسپکٹر پولیس تحریر فرماتے ہیں کہ حکومت پونچھ سے سردار غلام نبی خاں صاحب بی۔ اے کو ایسے واران نائب تحصیلداری کے متعلق جو مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسے حکومت موصوف نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے سردار صاحب کو زمرہ نائب تحصیلداران منظور فرما لیا ہے چنانچہ انہیں کرنوپ میں بطور نائب تحصیلدار تعینات بھی کر دیا گیا ہے۔

اس کامیابی پر ہم اراکین انجمن عباسیہ کو عموماً اور سردار غلام نبی خانصاحب بی اے و سردار فضل داد خانصاحب کو خصوصاً مبارک دیتے ہیں۔ نیز حکومت پونچھ کے اس منصفانہ اقدام کو بھی قابل تبریک سمجھتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے بزرگ و اکبر سردار صاحب کو روز افزوں ترقی دے۔ اور اپنے فرائض بوجہ احسن انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

سانحہ ارتحال

سردار فضل داد خاں صاحب عباسی اپنے متذکرہ گرامی نامہ میں سردار فرمان علی خانصاحب جنرل سیکرٹری انجمن عباسیہ کی ناگہانی وفات حسرت آیات کی اطلاع دیتے ہیں مرحوم سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل تھا۔ آپ پہلو میں ایک درد مند دل رکھتے تھے۔ قوم کے اصلاحی امور میں ذوق و شوق سے حصہ لینا آپ نے اپنا فرض قرار دے رکھا تھا۔ انجمن عباسیہ کو عروج و ارتقا کے منازل پر پہنچانے کیلئے آپ ہمیشہ ساعی رہا کرتے۔ گذشتہ دنوں چیانٹی کے مقام پر آپ نے قومی اجلاس کا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور چند ہی روز بعد ناگہانی موت سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، قحط الرجال کے اس دور میں ایسے قومی کارکن کی بے وقت موت قوم کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

قریش سنٹرل کمیٹی تحصیل گوجرخاں

مکرمی قریشی جہانداد خاں صاحب سیکرٹری نے سردار محمد اکبر خانصاحب رئیس اعظم کی وہ تقریر جو انہوں نے اپنے گذشتہ قومی اجلاس منعقدہ ۲۶ دسمبر میں کی تھی۔ برائے اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ چونکہ تقریر دیرینہ ہو چکی ہے۔ اور اس کا مفاد القریش مطبوعہ فروری کے "تذکرہ برادری" میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اس لئے اس وقت اس کی اشاعت تحصیل حاصل ہے۔ امید ہے۔ کہ سیکرٹری صاحب موصوف ہمیں معذور سمجھیں گے۔

آہ! میاں ہست علی مرحوم کے عنوان سے ایک المناک اطلاع صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ کیجئے۔ اور مرحوم کے حق میں دعا مغفرت کیجئے۔

ساداتِ عرب کا واحد معیاری مجلہ



اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر: محسن

فہرست مضامین القریش امرتسر

جلد ۲۷ | مطبوعہ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء مطابق ذیقعد سنہ ۱۳۵۸ ہجری | نمبر (۱)

رعائتی اعلان

القریش کے معاونین خصوصی نمبری ۴۴ ۶ کے اعلان مندرجہ تذکرہ برادری ماہ دسمبر کے سلسلہ میں ۲۰ ایسے علم دوست حضرات کے نام ایک سال کیلئے القریش

۲ دو روپے سالانہ

میں جاری کیا جائیگا جن کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ۱۰ فروری تک دفتر کو موصول ہو جائیگا۔ غیر مستطیع احباب مستفید ہوں۔

منیجر القریش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارمغانِ شاکر

شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کا نام نامی "القریش" کے حلقہ احباب میں کسی تعارف و تعریف کا محتاج نہیں۔ آپ کے قیمتی نثر و منظوم مضامین اکثر القریش کے زیب اوراق ہوتے ہیں۔ اور قارئین کرام کو ان سے متمتع ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ بیس سال سے علی التواتر سال نو کی تقریب پر آپ قطعہ تاریخ ارسال فرماتے ہیں۔ ہر جلد کی اولین اشاعت کا پہلا صفحہ ارمغانِ شاکر سے مزین ہوتا ہے۔ اس برادر نوازی پر ہم آپ کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں بجا ہے۔

اس سال کا قطعہ تاریخ ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

یہ التجا ہے آپ سے ، اے دوستدارِ القریش — رکھ کر ذرا نگاہ میں ، ایثار القریش
بہر خدا یہ سوچئے فرصت کے وقت میں — جاری ہے کس کے واسطے ، اخبارِ القریش ؟
مدنظر ہے کس کی فلاح ، اسکو ہر گھڑی؟ — ہے وقف کس کے واسطے ، گفتارِ القریش ؟
اس دور میں کہ ظلمتِ الحاد کا ہے زور — ہیں پھر کس کے واسطے ، انوارِ القریش ؟
کس کے لئے ہیں رونقِ "ندوہ" کی کوششیں — کس کے لئے ہے گرم یہ بازارِ القریش ؟
کس کے لئے وہ منزلِ مقصد ہے ڈھونڈتا — کس کے لئے ہے شوکتِ رفتارِ القریش ؟
مقصود اس کی سعی کا کس کی ہے بہتری — شانِ نمود کس کی ہے کردارِ القریش ؟
پیغامِ سود کس کے لئے لے کے ہر طرف — اڑتا پھرے ہے قاصدِ طیارِ القریش ؟
کس کیلئے بتائیے ہر وقت بے دریغ — گوہر فشاں ہے ابرِ گہر بارِ القریش ؟
جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ خاطر ہے آپ کی — ہے آپ کے مفاد کو ہر کارِ القریش
یہ حال ہو تو فرض نہیں کیا پھر آپ کا؟ — خود ہو کے دل سے محرمِ اسرارِ القریش
زر سے ، زباں سے ، کام سے ، جیسے بھی ہو سکے — کیجے تمام قوم کو سرشارِ القریش
اپنی مدد ہے صاحبو! اس کی معاونت — اٹھیے کہ باوقار ہو رفتارِ القریش

ہوجائے یہ تو ارمغاں اس سال کے لئے
۱۹۴
ہے۔ بے خزاں یہ رونقِ گلزارِ القریش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

ماہ جنوری ۱۹۴۰ء
ذیقعد ۱۳۵۸ھ
جلد ۲۷ نمبر ۱

افتتاحیہ

ستائیسویں (۲۷) جلد کا آغاز

بہی خواہان قوم کا فرض

گذشتہ اشاعت کے ساتھ "القریش" کی چھبیسویں جلد ختم ہوئی اور اس اشاعت کے ساتھ بفضل اللہ تعالیٰ ستائیسویں کا آغاز ہوتا ہے الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

بخلوص دل دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ یہ تقریب القریش کے محسن اعظم اعلیٰحضرت سلطان العلوم شہریار دکن ادام اللہ سلطنتہ و حشمتہ قارئین کرام و معاونین عظام اور کارپردازان القریش کیلئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ آمین!

۱۹۳۹ کی کارگذاری کی تفصیلی رپورٹ جو دسمبر کے "افتتاحیہ" میں شائع ہوئی ہے۔ ہماری مساعی اور مشکلات کی مظہر ہے۔ القریش کے قدیم معاونین اس حقیقت سے خوب آشنا ہیں۔ کہ مخالفین نے ہمارے ہر اس قدم پر کلہاڑا مارنے کی کوشش کی ہے۔ جو قومی اصلاح و ارتقا اور تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے اٹھا۔ ۱۹۳۰ء میں ندوۃ القریش کے قیام کے وقت بھی صلح کا ہم رنگ زمیں دام بچھایا گیا تھا۔ اور ۱۹۳۸ء کے اواخر میں فاضلکا کے اجلاس کے بعد بھی۔ مخالفین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے۔ کہ القریش باقی نہ رہے اس کا مدیر ذلیل ہو لیکن بد قدرت نے ہر موقعہ پر ہماری دستگیری کی اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی کرے گا۔ ہم کسی کا برا نہیں چاہتے۔ اور نہ کسی سے ہیں برفاش ہے۔ ذاتی کد و کاوش کے پیش نظر قومی فلاح کی راہ میں سد سکندری بننا موزون نہیں ہے۔

"القریش" کی بیشقدر خدمات کا قوم کو اعتراف ہے۔ زر نقد کی تھیلی۔ محسن القوم کا مفتخر خطاب اور متعدد ستائشی ریزولیوشن اس اعتراف کا بیّن ثبوت ہیں۔ قوم کی حساس جماعتیں اور قدر شناس ہستیاں انہیں کسی طرح فراموش نہیں کر سکتیں۔ "ندوۃ القریش" نے قوم کے متوسط الحال طبقہ کو زرعی حقوق کے حصول سے تباہی سے بچا لیا۔ بعض اضلاع پنجاب کے بہت سے قریشی برادران زراعت پیشہ ہونے کے باوصف حقوق سے اب بھی محروم ہیں اس سلسلہ میں پوری سرگرمی کے ساتھ کوششیں جاری ہیں۔

قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ ہماری اعانت کریں۔ اور اس کی واحد اور موثر صورت صرف یہ ہے کہ القریش کی توسیع اشاعت میں تابحد امکان ہمت کی جائے۔ ندوۃ القریش سے ملحق جماعتوں کا فرض ہے۔ کہ وہ قوم کے اصلاحی و ارتقائی امور میں ہمارا ساتھ دیں۔ اور "القریش" کو کسی وقت فراموش نہ کریں۔

ہمت مرداں مدد خدا

شذرات

زبان کا قضیّہ

سیاسی فضا میں ہندوستان کی مشترکہ زبان "اردو" کے خلاف کانگریسی متعصبانہ ذہنیت کی وجہ سے جو مہم جاری ہے وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ مسٹر گاندھی جو پنتیس کروڑ ہندوستانیوں کی نمائندگی کا مدعی ہے "ہندی یعنی ہندوستانی" جاری کرنے کے درپے ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ اس لئے وہ قومی زبان کہلانے کی مستحق نہیں، لیکن یہ ہندی اتھوا ہندوستانی" جسے وہ اپنانا چاہتے ہیں۔ اور جسے قومی زبان ہونے کی سند عطا کی گئی ہے جس سانچے میں ڈھالی جارہی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔

"اردو" آپ کے نزدیک چونکہ مسلمانوں کی زبان ہونے کی وجہ سے بدیشی ہے اس لئے آپ "شدھ ہندی" اور "راشٹر بھاشا" کی ترویج کیلئے بیقرار ہیں۔ بحالیکہ ننانوے فیصدی ہندو بھی اس جناتی زبان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ الفاظ اور ترتیب عبارت ملاحظہ کیجئے۔

جلسہ کی بجائے بیٹھک، صدر کی بجائے سبھاپتی، تجویز کی جگہ پرستاؤ، ترمیم کی جگہ سنشودھن، تحریک کی جگہ اندولن، صوبہ متحدہ کی بجائے جکت پرانت، تعلیم کی جگہ شکشا، آزادی کی بجائے سوتنترتا۔ نافذ کی جگہ لاگو، اعلان کی جگہ گھوشن، مدعی کی بجائے جھگڑالو پیلیڑد اب فقرات ملاحظہ کیجئے۔ ادھیشن کے سونکرت نشچے، "بھارتیہ ہم پتا کے پرتیکول" "زبان کی بڑھوتری"۔ "کاشی کے سنسکرت گیتی" "شبد بھنڈار" پرمپرگت سنسکرت پراکرت اور اپبھرنش بھرپور ہے" بچوں کی کومل مت۔

عبارت ملاحظہ کیجئے۔ جو مسٹر گاندھی نے "بھارتیہ ساہتیہ پریشد کے" ناگپور کے اجلاس میں اپنی زبان سے یوں گہرفشانی کی۔

"اس سبھا کے پتیتو مجھے دینے کے کارن جب میں ڈھونڈتا ہوں۔ تو دو ہی ترتیت ہوتے ہیں ایک میرا ساہتیہ کار نہ ہونا اور اس لئے کم سے کم دویش کا کارن ہونا تھا دوسرا میرا ہندوستان کی سب بھاشائیوں کا پریم جو کچھ ہو۔ میں آشا کرتا ہوں کہ ہم کچھ نہ کچھ سیوا کریں گے۔ اور بھوشیہ میں اپنا سیوا کشیتر بڑھائیں گے میری ہم شری نگر سے لیکر کنیا کماری تک کراچی سے لیکر ڈبروگڑھ تک جو پردیش ہے اسے ایک مانتے ہیں۔ اور اس کے لوگوں کو ایک پرجا سمجھتے ہیں۔ تو اس پردیش کے پرتیک بھاگ کے ساہتیہ کار بھاشا شاستری ایتاوی آپس میں کیوں ملیں اور بھن بھن بھاشاؤں دوارا ہندوستان کی بھایوگیہ سیوا کیوں نہ کریں؟"

یوپی کے سوشلسٹ وزیر تعلیم کی گہرافشانی ملاحظہ ہو فرمایا ہے:۔

" ادھنک کال جس میں کہ ہم رہ رہے ہیں اس کی

یہ بھی ایک شبدا ہے کہ نمکنتر دھرمیا کے پرست لوگوں
کا گرشٹ دھت وشدھ اور بیاپک ہو گیا ہے۔
یہ بات او بکاش جیسے سنسار پر گھٹت ہوتی ہے
اور تلن سار ہم اپنے دیس میں بھی اس شیو بالی
اندولن کے بھن بھن پہلوؤں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور
دن کا من بھر کر رہے ہیں۔"

فرمائیے اس بھن بھن سے کیا سمجھے، خدا جانے متکلم نے کیا کہا اور مخاطب نے کیا سمجھا ہوگا۔ مخاطب کی استعداد سے تجاوز کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اگر متکلم ایسے الفاظ استعمال کرے۔ جن سے مخاطب واقف ہی نہ ہو۔ تو یہ جہالت ہے۔ اور ایسی زبان بولنے والا "چارپایہ بر و کتابے چند" کے مصداق، اسی لئے کہا گیا ہے کہ تَکَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ، یعنے مخاطب سے ایسی باتیں نہ کرو۔ جو اس کی فہم سے بعید ہوں۔

کہتے ہیں۔ کہ جس زمانہ میں زبان فارسی بولنے والے ہندوستان میں معدوم ہو رہے تھے۔ اور عام مسلمان ہندوستانی بھاشا میں عربی، فارسی اور ترکی الفاظ غیر متعارف سے پرہیز کر رہے تھے۔ اس وقت علمائے مذہب اسلام پر عربی الفاظ کا ترک کرنا گراں گذرتا تھا۔ اور خواہی نخواہی وہ استعمال کرتے تھے۔ جو مخاطب کی فہم سے بعید ہوا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے ایک مولوی صاحب کا ذکر ہے کہ ان کے اصطبل میں گھوڑا دیکھ کر ایک پردیسی ان سے تھوڑی سی گھاس مانگنے آیا۔ مولوی صاحب نے اس پردیسی کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ

"میرے مفرس میں اسقدر تبن نہیں ہے۔ کہ عصفیر اسے مستعار لیکر اپنے مفحص کے استعمال میں لائیں۔"

یعنے میرے اصطبل میں اتنی گھاس نہیں ہے۔ کہ چڑیا اسے لے جاکر اپنا گھونسلہ بنا سکے۔ پردیسی نے پھر کہا کہ مولوی صاحب! مجھے تھوڑی سی گھاس چاہیئے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔

"تکرار کلام از داب اولوالالباب مستبعد ہے۔"

یعنے ایک ہی بات کو بار بار کہنا عقلمندوں کی شان کے بعید ہے۔

پردیسی نے کہا میں گھاس مانگتا ہوں۔ اور آپ معلوم نہیں کیا فرماتے ہیں؟ مولوی صاحب نے لہجۂ معذرت سے فرمایا،

"خواہی تفہیم یا لاتفہیم، بندہ تو اسی کیف سے متکیف ہے۔"

یعنے تم میری بات سمجھو یا نہ سمجھو، میں تو ایسی ہی بولی بولتا ہوں۔

یہ حالت اب گاندھی بھگتوں کی ہے۔ کوئی سمجھے نہ سمجھے ان کی بلا سے وہ بھن بھناہٹ کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اور اس بھن بھناہٹ میں انہیں اتنا بھی پتہ نہیں۔ کہ منزل مقصود کدھر ہے۔

اس جناتی زبان سے آشنا ہونے کیلئے صدیاں درکار ہیں۔ اگر آج ہندوستان کی زمام حکومت گاندھی جی کے ہاتھ دے دی جائے۔ اور وہ تمام طاقت بھارتیہ پرم پرا کے "پرتیکول" کے "اندولن" پر صرف کردیں تو بھی وہ قبول کامیاب نہ ہوں گے۔ کاش ان کا یہ طرز عمل ملکی وفلاح

و ترقی کی راہ میں سنگ گراں نہ بنتا۔ اور دو "اردو" ایسی مشترکہ اور سلجھی ہوئی زبان کو مٹانے کی ناکام سعی تفریق و تشتت کی خلیج وسیع کرنے کا موجب نہ ہوتے۔ بایں ہمہ ہی خواہان وطن یہ کہنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ

پھونک اس سلیقے پر لگے آگ ان قرینوں میں

قیامت خیز زلزلہ

کوئٹہ کا قیامت خیز زلزلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت مہیب اور تباہ کن زلزلہ تھا۔ بہار کا زلزلہ کربٹ بلا کا زلزلہ تھا جس میں چشم زدن میں بستیاں ویران ہوگئیں۔ انسان و مویشی ہلاک ہوگئے۔ اور ان کی لاشیں زمین میں غرق ہوگئیں۔ خشک زمینیں پھٹ گئیں اور ان میں پانی ابلنے لگا۔ لیکن ۲۷ دسمبر کا زلزلہ جو ترکی میں آیا۔ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں بمشکل ملیگی۔

موصولہ اطلاعات سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ۴۵ ہزار اشخاص لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ مجروحین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ بڑے بڑے شہر۔ سو کے قریب گاؤں خاک کا ڈھیر بن کے رہ گئے ہیں۔ اناطولیہ کا پورا خطہ جس میں زلزلہ کا زیادہ زور رہا۔ قبرستان کا منظر بنا ہوا ہے مصیبت بالائے مصیبت یہ ہوئی کہ اس کے ساتھ ہی سردی اور سیلاب نے بھی قیامت برپا کر رکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ درجہ حرارت صفر سے بھی ۳۰ درجے نیچے گر گیا ہے۔ متعدد دریاؤں کی طوفان خیز طغیانی کی وجہ سے بہت سے گاؤں تباہ و برباد ہوگئے ہیں۔ قہر مانی کا یہ سلسلہ ہنوز ختم نہیں ہوا۔ زلزلے ابھی تک آرہے ہیں۔ جو مزید تباہی و بربادی کا موجب ہو رہے ہیں۔ ماہرین طبقات الارض کا خیال ہے کہ زلزلوں کے شدید جھٹکوں کے زبردست امکانات پائے جاتے ہیں۔ سرزمین ترکی قیامت صغریٰ کی لپیٹ میں ہے وہاں کے باشندے ایسے مصائب و نوائب میں مبتلا ہیں۔ جن کا صحیح طور پر اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ اس حالت میں ہر شخص پر جو انسانی مصائب و آلام کا ذرہ بھر احساس رکھتا ہے۔ مصیبت زدگان کی امداد کا فرض عائد ہوتا ہے

حکومت پنجاب اور یو پی نے عملی مالی حمایت کے لئے اعلانات کئے ہیں۔ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب اور گورنر پنجاب نے ۷ جنوری کو "یوم امداد" کیلئے تحریک کی جو نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ حکومت افغانستان والیٔ بھوپال اور دیگر حکومتوں اور ریاستوں کی طرف سے کثیر رقوم کی ترسیل کا انتظام کیا گیا ہے۔ مسلمانان ہند کا فرض ہے۔ کہ وہ مصیبت زدگان کی مالی امداد کے لئے فراخ دلی کے ساتھ دست اعانت بڑھا کر عند اللہ ماجور ہوں

اس قسم کے حوادث و زلازل غافل انسان کی تنبیہ و عبرت کیلئے ظہور میں آتے ہیں۔ امن و چین میں رہنے والے آفات و بلیات ارضی و سماوی کا وہم و گمان بھی نہیں کرتے۔ لیکن جب حوادث میں گرفتار ہوتے ہیں تو تمام امن و چین، آرام و راحت، مال و زر، حکومت و امارت نابود ہو جاتا ہے۔ اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون (پ ۱۱ س توبہ ع $\frac{۵}{۱۶}$) انسان ہمیشہ مبتلائے مصیبت ہوتا ہے لیکن نہ توبہ کرتا ہے اور نہ نصیحت پکڑتا ہے۔ آج برادران ترکی کی مصیبت پر عبرت کی آنکھ کھولنی

چاہیئے - اور دماغ سلیم سے غور کرنا چاہیئے - خدا جانے کل کیا
ہونے والا ہے - لہٰذا مصیبت زدہ انسانوں کی امداد و
اعانت میں پس و پیش نہ کرنا چاہیئے - فھل من مدکر -

تخفیف مصارف کمیٹی کی سفارشات

حکومت پنجاب کے نئے ذرائع آمدن و تخفیف مصارف
سے متعلقہ کمیٹی نے اپنے سفارشات پیش کر دی ہیں - جن
پر عمل کرنے سے حکومت کو پچاس لاکھ روپے کی مزید آمدن اور
پچاس لاکھ روپے کی بچت ہوگی -

اس کمیٹی نے بہت سے ٹیکس لگانے کی سفارش کی ہے
سائیکل پر ٹیکس ، پیشہ پر ٹیکس - بجلی کی روشنی پر ۲ پائی فی یونٹ
ٹیکس ، شادی پر ٹیکس ، تفریحات اور تمباکو فروشی پر مزید ٹیکس
موٹر کار اور موٹر سپرٹ پر مزید ٹیکس ، یہ ذرائع مزید آمدن
کے ہیں تخفیف مصارف کے سلسلہ میں کمیٹی کی رائے ہے کہ
محکمہ تعمیرات عامہ کے مختلف و جداگانہ شعبوں کا الحاق عمل
میں لایا جائے - رہتک اور کیمبل پور کے سوا باقی تمام گورنمنٹ
انٹرمیڈیٹ کالج بند کر دیئے جائیں - میڈیکل سکول امرتسر
بند کر دیا جائے - سول انجینئرنگ سکول میکلیگن کالج سے
ملا دیا جائے - پولیس انسپکٹروں کا تمام عملہ ، کمشنروں کی دو
اسامیاں اور کمشنر اصلاح دیہات کی اسامیاں توڑ دی
جائیں - اور گورنمنٹ کالجوں کے پروفیسر سرکاری مکانوں
کا کرایہ ادا کریں -

کمیٹی نے یقین دلایا ہے - کہ ایک روپیہ فی سائیکل ٹیکس
لگانے سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ اور اہل حرفہ لوگوں پر
ٹیکس لگانے سے ۶ لاکھ روپیہ سالانہ ، ۲ پائی فی یونٹ
کے حساب سے بجلی کی روشنی پر ٹیکس لگانے سے ۵ لاکھ روپیہ
سالانہ ، غرض اسی طرح کی نئی آمدن سے پچاس لاکھ روپیہ
وصول ہوگا - سفارشوں کی معقولیت ظاہر ہے - غریب مزدور
جو سائیکل رکھنے پر مجبور ہیں - جنہیں کسی وجہ سے بجلی کی روشنی
حاصل ہے - اور دستکار یعنی پیشہ ور لوگ تمام کے تمام ٹیکس
گذار ہوں گے - اور بعض حالتوں میں بعض لوگوں کے لئے یہ
اعزاز و بالِ جان ہو جائیگا - سکول توڑنے ، انجینئرنگ اور
ڈاکٹری درسگاہوں کا خلط ملط بھی تکالیف کا موجب ہوگا -
بہرحال کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں - لیکن ضروری
نہیں ، کہ حکومت ان پر علی حالہٖ مہر تصدیق ثبت کر دے -
امید ہے کہ منظوری کے وقت حکومت کے ارباب بست و
کشاد غیر ضروری امور اور ناقابل عمل سفارشات پر خط تنسیخ
کھینچ دے گی - کیونکہ رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال بھی حکومت
کا فرض اولین ہے -

افکار و آراء

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے جلسہ تقسیم اسناد منعقدہ
دسمبر ۱۹۴۶ کی صدارتی تقریر میں اعلیٰحضرت فرمانروائے
بھوپال نے فرمایا - کہ :-

"انسان کو صرف اپنے لئے زندہ نہیں رہنا چاہیئے
بلکہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے اور ان
کی حالت سدھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے
زندگی کا منتہائے نظر صرف اپنی ذات کی راحت
و آسائش نہ ہونا چاہیئے - بلکہ یہ ہونا چاہیئے
کہ ہم ایمانداری اور انہماک کے ساتھ خدا کی

مخلوق کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کریں۔

طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ آپ کو چاہیئے۔ کہ ملک کی موجودہ سیاست سے براہ راست تعلق پیدا کریں۔ اور اگلے زمانہ کی طرح سیاست سے بے تعلق ہرگز نہ رہیں۔ یہ زمانہ ہندوستان کی جمہوریت کا زمانہ ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ عملی سیاست کیلئے جس ترتیب کی احتیاج ہے۔ وہ بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کو ملتی رہے۔ آپنے فرمایا کہ سیاسی معاملات میں دلچسپی لینے کا یہ قدرتی نتیجہ ہے۔ کہ ہر شخص اپنی دماغی استعداد و صلاحیت کے مطابق ایک رائے قائم کرے۔ دوسرے لفظوں میں اسکا مطلب ہے کہ طلبہ کو اپنی نظر محدود نہ رکھنی چاہیئے۔ اور نہ کسی نظریہ سیاست کے متعلق بغیر سوچے سمجھے کوئی رائے قائم کرنی چاہیئے۔ انہیں آزاد خیالی اور بے تعصبی کے ساتھ مسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ اور پھر اخلاص و دیانت کے ساتھ اپنی رائے بنانا چاہیئے"

وائسرائے ہند نے چیمبر آف کامرس کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ:۔

"بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں۔ جب سیاسی معاملات پر کچھ کہنے کے مقابلہ میں خاموشی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اور میرے خیال میں موجودہ موقعہ بھی ایسا ہی ہے"

لکھنؤ یونیورسٹی میں تقسیم اسناد کے سلسلہ میں سر شاہ محمد سلیمان نے کانووکیشن ایڈریس پڑھتے ہوئے باہمی اتحاد کی اپیل کی اور برطانی سلطنت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"یہ بہت نازک وقت ہے۔ ہمیں اپنے تمام جھگڑے ختم کر دینے چاہیئں۔ مشترکہ نیک فہمی سے ہر معاملہ طے ہو سکتا ہے۔ آج کل ہندوستان میں رواداری کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ ہمارے مسئلے اگر خلوص کے ساتھ طے کئے جائیں۔ تو آسانی سے طے ہو سکتے ہیں۔ ہمارا یہ مستقل ارادہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہم زندہ رہیں گے۔ اور زندہ رہنے دیں گے۔ اگر ہم ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا سیکھ لیں۔ اتحاد سے کام کریں اور یہ ثابت کر دیں کہ ہمارا طرز عمل ہماری فیاضانہ سپرٹ پر مبنی ہے تو ہمارے ملک کا مستقبل بہت یقینی ہو جائے گا"

دانائی و فرزانگی، مصلحت اندیشی و ژرف نگہی مقتضی ہے۔ کہ ہندوستان امن و سکون کا گہوارہ بنے، ہر عقلمند و ذی شعور چاہتا ہے۔ کہ ہندو مسلم کشیدگی جو آزادی کی آڑ میں رقابت مذہبی کی وجہ سے پیدا ہو چکی ہے۔ یکسر ختم ہو جائے۔ اور مسلم و ہندو باہم محبت و مودت کے ساتھ ملک کی اصلاح و فلاح اور آزادی و خوشحالی کیلئے ساعی و کوشاں ہوں۔ لیکن کسقدر بدبختی و بے نصیبی ہے۔ کہ راہنماؤں کی بے راہ روی فضا کو لحظہ بہ لحظہ مکدر کر رہی ہے۔ اور خوش آیند ماحول پیدا نہیں ہونے دیتی، مسٹر گاندھی اور اس کے حواری مسلمانوں کو نیچا دکھانے اور اپنا دست نگر بنانے کیلئے اسقدر شاطرانہ چالوں سے کام لے رہے ہیں۔ کہ حالات روبراہ آتے ہوئے واپس لوٹ جاتے ہیں، ہندوستان میں فرزندان توحید ۹ کروڑ کی تعداد میں آباد ہیں۔ وہ ملک کا ایک غالب جزو ہیں۔ لیکن کانگرسی عنصر انہیں علیحدہ تسلیم

کرنے میں کسرِ شان سمجھتا ہے۔ اور چند خود غرض مسلمانوں کو جو سنہری اور روپہلی مصلحتوں سے کانگرس کا ساتھ دے رہے ہیں کھڑے ہوتے پر اس بات کا ادعا کیا جاتا ہے۔ کہ مسلم اکثریت کانگرس کے ساتھ ہے۔ اور مسٹر جناح اور اس کے چند حواری اپنی قیادت و سیادت کا سکہ جمانے کیلئے ملک کی آزادی کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں اور اصلیت کے سرتاسر خلاف ہے۔ اب زمانہ بدل چکا۔ مسلمان پُرفریب چالوں کو جانپ چکے ہیں۔ اتحاد و امن اور ترقی و آزادی کا کون خواہاں نہیں۔ لیکن ان ابلہ فریبیوں میں کامیابی خیال است و محال است و جنوں کے مصداق ہے۔ اگر کانگرس اور اس کے قائد مسٹر گاندھی واقعی آزادی امن اور اتحاد کے جویاں ہیں تو انہیں مفسدانہ خیالات، متعصبانہ ذہنیت یکسر تبدیل کرنی پڑے گی اور شاہی کانگرسی نظام میں کلیۃً تغیر و تبدل کرنے کے بعد سیدھی راہ اختیار کرنی ہو گی۔

مدیرِ "مدینہ" کا وعظ

اخبار "مدینہ" بجنور پالیسی کے لحاظ سے مذبذبین بین ذالک کا مصداق ہے۔ کبھی کانگرس کی حمایت اور مسلم لیگ کی مخالفت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے کی سعی کی جاتی ہے۔ تو کبھی مسلم لیگ کی رعایت اور کانگرس کی شکایت پر سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے۔

کانگرس زرداروں کی جماعت ہے۔ اور صوبہ یوپی جس میں بجنور واقع ہے۔ کانگرسی حکومت کے زیر اثر رہ چکا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ اثر پھر عود کر آئے۔ لہذا کانگرس کی حمایت کا سبب ظاہر ہے۔ اور مسلم لیگ کی رعایت کا موجب وہ خاص مصلحتیں جو اس نازک دور میں اپنی شان یکتائی برقرار رکھنے کیلئے داعی ہوا کرتی ہیں۔ اور بس!

ہمیں "مدینہ" کی اس پالیسی اور اس کے اس بوقلموں طرزِ عمل کی شکایت نہیں، افسوس تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی شرح و تفسیر اور آیات بیّنات کے مطالب و معانی میں حسب ضرورت ردّ و بدل کی بے سود کوشش سے گمرہی کا ایک باب کھولنے کی جرأت کی جاتی ہے۔

معاصر موصوف نے اپنی یکم اور ۵ جنوری کی اشاعتوں میں "راہِ عمل" کے تحت "ان اللہ لا یغیر وا مابقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم" کی شرح فرمائی ہے جس میں مسلمانوں کو قرآن کریم کی حبل متین سے استفادہ کی تلقین فرماتے ہوئے ایسے دلائل و براہین اور ایسی تاویلات سے کام لیا ہے جو بالکل ایجاد بندہ کہی جا سکتی ہیں آیتِ متبرکہ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم مولانا ظفر علی خاں کے ایک شعر سے واضح ہے۔

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لیکن "مدینہ" کے فاضل مدیر نے اپنی طویل وعظ میں آیۂ متبرکہ کو دو حصّوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

۱۔ تنظیم، اور ۲۔ غیر مسلموں سے اشتراک۔

قرآن حکیم کی نص صریح ہے۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ (یہود و مشرکین ایمان والوں کے سخت دشمن ہیں۔

قرآن کریم نعوذ باللہ ایسی کتاب تو ہے نہیں جو نامکمل ہو اور جس کے احکام ایک دوسرے کی ضد ہوں، ایک آیت میں ایک بات کا جواز اور دوسری میں اسی کا عدم جواز ثابت کرنا کتاب اللہ کی صریح تحریف کے مترادف ہے۔ معلوم نہیں "ان اللہ لا یغیر و مابقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم"

کے معانی میں مدیر مدینہ نے غیر مسلموں سے اشتراک کا جواز کہاں سے نکال لیا ہے۔ یہ اگر فرمایا جائیگا کہ یہ سیاسی مفہوم ہے لیکن اس سے سیاست اسلامی و سیاست قرآنی پر حرف آئیگا اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی سیاست ہی وہ سیاست ہے جو دنیا کی تمام سیاستوں پر حاوی ہے۔ جس کے صدقہ میں اسلام نے فروغ پایا۔ مسلمان گو آج ذلیل و خوار ہیں اور کانگرسیوں اور کانگرسیوں کے ساتھ گر ہیں تو صرف اس لئے کہ قرآنی سیاست پر عمل نہیں رہا۔ وہ جھوٹی آزادی اور جھوٹی یکجہتی کی لغویتوں میں گھر کر رہ گئے ہیں۔

فاضل مدیر مدینہ کے نزدیک مسلم لیگ کی تنظیم کی بنیاد حبل اللہ اور حبل متین قرآن کے بموجب نہیں۔ اس لئے کہ لیگ کی باگ قیادت ان لوگوں کے ہاتھ ہے۔ جن کا قرآن پر عمل نہیں۔ وہ اپنی زندگیاں ایسے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے جو قرآن کریم نے تجویز فرمایا ہے۔ اور اس میں مسٹر جناح سر سکندر، چودہری خلیق، مسٹر برکت علی اور سر ناظم الدین ایسے افراد شامل ہیں۔

اگر یہی لوگ جن کا ذکر اس حقارت سے کیا گیا ہے اسلامی کلچر و تہذیب اور روایات و مفاد کو ٹھکرا کر غیر مسلموں سے اشتراک عمل کر لیں۔ تو مدیر موصوف کے نزدیک وہ بہت بڑے عامل قرآن اور لائق ترین قائد قرار پا سکتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے ترا حسن کرشمہ ساز کرے

فاضل مدیر سلسلہ مضمون جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "آپ نے جن لوگوں کا دامن پکڑ رکھا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں آقائے مدینہ کا دامن نہیں اور نہ وہ اس دامن کو تھامنے کے آرزومند ہیں۔ وہ یورپ کی پیداوار ہیں اور آپ کو کعبہ کی طرف لے جانے کی بجائے انگلستان کا حج کرانا چاہتے ہیں۔"

سبحان اللہ! وعظ تو فرمایا جا رہا ہے ان لوگوں سے اشتراک عمل کا جن کے رگ و پے میں اسلام دشمنی سرائت کئے ہوئے ہے۔ تلقین کی جاتی ہے مسٹر ساورکر اور مونجے ایسے مخالفین ملت کا دامن تھامنے کی جو بہر حالت و بہر صورت اسلامی تہذیب و کلچر مٹا دینا چاہتے ہیں۔ تعلیم دی جاتی ہے ان نہروؤں، گاندھیوں اور اس ہائی کمانڈ کی اطاعت کی جس کی ستم رانیوں اور چیرہ دستیوں پر سی پی، یو پی اور بہار کی سرزمین مدتوں خون کے آنسو بہائیگی۔ اور کوسا جا رہا ہے مسٹر جناح سر سکندر اور چودہری خلیق الزمان کو، انا للہ

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

آچاریہ کرپلانی کا بیان ہے۔ کہ "گاندھی جی کسی ایسے مسلمان کو کانگرس میں شریک نہیں کرنا چاہتے۔ جو ان کا فلسفہ حیات قبول نہیں کریگا" لیکن فاضل مدیر فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں کی ایک جداگانہ جماعت ہونی چاہئیے۔ جو اسلامیان ہند میں قرآنی مرکزیت پیدا کرنے، ان کی معاشرتی و تہذیبی اصلاح کرنے کی جدوجہد کرے۔ اس جماعت کا نصب العین ہندوستان کی مکمل آزادی ہو۔ اس آزادی کے حصول کیلئے اس جماعت کے تمام ممبر اپنی جماعت کے علاوہ ہندوستان کے تمام فرقوں کی مشترک جماعت یعنی کانگرس کے ممبر ہوں۔ اور کفر و اسلام کے تمام

اندرونی اختلافات کے باوجود نیشنلسٹ لینڈ اور لیگ کے مقابلہ میں وہ ہندوستانی اور صرف ہندوستانی ہوں "قرآنی مرکزیت" اور وہ بھی خالص متعصب ہندو اجارہ داروں کی جماعت کانگرس کے اندر رہ کر اور پھر کفر و اسلام کے تمام اندرونی اختلافات کے باوجود، بہت اچھا خیال ہے۔ اور بہت جلد یوان پڑ رہے گا۔ جو لوگ مسلمانوں سے قرآن اور ایمان چھین لینا چاہتے ہیں ان میں قرآنی مرکزیت کا قیام بے تعبیر کی خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور پھر یہ عیاری اس لئے کی جائے۔ کہ انگریز ہندو مسلم کی مفروضہ ہندوستانیت سے مرعوب ہو کر ہندوستان کی حکومت سے دست کش ہو جائے۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ع

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

" فاضل مدیر نے اخیر پر ایک پتے کی بات فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ :-

" اسلام کسی نسل یا قوم کا نام نہیں۔ بلکہ چند اصولوں کا نام ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سوشلزم چند اصولوں کا نام ہے۔ اسی لئے سوشلسٹ اپنے اختلافات کے باوجود سیاسی آزادی کے سوال میں تمام فرقوں کے ساتھ متحد ہیں۔ اور اس لئے کانگرس سے علیحدہ ہو کر کوئی جماعت بنانے کی بجائے انہوں نے کانگرس کے اندر ہی ایک سوشلسٹ کانگرس پارٹی کی تشکیل کی ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی کر سکتے ہیں "

گویا مدیر موصوف کے نزدیک اسلام کے قرآنی و الہامی اصولوں اور سوشلزم کے انسانی اصولوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وہ باتیں ہیں جو ایک راسخ العقیدہ مسلمان کے نزدیک لغو اور بالکل لغو ہیں۔

مسلمان کا ایمان قرآن پر ہے۔ اور قرآن کا حکم ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (پارہ ۳ سورہ عمران رکوع ۳) وہ لوگ جو پکڑتے ہیں کافروں کو دوست سوائے مسلمانوں کے۔ کیا چاہتے ہیں نزدیک ان کے عزت۔ تحقیق عزت واسطے اللہ کے ہے تمام۔

رہا یہ کہ قائدین مسلم لیگ کے ہاتھ میں آقائے مدینہ کا دامن نہیں اور نہ وہ اس دامن کو تھامنے کے آرزومند ہیں۔ اس کا جواب " طلوع اسلام " کی زبانی سن لیجئے۔

ملت اسلامیہ ہندیہ کی نشاۃ ثانیہ اور علمائے سوء کے تحت لکھا ہے کہ ۔

" ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت اس مریض کی سی ہے۔ جو موت و حیات کی کشمکش میں گرفتار ہو اس کی صفوں میں انتشار۔ حوصلوں میں پستی۔ دلولوں میں سردی، ارادوں میں مایوسی اور مُردنی کے آثار مہیا ہو چکے ہیں۔ جب اس نزع کی حالت میں ایک داڑھی منڈا مسلمان جو نہ "امام الہند" ہے اور نہ امام شریعت " نہ " شیخ الحدیث " اور نہ ابوحنیفہ ثانی درد مند دل کے ساتھ اٹھتا ہے۔ اور تسبیح ملت کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک ہی رشتہ میں پرونے کی کوشش کرتا ہے۔ عبا نہیں۔ قبا نہیں۔ کوئی ٹھاٹھ نہیں کلمۂ طرازی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو سینے میں ایک بیقرار دل جس میں ملت کا درد۔ مسلمان علمائے سوء کی شکم پرستیوں باطل نوازیوں اور ہوسناکیوں کا ستایا ہوا مسلمان قیادت کے ان بھوکوں اور جھوٹے غمخواروں کے

ہاتھ سے زمام قیادت چھین کر اس سید سے سادے مسلمان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ وہ یقین و ثبات کے ساتھ اپنی صف بندی کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے۔ ایک طرف سوراجی فوج کا ملحد جرنیل بکمال غرور و تکبر نعرہ لگاتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو ہی قومیں ہیں، انگریز ——— اور ——— ہندو۔ مسلمان کو ہندوستان میں اپنی انفرادی و ملی ہستی کے بقا و تحفظ کیلئے تنظیم اور صف بندی کا کوئی حق نہیں دوسری طرف ہمارے وطن پرست علمائے کرام کا مقدس گروہ اپنے آپ کو لیڈری سے محروم ہوتا ہوا دیکھ کر تلملا اٹھتا ہے۔ کھوئے ہوئے وقار کی بازیافت کے لئے پیچ و تاب کھاتا ہے۔ یہی بے نوا دکانوں کو چمکانے کیلئے ایمارکے "سفر خرچ" پر ہندوستان کے قریہ قریہ میں مارا مارا پھرتا ہے۔ ترنگا جھنڈا ہاتھ میں لے کر ملی پرچم کو زمین پر دے مارتا ہے۔ اور ہم صفیران وطن کی شہ میں شہر ملا کر ملت کے بے لوث خادموں اور قوم کی عزیز ترین ہستیوں کو انگریز پرست، ٹوڈی، سامراجی اور نہ جانے کن کن ننگ اخلاق ناموں سے یاد کرتا ہے

جن حقائق پر پہلے ایمان تھا۔ جن کیلئے

پھرتے تھے شیخ کاندھے پہ ممبر لئے ہوئے

اب اساطیر الاولین ہو جاتے ہیں (معاذ اللہ) جس نصب العین کی طرف پہلے خدا اور رسول کا نام لے کر آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر بلایا جاتا رہا ہے۔ اب ٹھیک اسی کی تغلیط اور تردید میں اپنے پھیپھڑوں کی پوری قوت طاقت لسانی کے سارے کمالات و ساری چرب زبانی، ساری سحر بیانی، اور ساری "ابوالکلامی" صرف کر دی جاتی ہے پہلے اپنے مرکز قومی سے جڑ کر رہنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس مرکز سے کٹنے اور چھٹنے والوں کو ابلیس ملعون قرار دیا جاتا تھا حیات اجتماعی کا درس دیا جاتا تھا۔ لیکن جب مسلمان صدیوں کی گہری نیند سے آنکھیں ملکر اٹھا اور اس نے چاروں طرف کے حالات پر نظر ڈال کر ایک مرکز پر جمع ہونے کی کوشش کی تو اسی مرکز کو تباہ و برباد کرنے کیلئے یہ "نیک ٹولی" ہر حربہ آزما ڈالتی ہے

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق (اقبالؒ)

یہ خاکہ ہے ان علمائے کرام کا جن کے ہاتھ میں امت کی تنظیم کی باگ "مدینہ مدینہ" دینا چاہتے ہیں۔

آسماں سے آئے کیوں بجلی جلانے کیلئے
خود چراغ خانہ ہی غارت گر کاشانہ ہے

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم" کی اس تفسیر کا لب لباب اور مدیر موصوف کے واعظ کی غرض و غائت اور آپ کا آخری و حتمی مشورہ یہ ہے۔ کہ مسلمان من حیث المجموع مولانا عبید اللہ سندھی کی "جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی" میں شامل ہو جائیں۔ اسی میں ان کی فلاح اور "قرآنی مرکزیت" کا راز مضمر ہے۔ بہت اچھا درس ہے۔ اور ان اللہ لا یغیروا کی بہت اچھی تفسیر ہے آہ

مسلماں در گور و مسلمانی در کتاب

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

مخلوط تعلیم مناسب نہیں

پنجاب اسمبلی میں لڑکوں اور لڑکیوں کی پرائمری تک کی مخلوط تعلیم کے عواقب و نتائج پر بحث ہو رہی ہے۔ اگر اس تجویز نے قانون کی شکل اختیار کر لی۔ تو گیارہ سال کی عمر کے بچے اور بچیاں مدارس میں دوش بدوش تعلیم پائیں گے۔ خواجہ غلام صمد اور بعض دیگر ارکان اسمبلی مذہبی نکتہ نگاہ سے اس تجویز کے مخالف ہیں۔ وہ آیات بینات سے اس کے عدم جواز کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ لیکن وزیر اعظم اور وزیر تعلیم بعض مصلحتوں کے پیش نظر اس کی ترویج ضروری خیال کرتے ہیں۔ روزنامہ "زمیندار" و "احسان" نے بھی تجویز کی تائید میں افتتاحی مقالے لکھے ہیں۔ لیکن عوام اسے نہ صرف مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ معیوب خیال کرتے ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی موجودہ پود کی اخلاقی حالت، مذہبی رجحانات اور تمدنی خصوصیات پر اگر ایک غائر نگاہ ڈالی جائیگی۔ تو مخلوط تعلیم کی حمایت و تائید غیر موزوں و غیر انسب ہو گی۔ مخلوط تعلیم کی ترویج سے بہر نوع نیک نتائج مترتب نہ ہونگے اس سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوگی۔ لہذا حکومت کے ارباب اختیار کا فرض ہے۔ کہ وہ مخلوط تعلیم کی سکیم بالکل ترک کر دیں۔ کیونکہ اس کی تہ میں بہت سی ایسی خرابیاں پنہاں ہیں۔ جن کا بعد میں سد باب از بس دشوار ہو جائے گا۔

بہی خواہانِ القریش سے اپیل

القریش کی صوری و معنوی، ظاہری و باطنی خوبیوں کے قارئین کرام معترف ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ "القریش" کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ، مفید اور کارآمد بنانے کیلئے تا بحد امکان کاوش و کوشش اور محنت و عرقریزی سے کام لیا جاتا ہے۔ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی کے باوصف حجم میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اور کتابت و طباعت دیدہ زیب کرائی جاتی ہے۔ چونکہ اخراجات ناگزیر ہو رہے ہیں۔ لہذا معاونین کرام سے بزور اپیل ہے۔ کہ اپنے اپنے حلقہ اثر و احباب سے ایک ایک دو دو خریدار مہیا کرنے کی سعی کریں۔ اور جن احباب نے

نقد رقوم کی ترسیل کے وعدے

فرمائے ہیں وہ بواپسی ڈاک موعودہ زر اعانہ ارسال کر کے حمیت قومی کا ثبوت دیں۔ تساہل کا وقت نہیں۔ اس وقت جو کچھ بھی ہو سکے عملی طور پر کر کے عند اللہ ماجور و عند القوم مشکور ہوں۔ و باللہ التوفیق!

ذوقی صدیقی

حالاتِ حاضرہ

جنگ

جنگ سے متعلق کوئی نمایاں واقعات رونما نہیں ہوئے۔ خبریں جہازوں کو ڈبونے اور آبدوز سرنگوں سے اڑا دینے تک محدود ہیں۔ حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت چین جاپان، روس اور فن لینڈ، جرمنی، برطانیہ اور فرانس ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ لیکن متقابل طاقتوں میں سے کسی ایک نے بھی پوری طرح اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ پچھلے دنوں ریڈیو کے ذریعہ عجیب و غریب اور مہیب خبروں کی اشاعت ہوتی رہی۔ اب اس میں بھی وہ سرگرمی نہیں پائی جاتی۔

مغربی محاذ یعنے فرانس اور جرمنی کی سرحد پر سیگفرڈ لائن اور میگناٹ لائن کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے۔ اسے جنگی لحاظ سے کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ برطانیہ اور جرمنی کے مابین جو خبر سب سے زیادہ اہم موصول ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ۳ر جنوری کو جرمنی ساحل کے قریب تین برطانوی ہوائی جہازوں نے بارہ نازی طیاروں سے جانبازانہ مقابلہ کیا۔ اور غنیم کے دو حملہ آوروں کو نیچے گرا کر برطانوی جہاز صحیح سلامت واپس آ گئے۔ فن لینڈ کی فوجی طاقت روس کے مقابلہ میں صفر کے برابر ہے۔ اس لئے روس کی فنلینڈ پر یورش خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ بہرحال جنگ جس قیامت خیز سانحہ کا نام ہے۔ وہ ابھی رونما نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ موسم بہار تک حالات میں اہم ترین تغیر کی امید ہے۔ چنانچہ ۵ر جنوری کو لارڈ لوتھین نے "شکاگو کونسل آف فارن اینیشن" (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "برطانیہ کا خیال ہے کہ آج کل جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی جرمنی اتحادیوں (فرانس و برطانیہ) پر ایک فیصلہ کن فتح حاصل کرنے کیلئے ایک نہایت ہیبت انگیز جنگ کریگا۔ جو زمین ہوا اور پانی تینوں جگہ لڑی جائے گی۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم جرمنی کے اس حملہ کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے۔ اور اگر ۱۹۱۸ء کی طرح ہم نے اس حملہ کو ناکام بنا دیا۔ تو پھر ہٹلر شاہی کو شکست دینے میں زیادہ عرصہ نہیں لگیگا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آنے والے حملہ کی ہولناکیاں کیا ہونگی۔ اور دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں پر اس کے اثرات کیا ہوں گے"

ان زبردست عسکری اور حربی طاقتوں کو جو برطانیہ کو حاصل ہیں۔ دنیا کی تمام ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔ اسلئے جرمنی کے مقابلہ میں ان کا پلّہ بھاری ہے۔ اگرچہ جرمنی کی طاقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کی تمام قوتوں کا انحصار صرف جرمنی ہے۔ جس کی خدمت کے لئے نہ تو ہندوستان جیسا وسیع و عریض ملک ہے اور نہ کوئی اور نوآبادی، اور اس پر وہ نقصانات جو صنعتی، تجارتی اور زرا[عتی] صورتوں میں پہنچے ہیں۔ جرمنی کو اور بھی کمزور کر گئے ہیں یورپ میں کوئی ایک حکومت بھی ایسی نہیں جو ہٹلر کی ا

فرعونیت کو مشتبہ نگاہوں سے نہ دیکھتی ہو۔ ترکی نے جرمنی کی طویل روایتی دوستی کے باوجود اس جنگ میں اس کا ساتھ دینے سے علانیہ انکار کر دیا۔ اور مسولینی نے ہٹلر کی حمایت میں ایک لفظ تک نہیں کہا۔ روس جرمنی کا معاہدہ بھی کوئی معاہدہ نہیں۔

صورت حالات بہر نوع پُر سکون ہے۔ ہاں اگر فرانس، جرمنی اور روس جیسی حکومتیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ ٹکرا جائیں۔ تو کرہ ارض میں قطب شمالی سے قطب جنوبی تک ایک زبردست تہلکہ بپا ہو جائیگا۔ برطانیہ کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ صرف انسانیت اور انصاف کیلئے لڑ رہا ہے۔ چھوٹی اور کمزور قوتوں کی آزادی کی حفاظت مطلوب ہے۔ اور یہ ایسا نظریہ ہے جس کے تحت دنیا کی تمام ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔ اور ہٹلر کی شکست کے اسباب یقینی۔

اثراتِ جنگ

مقابل طاقتوں کے متصادم نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت کوئی جنگ نہیں۔ لیکن جنگ کے اثرات اسقدر شدید ہیں۔ کہ ناقابل برداشت ہو رہے ہیں۔ ضروریات زندگی سے متعلقہ اشیاء کی مصیبت ریں گرانی پریشان کن صورت اختیار کر چکی ہے۔ صوبائی حکومتیں اپنی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارہ میں خاموش ہیں۔ اگر کہیں کوئی انتظام ہوا بھی ہے تو وہ ناکافی ہے۔ کاغذ اور غلہ کی گرانی کی روک تھام ازبس ضروری ہے۔ حکومت کو غریب رعایا کی تسکین کیلئے موثر انتظامات کرنے چاہئیں۔

سیاسی خلفشار

سیاسی حالات کی برق رفتاری نے ہندوستان کی سیاسی وغیر سیاسی جماعتوں کا رخ یکسر فرقہ دارانہ امور کی جانب پھیر دیا ہے۔ ذہنیتیں مسخ ہو کے رہ گئی ہیں۔ اور مختلف النوع شاطرانہ چالوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ "یوم نجات" کے پہلے مسٹر گاندھی نے ۹ دسمبر کو واردھا سے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ

"میں جناح صاحب اور ان کے ساتھیوں سے کہونگا کہ وہ ایک ایسے شخص کی اپیل پر کان دھریں۔ جو نہ صرف ان کا ذاتی دوست ہونے کا مدعی ہے۔ بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کا محافظ ہونے کے لحاظ سے اسلام کا دوست اور محافظ ہے۔"

"ہندو سبھا" کے بائیسویں سالانہ اجلاس کے "سبھاپتی" (صدر) مسٹر ساورکر نے اعلان کر دیا۔ کہ

"مسلمانوں کو ہندوستان میں صرف ہندوؤں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے ہندو سبھا کا نصب العین ہندوستان میں قطعی طور پر اور خالص انداز میں ہندو راج قائم کرنا ہے۔ مسلمان اگر اس ملک میں رہنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو اس راج کی رعایا بن کر رہنا پڑے گا۔"

پنڈت جواہر لال نہرو نے امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"یوم نجات کے مظاہرں کے بعد کانگرس نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ مسٹر جناح کی وساطت سے مسلمانوں کے ساتھ کوئی گفتگو نہ کی جائے گی۔"

عجب کشمکش کا دور ہے۔ ہندی اردو کا ہنگامہ انتہائی عروج پر آ چکا ہے۔ شیعوں نے ہندو سبھا سے پیمان وفا باندھ کر عامتہ المسلمین سے معرکہ آرائی شروع کر دی ہے۔ "آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس" منعقدہ چھپرہ (بہار) اور آل انڈیا

ہندو مہاسبھا" منعقدہ کلکتہ دونوں کی کارروائی ایک ہی سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہے۔ معاصر "مدینہ" مطبوعہ ۱۳ جنوری سنہ بحث و نظر کے تحت جو مشترکہ کارروائی شائع کی ہے ذیل میں نقل کی جاتی ہے تاکہ "شیعہ پولیٹیکل کانفرنس" کی ذہنیت واضح ہو سکے۔

(۱) ہندو مہاسبھا اور شیعہ کانفرنس دونوں نے جداگانہ انتخاب کی سختی کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے مشترک انتخاب کا مطالبہ کیا۔ اور دونوں نے اس بات پہ زور دیا۔ کہ جداگانہ انتخاب کی وجہ سے مسلمانوں نے اُن کے جائز حقوق غصب کر رکھے ہیں۔

(۲) دونوں نے اس بات کی شکایت کی کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کو جو رعائتیں دی گئی ہیں۔ انہوں نے ہندوؤں اور شیعوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

(۳) دونوں نے مسلم لیگ اور کانگریس پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بے پناہ بوچھاڑ کی ہے۔ اور دونوں کے نزدیک یہ دونوں جماعتیں ان کے ساتھ بے انصافی کر رہی ہیں۔

(۴) دونوں نے اپنے فرقہ کو کانگریس سے الگ رہنے اور اپنی تنظیم کرنے کا مشورہ بڑی شدت کے ساتھ دیا ہے۔

(۵) دونوں نے برطانوی حکومت سے اس بات کا شکوہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو تو فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

(۶) دونوں نے برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا۔ اور صرف مسلمانوں کو نفرت و ملامت کا نشانہ بنایا۔

(۷) دونوں نے برطانیہ کو یقین دلایا ہے۔ کہ وہ جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

(۸) دونوں نے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اشتراک کی ایک نرالی منطق پیش کی ہے۔ یعنی ہندو مہاسبھا نے کہا ہے۔ کہ "ہندوستانی قوم" سے مراد صرف ہندو ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کو اُن کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے رہنا چاہیئے۔ شیعوں نے کہا ہے۔ کہ مسلمانوں کا "دماغ" ہم ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ہماری فوقیت و برتری کا اعتراف کرنا چاہیئے۔

(۹) دونوں نے اتحاد و اشتراک کا دعویٰ کرنے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف تنفر و تبرا کرنے کو لازمی جانا ہے۔

اور آخر میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہندو مہاسبھا نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ اصلی ہندو ہم ہیں۔ اور شیعہ تبرائیوں نے بھی یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اصلی مسلمان ہم ہیں۔

مختصرات

تازہ ترین اخباری اطلاعات مظہر ہیں کہ کانگرسی وزارتیں بہت جلد دوبارہ قائم ہو جائینگی۔ ہزایکسیلنسی وائسرائے ہند نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ کم سے کم عرصہ میں ہندوستان کو درجہ نوآبادیات دینے کی کوشش کی جائیگی۔ امروز فردا میں مسٹر جناح ہزایکسیلنسی وائسرائے ہند سے ملاقات کریں گے۔ مسٹر امبیدکار اور مسٹر جیکر مسٹر جناح سے مسٹر ساورکر صدر ہندو سبھا کی ملاقات کا انتظام کر رہے ہیں۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ سکھر کی مسجد منزل گاہ مسلمانوں کو دیدی جائیگی لیکن متصلہ کی ملکانہ مسجد کے سلسلہ میں سول نافرمانی کا آغاز ہو گیا ہے۔ خان عبداللہ خاں صمند زئی نے کہا کہ جرمنی اور روس (صفحہ ۲۹ پر دیکھو)

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

دسمبر کے رسالہ کی ترسیل کے بعد ڈیڑھ سو معاونین کرام کی خدمت میں استصواب رائے کیلئے خاص مراسلات ارسال کئے گئے تھے۔ تاکہ موجودہ ترتیب اور ہفت روزہ اشاعت کے متعلق قدردانانِ القریش کی صحیح رائے معلوم ہونے کے بعد ہم عملی پہلوؤں پر غور کرنے کے قابل ہو سکیں۔ جوابات موصول ہو رہے ہیں۔

مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ القریش کی موجودہ ترتیب نہائت ارفع و اعلیٰ ہے سیاسی، غیر سیاسی اور برادری سے متعلق مضامین نہائت کاوش و کوشش سے ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ بارکنا حولہا کی دعائیں رات دن منہ سے نکلتی ہیں۔

۲۔ "تعارفات" کا سلسلہ ازبس مفید اور پسندیدہ ہے کاش اس کی ابتدا آپ کی شبیہ اور مختصر حالات کے اندراج سے ہوتی، تاکہ ناظرین "محسن القوم" سے متعارف ہو سکتے۔ اور بالخصوص وہ حضرات جنہیں آپ کی احسن ترین خدمات کی وجہ سے عقیدت ہے۔ آپ کی شبیہ کو دیکھ سکتے۔ آئندہ اشاعت میں "تعارفات" میں اپنی شبیہ شائع کیجئے۔

۳۔ "القریش" ہفت روزہ ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ مصارف کہاں تک دستگیری کر سکتے ہیں۔ ایسا قدم اٹھانا چاہیئے۔ جو لوٹانا نہ پڑے۔ اگر بہی خواہانِ قوم کثرت سے دست اعانت بڑھائیں۔ تو ہفت روزہ اشاعت قومی ضروریات کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ دو خریداران کی قیمت انشاءاللہ تعالیٰ میں پیش کرونگا۔

۴۔ قریشی برادری کیلئے مختص لفظ کے سلسلہ میں بعض احباب کے اس خیال سے میں متفق نہیں ہوں۔ کہ مراسیوں کے غلط ادعا کی وجہ سے "قریشی" کا لفظ ترک کر کے کوئی اور لفظ تجویز کر لیا جائے۔ ہاں اور اقوام زراعت پیشہ کی طرح لفظ صدیقی، فاروقی، عثمانی، عباسی وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ یعنی ذات قریشی گوت صدیقی وغیرہ کا اندراج کاغذات مال و مردم شماری میں ضرور کروانا چاہیئے مراسیوں کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔ وہ خادمیت کے ادعائے صحیحہ سے بشرط بجا آوری اعمال صالحہ دینی و دنیوی مفاد اٹھا سکتے ہیں۔ خیر ان کی مرضی،

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

غلط فہمی

ضمن ۱، ۲ اور ۳ سے متعلق آپ اپنے ہمدردانہ مشورہ اور وعدۂ اعانت کیلئے ہدیۂ تشکر قبول کیجئے۔ اگر احباب نے ضرورت سمجھی اور معاونت کی تو ہفت روزہ کیلئے اقدام کیا جا سکے گا۔ ورنہ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی کے ان ایام میں یہ اقدام سعی لاحاصل کے مترادف ہوگا۔

ضمن ۴ سے متعلقہ بحث میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ سوال یہ نہیں کہ "قریشی" کی بجائے کچھ اور

تجویز کیا جائے۔ مسئلہ زیر غور یہ ہے۔ کہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں قریشی حضرات مختلف اعزازی خطابات سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اور یہ درست نہیں۔ لہذا ایک ایسا اعزازی لفظ تجویز کیا جائے۔ جو قریش کے لئے مختص ہو اور اسی مخصوص خطاب سے ہر جگہ کے قریشی مخاطب ہوں۔ برادران قریش کہیں شیخ اور کہیں قاضی کہیں پیر اور کہیں چشتی کہیں مخدوم اور کہیں سردار کہلاتے ہیں۔ جو غیر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

بعض احباب کی رائے ہے۔ کہ پیر کوئی موزوں اور خاص خطاب نہیں۔ پیری مریدی بھی ایک پیشہ ہو گیا ہے۔ اور فی زمانہ مختلف اقوام کے لوگ یہ پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔ لہذا اور آگے چلے جائیے اور تجسس و تفکر کی نگاہ ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ پیر کی بھی مختلف نوعیتیں ہیں۔ تفصیل میں جانا مقصود نہیں۔ بہر کیف بعض دوستوں کو اس سے اختلاف ہے۔

"شیخ" معنوی حیثیت سے ایک جامع لفظ ہے۔ لیکن اب اس کی بھی کرکری ہو گئی ہے۔

نومسلم شیخ۔ خوجہ شیخ۔ ککے زئی شیخ، قانونگوئے۔ (ایک قوم ہے) شیخ۔ کشمیری شیخ۔ لہذا شیوخت کا وہ مفہوم نہاں خانہ دماغ میں منجمد ہو کے رہ گیا۔ اس لحاظ سے بعض احباب اسے پسند نہیں کرتے۔

"قاضی" کوئی خطاب نہیں۔ عہدہ ہے۔ اور اس دور ہمہ ذاتی میں ہر مردہ شو کرسئی قضات" پر جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور "قاضی" کی معنوی حیثیت مسخ ہو کے رہ گئی ہے۔

"چشتی" طریقت کا ایک سلسلہ ہے۔ جسے بعض غلط فہمی سے قومیت کے معنوں میں استعمال کرنے لگے ہیں خانوادہ چشت کا ہر معتقد بلا تمیز قوم و نسل "چشتی" کہلاتا اور کہلانے کا مستحق ہے۔

"سردار" بمعنی بڑا، مقتدر، قائد، سالار یعنی شیخ" پنجاب میں ہر سکھ "سردار" کہلاتا ہے، بلوچ سردار کہلاتے ہیں۔ وقِس علی ہذا)

بعض حضرات کی رائے ہے۔ کہ ملتانی بزرگان قریش "مخدوم" کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔ یہ لفظ قریش کے امتیاز خصوصی کیلئے بدرجہ اولی موزوں ہے۔

ایک رائے

شیخ احمد الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر نے بدلائل ثابت کیا ہے۔ کہ "مخدوم" ہی ایک لفظ ہے۔ جو تمام پہلوؤں کے پیش نظر قریش کیلئے مختص اعزازی لفظ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا "ندوۃ القریش" اور متعلقہ جماعتوں کو اسے رواج دینا چاہیئے۔

امور متذکرہ صدر پر غور کر کے ناظرین کرام اپنی اپنی رائے سے مستفید کریں۔ اور "ندوۃ القریش" سے ملحقہ جماعتیں اپنے جلسوں میں پیش کر کے تبادلہ خیالات سے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی سعی کریں)

۲ - مکرمی قاضی امان الحق صاحب صدیقی بی۔ اے بی ٹی کی ایک طویل مراسلت موصول ہوئی ہے جو کسی قدر اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:-

القریش کی موجودہ ترتیب ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ اور آئندہ پروگرام نورٌ علی نور۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے

مضامین میں اگرچہ کسی اضافہ کی ضرورت نہیں، تاہم ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ اور وہ یہ کہ شروع شروع میں جو بزرگان قریش ہمراہ سلاطین اسلام یا دیگر ذرائع سے ہندوستان میں آئے۔ ان کی تفصیلی کوائف شائع کرنے کا التزام ہو جائے تو قومی تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے ازبس مفید ہوگا۔ بعض نسلوں کے شجرہ ہائے نسب محفوظ نہیں رہے۔ بعض خاندانوں کے افراد دور و دراز گوشہ ہائے ہند میں پھیل جانے کی وجہ سے ایک دوسرے سے آشنا نہیں رہے۔ اور بعض میں اسقدر اجنبیت و غیریت ہوگئی ہے۔ کہ وہ بالکل بیگانہ ہوگئے ہیں۔ لہذا نسب ناموں کی تلاش، خاندانی کوائف کی اشاعت اور استفسارات و جوابات کے اندراجات میں تعاون کی صورت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ نومبر کے القریش میں جس طرح میری طرف سے ایک استفسار شائع ہوا تھا۔ اسی طرح دیگر حضرات کی طرف سے شائع ہوں۔ اور برادرانِ قریش ان کے جوابات کی جانب توجہ معطوف کریں۔ تو یہ اجنبیت نہائت آسانی کے ساتھ دور ہو سکتی ہے۔ اور قومی تنظیم کا مسئلہ بہترین طریق پر حل ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح ہر خاندان قریش کی علیحدہ شدہ کڑی زنجیر اخوت میں منسلک ہو سکتی ہے۔ "تذکرہ برادری" نہائت مفید سلسلہ ہے۔ اس قسم کے تمام امور اسی سلسلہ میں آسکتے ہیں،

استفسارات کے اس سلسلہ میں

۱۔ سلاطین سلف کے زمانہ میں کون کون سے قریشی بزرگ اعلی مدارج مثلاً قضات، افتا، وغیرہ پر مامور تھے۔ ان کے نسب نامے، کارنامے اور دیگر حالات درج کئے جائیں۔

۲۔ کسی صاحب کے اسلاف میں سے کوئی صاحب کہیں چلے گئے ہوں۔ اور لاپتہ ہوں۔ ان کا جزوی شجرہ نسب معہ اشارات ضروری درج کرکے استفسار کر لیا جائے۔ کہ اب ان کی اولاد کہاں آباد ہے۔

۳۔ شجرہ کی تکمیل سے متعلق مدد لی جائے۔

میری رائے

القریش کی ہفت روزہ اشاعت کے میں خلاف ہوں، میرے خیال میں ماہانہ شکل میں رسالہ اپنا مشن و مقصد نہائت خوبی خوش اسلوبی اور عمدگی سے پورا کر رہا ہے۔ جس نوع کا مواد اس میں طبع ہوتا ہے۔ اس کیلئے ایک ماہ کا انتظار موجب ازدیاد توجہ ہے۔ اگر ہفتہ وار ہو گیا تو ادبیات، افسانہ جات اور سیاسیات میں اضافہ کی جانب رجوع ہوگا۔ تازہ بتازہ خبروں پر زور دینا پڑے گا۔ تو اس مقصد کیلئے بیشتر رسائل موجود ہیں۔ یہ رسالہ جو اب تک ایک خاص قومی آرگن کی شکل لئے ہوئے ہے۔ تبدیل مواد کی صورت میں ایک عام ملکی آرگن کی شکل اختیار کرے گا۔ جس سے اس کا اصلی مقصد یقیناً فوت ہو جائیگا۔ اور القریش کے مقصد میں فرق آنا مناسب نہیں۔

میں اپنے محترم برادرانِ قریش سے اپیل کرونگا۔ کہ وہ اپنے محبوب قومی صحیفہ کو ہفتہ وار کرنے پر زور دینے کی بجائے اس کے حجم میں اضافہ کرنے کیلئے دل کھول کر امداد کریں۔ ضخامت بڑھیگی، دلچسپیاں بڑھینگی۔ اور اس مواد کے لئے جس کا اوپر عرض کیا گیا ہے۔ گنجائش ہوگی۔ اور قوم کو معتد بہ فائدہ پہنچیگا میں نے اپنی رائے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ پیش کر دی ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی کثرت رائے ہفتہ وار کے حق میں ہو۔ اور ہفت روزہ ہو جائے تو بھی اس قومی آرگن کیلئے میں زیادہ سے زیادہ خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کرنا اپنا

فرض سمجھوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شاخہائے قریش اور حقوق زراعت

صوبہ پنجاب میں ایکٹ انتقال کے بعض کمزور پہلوؤں کی وجہ سے قریش کی مختلف شاخوں کو حقوق زراعت کے حصول میں جو دقتیں پیش آ رہی ہیں اور جو نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ وہ کسی صراحت کے محتاج نہیں۔ پیشتر ازیں اس مسئلہ پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں۔ کاغذات مال میں ایک کی قومیت قریشی درج ہو گئی ہے۔ اور دوسرے کی صدیقی یا فاروقی۔ اب ایکٹ کی منشا کے موافق اول الذکر زراعت پیشہ تسلیم ہے۔ اور ثانی الذکر غیر زراعت پیشہ۔ حالانکہ صدیقی و فاروقی بھی قریش ہی کی شاخ ہے۔ ریونیو افسران کو ہر طرح اطمینان دلایا جاتا ہے۔ لیکن وہ توجہ نہیں دیتے۔ حالانکہ راجپوت جاٹ وغیرہ اقوام کی شاخوں سے اسقدر بے التفاتی و بے انصافی روا نہیں رکھی جاتی۔

دو عملی

اگر گوڑ یا شت کو "برہمن"، ماتھر، سکسینا یا بھٹناگر کو "کائستھ"، اگروال کو ویش، پنوار، چوہان اور کھوکھر کو راجپوت، گل اور اپل کو جاٹ سمجھا جا سکتا ہے۔ تو تعجب ہے کہ صدیقی، فاروقی، عثمانی اور عباسی کو قریشی کیوں نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور جب کاغذات مال کے پرانے سے پرانے ریکارڈ میں صاف و صریح الفاظ میں اندراج موجود ہو۔ تو شک شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ضرورت ہے کہ حکومت پنجاب کو توجہ دلائی جائے تاکہ دو عملی کے اس غلط طریق عمل کی اصلاح ہو سکے۔ اور مستحقین اپنے حق سے محروم نہ رہیں۔

اصلی و نقلی قریشی

ایکٹ انتقال سے استفادہ کیلئے اس زمانہ میں غیر قریشی بھی قریشیت کی قبا اوڑھ رہے ہیں۔ غیر قریشی اقوام نے قریش کے نام سے اپنی بائنیں اور انجمنیں قائم کر رکھی ہیں۔ لہٰذا پنجاب ہندوستان میں ندوۃ القریش کی ایسی سب کمیٹیوں کی تشکیل کی ضرورت ہے۔ جو مقامی طور پر اصلی و نقلی قریشیوں کے نقشے تیار کرے۔ اس رائے کو تنگدلی پر محمول نہ کریں۔ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ اصل و نقل مخلوط و مدغم نہ ہونے پائیں۔ اگرچہ کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوَۃٌ کے تحت سب مومن بھائی بھائی ہیں۔ لیکن یہ نسب و نسل کا معاملہ ہے۔ وَجَعَلنٰکُم شُعُوبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا۔ (باقی پھر)

۳۔ ناظم کرم الٰہی صاحب منشی فاضل تحریر فرماتے ہیں:۔

آپ کے استفسار سے پیشتر ہی "القریش" کی ترتیب کی خوبی و عمدگی اور آپ کی محنت و کوفت پر ستائش دیانش کے پھول نچھاور کر چکا ہوں۔ ملاحظہ ہو القریش ماہ نومبر صفحہ ۲۲ کالم ۲

انہی الفاظ کا اب اعادہ کرتا ہوا اپنے محترم قریشی بھائیوں اور ناظرین القریش سے مخلصانہ استدعا کرنا چاہتا ہوں۔ کہ "القریش" کی مساعی جمیلہ مشروط وعدوں میں ٹال دینے کے قابل نہیں۔ خدا نے توفیق دی ہے۔ تو ایسے مفید ترین قومی و اصلاحی آرگن کی غیر مشروط بلا تاخیر امداد کریں۔ پیر اکرام الحق صاحب علوی رئیس اعظم نے ۷۵ روپے کا مشروط وعدہ شائع ہوا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ دست اعانت بڑھائیں دوسروں کی طرف نہ دیکھیں۔ آپ سبقت کریں تو دوسروں میں تقلید کا ذوق ہوگا۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی

داعی ہے۔ کہ اپنے قومی مشیر کی فراخدلی سے امداد کی جائے۔ دس روپے کی حقیر رقم ارسال کر رہا ہوں۔ قبول کریں۔ جن احباب نے وعدے فرمائے ہیں ایفا فرمائیں۔ اور بانی متوجہ ہوں۔

وباللہ التوفیق !

"القریش نے جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں، مگر افسوس ہے کہ قدر نادانی اور حق ناشناسی حاسدین کے حوصلے بڑھا رہی ہے۔ بالکل الٹی گنگا بہانے کی سعی جاری ہے۔ خدا معلوم روشنی اور ترقی کے اس زمانہ میں ظلمت و پستی کی جانب رجوع کے اسباب وعلل کیوں غالب ہیں۔ قدر افزائی کا شکریہ ہے۔ امید ہے کہ قدر دانانِ "القریش" دست اعانت بڑھا کر حق شناسی کا ثبوت دیں گے۔

۴۔ حافظ نسب رسول، مکرمی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ایک دقیقہ رس اور نکتہ سنج بھائی ہیں۔ القریش کے معاون خصوصی اور قوم کے بہی خواہان میں سے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

القریش کی موجودہ ترتیب بہت صحیح اور بہتر ہے۔ تاریخی مضامین کے اضافہ کی ضرورت ہے۔ ہفت روزہ اشاعت کے متعلق میری رائے ؟ تعجب ہے کہ ۲۶ سال کے لمبے عرصہ کے تلخ تجربے کے بعد بھی آپ قریش ایسی مردہ قوم کیلئے جس کا سکون قبرستان کا سا سکون ہے۔ القریش کو ہفتہ وار کرنے کی دھن میں ہیں۔ جہاں آپ کے عدیم النظیر استقلال اور عدیم المثال جذبۂ ایثار کی لاریب داد دینی پڑتی ہے۔ وہاں مجھے اجازت دیجئے۔ کہ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر صاف صاف یہ بھی کہدوں کہ گر میں آپ کی پوزیشن میں ہوتا تو جب تک ایک ہزار کی پیشگی سالانہ قیمت وصول نہ ہو لیتی۔ اس دل خوش کن خواب کی تعبیر کا تعاقب قطعاً غیر ضروری سمجھتا۔ تعارفات کا سلسلہ مناسب ہے۔ اور ضروری بھی۔ خدا آپ کا حامی و مددگار ہو اور آپ کو بیش از پیش خدمت قومی کی توفیق عطا ہو آمین !

۵۔ مکرمی قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی انسپکٹر پولیس (سی۔ آئی۔ ڈی) کا جواب اسی مفہوم کا مظہر ہے۔

۶۔ مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی لکھتے ہیں،

القریش کی موجودہ صورت میرے نقطۂ نگاہ سے دلنواز اور دیدہ زیب ہے۔ ظاہری صورت میں ذرا سی تبدیلی بھی موزوں نہ ہوگی۔ اور مضامین کے ضمن میں کچھ عرض کرنا "لقمان را حکمت آموختن" کا معاملہ ہے۔ ہاں اتنا ضرور عرض کرونگا کہ اگر "بزم ادب" کے عنوان سے نامور شعرا کے چیدہ چیدہ شعر یا طرحی غزلوں یا نظموں کا اضافہ کر لیا جائے تو سونے پر سہاگہ ہو۔

"اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
ملت کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے"

قریشیوں اور سیدوں کو قرشیت و سیادت کے دائرہ میں رہکر حضور سرور کونین صلعم کا اُمتی بننا ضروری خیال کرتا ہوں۔ حضور سرور دوعالم (فداہ امی وابی) نے الکاسب حبیب اللہ فرمایا ہے۔ قوم کو اس راہ پر لگایئے۔ خواجۂ کل صلعم کا محبوب شغل بعثت سے پہلے تجارت تھا۔ قوم کو اتباع سنت کی

تلقین فرمایئے۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ موجودہ دور میں سجادہ نشینی و پیری مریدی کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اس گداگری سے قوم کو بچانے کیلئے کمر ہمت باندھیئے۔

گرانی کاغذ کے موجودہ دور میں اسے ہفت روزہ کرنا اس کے کاندھوں پر ناقابل برداشت بوجھ رکھنا ہے۔ توسیع اشاعت اور وہ بھی مجھ جیسے بے بس انسانوں سے ایں خیال است و محال است و جنوں۔

القریش" اخبار" نہیں" رسالہ" ہے۔ ادبی یا اصلاحی رسالہ ماہانہ اچھا ہوتا ہے۔ اور ہفت روزہ سے پندرہ روزہ یقیناً اچھا۔ گر یہ اختیار ہوتا تو میں عرض کرتا کہ "روزانہ" ہونا چاہیئے۔ مگر جب یہ صورت نہیں۔ تو پھر یہ کیوں نہ پندرہ روزہ رہے۔ حجم بھی زیادہ ہو اور مضمون بھی وافر۔

ندوۃ القریش کا اجلاس

۲۴ دسمبر "ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ کا اجلاس سترہ ممبران کی موجودگی میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سیکرٹری انجمن "جامع القریش" علاقہ میوات کی درخواست الحاق پیش ہوئی جملہ امور پر غور کرنے کے بعد انجمن مذکور کا الحاق باتفاق رائے منظور ہوا۔ تجویز ہوا۔ کہ سیکرٹری صاحب کو لکھا جائے۔ کہ وہ اپنے دو منتخب نمائندگان کے نام مرکزی انجمن "ندوۃ القریش" کے باقاعدہ ممبر بنانے کے لئے بھیجدے۔

قریشی امان الحق صاحب صدیقی بی۔ اے بی ٹی کا دیسر مکتوب شاخہائے قریش اور حقوق زراعت سے متعلق جس میں موصوف نے یہ استدعا کی تھی۔ کہ حکومت کو توجہ دلائی جائے کہ وہ دیگر اقوام، جاٹ اور راجپوت کی شاخوں کی طرح قریش کی شاخوں کو بھی زراعتی حقوق سے متمتع ہونے کا موقعہ دے۔ اور بذریعہ سرکلر ریونیو افسران کو ہدائت کرے کہ وہ کمزور عذرات کے پیش نظر ان کے انتقالات نامنظور نہ کریں پھر پیش ہوا۔ تجویز ہوا کہ چونکہ اس معاملہ کے متعلق پہلے سے باقاعدہ کارروائی شروع ہے۔ اس لئے مزید انتظار کیا جائے۔ اور بشرط ضرورت فنانشل کمشنر پنجاب کو یاددہانی کرائی جائے۔

پیر محمد امیر بودلہ سکنہ سہارن کی درخواست اسی سلسلہ میں پیش ہوئی۔ تجویز ہوا کہ بشمول تحریک قریشی امان الحق اصل کاغذات سے شامل رہے۔ اور فنانشل کمشنر کا جواب آنے پر متعلقہ اشخاص کو اطلاع دی جائے۔

بہ تحریک صدر جلسہ باتفاق رائے قرار پایا۔ کہ پنجاب میں "ندوۃ القریش" کی زیادہ سے زیادہ شاخیں قائم کرنے کے لئے موثر ذرائع اختیار کئے جائیں۔

محکمہ مردم شماری سے متعلقہ مراسلہ اور اسسٹنٹ سیکرٹری کی رپورٹ پیش ہونے پر تجویز ہوا۔ کہ آئندہ مردم شماری کیلئے چونکہ حکومت نے باقاعدہ احکام نافذ کر دیئے ہیں۔ اعلیٰ افسر بھی منتخب ہو چکا ہے۔ اس لئے رزولیوشن منظور کردہ اجلاس منعقدہ ۳ ستمبر کے مطابق مزید کارروائی کی جائے۔

سیکرٹری صاحب "فرنٹیر قریش کانفرنس" کا مکتوب دربارہ آئندہ اجلاس و اعتراف خدمات القریش پڑھا گیا تجویز ہوا کہ معزز کارکنان انجمن کی مخلصانہ قومی خدمات پر اظہار تشکر کیا جائے۔ اور سیکرٹری کو ہدائت ہوئی کہ سیکرٹری صاحب کو

کو شکریہ کا خط لکھا جائے۔

ایک رزولیوشن میں سنہری بلوں کے نفاذ واجرا اور عملی کارروائی کی جانب حکومت پنجاب کو توجہ دلائی گئی۔ تاکہ زمینداروں کی ان تکالیف کا سدباب ہوجائے جو قانون بیضاور ان کے نافذ نہ ہونے کی وجہ سے ساہوکاروں کی طرف سے پیش آرہی ہیں۔

دوسرے رزولیوشن میں "یوم نجات" کے بخیروخوبی انجام پذیر ہونے پر آل انڈیا مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر جناح کو مبارکباد دی گئی۔ اور جلسہ بخیروخوبی برخاست ہوا۔

انجمن عباسیہ

۱۸، ۱۹ نومبر کو کوہ مری کے مقام سردار فضل داد خانصاحب جاگیردار ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس کی صدارت میں انجمن مذکور کا سالانہ اجلاس بتزک واحتشام منعقد ہوا۔ ضلاع راولپنڈی ہزارہ اور ریاست پونچھ وکشمیر کے ہزاروں قریشی حضرات شریک ہوئے۔ صاحب صدر نے اپنے خطبہ میں بعض اہم امور کا جواب دیتے ہوئے حاضرین کو متحدہ قوتوں اور متفقہ طاقتوں سے قومی امور انجام دینے کا مشورہ دیا اور فرمایا۔ کہ آپ میں سے اگر کوئی صاحب خاکساران میں شریک ہوگئے ہیں۔ تو اس پر بگڑنے کی ضرورت نہیں۔ تین بھائیوں میں سے ایک اگر محکمہ پولیس میں ملازم ہے دوسرا فوج میں اور تیسرا سول میں تو علیحدہ علیحدہ ڈیوٹیوں اور ذمہ داریوں کے حامل ہونے کے باوجود گھر کی چار دیواری کے اندر وہ ایک ہی خاندان کے افراد شمار ہونگے۔ بنا برین انجمن کو ان فروعی اختلافات سے تعلق نہ ہونا چاہیئے۔

قریشی اور عباسی ہونے کی حیثیت سے انجمن کا ہر ممبر قومی جماعت کی فلاح وترقی کا ذمہ دار ہے۔ انفرادی زندگی کا زمانہ ختم ہوچکا اب اجتماعی زندگی کا دور ہے۔ لہذا آپ کو اتحاد واتفاق سے انجمن کے مقاصد کی تکمیل کیلئے اپنی مساعی جاری رکھنی چاہئیں۔ قومی اصلاح کیلئے متفقہ مساعی کی ضرورت ہے۔ آپ کی انجمن نے جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ رسوم بد کی بڑی حد تک اصلاح ہوچکی ہے۔ اور مزید توجہ کی ہنوز ضرورت ہے۔ تعلیمی حالت پہلے سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں قوم کے سرداران اور سرمایہ داران سے اپیل کرونگا۔ کہ وہ تعلیمی امور کی تکمیل کیلئے فراخ دلی سے کام لیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ قوم میں وہ پہلا سا تکاہل وتساہل اور جمود اب نہیں ہے

قوم کے اصلاحی امور کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ:۔

میں آپ کو ایک ضروری اور خاص معاملہ کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جنگ شروع ہے ہمیں تاج برطانیہ کی جانی ومالی امداد فراخدلی سے کرنی چاہیئے ہمارے نوجوانوں کو کرایہ کا ٹٹو بنکر نہیں جانا چاہیئے بلکہ منظم کمپنیوں کی شکل میں قوم کا نام روشن کرنے کیلئے بھرتی ہونا چاہیئے۔ حکومت سے استدعا کی جاتی ہے۔ کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو بھرتی میں آسانیاں بہم پہنچانے کی جانب توجہ دے۔

اس کے بعد بابو محمد یونس خاں اور بابو محمد ضیاء خاں جاگیردار اور سردار علی اکبر خاں (ہل سرنگ) اور دیگر معززین نے اصلاحی امور پر تقریریں کیں۔ سردار نور خاں رئیس،

سردار محمد فاروق خاں دیول نے قومی تنظیم پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا۔

بابو محمد حمید خاں جنرل سکرٹری کی تحریک پر حاضرین نے سردار قربان علی خاں اور سردار سلطان خاں مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کی۔

اس کے بعد آئندہ سال کیلئے انجمن کے عہدیداران کا حسب ذیل انتخاب عمل میں آیا:

۱۔	سردار نور خانصاحب رئیس	صدر
۲۔	〃 داوان خاں صاحب	نائب صدر
۳۔	〃 فضل داد خانصاحب جاگیردار	〃
۴۔	〃 اتبار خاں صاحب	〃
۵۔	〃 محمد اکبر خانصاحب ذیلدار	〃
۶۔	〃 کالا خاں صاحب	〃
۷۔	بابو محمد حمید خاں صاحب	جنرل سیکرٹری
۸۔	سردار عبدالرحمٰن خاں	پراپیگنڈا سیکرٹری

ندوۃ القریش کا غیر معمولی اجلاس

۷ جنوری کو ندوۃ "القریش" کی مجلس منتظمہ کا اجلاس زیر صدارت ایڈیٹر صاحب رسالہ "القریش" بعد نماز ظہر منعقد ہوا۔ ٹرکی کے تباہ کن زلزلہ و سیلاب سے متعلقہ اخباری کوائف پڑھے گئے اور ہلاکت آفرینی پر جو ۷ ہزار فرزندانِ توحید کی بے خانمانی پر منتج ہوئی ہے۔ انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے تجویز ہوا کہ امدادی فنڈ کھولا جائے۔ اور فراہمی سرمایہ کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائی جائیں۔ اور کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ رقم مصیبت زدگان کی امداد کے لئے بھجوائی جائے۔ شیخ عبدالحق صاحب علوی انبالوی منشی فاضل جو جلسہ میں تشریف فرما تھے نے ایک دردانگیز و ولولہ خیز تقریر کے بعد مرحومین کیلئے دعائے مغفرت اور مجروحین کیلئے دعائے صحت فرمائی۔ آپ کے بعد شیخ محمد یٰسین صاحب جالندھری نے تجویز کیا کہ فراہمی چندہ کا کام مقامی مسلم لیگ کی معیت میں انجام دیا جائے۔ اس کے بعد جناب صدر نے اسلامیانِ ٹرکی کے حق میں دعائے خیر کرتے ہوئے جلسہ برخاست کیا۔

(برکت علی اسسٹنٹ سیکرٹری)

ضروری اطلاع

جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں فروری کا رسالہ بصیغہ وی پی بھیجا جائے گا۔ جو حضرات وی پی کے زائد مصارف سے بچنا چاہیں وہ مہربانی کرکے تین روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے مشکور فرمائیں۔

نیز جو احباب کسی مجبوری کی وجہ سے آئندہ سال کے لئے القریش کی اعانت و خریداری سے معذور ہوں۔ وہ بواپسی ڈاک دفتر کو مطلع کردیں۔ تاکہ وی پی کا اجراء نقصان کا موجب نہ ہو۔

خاتمہ سال خریداری کی اطلاعیں علیحدہ جاری ہو رہی ہیں۔ احباب رسالہ پہنچتے ہی مطلع کرکے مشکور کریں۔

آرزو

بصائر و عبر

عفو و ایثار

خلیفہ ماموں الرشید ایک دن وزیر اعظم کے بالاخانہ پر بیٹھا تھا ناگاہ ایک شخص پر نظر پڑی جو دیوار پر کچھ لکھ رہا تھا۔ خلیفہ نے خادم کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب وہ گرفتار ہو کر سامنے پیش ہوا تو خلیفہ نے دریافت کیا۔ کیا لکھا ہے؟ مجرم خاموش رہا۔ پھر پوچھا۔ جواب دیا کہ میں نے لکھا ہے کہ خدا ماموں کو ہلاک کرے جو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کی دستگیری نہیں کرتا۔ جس دن یہ محل تباہ ہو جائیگا۔ میں خدا کا شکر کروں گا۔

ماموں رشید قدرتاً مغلوب الغضب واقع ہوا تھا۔ وہ چاہتا تو لمحہ بھر میں مجرم کا خاتمہ کر دیتا۔ لیکن اسلام نے اسے تحمل و برداشت کا سبق دیا تھا۔ اس لئے اس خیال سے کہ مجرم مصیبت زدہ ہے۔ رنج و غم کی وجہ سے وہ اس گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ درگذر کی اور قصور معاف کر کے ایک ہزار درہم انعام دے کر اسے رخصت کیا۔

خداوند کریم اگر طاقت و قوت، سطوت و جبروت، جاہ و حشمت اور دولت و اقبال دے تو حاجتمندوں کی ضرورت کا خیال رکھو۔ اور زر و دولت اور انصاف و عدل سے اس کی اعانت کرو۔

چوں خدا داد ترا دولت و جاہ و حشمی بائدت کرد بہر خستہ نگاہ کرمی
تا کہ انی حاجت محتاج برار بدرمی یا قدمی یا قلمی یا کرمی

وقت کی قدر

علامہ صالح جزائری فرماتے ہیں،

ہمیں بہت سے ایسے اشخاص کا حال معلوم ہے۔ جو ہر وقت اسلام اسلام پکارتے رہتے ہیں۔ لیکن اسلامی تعلیمات پر غور نہیں کرتے اور نہ وقت کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ حالانکہ لا یعنی باتوں اور غیر ضروری کاموں میں وقت صرف کرنا اپنے آپ کو ہلاکت اور مصیبت کے سمندر میں غرق کرنا ہے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ

(موطا امام مالک)

عیب جوئی

فضول باتیں کرنا اور گپیں ہانکنا عوام نے ایک بہترین شغل بنا رکھا ہے۔ بڑے بڑے مدعیان تہذیب عیب جوئی اور نکتہ چینی عین شرافت و نجابت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو برا کہنا اور خود نیک بننا ایک فیشن سا ہو گیا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو خطا و معصیت سے پاک ہو۔ عیب جوئی کرنے والے خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی اندرونی حالت کا موازنہ نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ان کے پوشیدہ عیوب عوام میں پھیلا دیگا۔ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِیْ يُرَائِی اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

غرور

انسان کو زیبا نہیں۔ کہ وہ اپنی فانی قوتوں پر غرور کر کے اپنے پروردگار کے خلاف علاں بغاوت کرے۔ خدائے قدوس قادر و توانا ہے۔ وہ پہاڑ جیسا دل رکھنے والوں کو چشم زدن میں نیست و نابود کر سکتا ہے۔ اور قارس جیسے چالاک پرندے کو دو پاؤں سے الٹا لٹکا دیتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بس دلے چوں کوہ را انگیخت او
مرغ زیرک با دو پا آویخت او

قامت کہتر بقیمت بہتر

عجب و غرور اور نخوت و تکبر کی آنکھ مخلوق کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھنے کی خوگر ہوتی ہے۔ اُسے اصلیت و حقیقت کی تلاش و تجسس کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس فرعونیت میں وہ ذاتی و قومی مفاد سے محروم رہ جاتی ہے۔ دانا و عقلمند ہر چیز ہر مخلوق اور ہر بات کو اصلی و معنوی رنگ میں دیکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا تدبر عامتہ الناس کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے۔ مغرور انسان آخر خواری و رسوائی کے پاؤں روندا جاتا ہے۔ اور عوام کا اعتماد کھو دینے کی وجہ سے ناکام و نامراد رہتا ہے۔ اقتضائے ہیپندی یہ ہے۔ کہ اہل دانش کے طرز عمل سے سبق حاصل کر کے کامرانی و فائز المرامی کی حقیقی راہیں تلاش کرنے کی سعی کی جائے گلستاں میں ایک حکایت ہے کہ

ایک شہزادہ نہائت پست قامت کم رو اور معمولی صورت و شکل کا تھا۔ اس کے دوسرے بھائی کشیدہ قامت خوبرو اور حسین و جمیل تھے۔ والد اس لڑکے کو تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتا۔ اس کی ہر بات کو کراہت کے ساتھ سنتا اور اس پر عدم پسندیدگی کا اظہار کرتا تھا۔

ایک روز شاہزادہ پدر محترم کی خدمت میں حاضر تھا بادشاہ نے اس کی طرف اس انداز سے دیکھا جس سے تحقیر و تذلیل نمایاں تھی۔ لڑکے نے خدا داد فہم و فراست سے والد کی نگاہ کو بھانپا اور عرض کیا۔

اے پدر کوتاہ خردمنداں بہ کہ نادان بلند
نہ ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر بلند قامت شئے قیمت میں بھی بڑی ہو۔ ہاتھی بہت بڑا جانور ہے اور بکری بہت چھوٹی۔ مگر ہاتھی ناپاک اور بکری پاک۔ طُور دُنیا کا سب سے چھوٹا پہاڑ ہے لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت میں سب سے بڑا ہے عربی گھوڑا خواہ کتنا ہی کمزور ہو طویلہ کے تمام گدہوں سے بہتر ہے۔

بادشاہ لڑکے کی دانائی و عقلمندی کی باتیں سنکر ہنسا۔ درباریوں کو ان کی باتیں پسند آئیں۔ لیکن بھائیوں کو ناگوار ہوئیں۔ ان کے دل میں اس کے خلاف رنج و بغض بھر گیا۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ناگاہ انہی ایام میں ایک زبردست غنیم بادشاہ پر حملہ آور ہوا۔ بے سروسامانی میں بادشاہ کو سخت مشکل کا سامنا ہوا۔ فوجوں کے سپہ سالار اس اچانک حملہ سے گھبرائے اس نازک موقعہ پر غنیم کے حملہ کی مدافعت کیلئے وہی

پست قامت شہزادہ شجاعانہ میدان میں کودا اور دشمنوں کو للکارتا ہوا کہنے لگا۔ کہ اے نامردو بُزدِلو، میں وہ نہیں کہ معرکہ کارزار میں پیٹھ دکھاؤں۔ تم جیسا سرِ خاک و خون میں تڑپتا ہوا پاؤ گے۔ میں جانتا ہوں کہ جو شخص جم کر مقابلہ کرتا ہے۔ فتح و ظفر اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن جو جان کے اندیشہ سے میدان چھوڑتا ہے۔ وہ نہ صرف خود ذلت کی موت مرتا ہے بلکہ تمام لشکر کو خطرہ میں ڈال کر ملک کو تباہی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ شہزادہ میدان وغا میں کودا اور ایک ہی جست میں اپنی چمکتی ہوئی تیغ برّاں سے دشمن کے متعدد ماہرین جنگ کو خاک و خون میں لوٹا دیا۔ اس شجاعانہ کامیابی کے بعد واپس آکر شہزادہ نے والد محترم کی قدمبوسی کرتے ہوئے کہا۔

اے کہ شخص منت حقیر نمود ❊ تا درشتی ہنر نہ پنداری

اسپ لاغر میاں بکار آید ❊ روزِ میداں نہ گاوِ پرواری

آپ نے مجھے حقیر سمجھا، فربہی ہنر کی دلیل نہیں، پتلی کمر کا گھوڑا لڑائی کے دن کام آتا ہے نہ کہ موٹا بیل، سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ دشمن کے لشکر کی کثرت سے خائف ہو کر بادشاہ ❊ کے سپاہی دل چھوڑ کر بھاگنے کو تھے کہ شہزادہ نے نعرہ مار کر کہا کہ اے مردو دوا عورتوں کا لباس نہ پہنو۔ پیٹھ دکھانا مردوں کا شیوہ نہیں۔ فتح و ظفر قریب ہے۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ شہزادہ اس حوصلہ مندانہ نعرہ سے سپاہیوں نے دلیری کے ساتھ یکدم دشمن پر حملہ کر دیا۔ میدان بادشاہ کے ہاتھ رہا۔ دشمن پسپا ہوا۔ اس ظفر مندی و کامرانی پر بادشاہ بیحد مسرور ہوا۔ شہزادہ کے سر آنکھوں کو بوسہ دیا۔ شہزادہ اپنی شجاعت و بسالت کی وجہ سے باپ کی نظر میں مقبول ہوا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے اسی کو ولیعہد بنا لیا۔ یہ بات بھائیوں کو سخت ناگوار گذری۔ انہوں نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دینے کیلئے کھانے میں زہر ملا دیا۔ اتفاقاً شہزادہ کی ہمشیرہ کو اس واقعہ کا علم ہو گیا۔ اس نے شہزادہ کو کھانا کھانے سے روکا۔ وہ اپنی خداداد فہم و ادراک سے حقیقت کو سمجھ گیا۔ اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور کہا کہ محال است کہ ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں بگیرند۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ❊ ور ہما از جہاں شود معدوم

یہ نہیں ہو سکتا کہ اہل کمال اور ہرمند مر جائیں اور بے ہنر اُن کی جگہ حاصل کریں ہما اگر دنیا سے ناپید ہو جائے اور اسکا سایہ نصیب نہ ہو تو لوگ اُلو کے سایہ کے نیچے نہیں آتے۔ خدائے تبارک تعالیٰ حاسدین کو شعور و دیدِ بینا عطا کر

(صفحہ ۱۸ سے آگے) نے اگر ٹرکی یا کسی دوسرے اسلامی ملک پر حملہ کیا تو ہندا سلامی ممالک کی ہر ممکن امداد کریں گے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئندہ سالانہ اجلاس کیلئے لاہور میں زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مصیبت زدگان ٹرکی کیلئے برطانیہ نے ۲۰ ہزار پونڈ ارسال کئے ہیں۔ قبائل کے مسلح دستہ نے بنوں چھاونی پر حملہ کیا۔ قبائلیوں اور فوج میں ۱۵ منٹ تک فائر ہوتے رہے ۱۲ جنوری کو لائلپور ایک مسلم طالب علم نے خود کو ہندو ظاہر کر کے شہید گنج لاہور میں داخل ہو کر تین سکھوں کو تلوار سے زخمی کر دیا۔ وہ خود گرفتار ہو گیا۔ دہلی میں سو سو کے جعلی نوٹ برآمد ہوئے ہیں۔ ایڈیٹر اخبار ریاست اور سوشیل کمار گھوش گرفتار کئے گئے ہیں۔ حکومت پنجاب نے ضلع حصار کے ایک لاکھ قحط زدہ اشخاص کے گذارے کا انتظام کیا ہے۔ (آگے صفحہ ۱۲ پر دیکھو)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

عدیم النظیر تلطف خسروانہ

خسروانہ عالی وقار ذوالفرمانے دکن دربار کی رعیت پروری ومعارف نوازی انصاف شعاری وحق پژوہی اور کرم گستری دادرسی آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے۔ نظام حکومت پر نکتہ چینی وہی لوگ کرتے ہیں۔ جنہیں کورچشمی و سیاہ باطنی کی وجہ سے حقیقت واصلیت نظر نہیں آتی۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم • چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

پچھلے دنوں کانگرسی ومہا سبھائی مفسدہ پردازوں اور فتنہ گروں نے دولت آصفیہ کے خلاف اپنی شر انگیزی کا جو مظاہرہ کیا تھا وہ کسی صراحت کا محتاج نہیں۔ خدا ان مخالفین کو دیدۂ بینا عطا کرے اور وہ دیکھ سکیں کہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی حکومت کسقدر ذمہ دارانہ طریق پر فرائض جہانبانی انجام دے رہی ہے۔

حکومت آصفیہ نے ۶ ہزار روپیہ سالانہ کی گرانقدر رقم ایسے ہندو شاستریوں کیلئے منظور کر رکھی ہے۔ جو اندرون و بیرون ریاست شاستروں اور پرانوں کی اشاعت وتبلیغ کا فرض انجام دیتے ہیں۔ غیر مذاہب کے مبلغین کیلئے شاہانہ امداد انتہائی بے تعصبی ورواداری کا ثبوت ہے۔ ۲۶۲۱۶ روپیہ کی رقم خطیر ہندو مندروں میں سالانہ تہواروں پر صرف کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ وہ جاگیریں جو مندر کے دیگر مصارف کیلئے دولت آصفیہ کی طرف سے وقف ہیں۔ علاوہ ازیں ہیں۔ ۲۲۴ دیہات جن کی سالانہ آمدن ۳ لاکھ روپے ہے ۱۷۰ ہندوؤں کو سرکار کی طرف سے الگ دیئے ہوئے ہیں۔ مندروں کے متولیوں، پجاریوں اور ملازموں کو مندروں کی خدمات کے صلہ میں ۳ لاکھ روپیہ باقاعدہ عطا ہوتا ہے۔ یہاں یہ بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں ۱۰۶ مذہبی معاشیات مستقل طور پر حکومت کی طرف سے ہندوؤں کے نام مقرر ہیں جو شرعی خدمات کیلئے اپنی طرف سے مسلم نائب مقرر کر دیتے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد اور کامل مذہبی رواداری کی اس سے بہتر مثال کہیں نہیں ملیگی۔ ریاست کے اندر ہندوؤں کے ۲۶۲۵۸ مذہبی اداروں کو سرکاری امداد مل رہی ہے۔ جہاں پناہ کی کرم گستری سے ۲۶۴۹۲ روپے گرانبہا رقم سے بیرون ریاست کے غیر مسلم ادارے مستفیض ہو رہے ہیں۔ ۱۳۱۵ دیہات ہندو رؤساء کو غیر مشروط طور پر عطا کر رکھے ہیں۔ جن میں سے چار ہندو جاگیرداروں کی راجوں اور نوابوں کی سی حیثیت ہے ان کے قبضہ میں ۵۸۴ گاؤں ہیں۔ ۴ سمستان جو ۸۱۲ دیہات اور ۶۰ مزارعین پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں پھر خدا جانے کس منہ اور کس زبان سے یہ کہدیا جاتا ہے۔ کہ تاجدار دکن متعصب ہے۔ اچھوتوں کی تعلیم کیلئے سینکڑوں مدارس جاری ہیں۔ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ قلمرو کی ہندو رعایا اعلیحضرت کی حق پژوہی اور کریم النفسی پر سوجان سے قربان ہے۔ اور امن وچین کی زندگی بسر کر رہی ہے لیکن بیرون

ریاست کے مفسدہ پردازوں کو ان کا آرام و اطمینان ایک آنکھ نہیں بھا سکتا۔ وہ اپنا اُلو سیدھا کرنے کیلئے فتنہ گری کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ اور جب حیدرآبادی ہندو رعایا انکی بیہودگی کی داد نہیں دیتی۔ تو وہ پھر ندامت میں غرق ہو کے رہ جاتے ہیں۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

جامعہ عثمانیہ کی نئی عمارت

۲۰ سال قبل جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور ہندوستان میں نئے طرز تعلیم کی بنیاد ڈالنے کا موجب ہوا۔ معلمین اور متعلمین کی سہولت اور قومی مفاد کے پیش نظر ذریعہ تعلیم اردو زبان قرار دی گئی۔ کیونکہ یہی زبان زیادہ سمجھی جاتی اور ملک میں عام طور پر رائج تھی۔ جامعہ کے ساتھ ایک دارالترجمہ قائم کیا گیا تاکہ دوسری زبانوں کی ضروری کتابیں اس زبان میں منتقل کی جائیں اور درس میں کام آئیں۔ دارالترجمہ اور جامعہ کے برکت سے ایسے تعلیم یافتہ افراد پیدا ہوئے جن کا ہندوستان کی قومی تعمیر میں آئندہ بہت بڑا حصہ ہوگا۔ اور جنہوں نے اپنی قابلیت کا لوہا یورپ تک کو منوا دیا۔

جامعہ پندرہ سال تک کرایہ کی عمارتوں میں کام کرتا رہا۔ پھر ذاتی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی۔ چنانچہ اب تیس لاکھ روپے کے صرف کثیر سے کلیہ فنون کی یہ عمارت تیار ہو گئی ہے۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ کو اعلیٰحضرت شہریار دکن نے اس کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔ اور ۲۲ شوال ۱۳۵۸ھ کو انہی مبارک ہاتھوں اس عمارت کا افتتاح ہوا ہے۔ اس کی تعمیر میں ہندو مسلم اور قدیم و جدید تہذیب کا ایک خوشگوار امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ بلجیم کے شہرہ آفاق ماہر تعمیرات مسٹر جاسپر کی خدمات اس سلسلہ میں مستعار لی گئی تھی۔ اور اس کے علاوہ ریاست کے انجینئروں کو طلبہ و تعلیم کی ضروریات و لوازمات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے یورپ، امریکہ، آسٹریلیا جاپان، مصر، شام، عراق اور ترکستان وغیرہ میں سفر کا موقع دیا گیا۔ اس جانفشانی کا نتیجہ یہ عمارت ہے۔ جامعہ عثمانیہ جس طرح معنوی حیثیت سے امتیازی شان رکھتی ہے۔ اسی ظاہری حیثیت سے بھی ہندوستان کے دوسری تمام جامعات میں ممتاز ہو گئی ہے۔ مگر اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائنس کی پُرخلوص تمنائیں اس کے ساتھ ہیں۔

اعلیٰحضرت نے سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے طلبہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"یہ تمہاری طالب علمی کا زمانہ ہے۔ اس کو غنیمت جانو، اس وقت جو سہولتیں تمہارے لئے مہیا کی گئی ہیں۔ مثلاً لائق اساتذہ، نفیس آرام دہ اقامت خانے، کتابوں سے معمور کتب خانے جدید آلات سائنس سے مملو تجربہ خانے، اور وسیع بازی گاہیں، ان سے پورا پورا استفادہ کرو۔ یہ سب سامان تمہاری ہی ترقی کے واسطے فراہم کیا گیا ہے۔ یعنی آئندہ زندگی کی کشمکش میں پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ تم کو صرف امتحانوں کے لئے نہیں۔ بلکہ زندگی کے مشکل مراحل طے کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے"

بڑا خوش نصیب ہے وہ ملک جسے اعلیٰحضرت ایسا فیاض، رعیت کا غمگسار، فلاح و ترقی کا متمنی تاجدار نصیب ہوا ہے۔ اور بڑے خوش بخت ہیں وہ طلبہ جنہیں جامعہ عثمانیہ ایسے عظیم الشان درسگاہ میں تعلیم و تجربہ کا موقعہ حاصل ہے۔ امید ہے کہ طلبہ ارشادات ہمایونی کو آویزہ گوش ہوش بنا کر اپنی زندگی کے عملی پہلوؤں کو معنوی طریق پر مفید ترین بنانے کی سعی کریں گے۔

نظامیہ طبیہ کالج

اس زمانہ میں جبکہ طب یونانی سرکاری سرپرستی سے محروم ہے۔ حامیان طب یہ خبر مسرت کے ساتھ سنیں گے۔ کہ ۱۹ ار نومبر گذشتہ کو اعلیٰحضرت حضور نظام تاجدار دکن و برار خلد اللہ ملکہ نے حیدرآباد میں ایک بڑے یونانی شفاخانہ کا افتتاح فرمایا۔ اس شفاخانہ میں جملہ امراض کے علاج اور ادویہ وغیرہ کی تیاری کے علاوہ کم و بیش تین سو مریضوں کی رہائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ شفاخانہ غالباً دنیا میں طب یونانی کا سب سے بڑا شفاخانہ ہے۔ اس کے ساتھ حیدرآباد کے طبی مدرسہ کو وسعت و ترقی دے کر کالج کے درجہ تک پہونچا دیا گیا ہے۔ اس کالج میں طب یونانی کی انتہائی تعلیم اور طب کو جدید معلومات سے روشناس کرنے کا التزام بھی ہوگا ذریعہ تعلیم زبان اردو ہوگا۔ تاہم اعلیٰ مدارج کے طلبہ کو عربی زبان سے بھی واقف کرا دیا جائے گا۔ تاکہ طب کی قدیم کتب سے طلبہ استفادہ کر سکیں۔ سرکاری سرپرستی سے طب یونانی کا محروم ہونا بڑی کمی تھی۔ جواب تاجدار دکن کی شاہانہ توجہات سے بطریق احسن پوری ہوگئی ہے۔ سرکار عالی کی یہ دستگیری اس کے لئے آبحیات کا حکم رکھتی ہے۔ اطبائے ہند اور حامیان طب کو حکومت آصفیہ اور شہریار آصف جاہ ان احسانات پر جسقدر بھی ممنون ہوں بجا ہے،

زندہ باد حضور نظام فرخندہ باد دولت آصفیہ

مجلس اتحاد المسلمین کا سالانہ اجلاس

۲۲، ۲۳ اور ۲۴ جنوری کو حیدرآباد کی مرکزی انجمن "مجلس اتحاد المسلمین" کا سالانہ اجلاس بڑی شان و اہتمام کے ساتھ انتظامات خصوصی کے تحت منعقد ہونے والا ہے۔ مسٹر محمد علی جناح صدارت کے فرائض انجام دیں گے۔ راجہ صاحب محمود آباد، مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال اور ہندوستان کی دیگر بلند پایہ شخصیتیں شریک اجلاس ہونگی۔

گذشتہ ڈیڑھ دو سال میں "اتحاد المسلمین" نے حیدرآبادی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں نہائت شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ حیدرآباد میں صرف یہی مجلس مسلمانوں کی واحد سیاسی نمائندہ جماعت ہے۔ مجلس کی اس اہمیت کے مدنظر اس سال اس کا سالانہ اجلاس یادگار طریقہ پر منایا جا رہا ہے۔ شہر کے اندر ایک وسیع میدان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جس میں پچاس ہزار حاضرین کی نشستوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی عظمت ماضی کی واحد یادگار سلطنت اسلامیہ دکن ہے۔ گذشتہ مہینوں کی شورش میں مختلف صوبجات کے مسلمانوں نے حیدرآباد کیلئے جو ایثار و قربانی کی ہے وہ اسلامی یگانگت کا ثبوت ہے۔ مجلس اتحاد المسلمین کے جلسہ میں مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہونا چاہئیے۔

تذکرۃ العارفین

حضرت ذوالنون مصری

حضرت ذوالنون مصری بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی صحبت میں رہنے والے لوگ باکمال ہو گئے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے عارف باللہ کا درجہ پایا۔ آپ نے تیس برس تک مخلوق خدا کو سیدھا راستہ دکھایا۔ ایک دفعہ آپ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شہزادہ شاہانہ کروفر میں ادھر سے گذرا۔ آپ اسوقت فرما رہے تھے۔ کہ اس کمزور سے زیادہ احمق کوئی نہیں۔ جو زبردست کے ساتھ لڑائی پر آمادہ ہو۔ شہزادہ یہ بات سن کر گھوڑے سے اتر کر مسجد میں آیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ حضرت آپ نے کیا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کمزور و ضعیف ہستی ہے۔ جو زبردست خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی مول لیتا ہے۔ آپ کے ان الفاظ سے شہزادہ کا منہ فق ہو گیا۔ اور عرض کی کہ حضرت مجھے بھی خدا کا راستہ دکھائیے۔ آپ نے فرمایا خدا سے ملنے کے دو راستے ہیں ایک ترک گناہ، ترک دنیا اور ترک خواہشات کی طرف سے ہاتھ اٹھا اور دوسرا سوائے خدا کے ساری دنیا کو چھوڑ کر دل کو خیال ماسوا سے خالی کرے۔

شہزادہ پر آپ کی تبلیغ کا اتنا اثر ہوا۔ کہ سارا کروفر آپ بے خودی میں ہو گیا۔ اسی حالت میں چلا گیا۔ اور دوسرے روز کمبل اوڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ریاضت و عبادت میں اتنا مستغرق ہوا کہ ابدال کا درجہ پایا۔

آپ کے حالات و کوائف نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہیں۔ آپ کے مدارج دنیا والوں کی نگاہوں سے اسقدر بلند و بالا ہو گئے تھے۔ کہ کوئی شخص انہیں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ مصر والے تو اپنی لاعلمی و تنگ نظری کی وجہ سے آپ کو زندیق کہنے لگے تھے۔ چنانچہ خلیفہ متوکل باللہ کے دربار میں آپ کی شکایت ہوئی۔ خلیفہ نے آپ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ آپ کو پابجولاں بغداد لایا گیا۔ راستہ میں ایک بڑھیا نے کہا۔ کہ ذوالنونؒ خبردار خلیفہ سے خائف نہ ہونا۔ وہ بھی تمہاری طرح خدا کا ایک بندہ ہے اور بندہ خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ایک سقہ ملا اس نے آپ کو پانی پلایا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے اسے ایک دینار دینے کو کہا۔ لیکن سقہ نے یہ کہکر دینار لینے سے انکار کر دیا۔ کہ قیدی سے کچھ لینا جوانمردی نہیں۔ جب آپ خلیفہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ تو خلیفہ نے آپ کو قید کر دینے کا حکم دیا۔ چالیس رات دن آپ قید خانہ میں رہے۔

حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ کا معمول تھا۔ کہ روزانہ آپ کو ایک روٹی پہنچا دیتی۔ لیکن رہائی کے بعد دیکھا۔ کہ چالیس کی چالیس روٹیاں اسی صورت میں ایک طاقچہ میں رکھی ہوئی سوکھ رہی ہیں۔ حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ نے یہ سنا تو بہت آزردہ ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ روٹیاں حلال روزی سے تیار ہوئی تھیں۔ اور ان کے ساتھ کوئی بار احسان بھی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سچ ہے لیکن چونکہ وہ بدطینت داروغہ جیل کے ہاتھوں مجھ تک پہنچی تھیں۔ اسلئے

ان کی پاکیزگی میں فرق آگیا تھا سبحان اللہ کس درجہ احتیاط ہے۔ چالیس شبانہ روز فاقہ میں رہے ۔لیکن اس خیال سے کہ روٹی داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں سے ہو کر آتی ہے کھانے سے احتراز روا رکھا۔ اب کیفیت بالکل برعکس ہے۔ ایک دوسر کا خون چوسنے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ اور اسکے دعوی پارسائی و پرہیزگاری اور نیک بختی کا دعوےٰ ہوتا ہے۔

چالیس دن بعد آپ قید خانہ سے رہا ہوئے تو ضعف و لاغری کی انتہا نہ تھی۔ آپ گر پڑے پیشانی سے خون بہنے لگا۔ لیکن خون کا ایک قطرہ بھی آپ کے لباس پر نہ لگا۔ اور نہ زمین پر نمایاں رہا۔ آپ خلیفہ کے پاس پہنچے۔ تو خلیفہ نے آپ سے چند سوالات کئے۔ جن کا جواب آپ نے ایسی فصاحت و بلاغت اور صداقت کے ساتھ دیا۔ کہ خلیفہ ساکت رہ گیا۔ اور درباری متحیر ہو کر رونے لگے۔ اور خلیفہ پر اسقدر رقت طاری ہوئی۔ کہ اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور عزت و تکریم کے ساتھ آپ کو مصر پہنچا دیا۔

سلطان ابراہیم ادھم رح

خدا رحمت کرے سلطان ابراہیم ادھمؒ پہ
سو امن پھولوں سے ہر شب بچھی جاتی تھی سیج ان کی
کہا تیار کرکے سیج اکدن دلمیں لونڈی نے
کریں بھی سو کے دیکھوں اسپہ راحت ملتی ہے کیسی
زیادہ سیج پر لیٹی اور آرام اس نے جو پایا
تھکی ماندی تھی غافل ہو کے فوراً سو گئی لونڈی
یہ اسکی بے تمیزی دیکھ کر خود اپنی آنکھوں سے
سزا سو تازیانوں کی اسے سلطان نے دیدی
وہ کوڑے کھا کے ہنستی جاتی تھی پوچھا سبب اسکا
کہا باعث ہنسی کا ہے یہی میں سوچتی یہ تھی
کہ دم بھر سیج پر سونے کی یہ پائی سزا میں نے
تو کیا ہوگی سزا پھر سالہا سال اسپہ سونے کی
یہ سننا تھا کہ طاری ہوگئی سلطان پر رقت
فقیری اختیار اس روز سے کی چھوڑ کر شاہی
ذہین ان بی بیوں کا ذکر کیا ہیں بی بیاں وہ تو
کہ ہوتی ہے خدا رس عارفوں کے گھر کی لونڈی بھی

حضرت فضل بن ربیع رح

خلیفہ ہارون الرشید صلحا و علماء کی خدمت میں حاضر ہوکر فیوض و برکات حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ فضل بن ربیعؒ کے ہاں جا نکلے۔ اثنائے گفتگو میں خلیفہ نے دریافت کیا۔ کہ فضل تم نے وزارت کیوں ترک کی؟ اور اب کیسے گذرتی ہے؟ حضرت فضل رح نے فرمایا کہ پہلے کی نسبت بدرجہا بہتر حال ہے۔ زمانہ وزارت میں جس سلطان کا میں فرمانبردار رہتا تھا۔ وہ میری دس خدمتوں کا ایک صلہ بھی مشکل دیتا تھا۔ لیکن اب ایسے شہنشاہ کی اطاعت کرتا ہوں جو ایک خدمت کا دس گنا اجر عطا فرماتا ہے۔

پہلے میں سلطان کے حضور میں کچھ عرض کرنا چاہتا تو موقعہ محل اور سلطان کی خوشنودی مزاج کا خاص خیال رکھنا پڑتا تھا اب کسی بات کی پابندی نہیں ہے۔ اور میں جب چاہتا ہوں بے تکلف ہر ایک معروضہ اپنے سلطان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ پہلے مجھ کو بادشاہ کے کاموں کی نگہداشت کرنی پڑتی تھی اب وہ میرے تمام کاموں کا نگران اور ذمہ دار ہے۔ پہلے جب بادشاہ خواب راحت میں سوتا تھا۔ مجھے بیداری کی زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔۔ اب بےفکری سے سوتا ہوں اور وہ جاگتا ہے۔

۱۹۳۹ کے اہم وقائع

۴ر فروری۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں عید الاضحٰے کے موقعہ پر ہندو مسلم فساد۔ مسلمانوں کی بیسیوں دکانیں نذر آتش ہوگئیں۔

۹ر فروری۔ جبل پور میں مسلمانوں کے ہجوم پر لاٹھی چارج۔

بمبئی سے چار میل دور عہدِ مغلیہ کے آخری دور کا ایک قدیم شہر نکلا۔

۱۰ر فروری۔ دربھنگہ میں مسلمانوں کے ایک گاؤں پر تیس ہزار ہندوؤں کا حملہ۔

۱۲ر فروری۔ مفتی اعظم کی پارٹی اور غدار عربوں میں از سرِ نو کشیدگی پیدا ہوگئی۔

کانپور میں ہندو مسلم فساد

۱۹ر فروری۔ مسلمانانِ جے پور کی شکایات دور کرنے کے لئے مسلم لیگ کا وفد۔

صوبائی مسلم لیگ۔ یوپی کا پہلا سالانہ اجلاس گورکھپور میں منعقد ہوا۔

۲۰ر فروری۔ شاہزادہ محمد رضا شاہ پور اور شہزادی فوزیہ کی شادی

۲۴ر فروری۔ حیدر آباد میں ہندو مہاسبھائیوں نے سول نافرمانی شروع کی۔

کانپور میں اکا دکا مسلمانوں پر پھر حملے ہوئے۔

۲۸ر فروری۔ فلسطین کانفرنس کی ناکامی حکومتِ برطانیہ نے آزمائشی سکیم کے نفاذ کا اعلان کردیا۔

۲ر مارچ۔ رنگون میں ہندو مسلم فساد۔

۵ر مارچ۔ امرتسر میں ہندو مسلم فساد۔

۸۔ مارچ۔ جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔ کہ کانگرسی صوبوں کے مسلمانوں کی شکایات رفع کی جائیں۔

۱۱ر مارچ۔ حصار میں قحط کے متعلق امدادی تدابیر شروع کی گئیں۔

۱۳ر مارچ۔ حکومت عراق کے تختہ الٹنے کی کوشش میں عراق کے سابق وزیر کو پچاس فوجی افسروں کی معیت میں گرفتار کرلیا گیا۔

۱۵ر مارچ۔ حکومت ترکیہ کیلئے آبدوزوں اور تباہ کن کشتیوں کیلئے ایک برطانوی فرم کو آرڈر دیا۔

عراق اور ایران میں تجارتی معاہدہ کی گفت و شنید شروع ہوگئی۔

۱۶ر مارچ۔ اخبار "الامان" اور "وحدت" کے مالک کو بے دردی سے قتل کردیا گیا۔

انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ جلسہ میں مسٹر جناح نے قوم کی اپنی کمزوریاں دور کرنے کی بابت توجہ دلائی۔

۱۹ر مارچ۔ راجکوٹ کے مسلمانوں نے مسٹر جناح سے حقوق کے تحفظ کی اپیل کی۔

۲۴ر مارچ۔ مرکزی اسمبلی میں مسٹر جناح نے اعلان کیا۔ کہ کانگرس یا حکومت، منفرداً یا مشترکاً مسلمانوں کے مذہب اور ان کی تہذیب کو تباہ نہیں کرسکتی۔

۲۸ر مارچ۔ مفتی اعظم شام سے فرار ہوکر حجاز چلے گئے۔

میرٹھ میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانان ہند کی اقتصادی اور سیاسی ترقی کا راز اسلامی روایات کے تحفظ میں مضمر ہے۔

۳۱ مارچ - الہ آباد میں ہندو مسلم فساد ہوا۔ مسلمانوں کو اذان دینے سے روکا۔

یکم اپریل - سر اکبر حیدری نے کہا کہ حیدرآباد میں ایک ماہ تک اصلاحات کا اعلان ہو جائے گا۔

لکھنؤ میں شیعہ سنی تصادم

کراچی کی ایک مسجد کے سامنے آریہ سماجیوں کا مظاہرہ

۶ اپریل - عراق کے جواں سال بادشاہ شاہ غازی موٹر کار کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

۸ اپریل - حکومت افغانستان نے قندھار کے سرکش قبائل کی بغاوت فرو کر دی۔

۹ اپریل - حکیم ملت علامہ اقبال رحمۃ اللہ کی یاد میں ہندوستان اور بیرونی ممالک میں "یوم اقبال" منایا گیا۔

۱۰ اپریل - اطالیہ نے البانیہ پر حملہ کر دیا۔ اور شاہ زوغو البانیہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

۱۵ اپریل - طرابلس کے مسلمانوں میں اطالیہ کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات۔

۱۶ اپریل - دہلی میں پاکستان کی تعبیر و تشکیل کے سلسلے میں آل انڈیا مسلم لیگ پاکستان کمیٹی کا اجلاس ہوا۔

۱۸ اپریل - لکھنؤ میں غیر کانگرسی عناصر کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں کانگرسی حکومت کے خلاف زبردست مظاہرہ ہوا۔

۲۰ اپریل - مسجد سول گنج کے سامنے ہندوؤں نے گراموفون بجایا اور مجسٹریٹ اور پولیس نے ہندوؤں کو اجازت دی کہ وہ باجہ بجائیں

۲۲ اپریل - مونگھیر کالج کے ہندو اور مسلمان طلبا میں ہیجان و اضطراب کالج پر کانگرسی جھنڈا لہرایا گیا۔ تو مسلمان طلباء بھی مسلم لیگ کا جھنڈا نصب کرنے کا مطالبہ کیا۔

۳ مئی - مانچسٹر گارڈین نے کہا کہ کانگرسی حکومت برطانیہ سے بات چیت کرنے سے پیشتر مسلمانوں اور ریاستوں سے سمجھوتہ کرے۔

۶ مئی - دیلور میں ہندو مسلم فساد - حکومت نے مسلمانوں پر گولیوں کی بارش کی۔

۸ مئی - شولاپور میں مسلم لیگ کانفرنس کے سلسلے میں سر سکندر حیات اور مسٹر جناح شامل ہوئے۔

۹ مئی - گیا میں ہندو مسلم فساد ہوا - شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔

۱۲ مئی - لندن میں مسلم لیگ کا دفتر قائم ہوا۔

پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ کے وفد نے طوفانی دورہ کیا جس کا جا بجا شاندار استقبال کیا گیا۔

۱۳ مئی - جامعہ ازہر کے طلبہ نے مسولینی کو ایک مکتوب بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ وہ طرابلس الغرب کے مسلمانوں پر مظالم توڑنا بند کر دے۔

۱۴ مئی - مسٹر چیمبرلین نے دارالعوام میں یہ اعلان کیا کہ جنگ چھڑنے کے بعد برطانیہ اور ترکیہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔

۱۶ مئی - بیت المقدس میں یہودیوں کے عربوں پر مظالم اور مظاہرے۔

۲۲ مئی - کابینۂ فرانس نے اسکندرونہ ترکیہ کو واپس دینے کا فیصلہ کر لیا۔

[illegible] مئی۔ شولاپور میں ہندو مسلم فساد ہوا۔

[illegible] مئی۔ لاہور میں سلطان ٹیپو کی برسی نہایت اہتمام کے ساتھ منایا گیا۔

یکم جون۔ انقرہ میں عصمت انونو نے زبردست تقریر میں جرمنی اور اطالیہ کو انتباہ کیا۔

۱۰؍جون۔ سکھر کی منزل گاہ کے متعلق مسلمانانِ سندھ میں ہیجان

۲۰؍جون۔ مصطفیٰ فاضل سابق گورنر اسکندرونہ ہندوستان کی سیاحت کیلئے وارد ہوئے۔

۲۱؍جون۔ کانپور میں پھر فرقہ وارانہ فساد رونما ہوا۔ اور پولیس نے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں۔

حکومت پنجاب نے فصل نخود کے آبیانہ میں ۵۰ فیصدی معافی دے دی

۲۴؍جون۔ ترکیہ اور فرانس میں معاہدہ ہوگیا۔

۲۵؍جون۔ انگورہ میں سعادت فوزی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ترکی قوم کی نگاہیں ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں پر لگی ہوئی ہیں۔

۲۶؍جون۔ خاکساروں کے قائد کی طرف سے شیعوں اور سنیوں کو متنبہ کیا گیا کہ وہ ایجی ٹیشن کو فوراً بند کردیں۔

۲۸؍جون۔ سر عبداللہ ہارون نے بمبئی کی مسلم لیگ میں بیان دیا کہ کانگرسی صوبوں میں مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ نہیں۔

۳۰؍جون۔ حیدرآباد کے خلاف آریہ سماجیوں کے فتنے کو روکنے کیلئے مولانا ظفر علی خاں ڈکٹیٹر بنائے گئے۔

سر محمد یعقوب نے بیان دیا۔ کہ کانگرس اقلیتوں کے صوبے میں مسلمانوں پر بے شمار مظالم کر رہی ہے۔

یکم جولائی۔ نواب صاحب ممدوٹ نے اسکیم پیش کی۔ کہ ہندوستان کو پانچ فیڈریشنوں میں تقسیم کردیا جائے۔

۳؍جولائی۔ شولاپور میں پھر ہندو مسلم تصادم ہوگیا۔

۱۲؍جولائی۔ الہ آباد کے شیعوں نے کانگرس کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کردی۔

۲۲؍جولائی۔ مسٹر ساورکر نے اعلان کر دیا کہ حیدرآباد کی اصلاحات نے ہندو مہاسبھا کو مطمئن کردیا ہے۔

۲۴؍جولائی۔ اسکندرونہ پر ترکیہ کا قبضہ تسلیم کرلیا گیا۔

۲۸؍جولائی۔ شام کے بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش میں بہت سے عرب لیڈر گرفتار کئے گئے۔

۲۹؍جولائی۔ ٹانک کے ایک ہندو آسانند نے پیغمبر اسلام کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ آسانند کو پولیس نے حکم دیدیا کہ وہ ٹانک کی حدود سے نکل جائے۔

۳۱؍جولائی۔ سر سکندر حیات نے فیڈریشن کی ایک متبادل اسکیم پیش کی۔

یکم اگست۔ پریوی کونسل میں مسجد شہید گنج کے مقدمہ کی اپیل

۳؍اگست۔ بمبئی میں مسلمانوں پر گولی چلائی گئی۔

۴؍اگست۔ حکومت پنجاب نے ۴۴ لاکھ واجب الوصول رقم معاف کردی۔

۹؍اگست۔ الہ آباد کے ہندوؤں نے ایک مسجد کی دیوار گرادی جس پر ہندو مسلم فساد ہوگیا۔

۱۰؍اگست۔ مصری لیڈر شیخ احمد حسن نے ہر ہٹلر کو حلقہ بگوش اسلام بننے کی دعوت دی۔

حکومت پنجاب نے مالیہ اور آبیانہ میں ۶ لاکھ روپے کی معافی کا اعلان کیا۔

۱۰ر اگست۔ کانپور میں مسلمانوں پر گولی چلانے کے بعد مسلمانان کانپور نے بطور اظہار نفرت پنڈت پنت وزیر اعظم یوپی کے بت کو جلایا۔

۱۹ر اگست۔ حضور نظام نے تمام آریہ سماجی قیدیوں کی رہائی کا حکم صادر فرمایا۔

۲۰ر اگست۔ سر عبداللہ ہارون نے اعلان کر دیا۔ کہ اگر مسجد منزل گاہ واگذار نہ کی گئی تو مسلمانان سندھ یکم اکتوبر سے سول نافرمانی شروع کر دیں گے۔

مسلمانوں نے ترکیہ اور ایران میں پھوٹ ڈالنے کی سازش کی

۲۱ر اگست۔ شاہ فاروق نے محمد محمود پاشا کا استعفےٰ منظور کر لیا۔ اور علی مہر پاشا کو نئی وزارت مرتب کرنے کا حکم دیا۔

۶ر ستمبر۔ یوپی میں خاکساروں اور حکومت کا تصادم شروع ہو گیا۔

۲۴ر ستمبر۔ نحاس پاشا کو قتل کرنے کی سازش کا انکشاف ہوا

۲ر اکتوبر۔ منزل گاہ مسجد کے سلسلے میں سکھر میں ۱۴۴ کا نفاذ علیگڑھ میں خاکساروں پر شدید لاٹھی چارج

۴ر اکتوبر۔ مسلمانوں نے سندھ میں منزل گاہ مسجد کے سلسلے میں سول نافرمانی شروع کر دی۔

۵ر اکتوبر۔ مسٹر جناح نے وائسرائے سے ملاقات کی۔

۱۱ر اکتوبر۔ یوپی کی کانگرسی حکومت نے خاکساروں پر بلند شہر میں گولی کی بارش کی۔

۲۴ر اکتوبر۔ مسٹر گاندھی نے مسلم لیگ اور دوسری اقلیات کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ترکیہ اور برطانیہ کے معاہدہ کی بنا پر بلقان کو مضبوط بنانے کے ارادے ہوئے۔

۲۹ر اکتوبر۔ وزارت ایران نے استعفےٰ پیش کر دیا۔ کانگرسی وزارتوں نے اپنے استعفےٰ داخل کرنا شروع کر دیئے۔

۲ر نومبر۔ وزیر اعظم بنگال نے پنڈت نہرو کو کانگرسی مظالم کے سلسلے میں چیلنج دیا۔

۱۲ر نومبر۔ گورنر پنجاب نے اپنی تقریر میں کہا کہ پنجابیوں نے پنجاب کی قدیم روایات کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

۱۳ر نومبر۔ شاہ مصر پر حملہ کیا گیا۔ آپ بال بال بچ گئے۔

۱۸ر نومبر۔ سر محمد سعد اللہ نے آسام میں مسلم وزارت قائم کر کے کانگرس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

۲۰ر نومبر۔ مسٹر گاندھی نے مسلم لیگ کی بلند پایہ عظمت کا اعتراف کیا۔

۲۲ر نومبر۔ سکھر میں ہندو مسلم فسادات۔ مسلمانوں پر بے دریغ گولیاں چلائی گئیں۔

۲۴ر نومبر۔ مسلمانوں نے متفقہ طور پر وزارت سندھ سے فوراً مستعفی ہو جانے کا مطالبہ کیا۔

۷ر دسمبر۔ ترکیہ کی روس سے چھیڑ چھاڑ۔

۱۶ر دسمبر۔ وزیر ہند نے دار الامراء میں تقریر کی۔ کہ جب تک اقلیتیں مطمئن نہ ہوں۔ کوئی دستور اساسی کامیاب نہیں ہو سکتا

۱۷ر دسمبر۔ وزیر اعظم بنگال نے کانگرسی چیرہ دستیوں کی ایک طویل فہرست ملک کے سامنے پیش کر دی۔

۲۲ر دسمبر۔ ملک کے طول و عرض میں نہایت اہتمام کے ساتھ یوم نجات منایا گیا۔ کانگرس اس یوم نجات سے بہت سٹ پٹائی۔ لیکن ہندوستان کی تمام اقلیتیں اس میں شامل ہوئیں۔

۳۰ر دسمبر۔ ترکیہ میں قیامت خیز زلزلہ سے پچاس ہزار سے زائد اشخاص ہلاک ہو گئے۔

گدھوں میں بیداری

کانگریسی وگاندھوی محبانِ وطن جس زبان کو اپنانے اور وطنی و قومی قرار دینے کیلئے بیقرار ہیں۔ جس جناتی زبان کے لئے "اردو" ایسی شستہ و مشترکہ زبان کو دیش نکالا دینے کی شد و مد سے تجویزیں ہو رہی ہیں اس کا نمونہ "زبان کا قضیہ" کے عنوان سے اسی اشاعت کے "شذرات" میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور عنوان بالا سے ذیل کا مضمون جو سید ابو نعیم فریدآبادی کی اردو دشمنی کا نتیجہ ہے۔ اور "ہماری زبان" مطبوعہ یکم نومبر میں شائع ہوا ہے ملاحظہ کیجئے۔ اور کانگرسی مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ فرمائیے۔

چار دن برابر بارش ہوتی رہی۔ آپ جانیئے بھادوں کی جھڑی۔ بادل گھرے رہے۔ بوندیاں پڑتی رہیں۔ موٹی موٹی۔ باریک، باریک۔ کبھی پھوار کبھی دھنواں دھار

آخر کب تک خدا خدا کر کے مینہ رکا

شہر کے ویران قبرستان میں بہت سے گدھے چرنے آئے بہت سے۔ اتنے دن تک کپڑے دھلے ہی نہیں تھے۔ جو دھوبی سکھانے کو باہر لے جاتے۔ نہ اس عرصے میں نئی کھیپ دھونے کیلئے گھاٹوں پر لا سکتے تھے۔ اس طرح ان کے گدھوں کو فرصت ہی فرصت تھی۔

بارش سے مٹی گیلی تھی۔ مٹی بیچنے والے اسے کھود کر نہیں لے جا سکتے تھے۔ اس لئے ان کے گدھوں کو بھی کوئی کام نہیں تھا۔

... پتھر والوں نے بھی اپنے گدھے چھوڑ دیئے تھے۔ مگر یہ احسان جتا کر چار دن سے دیچارے بھوکے کھڑے ہیں۔ آج چرنے دو ان کو پیٹ بھر کر۔ ..." حالانکہ ڈھونے کو نہ تو توڑے ہوئے پتھر موجود تھے، نہ ٹھیکہ دار نے ان لوگوں کو طلب کیا تھا۔ وہ سب آج آسمان کے نیچے اپنی پھٹی ہوئی گرتیاں پہنے حقّے کا اور بادلوں کی دوڑ کا مزا لے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے حقّوں کا دھنواں بھی اوپر جا کر بادل بن جائے گا۔

بہرحال گدھوں کو آج آزادی حاصل تھی۔ وہ شاید اپنے مالکوں کی مجبوری یا کمزوری کو سمجھ چکے تھے۔ وہ دل لگا کر ہری ہری، نرم نرم گھانس چرے جاتے تھے۔ چرتے چرتے پلٹ کر دیکھتے اور یہ دیکھ کر کہ میدان پہلے کی طرح ہرا بھرا ہے ایک دھنواں دھار آہ بھرتے تھے ——— یہ سوچ کر کہ انہوں نے کچھ نہیں چرا۔

وہ چر نہیں رہے تھے بلکہ ٹنگ رہے تھے۔ وہ پورا منہ کھول کر بکٹا مارتے تھے۔ اور ثابت گھانس نگل جاتے تھے۔ .... میدان پر ظلم ہو رہا تھا۔ زمین کھردری ہوئی جاتی تھی گنجی گنجی سی۔ جیسے کسی دیہاتی حجام نے کسی ضدی بچے کا جبراً خط بنایا ہو اور کامیاب نہ ہو سکا ہو ...... آخر کب تک؟ ان کے پیٹ بھر گئے۔ بھر گئے؟

ابھی تو بہ۔ یوں کہئے کہ وہ نعرہ چلاتے چلاتے تھک گئے۔ ان کے دانت کرکرے ہوگئے۔ جھنڈوں نے جواب دیدیا یہ وقت تھا جب ایک پتلا سا، بھری ہوئی ٹانگوں کا گدھا دفعۃً چلایا:۔ اسی بے سری، درکرخت آوازیں جوقدرت نے ان کو عطا کی ہے۔ ۔ ۔ ۔ اسے لو، وہ تو تقریر کرنے لگا اور سب سننے لگے۔

"تم کب تک ذلت کی زندگی گزاروگے۔ تم اس مصیبت میں کب تک پڑے رہوگے۔ اُٹھو، اُٹھو، جمنا جی کے گھاٹ کی قسم، وقت آگیا ہے۔ کہ تم سب اُٹھ کھڑے ہو۔ ۔ ۔ ۔"

آوازیں:۔ "ہم کھڑے ہوئے تو ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ؟"

مقرر:۔ احمقو، مطلب یہ ہے کہ ذلت کی زندگی کو چھوڑدو چھوٹے بڑے کا فرق مٹادو۔ ۔ ۔ ۔ تم کب تک اپنی کمریں زخمی کراتے رہوگے؟ تم کب تک یہ موٹے موٹے ڈنڈے کھاتے رہوگے؟ اور۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کسی نے لقمہ دیا:" اور کب تک اپنی ٹانگیں چیرواؤگے؟"
ایک دوسرے کو انہوں نے دیکھا اور پھر اپنی ٹانگوں کو
مقرر نے تقریر جاری رکھی۔

"ہاں ہاں۔ ۔ ۔ تم کو معلوم ہے ہم کیا کیا کرتے ہیں؟ ہم، سنو ہم مٹی لادتے ہیں،

کمہار کے گدھے نے آواز ملاکر کہا، "اور گولیں، مٹکے، ہنڈیاں۔ ۔ ۔ ۔"

مقرر" بالکل درست ہے۔ ۔ ۔ غرض ہر گندی اور وزن دار چیز۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کمہار کا گدھا۔ مگر وہ برتن گندے نہیں ہوتے نہ بہت وزن دار ہوتے ہیں"۔

مقرر۔ میں تیرے ایک دولتی مارُونگا۔ ارے بیوقوف وہ سب چیزیں ہمارے نزدیک گندی اور بوجھل ہیں۔ میں پوچھتا ہوں گھوڑوں سے یہ کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ جی؟ اس کا سبب بتائیے۔ کیسے مزے میں وہ گھوڑے گھانس دانہ اور الا بلا روزانہ کھاتے ہیں۔ ۔ ۔ روزانہ!۔ ۔ ۔"

آوازیں:" اور اس خوراک کے بدلے کبھی کبھی پتلا سا ہنٹر"

مقرر:" مرحبا کیا بات کہی ہے۔ اور ہم؟ منوں بوجھ اُٹھانے کے باوجود، موٹے موٹے ڈنڈے کھاتے ہیں کمر پر، چوتڑوں پر، سر پر۔ ۔ ۔ ۔"

ایک آواز:" اور تھوتنی پر بھی، جس سے ہمارے مسوڑے سوج جاتے ہیں"۔

گھسیارے کا موٹا، چکنا گدھا ایک قبر پر چڑھ کر بولا " بھائیو، گھوڑوں کے عیش کا حال مجھ سے سنو۔ گرمیوں میں پتلا اور جاڑوں میں خوب گرم کمبل ان کو اُڑھایا جاتا ہے دانہ دل کر، پانی میں بھگو کر یا نمک انہیں کھلایا جاتا ہے اور ہانے ہانے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دانے کے ساتھ نرم نرم تازہ گھانس جو ہماری پیٹھ پر لد کر آتی ہے۔ ان کے سامنے چنی جاتی ہے۔ ارے غضب خدا کا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ غذائیں وہ کم بخت کھاتے ہیں۔ پھر ان کی روزانہ مالش کی جاتی ہے ایسی مالش کہ ساری تھکن اُتر جائے۔ اسی طرح ان کو پابندی سے تیسرے چوتھے دن نہلایا جاتا ہے۔ وہ بڑے ہی مزے کرتے ہیں۔ اور ان کا کام کیا ہوتا ہے بتائیے یہ نہ پوچھو —— یہاں سے وہاں تک بس ایک آدمی کو اُٹھا کر دوڑ جانا اور واپس چلے آنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آدمی بھی ہلکا پھلکا، اور بس

کام ختم اور پھر وہی مزے مزے کے کھانے ..... "

آوازیں " ہائے قسمت - ارے تقدیر ...... "

مقرر " تقدیر تمہارے ہاتھ میں ہے "

آوازیں " وہ کیسے ؟ ہمارے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں "

پھنا گدھا - کیوں کرتے ہو کام ؟ مت کرو لیٹ جاؤ

سو تنیاں زمین میں گرا دو - دولتیاں مارو - شور مچا دو

اور کوئی کام نہ کرو ـــــــ کہہ دو کہ ہم کو دانہ کھلایا جائے

طویلہ دیا جائے ـــــــ ہائے ، طویلہ - مٹی پتھر ہم ڈھو کر لاتے

ہیں - چونا گچی ہم پہنچاتے ہیں - اور جب طویلہ بن جاتا ہے -

تو ہم کو اس کے اندر تو کیا ، باہر دیوار سے کھڑا تک کھجانے کی

اجازت نہیں ملتی - اگر ہم ذرا بگڑتے ہوئے جبیں تو ڈنڈے

مار کر کھجلی دور کی جاتی ہے - ڈنڈے سے ! سنا آپ نے ؟

وہ طویلہ جو ہماری محنت کے پسینہ سے بن کر تیار ہوا تھا ! "

ایک بھورے بالوں والا ، جوش میں آکر پہلے تو اپنی

جگہ تین پاؤں پر پھدکا ، پھر گردن کے بال جھٹک کر بولا ،

" حد ہوگئی ، بھئی حد ہوگئی ـــــ ہم سے اب یہ ظلم نہیں

برداشت ہو سکتا - کہو سب ملکر انقلاب زندہ باد ! "

آوازیں " ہائیں یہ کیا گھوڑے کی بولی بولنے لگا ،

یہ انقلاب جھنڈے باز کیا بلا ہوتی ہے ؟ "

بھورے بالوں والا کھسیانا سا ہوگیا - لگا کھانسنے

مگر سب سے پہلے مقرر نے اس کو سنبھال دیا " مطلب

یہ ہے کہ الٹ دو تختہ دنیا کا - لوٹ لو دانہ گھانس گھوڑوں

کا اور چھین لو ان کے سب کمبل اور طویلے ..... "

کئی آوازیں " ہم کمبل نہیں اوڑھ سکتے ہم طویلوں

میں رہنا نہیں چاہتے "

مقرر - کچھ حرج نہیں - ہم کمبل دانتوں سے پھاڑ

ڈالیں گے - ہم کھر مار کر طویلے توڑ دیں گے - ....

اچھا یہ نہیں سہی ، ہم ان کاموں کے لئے ایک پارٹی

تو بنا سکتے ہیں -

انقلاب پارٹی نام ہوگا "

بہت سی آوازیں - " ہاں ، ہاں - یہ بہت آسان

اور موقع کی بات ہے - ہم پارٹی بنا سکتے ہیں - دوستو

بنا ڈالو ایک پارٹی "

" ہماری زبان "

(صفحہ ۲۹ سے آگے) پنجاب یونیورسٹی کانووکیشن میں امسال ۸ سو گریجوایٹوں کو سندات دی گئی ہیں - جن میں ایک سو عورتیں تھیں - اعلیٰحضرت خسرو دکن نے ۱۳ لاکھ فرانک اور نواب صاحب بھوپال نے ایک ہزار پونڈ مصیبت زدگان ٹرکی کیلئے دیا - ۲۸ ، ۲۹ - دسمبر کو نواب مہدی یار جنگ بہادر کی صدارت میں دہلی کے مقام پر کل ہند اردو کانفرنس کا شاندار اجلاس ہوا - پنجاب اسمبلی کے آئندہ انتخاب کے ووٹروں کی فہرستیں تیار کرنے کا کام شروع ہونے والا ہے - مولانا عبید اللہ سندھی نے جمنا ، نربدا ، سندھ ساگر پارٹی قائم کی ہے -

---

دریافت طلب امور کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے - ورنہ تعمیل نہ ہوگی (منیجر)

استقامت

جبکہ کفار عرب بڑھ گئے حد سے باہر
اور پہنچانے لگے شمعِ نبوّت کو ضرر

بھی انصار مدینہ نے نبیؐ کو دعوت
آپؐ نے عزم لیا مکہ سے مدینہ جا کر

جتنے پروانے تھے اس شمعِ ہدایت کے یہاں
وہ بھی جا پہنچے بہ تعجیل مدینہ اُڑ کر

دیکھ کر رنگ یہ تلوار ہوئے بوسلمہؓ
باندھی ہجرت کیلئے آپ نے بھی کس کے کمر

کر چکے جبکہ وہ سامانِ سفر کی تکمیل
اونٹ پر بیوی کو، بچہ کو بٹھایا جا کر

آگئے دشمنِ توحید بھی اتنے میں وہاں
دفعتہً آپ کو کفار نے گھیرا آکر

بوسلمہ سے یہ کہا جا جو تو جاتا ہے کہیں
ہمیں درکار نہیں تجھ سا جوانِ خود سر

پر یہ سلمہ ہے قبیلہ کا ہمارے بچہ
جانے دیں ساتھ ترے اسکو بھلا ہم کیونکر

بڑھ کے کچھ لوگ عناں گیر ہوئے اشتر کے
بولے بوسلمہ سے پھر اس کی برابر جا کر

تو جو جاتا ہے مدینے تو نہیں غم ہم کو
لیکن اصلا نہیں جا سکتی ہماری دختر

چھین کر لیگئے وہ زوجہ کو فرزند کو بھی
اب کھڑے تنہا تھے بوسلمہ بحالِ مضطر

ایک جانب کششِ الفتِ دینِ اسلام
ایک جانب زن و فرزند کی الفت تھی مگر

ایک تشویش سی تشویش تھی لاحق ان کو
امتحاں سخت تھا اور وقت تھا یہ نازک تر

غالب آئی مگر اسلام کی الفت آخر
پہنچے بوسلمہؓ مدینہ میں پیادہ چل کر

عرض کی حضرتِ اقدس میں یہ جملہ روداد
آبدیدہ ہوئے سُن سُن کے جناب سرورؐ

بعد ازاں صبر کی تلقین کی بوسلمہؓ کو
پھاہا اس طرح رکھا آپ نے زخمِ دل پر

زنِ بوسلمہؓ تھی مکہ میں یہ دل اور کہیں
درد انگیز تھے اشعار زباں پر یکسر

پیارے شوہر سے جدا کی گئی تھی وہ جس جا
رویا کرتی تھی وہ ہر روز وہاں جا جا کر

دیکھ کر حال یہ کفار کو رحم آ ہی گیا
ایک دن دے دیا اس کا اسے بچہ لاکر

دوسرے نے کہا لے اونٹ چلی جا یثرب
تیری بے دینی سے ہے خوف ہمیں بھی کیسر

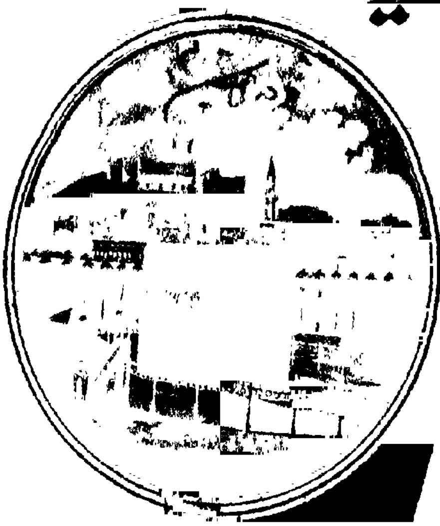
زنِ بوسلمہؓ غرض چل کے مدینہ پہنچی
جذبِ الفت سے ملے بچہ، زوجہ و شوہر

الفتِ دیں کا یہ انعام ملا دُنیا میں
وہ جدا چیز ہے ہوتی ہے جو عقبیٰ کا ثمر

([illegible] دہلوی)

[illegible]

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

مرتب

امرتسر

علی

"Al Quraish"



Dr. Mahboob-i-Alam, Quraishi Ludhianvi, Dentist, member the Nadwatulquraish, and Anjman Quraeshian, Punjab.

فہرست مضامین القریش امرتسر

قیمت سالانہ
روٴسا سے ۶ر
ملازمان سے ۳ر

رعائتی ۱۲ر
نمونہ ۳ر
تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۱۷

جلد ۲۷ مطبوعہ فروری سنہ ۱۹۴۰ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۵۹ھ نمبر ۲

پچیس روپے (۲۵ر) نقد انعام

۵ فروری سنہ ۱۹۴۰ء کو بعد دوپہر گوجرانوالہ ٹاؤن سے
ڈاؤن ٹرین نمبر ۳۲ پر قصبہ امین آباد کیلئے سوار ہوا۔ عجلت میں
امین آباد سٹیشن پر اترتے ہوئے ٹرنک بیگ مقفل انٹر کلاس کے ڈبے میں رہ گیا۔ گاڑی
ریلوے پھاٹک کی حدود سے باہر نہ ہوئی تھی۔ کہ کاموں کے سٹیشن کو فون کیا گیا
ٹرنک بیگ میں مندرجہ ذیل کتب و کاغذات قدیمہ تھے۔
(۱) حمائل شریف مترجم تقطیع خورد۔ ایک عدد۔ (۲) بال جبریل ایک عدد (۳) نسب نامہ قلمی محفوظ
جلد بندی مرقومہ جناب دادا جان مرحوم۔ قبلہ قاضی پی بخش صاحب و دیگر چند پروانہ جات اور
ہمہ بیگمی۔ جن میں قاضی پیر بخش صاحب مرحوم کا رواداری بمنزلہ تحصیلدار کا ذکر ہے
کی خصوصیت کے ساتھ نسب نامہ تذکرہ بالا کی اشد ضرورت ہے۔ جو ہمارے لئے بیش بہا
موروثی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے بذریعہ صحیفہ القریش اعلان کرتا ہوں
کہ ٹرنک بیگ مع کتب و کاغذات مذکورہ مجھے پہنچا دینے والے کو پچیس روپے
انعام دیا جاوے گا۔ المرقوم ۷ فروری سنہ ۱۹۴۰ء
راقم (قاضی) نظر حسین قریشی۔ ریٹائرڈ مستوفی
ریاست قلات گوجرانوالہ
محلہ شیخ [illegible]

دریا بہ کوزہ

(از ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

ہو کیونکر "القریش" اخبار کو کوئی پریشانی   نظام حیدرآباد اس کی کرتے ہیں نگہبانی
مقالاتِ مدیری میں جو دی تعلیم "رونق" نے   اُسی کے فیض سے مجھ کو ہوا شوقِ سخندانی
گلستانِ سخن میں مثلِ بلبل چہچہاتا ہوں   اگرچہ میں نہیں ہوں ماہرِ فنِ زباں دانی
خزاں میں بھی بہارِ جاں فزا کا کیوں نہ لطف آئے   میرا خامہ تو پت جھڑ میں بھی کرتا ہے گل افشانی
جو رونق جیسے مخلص شخص سے پرخاش رکھتے ہیں   انہیں اپنے کئے پر ایک دن ہوگی پشیمانی
لوجہ اللہ قریشی قوم کی کرتا ہے وہ خدمت   میری دانست میں ہے مستحب اُسکی ثنا خوانی
میں اُسکو "محسن القوم" اسلئے تسلیم کرتا ہوں   کہ احسانات کی اُسکے ہے اک فہرست طولانی
ادا کرتا ہے اپنا فرض وہ احسن طریقے سے   اگر یہ کافری ہے تو کہو کیا ہے مسلمانی؟
اسی کی ذات پر انسانیت بھی ناز کرتی ہے   جو اپنے دل میں رکھے جذبۂ خدماتِ انسانی
جو یہ سمجھیں کہ ہم آوازۂ حق کو دبا دیں گے   ہے اُن کی سادہ لوحی، خود فریبی اور نادانی
انہیں دنیا میں کوئی حق نہیں اعزاز پانے کا   بجائے جستجو کے کرتے ہیں جو اشک افشانی
ملیگا ایکدن اُن خود غرض افراد کو بدلہ   جو ذاتی رنجشوں پر قوم کی دیتے ہیں قربانی
مناسب ہے کہ ہوں لطف و کرم کرنے پہ آمادہ   میرے وہ دوست جو مدت سے ہیں محوِ ستمرانی
سفینہ قوم کا اب بھی نکل سکتا ہے طوفاں سے   بنیگا پھر نہ کچھ سر سے گذر جائیگا جب پانی

میری یہ نظم جو محبوب! سنتے ہیں وہ کہتے ہیں
کیا دریا کو تونے بند کوزے میں بآسانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

ماہ فروری ۱۹۴۰ء
محرم الحرام ۱۳۵۹ھ
جلد ۲۶ نمبر ۲

شذرات

ہز مجسٹی حضور نظام

ان شاہانہ نوازشات اور خسروانہ تعطفات و تفقدات کی بنا پر جو خسرو جہاں پناہ، شہریار آصف جاہ سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائنس تاجدار دکن حرسہا اللہ عن شر والفتن کی طرف سے بلا تمیز مذہب و ملت مذہبی، علمی اور اقتصادی اداروں پر جاری وساری ہیں۔ اور ان خصوصیات کے پیش نظر جو "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کے خطاب میں مستتر ہیں، اور اس لحاظ سے کہ دولت آصفیہ ہر لحاظ سے دیگر ہندوستانی ریاستوں پر فوقیت رکھتی ہے اور رقبہ و آبادی کے لحاظ سے حیدرآباد کی ریاست ریاست نہیں۔ بلکہ ایک وسیع سلطنت ہے۔ اور دولت آصفیہ عالیہ کے تحت ایسی جاگیرداریاں اور سمستان موجود ہیں جن کے سالانہ محاصل چھ ہزار سے زائد ہے اکابرین ہند کی طرف سے "ہز مجسٹی" کے خطاب کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

گذشتہ سال رانا عبد الحمید خاں نے اس اہم مطالبہ کا اعادہ کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کی معاملہ فہمی و حق شناسی سے اپیل کی تھی کہ وہ اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی عدیم النظیر نصفت پروری، حق پژوہی، معارف نوازی اور وفاشعاری کے اعتراف میں اعلیٰحضرت کو "ہز مجسٹی" کے خطاب سے مخاطب کرنے کا حق دے کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دے۔

سلطان ابن سلطان کی شان کجکلاہی اگرچہ ان خطابات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ لیکن متعمدین ملت اور زعمائے ہند کا یہ مطالبہ ناقابل التفات نہ تھا۔

انجمن اتحاد المسلمین کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ ۲۵ر جنوری کے صدر نواب بہادر یار جنگ نے اپنے خطبہ صدارت میں پھر اس اہم ترین مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ

"اعلیٰحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائی نس حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز "ہز مجسٹی" کا شاہانہ خطاب استعمال کرنے کے پورے حقدار ہیں"۔

یہ ارشاد حاضرین کی دلی آرزوؤں کے اتنا مطابق تھا۔ کہ دو گھنٹے کے خطبۂ صدارت میں لوگوں نے بار بار "ہز مجسٹی میر عثمان علی خاں زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ گویا باقاعدہ طور پر اس مضمون کی قرارداد پیش کرنے سے بھی پہلے عوام نے اقرار کرلیا۔ کہ اعلیٰحضرت میر عثمان علی خاں کو ہز مجسٹی کا خطاب حاصل ہونا چاہیئے۔ اس واقعہ نے از سر نو شاہ دکن کے خطاب و القاب کا سوال تازہ کردیا ہے۔

بلاشبہ ہندوستان کے تین چار سو والیان ریاست میں حضور نظام کو سب سے زیادہ ممتاز، بلند اور سرفراز حیثیت حاصل ہے

حضور نظام نے برطانوی تاج کے ساتھ اپنے تعلق کی رفاقتوں کو جس احتیاط اور اخلاص سے ملحوظ رکھا ہے برطانیہ کی مصیبتوں میں جس ثابت قدمی کے ساتھ دستگیری کی ہے۔ ہندوستان میں زبان ادب اور علم کی خدمت میں گرانقدر توجہات صرف فرمائی ہیں مسلم وغیر مسلم کے امتیازات کو جس بے تعصبی کے ساتھ الگ رکھا ہے۔ اور اسلامی ضرورتوں کی کفالت میں جس جوش وخلوص اور عالی حوصلگی کے ساتھ دست تعاون بڑھایا ہے یہ تمام امور اس امر پر شاہد ہیں کہ حضور نظام کو ہندوستان میں غیر معمولی بلند مقام حاصل ہے اور ان کو عام والیان ریاست کی صف میں کھڑا کرنا سخت غیر مناسب ہے۔

اس حقیقت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ خود تاج برطانیہ نے جس کا سب سے زیادہ تابناک ہیرا ریاست حیدر آباد ہے۔ حضور نظام کو ہندوستان کے والیان ریاست سے زیادہ ممیز اور ممتاز خطاب والقاب عطا کر رکھا ہے۔ بڑی سے بڑی ریاست کے والی کو صرف ہز ہائی نس کہا جاتا ہے۔ لیکن حضور نظام کو ہز اگزالٹیڈ ہائی نس کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا خود برطانوی تاج وتخت کو اس امر کا احساس ہے کہ حضور نظام کو دوسرے والیان ریاست سے زیادہ ممتاز مقام حاصل ہے۔

حیدر آباد ایک ریاست نہیں بلکہ فی الحقیقت ایک ملک ہے جس میں درجنوں ریاستیں ہیں۔ اور اس میں کی بعض ریاستیں تو ہندوستان کی ان ریاستوں سے بھی زیادہ بڑی زیادہ متمول اور زیادہ شاندار ہیں۔ جن کے والیوں کو ہز ہائی نس کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا جہاں تک عملی حالات کا تعلق ہے مملکت حیدر آباد کا بادشاہ بہت سے والیان ریاست کا سرتاج ہے۔ او حق رکھتا ہے کہ اسے ہز مجسٹی کے خطاب سے مخاطب کیا جائے معہذا مرہٹہ والیان ریاست اس وقت تک مملکت حیدر آباد کی بعض جاگیروں کے پٹیل ہیں۔ اور انہوں نے اس تعلق اور منصب کو اہانت کی بجائے اپنے لئے موجب فخر ومباہات تسلیم کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس بادشاہ کے علاقے میں والیان ریاست پٹیل ہوں۔ وہ ہز ہائی نس نہیں بلکہ ہز مجسٹی کا خطاب استعمال کرنے کا حق دار ہے۔

آج جبکہ انجمن اتحاد المسلمین نے ایک قرارداد بھی اس مضمون کی منظور کر لی ہے۔ مناسب ہے کہ حکومت برطانیہ بھی اس طرف متوجہ ہو۔ اور ایک ایسی مشکل کے وقت جب برطانوی سلطنت ایک کشمکش میں مبتلا ہے۔ ایک افسوسناک بے انصافی کی تلافی میں تساہل نہ کرتے اور یار وفادار سلطنت برطانیہ "ہز اگزالٹیڈ ہائی نس" کو "ہز مجسٹی" کا خطاب اور اختیارات تفویض کر کے نہ صرف اسلامیان ہند کے دلوں کو تسخیر کرے بلکہ اپنے اہم ترین فریضہ کی انجام دہی سے دوستی ویگانگی کا حق ادا کرے۔

حق بر زبان جاری

گاندھی جی مسلمانوں کے اتنے خیر اندیش اور بہی خواہ واقع ہوئے ہیں۔ کہ اپنی دوستی پر فخر ہے۔ اور مسلمانوں سے رشتۂ اتحاد مستحکم کرنے کیلئے اسقدر فیاضی ودریا دلی سے کام لینا چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق سے بھی کچھ زیادہ دینے کے اصول کے حامی ہیں۔ لیکن اتنا معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ کہ آخر وہ دیں گے کیا۔ اور دینے کیلئے ان کے پاس ہے کیا؟

مشہور کانگرسی اخبار "مدینہ" نے حقوق سے زیادہ دینے کے بلند بانگ دعاوی کے متعلق مسٹر گاندھی سے چند سوالات کئے ہیں، اہمیت ومعقولیت کے لحاظ سے سوالات نہائت اہم ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ گاندھی جی جواب میں کیا فرماتے ہیں؛

معاصر "مدینہ" لکھتا ہے۔ کہ

فیاضی و فراخدلی

گاندھی جی اتحاد کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ فیاضی برت کر انہیں ان کے جائز استحقاق سے زیادہ دینے کے اصول کے حامی ہیں۔ کہنے کو یہ بات بڑی اچھی ہے لیکن ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کون سی فیاضی و فراخدلی ہے۔ جس کا مظاہرہ آج تک کیا گیا ہے۔ فرقہ وارانہ فیصلہ میں مسلمانوں کو چند نشستیں زیادہ مل گئی ہیں۔ اُن پر آپ آج تک رو رہے ہیں سوزارتیں جو آپ نے بنائیں۔ اُن میں مسلمان وزیروں کے لینے میں ناپ تول کے اصول کو آپ نے پوری طرح ملحوظ رکھا۔ کسی جگہ بھی آپ نے مسلمان کو وزیر اعظم نہیں بنایا۔ سرحد میں اپنی آبادی کے لحاظ سے ایک نشست لے لی۔ لیکن اڑیسہ میں مسلمانوں کو ٹکا سا جواب دیدیا۔ سی پی میں غریب شریف کو نکال دیا لیکن مصرا جی کو اس سے زیادہ شدید الزام کے باوجود باقی رکھا۔ غرض بتائیے تو سہی کہ وہ کون سی فیاضی ہے جو آپ کی طرف سے عمل میں آئی؟

علاوہ ازیں اگر گاندھی جی پسند فرمائیں۔ تو کیا ہم اُن سے دو چار باتیں اور پوچھ سکتے ہیں؟

(۱) ایک طرف تو آپ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ ہندوستانی قومیت کی ایک لڑی میں پرونا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ہندی کا پرچار کر کے ایک مشترک قومی زبان کے بجائے ہندوؤں کو صرف ہندی کی طرف بلاتے ہیں۔ اسکا مطلب کیا ہے؟

(۲) آپ ہندوستان میں ایک قومیت چاہتے ہیں۔ لیکن ماسی کے ساتھ آپ معاشرت و تہذیب کی اُن تمام مشترک چیزوں کو ترک کر رہے ہیں۔ جو ہندو مسلمانوں کے ہزار سالہ اشتراک سے پیدا ہو گئی ہیں۔ اور اُن کی جگہ پر ہندوؤں کو "پراچین کال" کی تہذیب کی طرف آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور خود بھی اسی کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں ہم اس سے کیا سمجھیں؟

(۳) اچھوتوں اور اونچی ذات کے ہندوؤں میں جو دوری تھی اُسے دُور کرنے کیلئے آپ نے ایک مستقل جماعت بنائی، ہندی کی اشاعت کیلئے ایک جماعت کی سرپرستی کی، چرخہ کیلئے ایک جداگانہ جماعت بنائی۔ کھادی کی اشاعت کیلئے ایک مستقل جدوجہد شروع کی۔ لیکن ہندو مسلم اتحاد کیلئے آپ نے کونسی منظم جدوجہد کا آغاز آج تک کیا؟

(۴) آپ ہندو مسلمانوں کو قومیت کے لحاظ سے ایک دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ودیا مندر کے بجائے کسی ایسے نام کی سفارش نہ کی۔ جو ہندو مسلمان دونوں کیلئے قابل قبول ہوتا۔ اور محض ودیا مندر کے نام کو بچانے کیلئے آپ نے مسلمانوں کے مکتبوں کا نام مدینۃ العلم گوارا کر لیا۔ کیا یہ فرقہ پرستی نہ تھی؟!

(۵) اگر آپ مسلمانوں کو ہندوستان کی قومیت میں متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے آریہ سماج کی اُس شورش کے خلاف اپنی بیزاری کا اظہار کیوں نہ کیا۔ جس کا مقصد صاف طور سے بحیثیت مذہب کے اسلام کی مخالفت کرنا تھا۔ اور جس کا کامل ثبوت آریہ پرچارکوں نے اپنی تقریروں تحریروں اور نعروں سے دیا۔

آخر پر معاصر موصوف لکھتا ہے۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ ان سوالوں کا کوئی جواب گاندھی جی کے پاس نہیں۔ انہوں نے

ایک غلط راستہ منتخب کیا ہے۔ اور چونکہ ان کی دلی خواہش انہیں اس راستہ پر چلنے کیلئے ابھارتی ہے۔ اس لئے وہ ہر غلط سلط دلیل سے اپنے نفس کو فریب دے کر مطمئن کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ چیز ان کیلئے کتنی ہی دل خوش کرنے والی کیوں نہ ہو۔ ہندوستان کے امن وسکون کی ضامن نہیں ہو سکتی ہم گاندھی جی سے عرض کریں گے کہ وہ ایک ناممکن قسم کی قومیت کا تصور دل سے نکال دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے۔ ہندو مسلمانوں کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کریں مسلمانوں اور ہندوؤں کی ہزار سالہ یکجائی کی وجہ سے بہت سی مشترک چیزیں پیدا ہو گئی ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ وہ باقی رہیں۔ اور اسی قسم کی اور چیزیں آہستہ آہستہ پیدا ہوتی رہیں۔ لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ ہندوؤں کو پرانا ہندو بنا کر مسلمانوں کو بھی "ہندویت" میں ضم کر دیں۔ تو اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا۔ کہ اسوقت جو اشتراک نظر آرہا ہے۔ وہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اور ہندو مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے کٹ کر الگ ہو جائیں گے۔

اس حقیقت سے آشنا ہوتے ہوئے کہ کانگرس اور اس کے ڈکٹیٹر کی نیت اتحاد و آزادی نہیں بلکہ پرانی ہندوانہ تہذیب واپس لانے پر مرکوز ہے۔ معاصر موصوف کانگرس کا کیوں دم بھرتا ہے؟

پاکستان

گذشتہ دنوں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ملت اسلامیہ کے جائز مفاد و حقوق کے پیش نظر ایک قرارداد منظور کی گئی۔ اور آل انڈیا مسلم لیگ سے درخواست کی گئی۔ کہ مندرجہ ذیل امور چونکہ ملت اسلامیہ کے نزدیک بنیادی اور سیاسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے لیگ صاف اور غیر مشتبہ ان کا اعلان کرائے اور ان کے حصول کیلئے مسلمانوں کو منظم اور تیار کرنے کا انتظام کرے۔ نو آدمیوں کی ایک سب کمیٹی بنائی گئی جو ان اصولوں کی بنیاد دستور مرتب کرے گی۔

پانچ بنیادی اصول

۱۔ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں اور انہیں خود مختاری کا ویسا ہی حق حاصل ہے۔ جیسا کہ دوسری آزاد قوموں کیلئے پہلے سے تسلیم شدہ ہے۔

۲۔ ہندوستان کے مسلمان کبھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتے کہ انہیں بیرونی اور خارجی مصلحتوں یا سیاسی سہولتوں اور ضرورتوں کی وجہ سے اقلیت کا درجہ دیا جائے۔

۳۔ مسلمانوں کے حق خود مختاری کو ثابت و قائم بنانے کی غرض سے ضروری ہے کہ ان کیلئے ایک خود مختار حکومت کی شکل میں "جداگانہ قومی وطن" کا انتظام کیا جائے۔

(۴) جو مسلمان اس قومی وطن سے باہر ہندوستان کے دوسرے حصے میں آباد ہونگے۔ انہیں محولہ بالا اسلامی حکومت کے قومی باشندے سمجھا جائیگا۔ اور اسی حیثیت میں ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔

(۵) ہندوستان کی کوئی دستوری سکیم اگر ان بنیادی اصول میں خلل انداز ہو گی۔ تو ملت اسلامیہ ہند پوری طاقت و قوت سے اس کی مخالفت جاری رکھے گی۔ یہاں تک کہ محولہ بالا مقصد حاصل ہو جائے۔

گاندھی کا سوراج

گاندھی جی کے دماغ میں سوراج کا جو نقشہ ہے۔ وہ خالصتہً ہندوراج کے سوا کچھ نہیں۔ ۵ فروری کو آپ نے وائسرائے سے خواہش کی۔ کہ حکومت برطانیہ تمام اختیارات ہندو اکثریت کے حوالے کردے۔ اس کے بعد اقلیتوں دلیسی ریاستوں اور یورپینوں کے مفادکے مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے۔ یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس ہوجائے گی۔

گاندھی جی نے کہا کہ یورپینوں کو بڑے بڑے زمینداروں میں شامل کرلیا جائے گا۔ والیانِ ریاست ریاستوں کے باشندوں کے نمائندے کی حیثیت سے شامل ہوں۔ گاندھی جی تمام مختلف اقوام کو مستقل تسلیم کرلے یا انہیں استقلال کا درجہ دینے یا ان کے حقوق کو محفوظ بنانے کو تیار نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس بابہ میں عام آزادی دیدی گئی۔ تو اقلیتیں برساتی روئید گی کی طرح پیدا ہوتی جائینگی۔ یہاں تک کہ اکثریت باقی ہی نہیں رہیگی جن اقوام کو گاندھی جی مستقل سمجھنا پسند فرمائیں گے۔ ان کیلئے لازم ہوگا۔ کہ کانگرس کی تجویز کردہ اسمبلی میں شریک ہوں اور اس میں اپنے حقوق پیش کریں۔ ان کو یہ طفل تسلی دی گئی ہے۔ کہ ان کے حقوق کو محفوظ کئے بغیر کوئی مستقل دستور بن ہی نہیں سکیگا۔ اور ان کی پوری تسلی کردی جائے گی۔ پوری تسلی کردینے پر یہ پابندی لگادی گئی ہے۔ کہ اقلیتوں کے کسی مطالبہ کی تکمیل "قوم کی مجموعی ترقی" میں حائل نہ ہو۔ اگر اقلیتیں نمائندہ اسمبلی کے تجویز کردہ تحفظات پر مطمئن نہ ہوں۔ تو ان کا معاملہ کسی غیر جانبدار ٹریبونل کے حوالے کردیا جائے گا۔ یہ تمنائیں ہیں گاندھی جی کی اور یہ ہے انکا سوراج جس کیلئے وہ مسلمانوں کے تعاون کے خواہاں ہیں۔ مگر ڈیلی ہیرلڈ نے بہت اچھا جواب دیا کہ اقلیتیں اکثریت کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑی جاسکتیں۔

وزیر چنیں شہریار چناں

اعلیٰحضرت فرمانروائے بہاولپور نے براہِ خسروانہ زمینداران کی فلاح و بہبود کیلئے ۲۴۹۰۰ روپے فصل خریف کی خرابی کے باعث مالیہ وآبیانہ تخفیف فرمادیا ہے۔ اعلیٰحضرت نے مصیبت زدگان لڑکی کیلئے دو ہزار روپے کی گرانقدر رقم منظور فرمائی ہے۔ پچھلے دنوں عالیجناب خان بہادر نبی بخش محمد حسین صاحب وزیر اعظم کے زیرِ صدارت اجلاس منعقد ہوا جس میں مصیبت زدگان ٹرکی کیلئے کثیر رقم جمع کی گئی۔ اور حاضرین کو امدادی فنڈ جمع کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی۔ دارالسرور بہاولپور کے تاجدار جس قدر نصفت شعار، رعایا نواز اور ہمدرد ملت واقع ہوئے ہیں۔ اُسی قدر دولت عباسیہ کے وزیر اعظم بھی وزیر چنیں شہر یار چناں کے مصداق بہی خواہ وخیراندیش واقع ہوئے ہیں۔ اللّٰہم زد فزد۔

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

۱۔ مکرم و محترم قاضی محمد رضی الدین صاحب علوی ریاست الور سے تحریر فرماتے ہیں،

"القریش" مطبوعہ دسمبر اتفاقاً نظر سے گذرا مطالعہ سے مسرت کی لہر پیدا ہوگئی۔ واقعی آپ کی خدمات قابل تعریف ہیں۔ خداوند کریم آپ کو اس کا اجر خیر دے۔ بذریعہ منی آرڈر تین روپے سالانہ چندہ جناب کی خدمت میں ارسال ہے۔ پتہ ذیل پر میرے نام رسالہ جاری کر دیجئے گا۔

۲۔ مکرم و محترم سید امام شاہ صاحب ہیڈ محرر پولیس تحریر فرماتے ہیں:۔

ہم القریش کی موجودہ ترتیب و تدوین کے معترف ہیں اس کی معنوی حقیقت قابل صد ستائش ہے۔ واقعی موجودہ حالات میں آپ کو مشکل کا سامنا ہو رہا ہے۔ لیکن جناب اطمینان و فراخ دلی سے اس سلسلہ روانی میں جادہ پیما رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تا بحد امکان پورا تعاون کیا جائیگا۔ قبلہ بزرگ سید عبدالحکیم شاہ صاحب کے نام وی پی جاری کر دیں۔

"قصص القرآن" ازبس مفید سلسلہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اسلامیان کی صراط مستقیم کی صحیح رہنمائی ہوتی ہے۔ سیاسی امور میں ذرا اور اضافہ کر دیجئے۔ موجودہ فضا کا یہی اقتضا ہے۔ مصارف ناقابل برداشت ہوں (۱)

تو ہفتہ وار نہ کیجئے۔ پانچ خریداروں کے آرڈر مزید بھی ارسال کرونگا۔

۳۔ محترم سردار فضل داد خانصاحب عباسی بگیوار تحریر فرماتے ہیں:۔

القریش کی موجودہ ترتیب مضامین نہائیت موزون اور معقول پسند ہے۔ رسومات قبیحہ کے انسداد کے متعلق سلسلہ مضمون کا اضافہ ضروری ہے۔ مراسم بد نے قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ حالات جنگ پر بھی مناسب تبصرہ ضروری ہے۔ ہفت روزہ اشاعت کی بڑی ضرورت ہے۔ میں تین خریدار اور پندرہ روپے نقد سے امداد کرونگا۔ تعارفات کا سلسلہ قومی مفاد کے لئے نہائیت مفید اور ضروری ہے۔ باہمی شناسائی کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ القریش بہ حیثیت مجموعی بہت اچھا رسالہ ہے۔ اور قومی خدمات باحسن طریق انجام دے رہا ہے۔

۴۔ مکرمی قریشی محمد ایزد بخش صاحب انسپکٹر ان۔ ڈبلیو آر تحریر فرماتے ہیں:۔

"القریش" کے مطالعہ سے بیحد خوشی ہوئی۔ خدائے تبارک تعالیٰ بحق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ آپ کو عمر خضر عطا کرے۔ اور قیامت تک آپ قریش کی دستگیری کرتے رہیں۔ زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ توسیع اشاعت میں کوشش کرونگا۔

محترم براعان کی توجہ فرمائی اور حوصلہ افزائی کیلئے ہم بدل مشکور ہیں۔ قومی خدمات کی بطریق احسن انجام دہی آپ ایسے حساس و ہمدرد حضرات کے تعاون اور اشتراک عمل کا نتیجہ ہے۔ اگر توسیع اشاعت کے وعدوں کے ایفا میں تاخیر نہ ہو اور حمایت و اعانت کا تسلسل جاری رہے تو منزل مقصود دور نہیں کاغذ و سامان طباعت سخت گراں ہو رہا ہے۔ اگر آپ حضرات فوراً توجہ فرمائیں تو خدمات کا تواتر بحسن وخوبی جاری رہ سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق!

ہفت روزہ کے متعلق کثرت رائے

دسمبر کی اشاعت کے بعد ڈیڑھ سو معاونین کرام سے ہفت روزہ اشاعت کے متعلق استصواب رائے کیا گیا تھا۔ آمدہ جوابات میں چند شائع ہو چکے ہیں۔ کم و بیش ایک سو مراسلات ہنوز شائع نہیں ہوئی۔ شمار و اعداد سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بہی خواہانِ القریش اور دردمندان قوم کی اکثریت ہفت روزہ اشاعت کے حق میں نہیں۔ سامان طباعت کی گرانی کے علاوہ صائب الرائے حضرات کا خیال ہے۔ کہ ہفت روزہ ہونے سے القریش کی موجودہ خوبیاں فنا ہو جائینگی اور اسکی یہ مفید ترین دلچسپیاں مفقود ہو جائینگی۔

اگر سامان طباعت اسقدر گراں نہ ہوتا تو ہم کوشش کرتے کہ ہفت روزہ اشاعت کے ساتھ ماہانہ اڈیشن بھی علی حالہ جاری رہتا لیکن اب مشکل ہو گیا ہے۔ کاغذ جو پہلے دو روپے ریم لیا جاتا تھا۔ اب پانچ روپے آٹھ آنے میں لیا ہے۔ اور آئندہ سستے ہونے کی توقع نہیں۔ سرمایہ دار اخبارات اس گرانی سے چیخ اٹھے ہیں۔ لہٰذا اس مجبوری اور کثرت رائے کے پیش نظر غیر معین عرصہ کیلئے ہفت روزہ اشاعت کا خیال ترک کر دیا گیا ہے۔

ڈیڑھ سو متذکرہ مراسلات کے جوابات میں ۲۰ حضرات کی رائے ہے کہ موسم بہار میں "القریش" کا نمائندہ مختلف اضلاع میں دورہ کر کے توسیع اشاعت کی کوشش کرے۔ تاکہ موجودہ گرانی کے مقابلہ کی تاب ہو سکے۔ اس سے تنظیمی امور بھی بڑی حد تک طے ہو جائیں گے۔ رائے نیک ہے ہم اس پر غور کریں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عمل کی کوشش بھی۔

خیر ہم سب حضرات کے جنہوں نے القریش کی خدمات کے اعترافات سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور نیک مشورے دیئے ہیں بصدق دل شکریہ ادا کرتے ہیں۔

معذرت

۱۔ فرنٹیر قریش کانفرنس، اور انجمن قریش صوبہ بہار کے جلسوں کی موصولہ کارروائیاں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شائع ہونگی۔ احباب انتظار فرمائیں۔

۲۔ تعارفات کا سلسلہ تجسس کے بعد مفید خیال کر کے شروع کیا گیا تھا۔ مگر کاغذ کی گرانی، بلاک کی تیاری کے اخراجات ناقابل برداشت ہو رہے ہیں۔ ایک بلاک کی اشاعت پر بہت زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجبوراً آئندہ کیلئے اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ حالات مساعد ہونے پر انشاء اللہ پھر شروع کیا جائے گا۔

انجمن قریش، دولال

انجمن مذکورہ بہ شغف و انہماک مقاصد مجوزہ کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ مکرمی قریشی جہانداد خاں صاحب نے مختلف جلسوں کی کارروائی بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے

۲۹ دسمبر کے جلسہ کی کارروائی

جلسہ کی کارروائی بمقام مریدہ زیر صدارت سردار نور محمد خاں صاحب پنشنر تحصیلدار شروع ہوئی۔ سیکرٹری صاحب نے سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ زمانہ جد و جہد اور تجدد سعی و عمل کا ہے۔ کوئی قوم اشتراک عمل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تنظیم و شیرازہ بندی ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے۔ اجتماعی قوت کے بغیر شاہد مقصود کا حصول محالات و ناممکنات سے ہے۔ لہذا ہمیں اپنے ضلع میں اجتماعی زندگی کی داغ بیل ڈالکر مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کی سعی کرنی چاہیئے۔ اسی میں قومی فلاح مستتر ہے۔ ہم مرکزی جماعت کی آواز پر لبیک کہنے کے جب تک خوگر نہ ہونگے ہم ان اوصاف سے محروم رہیں گے۔ جو زندہ قوموں میں ہونے چاہئیں خدا کا شکر ہے کہ قوم کے مخلص نوجوانوں بالخصوص جمعدار سردار محمد عظیم خاں کی ساعی جمیلہ سے ہماری برادری کا عظیم الشان اجلاس سجاری کے مقام پر جمعدار صاحب موصوف کے زیر اہتمام ۲۵ دسمبر کو منعقد ہوا۔ بہی خواہان قوم نے شرکت فرمائی۔ اور اپنے قیمتی خیالات سے حاضرین کو مستفید کیا۔ نتیجہ نہایت نیک رہا۔ یعنے انجمن کے قیام کی تجویز بالاتفاق رائے منظور ہو گئی۔ اور فیصلہ ہوا کہ ضلع بھر کی برادری کو شرکت کی دعوت دی جائے۔ اس کیلئے ایک سب کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔

کلیاں کے مقام پر سردار نور محمد صاحب موصوف کی صدارت میں دوسرا اجلاس ۲۶ دسمبر کو منعقد ہوا جس کے اہتمام و انصرام میں سردار مہتاب خانصاحب رئیس اعظم نے خود کیا۔ اس اجلاس میں سب کمیٹی کے مرتبہ قواعد و ضوابط منظور کئے گئے۔ سردار نیاز علی خاں صاحب قریشی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اور سنہری بلوں اور ان اہم کارروائیوں کے پیش نظر جو پنجاب کے زمینداروں کے مفاد کیلئے حکومت پنجاب نے انجام دی ہیں۔ سر سکندر حیات خاں بالقابہٗ اور یونینسٹ حکومت کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرنے کی قرارداد منظور کی گئی۔ خاندان قریش و دلال کی طویل فوجی خدمات کی فہرست پیش کرتے ہوئے ایک خاص رزولیوشن منظور کیا گیا۔ جس میں مرکزی حکومت اور کمانڈر انچیف افواج ہند سے استدعا کی گئی کہ ہمارے خاندان کی ان اہم ترین فوجی خدمات کے پیش نظر جو پیشتر ازیں حکومت کی انجام دی گئی ہیں۔ اس فیصلہ پر نظر کرے۔ جو ہماری آئندہ فوجی بھرتی کی بندش کے متعلق نافذ کیا گیا ہے۔ چنانچہ رزولیوشن کی نقول کمانڈر انچیف وزیر اعظم پنجاب اور اخبارات کو بھجوائی گئیں۔ جس کے جواب میں آرمی ہیڈ کوارٹر کی چٹھی نمبری ۹/۱۲ ۲۹ ۲ ۔ A-8، B.48528 موصول ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ ہماری فوجی بھرتی بند نہیں۔ بلکہ ہم پنجابی مسلمانوں کی طرح ایک جماعت ہونے کی صورت میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں فقط بڑی بڑی جماعتوں کا فیصلہ ہوتا ہے۔ چھوٹی جماعتوں کی بھرتی کا اختیار کمانڈنگ افسران افواج متعلقہ کو ہے۔ قریشیوں کی آبادی کی نسبت سے اور پنجابی مسلمانوں کی دیگر اقوام کے مطالبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے قریشیوں کو کافی تعداد میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ (اصل چٹھی انگریزی بخوف طوالت شائع نہیں کی گئی) اس ناتسلی بخش جواب پر دوسرے اجلاس جو سردار امیر علی خاں صاحب پنشنر کے اہتمام اور سردار نیاز علی خاں صاحب کی صدارت میں ۲۴/۲/۴۰ کو منعقد ہوا۔ تجویز ہوا کہ آرمی ہیڈ کوارٹر انڈیا سے ضلع ہذا کی دیگر اقوام گکھڑ اور بھٹی وغیرہ اور قوم قریش کی آبادی کے پیش نظر موجودہ بھرتی کے اعداد و شمار منگائے جائیں۔ تاکہ دیگر اقوام کے مقابلہ میں ہماری سرفروشانہ خدمات کا اندازہ ہو سکے

آمدہ چٹھی کی نقل ۱/۱۲ فرنٹیئر فورس، ۱/۱۰ بلوچ رجمنٹ، اور ۲/۱۵
پنجاب رجمنٹ کے کمانڈنگ افسران کی خدمت میں بھیجی گئیں۔
جن کے حوصلہ افزا جوابات موصول ہو چکے ہیں۔ لیکن جو رزولیشن
آرمی ہیڈ کوارٹر انڈیا کو ضلع مختلف اقوام کی علیحدہ علیحدہ تعداد
بھرتی کے ارسال کرنے کے متعلق بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں
جنرل صاحب نے کسی فوجی مصلحت کی بنا پر مطلوبہ اعداد و شمار ارسال
کرنے سے معذرت کی۔ اسقدر جد وجہد کے باوجود کئی ایک زبانی
اطلاعات سے معلوم ہوا کہ ہمارے چند نوجوانوں کو محض قریشی ہونے
کی وجہ سے بھرتی نہیں کیا گیا۔ ان اطلاعات پر ۱۲/۹/۳۹ کو جنرل سیکرٹری
صاحب کی طرف سے ریکروٹنگ افسر کو لکھا گیا۔ اور آرمی ہیڈ کوارٹر
کی چٹھی نمبری B 48528/A-G.2 کی نقل اور خاندانی خدمات
کی مکمل فہرست ارسال کر کے بھرتی کیلئے عرض کیا گیا۔ جواباً چٹھی
نمبری C.M 1573/2 مورخہ 7/12/39 موصول ہوئی کہ بلاشبہ
قریشی بھرتی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اختیارات بھرتی کمانڈنگ افسران کے
سپرد ہیں۔ یعنے جو اقوام کمانڈنگ افسران کو مطلوب نہیں اُن
کو میں بھرتی نہیں کر سکتا۔ بھرتی کے جدید قواعد کی ترتیب پر غور
ہو رہا ہے۔ عنقریب قریشیوں کو بھرتی کا کافی تعداد میں موقع دیا
جائیگا۔ ۵/۱/۴۰ کو یاد دہانی کرائی گئی۔ جواباً چٹھی نمبری M.C. 158/2
مورخہ ۱۰/۱/۴۰ موصول ہوئی۔ کہ قریشیوں کو بھرتی کیا جائیگا۔ بشرطیکہ
طبعی اندازے کے لحاظ سے وہ پورے اور موزوں ہوں۔ جلسہ
منعقدہ ۱۴/۹/۴۰ بمقام راولپنڈی، بابو سردار نیاز علی صاحب
کی صدارت میں اس خیال سے کہ چونکہ حکومت برطانیہ کو انسانیت
اور تہذیب کے تحفظ کیلئے میدان میں آنا پڑا ہے۔ اور ہٹلر کی اس
ملک گیری کو مٹانا ضروری ہے۔ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم
پنجاب کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور دولت برطانیہ کی امداد
کیلئے خاندان قریش دولال کو روایات قدیمہ کے پیش نظر اپنی
خدمات پیش کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ نقول ہز ایکسیلنسی وائسرائے
ہند، ہز ایکسیلنسی کمانڈر انچیف۔ گورنر پنجاب اور ڈپٹی کمشنر ضلع
کو بھجوائی گئیں۔ افسران بالا کی طرف سے حوصلہ افزا الفاظ میں
شکریہ کے مراسلات ہو چکے ہیں۔ حضرات اس چھوٹی سی انجمن نے
سال بھر کے عرصہ میں چار اجلاس منعقد کئے اور حصول حقوق کے
علاوہ قوم کے اصلاحی امور میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں
فوجی بھرتی اور اصلاحی امور دو ہی مقاصد ہمارے سامنے رہے
ہیں۔ جن کی تکمیل ہو رہی ہے۔ باہمی تنازعات کا تصفیہ اور
گھریلو زندگی کی اصلاح کا جہاں تک تعلق ہے۔ مجھے فخر ہے۔ کہ
ہمیں اس مقصد میں توقع سے بڑھکر کامیابی ہوئی ہے۔ خداوند
کریم کے فضل وکرم سے وہ تمام مقدمات جو عدالتوں میں دائر
تھے۔ واپس لے لئے گئے ہیں جس سے قوت و زر کے ضیاع سے قوم
بچ گئی ہے۔ وہی سرمایہ اب قوم کے اصلاحی امور پر خرچ ہو رہا ہے

اس کامیابی کا سہرا انجمن کی کارکن جماعت خصوصاً بابو
سردار نیاز علی خاں صدر، سردار محمد اکبر خاں نائب صدر۔ اور
صوبیدار میجر باغ علی خزانچی انجمن کے سر ہے۔ یہ ان کی انتھک
کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس کیلئے انجمن ان کی ممنون احسان ہے

اجلاس عام منعقدہ ۲۴/۶/۴۰ میں قومی ضروریات کے پیش نظر
مالی قربانیوں کی دعوت دی گئی۔ اس میں حسب توقع کامیابی ہوئی۔
مختلف حضرات نے دس روپے کی رقم پیش کی۔ قومی دیہات کی
حلقہ وار کمیٹیاں بنائی گئیں۔ تاکہ ہر ممبر سے ایک آنہ فصلانہ چندہ
فراہم کیا جائے۔ مبلغ ۲۱ روپے ایک آنہ وصول ہو گئے ہیں علاوہ
ازیں ایک روپیہ بابو سردار امیر علی خانصاحب نے عطا فرمایا۔ اور
دس روپئے سردار نور محمد خاں صاحب اور صوبیدار (صفحہ ۲۶ پر دیکھو)

تذکرۃ السلف

حضرت امام حسینؑ

نہ کیوں ہوں اشک جاری مرثیہ سنکر
شہید کربلا کی یہ کہانی ہے

یہاں اُس تفصیل کی ضرورت نہیں جو حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس تفصیل سے قریباً مسلمانوں کا ہر ایک حصہ کم وبیش واقف ہے۔ محرم یا ماہ محرم کا نام ہی اس ساری تکلیف دہ تفصیل کا کفیل ہے۔ جہاں محرم کا مہینہ آیا یا اُس کا نام لیا گیا۔ وہیں ہر ذی حس مسلمان کے دل ودماغ پر غم والم کی بجلیاں دوڑنے لگیں۔ اور اُن کی آنکھوں کے سامنے رسول کریم کے پیارے نواسے حضرت امام علیہ السلام کی مصیبتوں، مردانگی، حوصلہ، بردباری اور استقلال کا سماں چھا گیا۔

دُنیا میں مختلف لوگوں پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اور مختلف لوگ اپنے اپنے رنگ میں مبتلائے بلا ہوتے ہیں۔ اگر حسینؑ کی مصیبت اور حسینؑ کا ابتلا کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔ اس میں کچھ اور ہی بات اور کچھ اور ہی بھید ہے۔ جس طرح حضرت ابراہام علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی سے آزمایا گیا تھا۔ اسی طرح امت محمدی کے ایک بڑے رکنِ رکین کی آزمائش ہوئی ہے۔ ابراہام علیہ السلام کے امتحان میں ایک مینڈھا خود بخود قدرت کی طرف سے مہیا کیا گیا۔ یہاں خود حضرت حسین علیہ السلام اور ان کی ذریات کو قربانی کا مینڈھا بنایا گیا۔ اور سب کے سب جان دے کر اس حقیقی امتحان میں پورے اترے یہ امتحان صرف حضرت امام حسینؑ ہی کا نہیں تھا۔ بلکہ کل اُمت اور کل ارکانِ امت کا۔ دنیا میں اور مصیبت زدہ بھی استقلال اور حوصلہ وہمت میں پورے اُترتے ہیں۔ لیکن حضرت امام حسین جس ہمت اور جس خوشی سے پورے اُترے۔ اس کی نظیر بنی اسرائیل کے نبیوں میں بھی نہیں ملتی ہے۔ ایوب اور داؤد علیہما السلام نے مصائب اور ابتلاء کے وقت بہت کچھ استقلال کیا مگر ان کا استقلال اور ہمت حسینی استقلال اور ہمت وبردباری سے کہاں مل سکتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہودیوں کی دست برد کے وقت تنگ ہو کر کہہ ہی دیا کہ "اے میرے باپ اگر یہ پیالہ ٹل سکے تو ٹلا دے"۔

لیکن حضرت امام حسین نے سوائے اس کے اور کچھ نہ کہا "جیسی تیری مرضی ہو ویسا ہی کر"۔

ان الفاظ کا مقابلہ کرو ان الفاظ سے جو ایک نبی علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سوچو کہ یہ رکن ایک نبی کی امت میں سے ہے جس کو نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہیں ہے، کیا اس سے حضرت رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے اس قول کی عملی رنگ میں تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

"عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل"

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس واسطے یگانہ اور فرد

نہیں کہ انہوں نے دشمنانِ آلِ رسول کے ظالم ہاتھوں سے شہادت پائی بلکہ اس واسطے کہ حضرت ممدوح نے اپنے اس استقلال اور اس عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ " اپنے ضمیر کی شہادت پر کس طرح ایک راستباز انسان ثابت اور قائم رہ سکتا ہے؟ کس طرح ثابت اور مستقیم رہنا چاہیئے؟ رضا بالقضا کا عملی نمونہ کیسا ہوتا ہے؟ قوم اور مذہب کی قربانیاں مذہبی حدود کے اندر کس رنگ کی ہونی چاہئیں؟ صداقت پرستی میں کن کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے؟ بُری تحریکات اور بُرے جذبات کا خیر مقدم نہ کرنے کو بعض وقت کن کن مشکلات اور آفات میں انسان گرفتار ہو سکتا ہے۔ مذہب کی حمایت اور پرستاری کا اصلی نمونہ کیا ہے؟ غیرت اور حمیت کی انسان کو مادی اور معادی رنگ میں کہاں تک ضرورت ہے؟ برائی کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیئے؟

یہ باتیں ہیں جو اس شہادت میں رکھی گئی ہیں۔ یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ شہادت شہادتوں کی سرآمد اور منیر ہے۔ اس کا ثبوت دنیا کی کسی اور شہادت میں نہیں پایا جاتا۔ اور بہ زیادہ تر یہ کہ یہ تمام آزمائشیں ان لوگوں کی جانب سے ہیں جو کلمہ گو تھے اور جو حضرت حسینؓ کے نانا کو نبی بھی مانتے تھے۔ اگر دشمنوں کے سامنے یہ آزمائش ہوتی تو اس کا رنگ کچھ اور ہوتا۔ اس صورت میں اس کی حقیقت کچھ اور ہو جاتی۔

" اس شہادت کا رنگ ہی کچھ اور ہے "

یہ شہادت مسلمانوں کے واسطے ایک نمونہ ہے۔ یہ شہادت اسلامی صداقت کا ایک معیار ہے۔ یہ شہادت عملی رنگ میں ثابت کرتی ہے کہ بری تحریکات سے بچنے اور اپنے ضمیر اور اپنے مذہب اور اپنے عقیدہ صادق کی جواب دہی اور ذمہ داری کا رنگ ایسا اور ایسا ہونا چاہیئے۔

" ایں سعادت بزور بازو نیست "

اگر حضرت امام دشمنوں کے سامنے یہ کہکر سر جھکا دیتے کہ " بہت اچھا " تو اس کا آج نتیجہ کیا ہوتا۔ کہ صدہا دوسرے لوگ کسی وقت بُری تحریکوں کے گرویدہ ہو کر اسلامی وقار اور اسلامی عزت و احترام کھو بیٹھتے اور یہ سالانہ یاد جو ایک صادق اور عملی رنگ رکھتی ہے اسلامی دنیا میں اپنا وجود نہ رکھتی۔ جو لوگ سرسری نگاہوں سے اس یوم نظیر یوم عمل اور یوم صداقت کو دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس پر سوز دل سے روتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ کونسا دل ہے جو اس دردناک واقعہ پر آنسو نہ بہائے اور جس کا دل نہ پگھلے۔ لیکن سچ پوچھو تو حضرت امام نے اپنی اور اپنے کنبہ کی جان دیگر مسلمانوں کے واسطے یہ ایک ایسا واقعہ زندہ کر دیا ہے جس پر مسلمانوں کو دوسری طرف رونے کیساتھ فخر بھی کرنا چاہیئے۔ یہ رسالت محمدی کی ایک زندہ یادگار اور ایک عملی شہادت ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم میں ہی سے ایک ایسا مرد خدا ہوا جو آخیر تک بُری تحریکوں کے قابو میں نہ آیا۔ اور صحیح رنگ میں خود کو صادق مسلمان ثابت کیا۔ مسلمان کی شناخت ہی یہ ہے کہ وہ بری تحریکات کا پورے زور سے مقابلہ کرے۔ اور آئت کریمہ :-

ادخلوا فی السلم کافۃ

کی عملی تصدیق پر اپنے خون اور اپنے عمل سے مُہر لگائے

الحمد للہ شروع شروع ہی میں حضرت امام نے اپنے خون سے اس پر مہر کی جو آج تک روشن اور ثابت ہے۔ اور اس خونی مہر سے مسلمانوں میں ایک عملی جان ڈال دی۔ اور انہیں ہمیشہ کے واسطے اپنے عمل سے زندہ کر دیا۔

ہر سال کا محرم اپنے ساتھ صرف آہ و زاری ہی نہیں

اور درد کا سماں ہی نہیں لاتا۔ بلکہ اس عدیم المثال صبر۔ استقلال تہور اور شجاعت کا بھی سماں سامنے لاتا ہے۔ جو امام حسین علیہ السلام کے صداقتانہ عمل سے قائم اور ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے دل و دماغ میں یہ خوشی بھی متموج ہوتی ہے یا متموج ہونی چاہیئے۔

علیؑ کے بیٹے اور احمدؐ کے نواسے کی استقامت صبر۔ خدا پرستی۔ خدا پر ثابت قدمی توکل بر خدا۔ رضائے خدا عظمت مذہب کا ولولہ یہاں تک تھا اس مذہب اور قوم کے ہیرو کے اس کارنامے اس عظیم الشان استقلال نے عملی رنگ میں ثابت کر دیا۔ کہ مذہب میں اسقدر طاقت اور اسقدر کشش ہے اور مذہب مشکلات میں کہاں تک اور کس حد تک سہارا بن جاتا ہے۔

باوجودیکہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر چاروں طرف سے بلاؤں اور آفتوں کا ہجوم تھا۔ یہاں تک کہ جانور پانی پیتے تھے۔ اور امام اور اس کا کنبہ اس سے محروم تھا۔ اور پھر یہ کہ سامنے پانی موجود تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو کلمہ گو تھے۔ پھر بھی ہمارے امام نے حوصلہ اور ہمت نہیں ہاری۔ خدا پر توکل کر کے ڈٹے رہے اور اخیر وقت تک استقامت نہ چھوڑی۔

اللہ اکبر یہ حوصلہ اور یہ ہمت اور طرفہ یہ کہ مظلوم کنبہ میں سے بھی کسی نے اخیر تک یہ نہ کہا کہ بابا جان یزید کی مان لو۔ کیا صداقت تھی اور کیا ہمت و استقلال سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ رضائے الٰہی پر اس شدت سے صابر اور شاکر تھے۔ کہ جس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی۔

"این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

جو شخص اپنی رگوں میں محمدؐ اور علیؑ کا خون رکھتا ہو جس کا قلب روشن ہو۔ جس پر مذہب اسلام کی صداقت مکمل ہو چکی ہو۔ جو رسالت محمدی کے انوار کا اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ چکا ہو اگر اس میں استقامت نہ ہوتی تو اور کس میں ہوتی۔

اے ماہ محرم اگر ایک طرف تو ہمیں رلاتا ہے تو دوسری طرف ہماری رگوں میں یہ جوش بھی پیدا کرتا ہے کہ ہمارا امام صداقت کے خاطر قربان ہوا۔ اور اس نے اپنی شہادت سے ایک خونی مہر صحیفۂ اسلام پر لگائی۔ ہمارے لئے یہ کتنے بڑے فخر اور عزت کی بات ہے۔ اس قسم کی شہادتوں سے وثیقۂ اسلام ثابت اور زندہ ہے۔

روتے ہیں ہم مرثیہ سنکر تمام
اور دل میں کرتے ہیں فخر امام

بصائر و عبر

اثر صحبت

کھوٹی چیز جس سے خالص سونا بن جاتا ہے۔ تاریک دل جس کے سایہ سے روشن ہوجاتا ہے ایک کیمیا ہے۔ جو درویشوں کی صحبت سے میسّر آتی ہے۔ یعنے درویشوں کی فیض صحبت سے ناقص کامل بن جاتے ہیں۔ اور ان کی کیمیا اثر نظر تاریک و سیاہ دلوں کو انوار رحمت سے معمور کر دیتی ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں،

آں چہ زر مے شود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیائے است کہ در صحبت درویشاں است

پانچ دن

بزرگوں نے دنیا کی تمام مدت قیام کو پانچ دن سے تعبیر کیا ہے۔ یعنے

۱۔ ولادت کا دن
۲۔ لڑکپن کا دن
۳۔ جوانی کا دن
۴۔ بڑھاپے کا دن، اور
۵۔ موت کا دن،

حافظؒ بے ثباتی دنیا پر فرماتے ہیں۔ کہ مجنوں کا زمانہ جو جذبات عشق اور کیفیات جنوں کے لحاظ سے ایک یادگار زمانہ تھا آخر گذر گیا۔ اور مجنوں کے بعد اب ہماری باری آئی ہے۔ لیکن ہم کو بھی بقا و ثبات نہیں۔ مجنوں کی طرح ہم بھی عنقریب اپنی زندگی ختم کرنے والے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں پانچ دن ہر شخص کیلئے مقرر ہیں۔

دورِ مجنوں گذشت نوبت ماست
ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

دنیائے خیال

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں کی صلح اور لوگوں کی جنگ ناموری اور بدنامی خیال ہی پر مبنی ہے، کوئی مصلحت ذہن میں آئی تو صلح پر آمادہ ہو گئے اور کسی خیال کے پیش نظر جنگ کا ارادہ کر لیا جسے چاہا بدنام کر دیا۔ اور جسے چاہا نامور قرار دے دیا۔ گویا یہ سب کچھ خیال ہی پر موقوف ہے۔ اور خیال ہی نے ایک معیار مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق ہم نیکنامی اور بدنامی کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں
بر خیالے نام شان و ننگ شاں

اگر ہم اپنی حالتوں پر غور کرتے رہا کریں اور یہ ذہن نشین رکھیں کہ جو تغیرات عالم کائنات میں ہو رہے ہیں۔ وہ عبث نہیں ہیں۔ اور خود ہماری آفرینش ایک مقصد عظمیٰ پر مبنی ہے۔ تو دنیا و عقبیٰ دونوں عالموں کے فوائد ہم کو حاصل ہو سکتے ہیں۔

نقد حال خویش را گر پے بریم
ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم

مقصد حیات

دنیاوی عزو جاہ کو بقا نہیں۔ اس لئے ان پر غرور موزوں نہیں۔ دوسروں کی بدنامی و ذلّت کے اسباب پیدا کرنا اپنے انجام سے غافل رہنا نادانی ہے۔ اِستعار زندگی میں اگر تمہیں کچھ حاصل ہے۔ تو اس سے کچھ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔ اپنی ذات سے دوسروں کو نیکی سے فائدہ پہنچانے کی سعی کرو۔ تاکہ آسمان قائم ہو جائے۔ یہ زمانہ کی مختلف گردشیں شروع کرنے سے ایک اچھی یادگار قائم ہو جائے۔ اور آنکھیں بند کرنے سے قبل تو دنیا پر کچھ چھوڑ جائے۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

حافظؒ کا ارشاد ہے۔

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

اگر تو ایسا کرنے سے قاصر رہا اور پنجروزہ مہلت میں اپنے انجام کو بھول گیا۔ تو یاد رکھ کہ تو بدنصیب ہے۔ اور دنیا و عقبیٰ تجھ سے بیزار ہے۔

فرش زمین پر لاکھوں اور کروڑوں آئے اور پنج روزہ مہلت پوری کرکے چلے گئے، بیسیوں عزیزوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے رخت سفر باندھا اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کتنا زبردست سبق ہے جو ہمیں دیا جا رہا ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ عجب و غرور حسد و بغض اور کینہ کے مجسمے بنے ہوئے فرش زمین پر اکڑے پھرتے ہیں۔ نہ کسی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ اور نہ اپنی موت کا دن یاد ہے مال و زر کی فراوانی دیکھ کر جب نخوت و غرور کی لہریں دل میں بلند ہو رہی ہوں اور جب یہ خیال آرہا ہو کہ "ہم بھی کوئی چیز ہیں" تو دنیا کے انقلابات و حوادث پر غور کیجئے۔ اور سوچئے کہ آپ سے پہلے اس عالیشان آسمان کے نیچے اور اس وسیع زمین کے اوپر کیسے کیسے ذی وجاہت دولتمند اور کیسے کیسے نامی بادشاہ گذرے ہیں جن کے ساتھ آپ کو اتنی بھی نسبت نہیں جتنی سمندر اور قطرے میں پائی جاتی ہے۔ پھر جب ان کی شوکت و سطوت باقی نہ رہی اور ان کا جلال و جبروت قائم نہ رہا تو آپ کا عروج و کمال کیونکر برقرار رہے گا جس طرح وہ فنا ہو گئے اسی طرح آپ کو بھی فنا ہونا ہے۔

اگر آپ کا ایک ملازم کبھی شیخی مارتا ہے تو آپ مسکرا دیتے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ جس وقت آپ کے دماغ میں یہ خیال آتا ہے۔ کہ "ہم بھی کوئی چیز ہیں" تو مشیّت آپ کی نادانی پر مسکراتی ہے؟

انکساری باعثِ اعزاز ہے
خاکساری سے بشر ممتاز ہے

حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزیں نہایت مہلک ہیں

(۱) حرص جس کی اطاعت کی جائے۔
(۲) خواہش جس کا اتباع کیا جائے۔
(۳) عُجب، یعنے خود بینی

عجب و خود بینی کی وجہ سے شیطان شقاوت ابدی میں پڑا اور رجیم و لعین ہوا۔ اسی بنا پر وہ غافل انسانوں کو اسی راہ سے ضلالت و ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ بالآخر عجب و خود بینی عبادات حق سبحانہ تعالیٰ سے مانع و مزاحم ہوتی ہے۔ سو النعم ما قیل،

مرد معجب ز اہل دیں نہ بود • ہیچ معجب خدائے بیں نہ بود
بے خبر زاں جہان مست یکے است • خویشتن بین و بت پرست یکے است

معارف القرآن

دورِ حاضر میں مسلمانوں کیلئے صحیح راہِ عمل

سیاسی ایمان

اسلام پرستی کے اس زمانہ میں مذہبی روایات و ہدایات داستان پارینہ بن کے رہ گئی ہیں۔ دورِ حاضر کے سیاسی علماء موہوم آزادی کی دُھن میں قرآنی شاہراہ کی بجائے اشتراکی پگڈنڈیوں میں جادۂ پیمائی منتہائے مقصود خیال کرتے ہیں۔ کفر و اسلام کو ایک سلک میں منسلک کرنے کیلئے وہ مختلف النوع حیلوں سے کام لینے لگے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ:-

"کافروں کا کفر ہی خدائے پاک کو پسند ہے،
کفار کو ان کے دین پر قائم رہنے کی اجازت ہے،
اسلام کو دیگر مذاہب پر کوئی فوقیت نہیں"

قولِ فیصل

سورۂ "کافرون" کفر و ایمان میں ہمیشہ کیلئے قولِ فیصل اور محکم ہدایت ہے۔ اور اس سورۂ پاک نے علم الاخلاق کے اس زبردست اصول کو حل کیا ہے۔ اور دنیا کو وہ سبق پڑھایا ہے جس پر آج مہذب ممالک کو فخر و ناز ہے۔

سورۂ پاک میں توحید پر قائم رہنے کی زبردست ہدایت اور کفر و شرک سے جدا رہنے کی بڑی تاکید ہے۔ یہ وہ سورت ہے جس پر ایک سچا مسلمان کاربند ہو کر کبھی شرک و کفر کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ ہادیٔ برحق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ پاک کی شان میں فرمایا۔ کہ

قل یاایھا الکفرون کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے پڑھنے کے برابر ہے (ترمذی شریف)

عمائدین قریش کی پیشکش

عمائدین قریش ابوجہل، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آپ کے چچا کی معرفت پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت و مخالفت چھوڑ دیں۔ تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو ہماری ذات سے کسی قسم کی اذیت یا تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس نئی قسم کی تعلیم (توحید) سے اگر آپ کا مقصد بادشاہ بننا ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار اور امیر بنا لیتے ہیں۔ اگر مال مقصود ہے تو ہم اسقدر روپیہ جمع کر دیتے ہیں کہ آپ سب سے بڑے دولتمند بن جائیں۔ کسی حسین اور خوبصورت عورت سے نکاح کا شوق ہے تو قبائل قریش کی حسین سے حسین لڑکی کے ساتھ آپ کا نکاح کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت اور توحید کی تبلیغ سے دست کش ہو جائیں۔

ان تمام مواعید اور ترغیبات کے جواب میں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے ان چیزوں کی کوئی خواہش نہیں، میرا مقصد صرف تم لوگوں کو ہلاکت و تباہی کی غار سے نکال کر ابدی نجات کی راہ دکھانا ہے۔ تاکہ تمہیں خالق کی رضامندی حاصل ہو۔

دعوتِ صلح

سرداران قریش کو جب اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تو انہوں نے نحیف ہو کر یہ کہہ بھیجا کہ "بہت اچھا اگر آپ کو یہ منظور نہیں۔ تو ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ ایک وقت آپ ہمارے بتوں کی پوجا کر لیا کریں۔ دوسرے وقت ہم آپ کے ساتھ مل کر آپ کے معبود واحد کی عبادت کر لیا کریں گے۔ اس طرح باہمی مصالحت سے آئے دن کی کش مکش اور مخالفت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور ہم اور آپ ہمیشہ کیلئے باہم شیر و شکر ہو جائیں گے۔ ورنہ آپ ہم سے الگ رہ کر اپنا نیا دین کبھی جاری نہیں کر سکیں گے اور کبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔"

بعینہ اسی قسم کی دعوت صلح بت آزادی کے پرستار آج فرزندان توحید کو دے رہے ہیں۔ جس کی تائید اشتراکی و کانگرسی علماء کی طرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ اور تاریخ اسلام کے وقائع کو توڑ مروڑ کر سادہ لوح مسلمانوں کو ہم رنگ زمین دام میں الجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں نے کانگرس اور ہندوؤں سے سمجھوتہ نہ کر لیا۔ تو وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

فرمان نبوی

اس عجیب و غریب صلح کی تجویز کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "آفتاب میرے داہنے اور ماہتاب بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے۔ تو بھی میں تمہارے ساتھ ہرگز ہرگز متفق نہیں ہو سکتا۔" اور وحی الٰہی کے مطابق فرمایا۔ کہ کفر اسلام کا میل نہ اب ہے اور نہ کبھی آئندہ ہو سکتا ہے۔ توحید و شرک کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ تم مجھ سے ہرگز یہ توقع نہ رکھو۔ اگر خدائے واحد کی عبادت منظور نہیں تو میں بھی تمہارے معبودانِ باطل کی عبادت نہیں کر سکتا۔ تم اپنے حال میں مست رہو۔ میں اپنے حال میں، تمہارا دین تمہیں مبارک میرا مجھے، یہ جواب سنکر وہ اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔

سورہ کا شان نزول

سورہ مبارک کا یہی شان نزول ہے، اور دیدہ بینا کیلئے یہی راہ عمل ہے۔ اللہ جل جلالہ و جل شانہ کا ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (قرآن کریم)

"اے نبی تو اپنے حال و مقال سے بتا دے کہ اے (دین حق کے) منکرو، میں اس شئے (معبودان باطل) کو نہیں پوج سکتا جسے تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم ہی اس (ذات حق) کے پرستار ہو جسے میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں آئندہ بھی کبھی اس شئے (معبودان باطل) کی عبادت کرنے والا ہوں جسے تم پوج رہے ہو۔ اور نہ تم ہی اس (ذات حق) کو پوجنے والے ہو جس کی عبادت میں کر رہا ہوں۔ تمہیں تمہاری راہ (مبارک) رہے اور مجھے میری راہ"

مگر سیاسی علماء بدبختی سے ان قطعی اور حتمی فیصلوں کو پس پشت ڈال کر نئی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ،

مداخلت فی الدین

سلطنتوں اور حکومتوں کی رعایا کی مذہبی آزادی میں دست اندازی ہمیشہ خونریزی و فساد پر منتج ہوئی ہے۔ اس لئے علمائے اخلاق اور ماہرین سیاست کی رائے ہے کہ رعایا کے ہر فرد کو امور مذہبی میں پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ عقائد جو انہیں صحیح و درست معلوم ہوں۔ اختیار کریں۔ اور جو طریقہ عبادت

ان کے نزدیک بہتر ہو اسے بہتر نہیں اکسی دوسرے کو مقدرت و اعمال مذہبی میں مداخلت اور تشدد کا حق نہ ہو۔ جس طرح حالات میں تغیر ہونے سے آدمی کے جسم میں تغیر ہوتا ہے۔ اسی طرح معلومات میں بھی تغیر ہوتا ہے جو بات ایک وقت میں بالکل صحیح اور یقینی معلوم ہوتی ہے۔ وہ آئندہ کے تجربہ اور ماحول کے تغیر سے کبھی غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے عاقل کیلئے احتیاط کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنے کسی مدمقابل کو جو غلط راستہ پر جارہا ہو اور اس کی سمجھ میں صحیح بات نہ آسکتی ہو اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اور خود اس کے سامنے صداقت اور راستبازی پر قائم رہ کر اس کے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہے۔ قانون فطرت اپنے وقت پر جب آئندہ واقعات یا تغیرات کے ذریعہ اس کے کسی عقیدہ کو غیر صحیح اور کسی دوسرے عقیدہ کو اس سے بہتر ثابت کر دیگا۔ تو وہ اس عقیدۂ جدید کو بطیب خاطر قبول کر لیگا۔ اور اپنے پہلے عقیدہ پر مصر نہ ہوگا۔

قرآنی اصول

قرآن کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ اسلام میں اسی اصول کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ کافروں سے کہدیجئے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۵ (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین) یعنی اگر اس وقت یہ سچائی اور حقانیت جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آتی، تو تم اپنے طریق پر عمل کئے جاؤ، میں اپنے مذہب پر قائم ہوں۔ قانون قدرت کچھ عرصہ کے بعد تمہارے اس عقیدہ کو خود بخود غیر صحیح ثابت کر دیگا۔ اور تم میں جو سعید ہیں ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس سے پہلا خیال غلط تھا۔ اور آئندہ بھی تم اسی طریق سے انسانی کمالات کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ نفاق اور مداہنت انسانی ترقی کی راہ میں سخت ترین موانع ہیں۔ بعض وقت سمجھدار لوگ بھی دھوکا کھا کر ان خصلتوں کے ذریعہ سے کامیابی کے خواہاں ہوتے ہیں مگر اخیر میں ان کو شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اس سورۂ پاک میں اس بُری خصلت سے بھی روکا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں ہمیشہ کیلئے مومنوں اور کافروں کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ دیگئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ

کفر و اسلام کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

نفاق اور مداہنت سے ان دونوں کو اگر کوئی اکٹھا کرنا چاہے تو یہ صریح غلطی ہوگی۔ گروہ کفار ہمیشہ کفر و شرک پر قائم اور توحید واخلاص سے متنفر ہوتا ہے۔ اور اہل حق ہمیشہ ایمان واخلاص پر قائم اور کفر و شرک سے بیزار رہتے ہیں۔ اس لئے تصادم کا احتمال لازم اور فتنہ و فساد کا پیدا ہونا یقینی، اسی وجہ سے قرآن حکیم نے اپنے متعلقین کو ہدایت فرمادی کہ ایسے موقع پر ہمیشہ اپنا عمل لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ پر رکھ کر دنیا میں امن و سلامتی کے شہزادے بنکر رہو۔

اگر تم نے اس زریں اصول کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ تو مستقبل قریب میں تمہارے مخالفین پر سچائی کے راستے خود بخود کھل جائینگے

نتیجہ

یہ ہے سچا ایمان واخلاص جس کی مومن موحد کو ہمیشہ پیروی کرنی چاہیئے۔ خیلات باطلہ سے ایک سچا مسلمان ہمیشہ علیحدہ رہتا ہے۔ اور وہ کسی لالچ وطمع کی وجہ سے گمراہ نہیں ہو سکتا مسلمانوں کو گاندھوی اور کانگرسی سیاست سے خُسران الدنیا والآخرہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لہذا ہمیں اسی سیاست پر عمل کر کے منصۂ شہود پر پرچم کامرانی لہرانا چاہیئے جو قرآن اور نبی کریم کے اسوۂ حسنہ سے ملتی ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

دعوتِ عمل

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکرؔ صدیقی)

خزف بھی آئے نگاہوں میں تو گہر کردیں
ہم اپنے آپ کو صرفِ رضا اگر کردیں

ہیں نسبوں مگر داکرم کا در کردیں
اُٹھوائے ہمہ وحدت کے پیش نظر کردیں

نگاہیں سینۂ "لا" وہ ضرب اِلّا اللہ
خدائی اس کی نگاہوں میں تیرہ تر کردیں

ملا ہے سوزِ "محمد" اسی لئے ہمکو
کہ اس کے فیض سے ذرّوں کو ہم قمر کردیں

بغل میں تھام کے قرآں پھریں جہاں بھر میں
قلم خدا کیلئے ماسوا کا سر کردیں

فضائیں جسکی ہو ناقوس پر اذاں غالب
"سوادِ گنگا" سے پیدا وہ کاشغر کردیں

خیالِ سود و زیاں سب نکال کر دل سے
رضائے حق کیلئے زندگی بسر کردیں

ہم اپنے سینوں کے داغوں کو یوں کریں روشن
کہ ان سے شامِ غریباں کو بھی سحر کردیں

ہے جس کی موج میں رقصاں سرورِ آبِ حیات
جہاں میں عام وہ دردِ دل و جگر کردیں

چلا کے "جادۂ قیم" پہ پھر بھی ملت کو
تمام خلقِ خدا کے لئے خضر کردیں

نوائے گرم سے اس دورِ سرد مہری میں
ہر ایک ذرۂ پامال کو شرر کردیں

ہے خشک ہو رہا گلزارِ مقصدِ ملت
ہم اس کے واسطے وقف اپنی چشم تر کردیں

جمالِ خلقِ محمد کا ڈال کر پرتو
بغیر تیغ کے ملت کو دُنیا سر کردیں

دکھائیں چشمِ زمانہ کو انقلابِ عظیم
جہاں کے زیرِ مقدر کو یوں زبر کردیں

بہار بن کے گلستانِ دہر پر چھائیں
چمن "حیاتِ زمانہ" کا پرثمر کردیں

دکھائے فرشِ زمیں پر وہ عرش کے جلوے
بلند آج سے ہم اس طرح نظر کردیں

فروغِ اسوۂ حسنہ کی نور پاشی سے
جہاں میں عیب ہیں جتنے انہیں ہنر کردیں

پیامِ سرورِ عالم سنا کے دُنیا کو
"شعارِ خیر" سے کافور "گردشِ شر" کردیں

جہاں نے پھیر لیا منہ ہے حق کی جانب سے
عمل کے زور سے رُخ اس کا پھر اُدھر کردیں

سفیرِ نالۂ شبگیر چرخ پر بھیجیں تو
نوائے بربطِ ایام بے اثر کردیں

جھپٹ کے نوچا ہے یورپ کے کرگسوں نے اسے
درست طائرِ بامِ حرم کے پر کردیں

رکھیں نگاہ میں راہِ حسینؓ و اسماعیلؑ
ہم اپنے خون سے ملت کو زندہ تر کردیں

"خدا کا نام" ہے ہونے کو پھر جہاں میں بلند
بتوں کو اس کی اسے شاکرؔ چلو خبر کردیں

ہندستان جنّت نشان کی زبان

ذیل کے مضمون میں اس مشترکہ زبان کے متعلق نہایت سادگی کے ساتھ مدبرانہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو "اردو" کی بجائے "ہندوستانی" کے نام سے "آشا بھاشا" کی صورت میں مقتدرین کانگرس رائج کرنا چاہتے ہیں، اس میں راقم نے نہایت خوش اسلوبی سے بتایا ہے کہ "نئی زبان" کی ترویج کی فکر تضیع اوقات اور تفریق و تشتت کے سوا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتی "ٹھیکہ تہذیب باشی" کے لفظ پر راقم نے بڑی دلچسپ بحث کی ہے اور اخیر میں بتایا ہے کہ جس ملک کی زبان اور خیالات میں مطابقت نہیں وہ "جنت نشان" کہلانے کا مستوجب نہیں،

قلم اٹھانے سے پہلے بھی۔ اور قلم اٹھا کر کچھ لکھنے کے وقت بھی۔ برابر اس بات کا احساس موجود ہے۔ کہ میں ہندوستانی ہوں۔ اسی ملک کے ایک شہر میں پیدا ہوا۔ پلا بڑھا۔ اب یہیں بود و باش رکھتا ہوں۔ باوجود اس اعتراف کے اپنے وطن کے متعلق بعض وقت عجیب و غریب خیالات دل میں آتے ہیں۔ جن کو ایک مدت تک خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے کرتے ایسی حالت ہو گئی ہے۔ جیسے گاندھی جی کی ایک سیاسی یا معاشرتی روزہ رکھنے کے بعد ہو سکتی ہے جس کو مختصر طور پر اشتہار گویائی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کو کیا کیجئے۔ کہ ابنائے وطن اس فکر میں ہیں۔ کہ یاران زمانہ کی اگر ہو سکے تو زبان بندی کر دی جائے۔ یا کم سے کم اتنا تو کر دیا جائے۔ کہ بولتے وقت یا کم سے کم لکھتے وقت بغیر

ڈکشنری کی مدد کے ایک لفظ نہ لکھ سکیں۔ اور جو کچھ وہ لکھیں پڑھنے والا اسے بغیر ایسی ہی مدد کے سمجھنے کے قابل نہ ہو۔ بہرحال اشتہاد صادق مشکلات کو نظرانداز کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ابناء وطن میری تحریر کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے۔ میری حالت نویس تحریر کے وقت یہ ہے۔ کہ بار بار کوئی مناسب لفظ سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ابھی ابھی میں نے چاہا کہ "حقیقت حال" کا لفظ استعمال کروں۔ مگر دل بے اختیار ہچکچایا کہ ہماری زبان جسے ہم بولتے ہیں۔ اتنی وسیع ہے بھی کہ اس لفظ کی کھپت اس میں ہو سکے یا سکڑتے سکڑتے محض اس قدر رہ گئی ہے۔ کہ بجز ایک ہندی زبان کے۔ اور کہیں سے کوئی لفظ آ نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں آپ مجھے معاف کریں گے۔ اگر میں جو کچھ مجھے کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالوں اس سے پیشتر کہ حقیقت حال کے لئے ڈکشنری ٹٹولنی پڑے۔

ہندستان کو جنّت نشان کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ اس سوال پر خواہشوں سے قطع نظر کر کے۔ ذرا گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ اس لفظ کا کانگریس کی ہندستانی میں کیا ترجمہ ہو۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شائد ترجمہ ہو ہی نہ سکے۔ کیونکہ ترجمہ تو وہ کرے جو دونوں زبانوں میں ماہر ہو۔ یہاں تو ارادے کچھ ایسے

ہیں۔ کہ اگر ہو سکے تو اردو زبان کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد جو اردو بولے وہ ہندی والوں کو نہ سمجھے۔ اور ہندی والا اردو کو سمجھنا بھی ہو تب بھی نہ سمجھے۔ بہر حال پہلے لوگوں نے جو اکثر اچھے خواب دیکھا کرتے تھے۔ ہندستان کو جنت نشان غالباً اس لئے کہا ہوگا۔ کہ یہاں زبان اور خیالات ایک ہونے والے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت کی بھی خصوصیت یہی ہے۔ کہ وہاں زبان اور خیالات ایک ہوں گے۔ کیونکہ محض غلہ۔ پھل۔ ترکاری۔ باغات سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک رہنے والوں میں حقیقی بے تکلفی نہ ہو۔ جس کا منشا محض زبان اور خیالات کی یگانگی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا یہ خواب اور اس کے ساتھ ہی اس کی تعبیر، دونوں بیکنٹھ باشی ہوئے۔ خدا مغفرت کرے۔ اگر اجازت ہو تو یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر اس فقرے کے معنیٰ پوچھ لوں۔ کیونکہ استعمال تو میں نے کر دیا ہے۔ مگر مجھے شبہ ہے کہ شاید پورا فقرہ ہندستانی نہیں ہے۔ باشی کے متعلق شبہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ فارسی ہو، اور خوامخواہ بیچاری ہندستانی بیگناہ کی ہتک عزت نادانستہ ہو جائے۔ یا شتر گربہ کا الزام عاید ہو۔ میں نے بیگنا ہی کے ایام میں سنا تھا۔ کہ باش کے معنے رہنے کے ہیں۔ اور اکثر میں نے بھی اپنے آپ کو ہندستان کا باشندہ کہا ہے۔ اگر یہ فارسی لفظ ہے تو "فدائے ہندستانی" معاف فرمادیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر باشی فارسی ہے تو میں بیکنٹھ باشی کے معنی جانتا ہوں۔ ورنہ پھر ڈکشنری کی ضرورت ہے۔ خیر جن بھولے بھالے لوگوں نے ہندستان کو جنت نشان کہا تھا۔ آجکل وہ ہوتے تو صورت حال دیکھ کر ضرور بالضرور یہ کہتے۔ کیونکہ سنتے ہیں کہ قدیم شہر بابل بھی کچھ ایسے ہی القاب کا مورد رہا تھا۔ مگر ایک دن صبح اٹھ کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ شیخ و زاہد پنڈت و درویش اپنی اپنی الاپ رہے ہیں۔ اور بقول شخصے بلبلا رہے ہیں۔ نہ یہ اس کا کہنا سمجھے نہ وہ اس کی زبان سمجھے۔ کچھ گھنٹے شاید ہاتھ اور آنکھ کے اشارہ سے کام نکالا ہو۔ لیکن آخر کار ہر ایک نے اپنا اپنا ٹنڈیرا سنبھالا۔ اور دنیا کے مختلف گوشے سنبھالے۔ اور شہر بابل ایک کہانی ہو کر رہ گیا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ایسے جنت نشانوں کا اپنی کرتوتوں کی وجہ سے یہی حشر ہوتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہندستان کے باشندوں پر یہاں کی آب و ہوا کا کچھ عجیب و غریب اثر ہوتا ہے یا نہیں قدیم زمانے میں آریہ لوگ پہاڑ پھلانگ کر یہاں آکودے یہاں کے باشندوں کو کمزور پایا۔ زمین کو دبوچ کر بیٹھ گئے۔ اور ان کو اتنا دق کیا۔ کہ آخر وہ انسان ہونے کا خیال بھی بھول گئے۔ سوال یہ ہے۔ کہ اصلی باشندے اتنے کمزور کیوں تھے۔ کیا کچھ ملکی ماحول کا اثر تھا۔ یا پیدائشی نقصان آگے چلئے۔ جیسے روٹی کے لئے آریہ یہاں آئے تھے۔ اسی طرح روٹی کیلئے اور کچھ لوگ بھی آئے۔ نئے ہندستانی یعنی وہی پہلے کے بدیسی آریہ جنہوں نے قدیم باشندوں کو دھتکار کر اپنا ڈیرا جمایا تھا۔ اور خاصے ہٹے کٹے مارنے مرنے والے تھے۔ ان باہر والوں کے سامنے محض بودے ثابت ہوئے۔ اس کے بعد بھی ہم یہی تماشا دیکھتے تھے۔ جو باہر والے یہاں آئے اور لوٹ مار کر لے گئے اور ہندستان میں رہ گئے وہ برابر اپنی طاقت اور قوت کے

ملک رہے۔ اور خوب ہندستان پر چھاپے مارتے رہے۔ اور جو بدقسمتی سے یہاں ٹک گئے وہ گروہ کا سب کچھ کھو بیٹھے۔ محمود غزنوی ظہیر قسم کے لوگ میدان تاریخ میں ہمیشہ مونچھوں پر تاؤ دیتے نظر آتے ہیں۔ اور پچھلے مسلمان بیچارے جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ یہیں کے ہو رہے وہ آج بغلیں جھانک رہے ہیں۔ انگریزوں نے شاید مجھے خوف ہے۔ اس بھید کو سمجھ لیا ہے۔ اپنا اڈا ہمیشہ باہر رکھتے ہیں۔ اور ہندستانیوں کو مار مار کر آدمی بنانے کا مدمن بنا لیتے ہیں۔ اور رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ یہ آب و ہوا کا اثر اور موقع محل کی خصوصیت نہیں تو اور کیا ہے۔ انگریزوں نے جو آدمی بنانے کا وعدہ کیا تھا وہ جہاں تک بشر کی طاقت میں ہے انہوں نے پورا کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی ہندستان کی محلی خصوصیت سدراہ ہے یا نہیں۔ آپ اس واقعہ کو کیا کہیں گے۔ کہ مدت کے بعد ہندو مسلمان ایک دوسرے کو سمجھنے کے قابل ہوئے تھے۔ تو یہاں کے چوٹی کے لوگوں کو کیا سوجھتی ہے۔ کہ ان کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقعہ بالفعل ہرگز نہ دینا چاہیئے۔ موجودہ زبان کھٹکتی ہے۔ ایک اور ہی زبان نہایت شستہ اور سلیس ایجاد کرنی چاہیئے۔ بھلے اس ذہنیت کو آپ کیا کہتے ہیں۔ کوشش کدھر صرف ہونی چاہیئے تھی۔ اور کدھر ہو رہی ہے۔ اول تو نئی زبان بننے سے رہی کیونکہ اس کی بنیاد مذہبیت پر ہے۔ اور مذہب کے اوپر کٹ مرنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے چھوڑ دینے کے۔ اندھی مذہبیت سے بجز تفرقہ اور کسی نتیجہ کی امید نہیں۔ گاندھی جی جیسی شخصیت اور رسم الخط اور الفاظ کے معاملہ میں مذہب کے بعد جدا ہونے کو سنگ بنیاد قرار دے

پھر فرقہ داری اور تعصب مذہبی کے سلگ اٹھنے میں کیا دیر ہو سکتی ہے۔ اسلام یا مسلمانوں نے کبھی نہیں کہا کم سے کم اس قسم کی اشتعال انگیزی سے پہلے، کہ یقین کیجئے ہوا اور دین کو دھرم کہا جائیگا۔ یا اسلام کی باتیں دیوناگری میں لکھی جائیں گی۔ تو دھرم بھرشٹ ہو جائے گا۔ مہاتما جی کے قول کو دیکھئے۔ کہ اردو قرآن کے خط میں لکھی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کی دینی زبان ہے۔ اس لئے ہماری زبان نہیں ہو سکتی۔ کیا اس کا کچھ اور مطلب ہے۔ سوا اس کے کہ زبان کی بنیاد مذہب پر رکھی جائے۔ مسلمانوں نے عربی فارسی اپنی دونوں زبانیں چھوڑیں اور اردو کو رائج کرنے میں مدد دی۔ اس سے زیادہ بے تعصبی کا ثبوت اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ جیسے ان کے خیالات تھے۔ وہ اردو میں ادا کرنے پر مجبور تھے۔ زبان ہوتی ہی اس لئے ہے۔ اسلئے ان پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے زبان کو خاص اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ ہر فریق کو کامل آزادی حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی زبان میں اپنے خیالات ظاہر کرے۔ اور ہو سکے تو زبان کو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ چنانچہ ہندو بھی اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ مگر خدارا یہ قوت کا بیکار ضائع کرنا کیسا کہ جو زبان سب سمجھ رہے ہیں اور برسوں سے اس میں بول چال کر رہے ہیں۔ اسے چھوڑ دو اور نئی زبان، نیا خط ڈھونڈو۔ اور جس بات کی تکمیل صدیوں میں کی ہے اسے غارت کرو۔ اور پھر وہی دھندا اختیار کرو۔ جو صدیوں پہلے کیا تھا۔ یعنی پہلے امیر خسرو کی طرح بو و، پھر دلی، دکنی وغیرہ بنو۔ پھر رفتہ رفتہ قریبے سے آرہو۔ لیکن کوئی صاحب مجھے یہ سمجھا دیں کہ یہ تضیع اوقات

نہیں ہے تو کیا ہے۔ آج ہندی شروع کرو۔ کل سے پھر وہی سارے مراتب طے ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اور جب تک ایسی ہی زبان نہ بن جائیگی جیسی آج کل کی اردو ہے۔ اس میں میل جول اور مطلب براری معلوم۔ اس تحصیل حاصل کی بجائے کسی نئی چیز کے اکتساب کا ارادہ کیا ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ اب فرمائیے کہ اس طے کئے ہوئے میدان کو دوبارہ طے کرنے کا ارادہ کس نام کا مستحق ہے؟ کیا اس میں ہندی کے قدیم اثرات کو کچھ دخل ہے؟ آب و ہوا کا اس میں کچھ ہاتھ ہے؟ کیا اس میں جنت کا خیال موجود ہے؟ یا کچھ بیکنٹھ کا پرتو ہے؟ ایک فارسی فقرہ کا ترجمہ کچھ تغیر تبدل کے ساتھ۔ بشرط اجازت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی جو آدمی کہلانے کے مستحق تھے۔ وہ تو بیکنٹھ باشی ہوئے۔ آج کل زمین پر ہم لوگ بستے ہیں۔

(صفحہ ۱۲ سے آگے) میجر باغ علی خانصاحب نے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ کل چالیس روپے ایک آنہ جمع ہوئے۔ جن میں سے مبلغ آٹھ روپے چھپائی دعوتی خطوط و قواعد انجمن خرچ ڈاک اور خرید رجسٹر اے پر صرف ہوئے۔ باقی بتیس روپے ایک آنہ موجود ہیں۔ آمد و خرچ کا یہ حساب کاغذات میں باقاعدہ درج ہے۔

القریش کے متعلق قرارداد

حضرات! آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ قوم کا ایک ماہوار رسالہ "القریش" امرت سر سے شائع ہوتا ہے۔ جو بہترین قومی خدمات انجام دے رہا ہے۔ سالانہ چندہ صرف تین روپے یعنی چار آنہ ماہوار ہے۔ توسیع اشاعت پر رسالہ کے ہفتہ وار ہونے کی بھی توقع ہے۔ اس کی موجودگی میں دیگر اخبارات کی مطالعہ کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی، ہماری انجمن کی کاروائیاں وقتاً فوقتاً اس رسالہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اس قومی جریدہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کریں۔ اس کے دلچسپ اور مفید مضامین پڑھیں۔ اور ان پر عمل کر کے قوم کی فلاح و بہبود کی سعی کریں۔

اس رزولیوشن کے پاس ہونے کے بعد حاضرین میں سے آٹھ معززین نے القریش جاری کرانے کا وعدہ کیا۔ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

(ارکان انجمن کی مساعی قابل تبریک ہیں خدا انہیں مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین! "القریش" کی خدمات کے اعتراف اور توسیع اشاعت کے اقدام پر ہم احباب کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ وی پی جاری کر دیئے گئے ہیں۔ جن میں غالباً چار اس وقت تک وصول ہو گئے ہیں۔ امید ہے کہ محترم برادران مزید کوشش سے عند القوم ماجور ہوں گے۔ ایڈیٹر)

وطنیت اور اسلام

(از جناب مولانا افضل شاہ صاحب کامل دہلوی)

نوجوان سپہ سالار اسلام طارق فاتح اندلس نے جس وقت اپنے جہاز اجنبی سرزمین اندلس پر قدم رکھا تو اس کے پاس فوج تھوڑی تھی اور ایک وسیع و اجنبی ملک کی تسخیر کی مہم درپیش تھی۔ خیال ہوا کہ وطن سے ہزارہا فرسخ دور نکل آئے ہیں۔ بالکل اجنبیوں اور غیر وطنیوں سے مقابلہ ہے جن کی قوت و صولت کی بے پناہی کا کوئی اندازہ نہیں۔ ممکن ہے کہ اہل لشکر کی ہمتیں پست ہو جائیں وہ بھاگ کھڑے۔ اس لئے اس شیر بیشہ جرأت و جلالت نے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کہکر اپنے جہازوں میں آگ لگانے کا حکم دیدیا۔ لوگ بولے وطن سے دور ہیں۔ واپس جانے کی راہ پھر کیا ہوگی۔ نیز "ترک سبب" بروئے شریعت کب جائز ہے۔ اس وقت اسلام کے سچے فرزند طارق کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں۔ وہ اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان ان کے معانی میں خود کو غرق کر دے۔ اور سوچے کہ اسوقت کے مسلمان کیا تھے۔ اور کیسے تھے۔ اور اب کیا ہیں۔ اور کیسے ہیں؟

فاتح کہتا ہے کہ کیسا وطن؟ کس کا وطن! سواد وطن کی اور شئی چہ!! ہر ملک ملک ماست "ہر ملک خدا کا ملک ہے وہ ملک ہمارا ہے۔ مسلمانوں کا وطن ساری دنیا ہے۔ جہازوں کو آگ لگادی گئی، بازگشت کی راہیں مسدود ہوگئیں۔ اب یا تو ملک کو فتح کرکے اسی کو وطن بنانا تھا یا یہیں پیوند زمین ہونا تھا۔ فتح و پیوند زمین ہونے کے سوا اور کوئی راہ عمل باقی ہی نہیں رہی تھی چنانچہ مسلمان دل توڑ کر لڑے اور مٹھی بھر مسلمانوں نے اسے فتح کرلیا۔ ہم اس موقعہ پر پہلے ان بزرگوں سے معافی مانگتے ہیں جو وطنیت و اسلام میں گونہ امتیاز پیدا کر رہے ہیں۔ اور جنہوں نے "ہندوستانی پہلے اور مسلمان پیچھے" کا نعرہ وارفتگی یا دہشتگی کے عالم میں لگانا شروع کردیا ہے اور اس طرح وہ دین قیم کی آبرو دنیا کی نگاہوں میں گھٹا رہے ہیں۔ دنیا اور دنیا والوں کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں کہیں اور جو جی چاہے اعتقاد رکھیں مگر مسلمان مسلمان ہے۔ وہ اول و آخر مسلمان ہے ہر اعتبار سے مسلمان ہے اور اسے جو کچھ کرنا ہے مسلمان ہی بنکر کرنا ہے کسی کی تنقیص مقصود نہیں۔ بلکہ اسلام کی روشنی میں اس مسئلہ کو صاف کرنا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دنیا فانی ہے اور مکڑی کے گھر کی طرح عارضی ہے۔ اس لئے تجھے دنیا سے قوت لایموت حاصل کرنا ہی کافی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جو بھی دنیا میں ہے فنا ہو جائیگا۔ پس خالی مکانوں سے پیار نہ کرو۔ اور دار البقا میں مکان بناؤ جسے کبھی فنا نہیں" قرآن کریم میں بھی دنیا کو ایک لہو و لعب بتایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صاف وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون فرما کر ہماری تخلیق کا مقصد محض اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ حکم ہے۔ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع کہ کاروبار چھوڑ دو۔ اور اذان سنتے ہی نماز کیلئے مساجد کی طرف عجلت کے ساتھ روانہ ہوجاؤ۔

مقصد تخلیق انسانی

ایک طرف تو اسلام ہمارا مقصد

تعلیق اللہ کی عبادت قرار دے رہا ہے۔ اور نماز کیلئے بیع و شری کے بھی فوری ترک کا حکم ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ ہم اپنے جسم و جان کی بحالی کے انتہائی ضروری اور دنیوی اعتبار سے سب سے مقدم و اہم ذرائع کو بھی عبادت الٰہی کیلئے فوری ترک کردیں۔ اور دوسری طرف ہمیں قائدین ہند کی طرف سے دعوت دی جارہی ہے کہ "ہم پہلے ہندوستانی اور بعد کو مسلمان بنیں۔ کیا پہلے ہندوستانی ہونے" کا صاف مطلب یہ نہیں کہ ہم ملکی مقاصد کو اسلامی مقاصد پر مقدم رکھیں۔ ہے اور ضرور ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ" وطنیت اور اسلام مسلمانوں کیلئے دو چیزیں ہوگئیں اور وطنیت اسلام سے برتر اور افضل تر ہوگئی۔ ابھی اسے جانے دیجئے کہ اس اعتقاد کے ساتھ ایک مسلمان مسلمان رہا بھی اس پر ہم آگے چلکر بحث کریں گے۔ اس وقت کہنا یہ ہے کہ ہم مسلمان اور حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہوئے یہ کرسکتے ہیں کہ ملک و وطن کے مقتضیات پر ترجیح دیں۔ اس ترجیح کا نتیجہ کیا ہوگا وہ بھی سن لیجئے۔ ایک سڑک کے سیدھی اور وسیع کرنے کا معاملہ پیش آگیا۔ درمیان میں مسجد ہے۔ ہمیں مسجد کو لامحالہ منہدم کر دینا ہوگا۔ کہ سڑک سے وطنی و ملکی آسائش ہے۔ ایک میدان میں کسی بزرگ کا مزار ہے یا کسی شہر میں ایک درگاہ نے بہت وسیع رقبہ رکھا ہے۔ میدان میں ایک ہسپتال کا بنانا مقصود ہے اور شہر میں کوتوالی کا دفتر بنایا جانا ضروری ہے یا غربا کیلئے بہت سے چھوٹے چھوٹے مکانات بنانے ہیں۔ جگہ تنگ ہے۔ بیرونی اطراف میں اضافہ کی گنجائش نہیں۔ اب لامحالہ یہی ہوگا۔ کہ یہ مقابر و مزارات علیحدہ کرنے پڑیں گے۔

نماز کا وقت ہے کسی اہم مسئلہ پر کانگریس میں یا اسمبلی میں بحث ہو رہی ہے۔ وطنیت و قومیت کا اقتضا مقدم ہے نماز کو ترک کرنا پڑیگا۔ ایک محلہ میں مسجد ہے جو مسلمان آباد ہیں۔ اور چاروں طرف ہندو اور سکھ ان کی طرف سے اذان پر احتجاج ہوتا ہے کہ ہماری نیندیں خراب ہوتی ہیں۔ اقتضائے وطن یکشریت کی طرف جائیگا۔ چلئے اذان بھی بند۔ ملکی قانون میں انفرادی آزادی مسلم ہے براتیں خوب دھوم دھام سے نکلتی اور جابجا آزادی کے ساتھ گتی ہیں۔ نماز جماعت میں ہرجگہ واقعہ ہوتا ہے۔ جماعت بھی موقوف ملک کی سب سے بڑی جمعیت ملک کا مشترکہ نعرہ قومی "بندے ماترم" تجویز کرتی ہے قانون اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے مسلمان بھی اس کے لگانے پر مجبور ہیں۔ اس کے معنے ہیں کہ "اے بھارت ماتا ہم تیرے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں" شرک ہوگیا چھٹی ہوئی دین بھی رخصت۔ روزہ منہ میں ہے اور صدر اسمبلی کی گارڈن پارٹی ہے یا کسی غیر ملکی سفیر کا استقبال مقصود ہے۔ اور ضیافت بھی۔ ہر قوم کے افراد موجود ہیں۔ سب کھا رہے ہیں۔ خود نہ کھانا اور حصہ نہ لینا صدر و سفیر کی توہین ہے۔ روزہ بھی رخصت ہوا۔ اب خدا ہی مسلمانوں کے پاس رہا کیا۔ ایسی ہی صورتیں معاشیات اقتصادیات اور علمیات میں پیش آئینگی۔ دفاتر میں سرکاری کام کو خدا کے کام پر فوقیت ہوگی۔ کوئی کام کے اوقات میں نماز نہ پڑھ سکیگا۔ اللہ کے ذکر پر وطنی مباحث کو ترجیح حاصل ہوجائیگی بتدریج بیخبری سے نماز و روزے کی عادت بھی ترک ہوجائیگی۔ کل کو لوکمانیہ تلک اور گاندھی جی اور مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ کے مجسمے تیار ہوکر شاہراہوں پر نصب ہوں گے۔ وطنی جھنڈے اور ان کی سلامی لازمی ہوگی۔ بس ارضی خدا بھی پیدا ہوگئے آسمانی خدا کی ضرورت ہی کیا رہ گئی۔

حُب وطن اور ایمان

حب وطن حدیث نبوی کے مطابق ضرور جزو ایمان ہے۔ مگر "جزو" ہی ہے "کل" نہیں سمجھو

پہنچ کر ہم اسی وقت تک ہے جب تک مذہب سے اسکا تصادم نہیں ہوتا ہم کیا ہیں "اناللہ" اور کیا ہونا ہے "وانا الیہ راجعون" ہم سب اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی کی طرف ہمیں جانا ہے جب ہم اللہ کے ہو گئے تو سب سے پہلے ہمیں اللہ کی عبادت اللہ کے شعائر اور اللہ والوں کی حمایت کرنا ہے۔ اس کے بعد وطن اور وطن والوں کی حضرت خبیب اور حضرت زید کو کفار قریش نے خوفناک اور لرزہ خیز اذیتیں پہنچائیں۔ دانہ پانی بند کر دیا آخر انہیں صلیب کے سامنے کھڑا کر کے اختیار دیا گیا۔ کہ وہ "ترک اسلام یا موت" دونوں میں سے ایک چیز قبول کر لیں۔ جواب تھا فاقض ما انت قاض انما انت تقضی ھذہ الحیوٰۃ الدنیا انا اٰمنا بربنا لیغفر لنا خطایانا تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر تو دنیا کی اس زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔ کہ ہم پر عذاب کرے یا جان سے مار دے اور بس لیکن ہم پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہ معاف کر دے چنانچہ یہ مسکراتے ہوئے دار پر چڑھ گئے۔

گورنر معان فروۃ بن عمرو کو اپنے وطن کی حکومت حاصل تھی اسلام لا کر اللہ کا ہو گیا رومیوں نے اس کے سامنے بھی دو چیزیں پیش کیں۔ "ترک اسلام یا موت" اس نے حکومت و وطنیت پر لات مار دی۔ صاف کہہ دیا کہ مجھے اسلام سب سے پیارا ہے دار پر چڑھا تو ایک شعر زبان پر تھا جس کے معنے یہ ہیں۔

"مسلمان سرداروں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا جسم اور میری عزت سب پروردگار کے نام پر نثار ہے" (ابن ہشام)

جب کوئی انسان اسلام لے آتا ہے تو وہ وطنی اور رنگ و نسل کے تمام امتیازات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے روز اکناف عرب کے آئے ہوئے افراد کو مخاطب کر کے فرمایا تھا لیس للعربی فضل علی العجمی فضل علی العربی کلکم ابناء اٰدم واٰدم من التراب یعنی عربی کا عجمی اور عجمی کا عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم خاک سے پیدا ہوئے تھے (خطبہ نبی کریم)

اس سے واضح ہو گیا۔ کہ ہم محض وطنی جوش میں کسی غیر وطنی کی تحقیر نہیں کر سکتے۔ ہمارے نزدیک ہر قوم اور ہر ملک کے انسان یکساں ہیں مسلمان ملک گیری کیلئے نہیں بلکہ انصاف کیلئے لڑ سکتے ہیں جب یہ صورت ہے تو ہم ہندی اور غیر ہندی کے سوال میں نہیں الجھ سکتے۔ ہمیں برطانویوں سے یہ شکوہ نہیں کہ وہ ہندوستان میں کیوں ہیں۔ شکایت یہ ہے کہ وہ ہمارے ملک پر کیوں قابض ہیں اور ہمارا حق انہوں نے کیوں دبا رکھا ہے۔

آج جسے دیکھو وہ اپنی نجات و رستگاری کا ذریعہ وطنیت اور نیشنلزم کو سمجھے ہوئے ہے اور وطن پرستوں کی سعی یہ ہے کہ ہر مسلمان وطن پرست پہلے اور مسلمان بعد کو ہو ان کے نزدیک شمع ہدایت یہی ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے "میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کیا ہے کتاب اللہ (قرآن مجید)

اب مسلمان قرآن کو دیکھتے نہیں وطن پرستی پر مٹے ہوئے ہیں۔ ہمارا رہبر قرآن ہے جو قرآن کہے کر دو غلامی کے بندھن کٹ جائیں گے۔ جتنی مدت ہم نے وطن پرستی اور وطن پرستانہ تحریک کے ہنگاموں میں صرف کر دی اتنی مدت اگر قرآن پر عمل کر لیتے۔ تو مسلمان تنہا ہندوستان کو آزاد کرا سکتے تھے حجاز کے کتنے مسلمان تھے جنہوں نے اتنی ہی مدت میں قرآنی تعلیمات کا نمونہ بنکر نہ صرف یہ کہ پورے عرب کو قبضہ میں کر لیا۔ بلکہ اس عہد کی پر شکوہ اور باجبروت فرمانروائیوں کی حدود میں داخل ہو کر ان کی ہستی

عظمت کیلئے خطرہ عظیم بن گئے جب ہمارے پاس قرآن موجود ہے تو پھر ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت کیا ہے۔ مسلمانوں کا وطن ہے کہاں جو وطن پرست بنیں۔ وہ ساری دنیا میں ہیں اور ساری دنیا ان کا وطن ہے مسلمانوں کا وطن وہ نہیں جہاں وہ رہتے ہیں بلکہ ہر وہ ملک وطن ہے جو خدا کا ملک ہے کیونکہ یہ خدا کے ہیں۔ وہ وطن کیلئے نہیں بلکہ حق کیلئے لڑتے ہیں اور لڑیں گے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں بھی وطن پرستی کے لئے نہیں معاونت حق کیلئے انہیں لڑنا ہے اور وہ لڑیں گے ضرور۔ ان کے گھروں اجنبیوں کا قبضہ ہے انہیں اسے ہٹانا ہے مگر خانہ پرستی کے جذبہ کے ماتحت نہیں بلکہ اس جذبہ کے ماتحت کہ انہوں نے ناحق ایسا کیا اور ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ ہمارے گھر پر قابض ہو گئے۔ قرآن ہماری رہبری کریگا۔ ہم خدا پرست ہیں دیگر پرستیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اجنبی ملک والے کیا اپنے ملک والے بھی ناحق کریں گے۔ تو ان سے مدافعت بھی ہمارا فرض ہوگا۔

وطن پرستی کے تو یہ معنے بھی ہیں۔ کہ یہاں کی قومیں باہم کوئی پرخاش نہ رکھیں اور اگر باہم لڑیں تو نہ بولو۔ بدھ ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پارسی ہمارے شعائر کی توہین کرتے ہیں۔ جینی ہم پر عرصۂ حیات تنگ کرتے ہیں۔ اس وقت کیا ہم اس خیال سے خاموش رہینگے۔ کہ یہ ہمارے ہم وطن ہیں۔ ان کا نقصان ہمارے وطن کا نقصان ہوگا۔ ڈاکو اور چور بھی ہمارے ہم وطن ہیں۔ باغی بھی وطنی ہی ہوتے ہیں۔ مگر انہیں کون وطن پرستی کی خاطر بخشدیتا ہے۔ سب کا مقدم خیال اپنی حفاظت اور اپنے نقصان کا ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے۔ کہ پرامن اور محفوظ رہنا اپنا حق ہے۔ قرآنی شہادتیں موجود ہیں کہ حضرت یونس و حضرت لوط اور حضرت صالح نے اپنے برادران وطن کو باطل پر پاکر ان کے لئے عذاب طلب کیا اور حضرت نوح علیہ السلام تو یارب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ کہہ اٹھے اور انہوں نے بد کیشوں اور شریروں کو تباہ کرا کر چھوڑا۔

حضرت کرشن جی مہاراج نے بھی ہم وطنوں سے خوفناک لڑائیاں لڑیں اور لڑائیں اور کوئی اسے جذبہ وطن پرستی کے منافی نہیں کہہ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت اور حضرت یعقوبؑ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے انبیاء کرام کو برادران وطن ہی نے نکالا۔ ہسپانیہ سے مسلمانوں اور ہندوستان سے بدھوؤں کو نکالنے والے ہم وطن ہی تھے۔ اور کوئی غیر تو نہ تھا اس لئے وطن پرستی کوئی صحیح معیار نہیں۔ انسان کو اجنبیوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے۔ اور ہم وطنیوں سے بھی۔ اجنبی بھی نامناسب قبضہ کرتے ہیں۔ اور وطنی بھی اس لئے نیشنلزم اور وطن پرستی مسلمانوں کیلئے ہرگز کوئی معیار یا عقیدہ نہیں بن سکتا۔ اصل چیز حق پرستی ہے اور مسلمانوں کیلئے حق پرستی بالکل کافی ہے۔ ہم باطل کیلئے اپنے دین مذہب کو کیوں خراب کریں۔ اور کیوں نہ علانیہ کہدیا کریں کہ ہم مسلمان کے سوا اور کچھ نہیں۔

یہ اسلام کا استخفاف اور آبرو کے دین قیم کی رسوائی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ مسلمان مسلمان ہو کر اپنی زبان سے یہ کہیں کہ ہم "ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے" ہم اس عقیدہ کے نشو و ارتقا پر برادران وطن کو مطعون نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ چیز سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی وہ جب خدا کی تنقیص بتوں کی مذمت اور اپنے صحیفوں سے کلام میں ترمیم کے بعد بھی ہندو رہ سکتے ہیں تو یہ عقیدہ بھی ان کی ہندویت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن مسلمان

کی بنیادیں بہت نازک ہے۔ ان کے توعقائد و خیالات میں ذرہ برابر انقلاب سے غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہو رہے ہیں جیسے مختلف ترامیم کا سلسلہ جاری چلا جا رہا ہے۔ مگر اسلام نے شعائر اللہ میں کبھی ذرہ برابر بھی ترمیم گوارا نہیں کی۔ توحید رسالت بعثت بعد ممات، قرآن کی الہامیت ملائکہ کی موجودگی یہ سب ان دیکھے ایمان بوجھ مسائل ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اسلام کی عبادت پنجگانہ ہیں۔ ان میں ذرہ برابر ترمیم ہمارے عقیدہ اسلامی کی رو سے کفر ہے۔

ہمارا عقیدہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہے۔ اور مرنا سب اللہ کیلئے ہے۔ ہم اللہ کے ہیں۔ اسلام کے ہیں۔ قرآن کے ہیں۔ ہمارا اوڑھنا بچھونا اسلام ہے۔ اسلام ہے تو ہم سب کچھ ہیں۔ اسلام نہیں تو ہم کچھ نہیں۔ ہم نہ عربی ہیں نہ عجمی نہ ہندی ہیں نہ ترکی۔ نہ چینی ہیں نہ امریکی۔ سید ہیں نہ شیخ نہ پٹھان ہیں نہ مغل، مسلمان اور صرف مسلمان ہیں۔ ہمیں نہ وطنیت سے سروکار ہے نہ نیشنلزم سے ہمارے لئے یہ سب بعد کی چیزیں ہیں اور ہونی چاہئیں پہلے خدا کا کام اور اس کے بعد بندوں اور ملک کا کام ہمارے لئے دین قیم کے ایک اصول کی عظمت دنیا جہان سے بڑی چیز ہے۔ ہم ایک مسجد کو ایک سڑک پر ضرور ترجیح دیں گے۔ ہم دل سے قربانی نہ کریں مگر کوئی جبر سے روکیگا تو ہم اس کے تحفظ اور بقا کیلئے جانیں لڑا دیں گے۔ ہزار اسمبلیوں کے اجلاس ہوں۔ ہزار کانگریس کے جلسے ہوں، ہزار اجتماعی اور اصلاحی اجتماع ہوں ہمارے لئے ایک نماز کا قضا ہو جانا سارے دنیا کے مجموعی جلسوں سے بھی متوازن نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا ایک ایک اصول ہمارے لئے ایک گرانبہا موتی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا جوش ایمانی

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق شام پر لشکر کشی کا حکم دیتے ہیں۔ صحابہ کرام عرض کرتے ہیں کہ سارے عرب میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اس وقت فوج سے مدینہ منورہ کا خالی کرنا مناسب نہیں ہے باغی مدینہ منورہ پر دھاوا کر دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں برافروختہ ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں "تم کو مدینہ کے خالی ہو جانے کا خوف ہے۔ اگر مدینہ اتنا خالی ہو جائے کہ درندے آ کر مجھے پھاڑ ڈالیں۔ تو بھی میں رسول کریم کے حکم کو منسوخ نہ کرونگا" غور کیجئے ایک طرف وطنیت کا اقتضا ہے۔ کہ مدینہ منورہ خالی نہ ہو۔ بغاوت کے شعلے حقیقتاً بھڑک اُٹھے ہیں۔ اور نازک صورت حالات پیدا ہو چکی ہے۔ دوسری طرف نبی کریم کا حکم اور اس کا احترام ہے اور بظاہر اس کی تعمیل خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت وطنیت اور وطن کے اقتضا کی چنداں پروا نہیں کی جاتی اور رسول ؐ کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ دوسرا موقعہ پیش آتا ہے لوگ زکوٰۃ کا روپیہ مدینہ منورہ بھیجنا نہیں چاہتے محصلین زکوٰۃ کی روانگی سے شعلوں کے بھڑک اُٹھنے کا قوی امکان ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین اس سال وصولی زکوٰۃ کا کام موقوف کر دیجئے۔ آپ پھر برافروختہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم زکوٰۃ کا روپیہ تو ایک طرف بوٹ کا ایک تسمہ بھی اگر رسول اللہ عہد میں مدینہ آتا ہوگا اور اب نہ آئیگا تو میں جہاد کرونگا۔ اور اسوقت تک دم نہ لونگا جب تک یہ تسمہ مدینہ نہ پہنچ جائے۔ نتیجہ خواہ کچھ ہو۔ اس وقت بھی ملکی مصالح اسلامی مصالح سے مؤخر رہتے ہیں۔ وطنیت کو اس موقع پر کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور ہر موقع پر اسلام اور احکام و اتباع اسلام ہی کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ عقبیٰ بن

نافع ٹیونس الجزائر اور مراقش کو فتح کرتے ہوئے ساحل بحر اوقیانوس پہنچتے ہیں تو جوش اسلامی میں گھوڑا سمندر کے اندر ڈال دیتے ہیں۔ اور اسے اپنے حوصلہ کی راہ میں حائل پاکر آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں رب قدیر کیا کروں۔ اگر آج یہ سمندر میرے راستہ میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔

وطنیت اور مسلمان وطنیت کا اقتضا یہ تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے قبائل، قریش، عیسائیوں اور یہود سے معاہدے کئے انہیں تمام مراعات عطا کردیں انہیں مذہبی و معاشری و تمدنی آزادی عطا کردی۔ لیکن جب وہ شرارتوں سے باز ہی نہ آئے۔ اور اسلام کے خلاف ان کی سازشیں جاری رہیں تو پھر وطنیت کو دور پھینکدیا گیا۔ ان سے باقاعدہ لڑائیاں لڑیں یہود عرب کی سب سے زیادہ دولتمند اور منظم قوت تھی۔ اور انکی موجودگی عرب کی شہرت کے قیام کیلئے بہت ضروری تھی۔ مگر جب اسلام کا سوال آتا ہے۔ تو پھر کسی وطنیت اور کسی مصلحت کو جگہ نہیں دی جاتی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے اپنے والد سے ایک روز بہ سبیل تذکرہ عرض کیا۔ کہ غزوہ بدر کے دن آپ دو تین مرتبہ میرے سامنے آئے۔ اگر محبت فرزندی مجھے باز نہ رکھتی۔ تو میں آپ کو اس روز ضرور شہید کردیتا۔ حضور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں۔ کہ "عبدالرحمٰن اگر میں تجھے اس دن دیکھ پاتا تو میں ضرور تیرا سر تن سے جدا کردیتا۔ اور وہاں مجھے محبت پدری ہرگز نہ روک سکتی۔ کیونکہ اسلام کے دشمن کے ساتھ کیسا رشتہ اور کہاں کی قرابت تیرے قلب میں نور اسلام درخشاں نہ تھا۔ اس لئے تجھے قرابت و فرزندی کے خیال آگئے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم سے عرض کی تھی۔ کہ بدر کے قیدیوں کو ان کے مسلم اعزا کے سپرد کردیا جائے۔ کہ وہ معاندت اسلام کی پاداش میں خود ان کے سر اپنے ہاتھ سے قلم کریں۔ اور یوں دنیا پر واضح کردیں۔ کہ اسلام کے مقابلہ میں قرابت کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اسی رائے کو مستحسن سمجھا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حدیث قدسی ہے۔ کہ اگر قرآن کا اتباع کرتے رہوگے اور میرے صحابہ کے عمل کو مشعل ہدایت بناؤ گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ایسے ہیں جیسے اندھیری رات میں ستارے ہوتے ہیں۔ اب وطنیت کے دلدادہ سوچیں۔ کہ صحابہ کرام کا نمونہ عمل کیا ہے۔ اور نبی کریم نے اور انہوں نے کبھی اسلام پر وطنیت و قرابت و مصلحت کے جذبات کو ترجیح پانے کا موقع دیا ہے۔ خود نبی کریم کو وطنیت کی رعایت مقصود ہوتی تو آپ عتبہ بن ربیع سفیر قریش کی پیشکش قبول کرکے فرمانروائی عرب کا تاج اپنے سر پر رکھ لیتے۔ کہ وطنیت کا منتہائے آمال یہی ہے مگر نہیں آپ نے اسلام کو ہر جذبہ اور ہر عقیدہ پر مقدم رکھا۔ آپ اور صحابہؓ پہلے مسلمان اور بعد کو عربی تھے وطنیت بُری چیز نہیں۔ مگر سب سے پہلے اسلام اور مقتضیات اسلام ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کسی جذبہ کو کوئی اہمیت نہیں ہمارے دل میں اپنے مسلمان نیشنلسٹ بھائیوں کی بیحد عزت ہے۔ مگر ہم ان کے "پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ اور" والے جذبہ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں۔

جنگی حالات بدستور ہیں کوئی خاص تغیر رونما نہیں ہوا اسلئے یہ اشاعت اس سے خالی ہے۔ واقعات و حوادث کا اہم حصہ صفحات میں آچکا ہے۔ مختصرات عدم گنجائش کی نذر ہوگئے۔ آئندہ خاص اہتمام ہوگا۔

شہیدِ کربلا

(از ڈاکٹر محبوب عالم صاحب محبوب قریشی لدھیانوی)

مسلمانو! دکھانی ہے اگر شانِ عزاداری — رسوماتِ قبیحہ سے کرو اظہارِ بیزاری
حسینؓ ابنِ علیؓ نے جاں فدا کر دی رہِ حق میں — مگر اصلاً نہ کی باطل پرستوں کی طرفداری
قصور اس کے سوا کیا تھا شہادت پانے والوں کا — کہ بیعت سے یزیدِ ناسزا کی تھے وہ انکاری
سنی ہے کربلا کی داستانِ خونچکاں جس نے — ہوئے آنکھوں سے اُس کے جوشِ غم میں اشکِ خوں جاری
محمدؐ کے نواسےؓ نے تو اونچا مرتبہ پایا — مگر حاصل ہوئی شمرِ لعیں کو ذلت و خواری
ملا اس واقعہ سے یہ سبق ایمان والوں کو — کہ جو دیتا ہے سر ہوتی ہے حاصل اسکو سرداری
جو رکھتا ہو عمرؓ کا عزم زورِ بازوئے حیدرؓ — اُسی کو عرصۂ پیکار میں ملتی ہے سالاری
بلا جد و جہد کے کچھ نہیں ملتا ہے انساں کو — کرے کوئی اگرچہ تا قیامت نالہ و زاری
ہمیشہ رہتا ہے میدان جانبازوں کے حصہ میں — وہ بازی ہار جاتے ہیں کہ جنکو جان ہو پیاری
شہیدِ کربلا کے نام لیوا تو کروڑوں ہیں — نہیں کوئی یزیدی نسل سے ہونیکا اقراری
خداوندا! دعا ہے یومِ عاشورہ کی برکت سے — بجائے خوابِ غفلت کے ہو پیدا ہم میں بیداری
مسلماں جذبۂ اسلام سے سرشار ہو جائیں — اور ان کا ہر بشر ہو سینکڑوں کفار پر بھاری
ہو ایسے خود غرض افراد کو مقصد میں ناکامی — مفادِ ملتِ بیضا سے جو کرتے ہیں غداری
خدا وہ دن کرے آپس کے جھگڑے چھوڑ کر باہم — گلے مل جائیں لیگی، نہروانی اور احراری

نہ ہونگا سرنگوں محبوبؔ! میں اغیار کے آگے
میری دانست میں ہے یہ خلافِ رسمِ خودداری

تعارفات

ڈاکٹر محبوب عالم

ناظرین القریش میں آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ محلہ
مغلانی (جالندھر) کے معزز قریشی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔
آپ کے والد مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم بڑی قابلیت کے بزرگ تھے
آپ کے تایا مولوی عبدالحمید صاحب شہر لدھیانہ کے مفتی ہیں۔ آپکے
نانا مولوی شاہ دین صاحب مرحوم مفتی اعظم تھے۔ آپکے پاس ۳۲ علوم کی
سند تھی۔ آپ کی مشہور تصنیف حقیقت روح انسانی" ہے جو حضرت
امام غزالیؒ کی کتاب کا ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے لدھیانہ ٹکنیکل سکول میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۵ء
میں خلافت کمیٹی لدھیانہ کے جنرل سکرٹری کی حیثیت سے سیاسیات میں
شامل ہوئے۔ [illegible] میں سٹی کانگرس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری ہوئے۔ اور تین
ماہ کیلئے قید ہو گئے۔ پچاس روپے جرمانہ اور دس روپے تعزیری پولیس کا
ٹیکس ادا کیا۔ ہندوؤں کی متعصبانہ ذہنیت کو پورے طور بھانپ کر
آپ کانگرس سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ پنجاب کے احرار کانگرس
سے علیحدہ ہوئے تھے۔ کانگرس سے علیحدہ ہو کر آپ نے لدھیانہ میں مجلس
احرار قائم کی۔ اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۱ء
میں تحریک کشمیر کے سلسلہ میں پھر اسیر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں جب زعمائے
احرار کی حکمت عملی متنزلزل پالیسی ہو گئی اور کانگرس کی جانب جھکنے لگے۔ تو
آپ مجلس احرار سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کے حامی
ہو گئے۔ اب تنظیم ملی کا جذبہ موجزن ہے۔ اور اتحاد بین المسلمین کے متمنی ہیں۔

آپ بڑے بیدار خیال زندہ دل اور دردمند قوم ہیں۔ اصلاحی
امور میں گہرا شغف رکھتے ہیں۔ ندوۃ القریش کے افتتاحی اجلاس میں
شریک ہوئے۔ اس وقت سے اس قومی جماعت کے ممبر ہیں [illegible] سے
القریش کے معاون خصوصی ہیں۔ انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ کے
اعزازی رکن ہیں۔ [illegible] میں شاعری کا شوق ہوا۔ ابتداً کانگرس
کی تعریف میں نظمیں لکھتے رہے۔ پھر احرار کی قصیدہ خوانی کرتے رہے
اب آپ کے کلام میں قومی رنگ غالب ہے۔ زمیندار، انقلاب، احسان
شہباز، القریش اور دیگر جرائد میں آپ کا کلام اکثر شائع ہوتا ہے۔

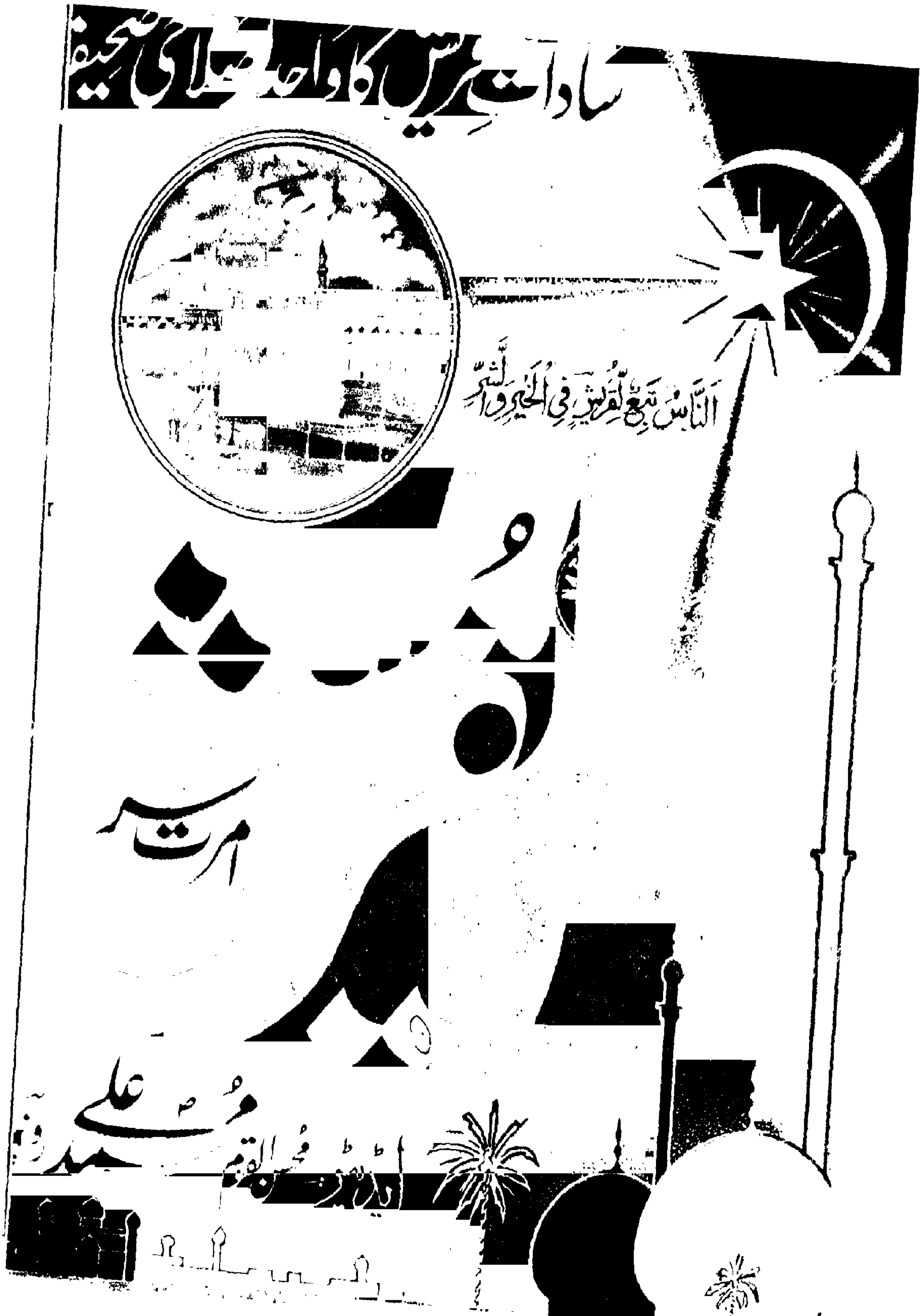
آپ دندان سازی میں بڑے ماہر واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے مراثیت
کے دعوی قریشیت کی دھجیاں فضا میں اڑ رہی ہیں۔ ڈاکٹر اس کے قائد
شہزادہ آزاد کے بہت بری طرح دانت بٹھا گئے۔ زمیندار اور
دیگر مشہور اخبارات میں رد مراثیت کے سلسلہ میں جو مضامین آپ
نے شائع کرائے۔ ان سے مراسی اتنے سٹپٹائے کہ بازاری
گالیوں پر اتر آئے۔ حتیٰ کہ ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کیا
مگر یہاں وہ لتے نہ تھے کہ ترشی اتار دیتی۔

برکت علی ابن بخشی مراسی جنڈیالی کے "شہزادہ آزاد" بننے
کی وجہ تسمیہ آپ نے یوں بیان کی کہ بخشی زادہ کی بخ حذف
کرکے شہزادہ بنا اور آبائی نام و پیشہ سے نجات پانے کا
خیال ہوا تو "آزاد" ہو گیا ؏

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

ڈاکٹر صاحب بڑے کام کے انسان ہیں۔ خدا انہیں شاد کام
رکھے آمین!

[illegible] نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر [illegible]



سادات عرب کا واحد علمی صحیفہ
الناس تبع لقریش فی الخیر والشر
امرتسر

قیمت سالانہ
رؤساء وامراء سے ۵ر
عوام سے ۳ر

فہرست مضامین القریش امرتسر

طلباء سے ۲ر
فی پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۱۷

جلد ۲۷ — مطبوعہ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق صفر المظفر ۱۳۵۹ھ — نمبر ۳

رعایتی اعلان

"القریش" کے معاون خصوصی نمبر ۴۶ کے اعلان مندرجہ "تذکرہ برادری" ماہ دسمبر کے سلسلہ میں ۲۰ ایسے علم دوست حضرات کے نام ایک سال کیلئے القریش

دو روپے سالانہ

میں جاری کیا جائیگا۔ جن کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ۱۰ اپریل تک دفتر کو موصول ہو جائے۔ اصلاحی امور سے دلچسپی لینے والے احباب مستفید ہوں۔

"مینجر"

مختصرات

——— فن لینڈ نے روس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہمار خاکنائے کریلیا۔ شہر دیبورگ۔ خلیج فنلینڈ کے تمام جزائر روس کو دیدیئے گئے۔ روس ان کا کوئی معاوضہ نہیں دیگا۔ صلح کا اعلان ہوگیا۔

——— ۱۳ مارچ کی رات کو انڈیا ایسوسی ایشن لنڈن کے جلسے میں ایک ہندوستانی نے سر مائیکل اوڈوائر کو ہلاک اور لارڈ زٹلینڈ وزیر ہند سر لوئی ڈین اور لارڈ لیمنگٹن کو زخمی کردیا۔

——— سر اکبر حیدری صدر اعظم باب حکومت حیدرآباد دکن کا ۸ مارچ کو معتقدین امرتسر نے شاندار استقبال کیا۔ آپ پشاور تشریف لے جارہے تھے۔

——— پنجاب اسمبلی نے ایک قانون منظور کیا ہے۔ جس کی رو سے پانچ ہزار تک کی ملکیت کا مکان قرضہ میں قرق نہیں ہوسکیگا۔ زراعت پیشہ غیر زراعت تمام لوگ اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

——— انسداد رشوت ستانی کا محکمہ قائم ہوگیا ہے۔ حکومت پنجاب رشوت کا سدباب کرنے کیلئے سرگرم عمل ہے۔

——— کانگرس سول نافرمانی کی دھمکیاں دے رہی ہے لیکن کانگرس کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی گھبراتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے۔ کہ سینہ میں گولیاں کھانے والے مسلمان اس معاملہ میں ان کے ہمنوا نہیں۔

——— آل انڈیا مسلم لیگ کا شاندار اجلاس ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ کو لاہور منعقد ہو رہا ہے۔ ممالک اسلامیہ سے نمائندے آ رہے ہیں۔

——— وزیر اعظم پنجاب نے ۱۰ مارچ کو سرحد اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی سے غیر رسمی گفتگو کی۔ صوبہ کے آئینی تعطل کے خاتمہ کی از نو کوشش کی جائیگی۔

——— ۱۹ تا ۲۵ نیشنل کانگرس کا اجلاس رام گڑھ کے مقام پر منعقد ہو رہا ہے۔

——— روزنامہ احسان لکھتا ہے۔ کہ کانگرس کی مفروضہ آزادی کا ایک فریب خوردہ جب قید سے رہا ہوا۔ اور پشاور میں اسے معلوم ہوا کہ گاندھی مشرک ہے۔ تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ اوہو مجھے تو اب معلوم ہوا کہ گاندھی مسلمان نہیں میری قید بھی رائیگاں گئی۔

——— انقرہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ارض انجان کے اس علاقہ کی از سر نو تعمیر کی جائیگی۔ جو حال ہی میں زلزلہ سے تباہ ہوگیا تھا۔

——— وزارت سندھ نے اپنی میعاد گوناگوں مصیبتوں میں گذار دی اور صوبہ کے تمام ارتقائی کام دھورے رہ گئے۔

——— ٹرکی میں لازمی فوجی بھرتی کا قانون نافذ ہوگیا۔ ۱۵ سے ۶۵ سال تک کی عمر کے ترک بھرتی کرلئے جائیں گے۔

——— اٹلی میں جنگی تیاریوں کیلئے فوجی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔

——— روس و ایران میں تجارتی سمجھوتہ ہوگیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء
صفر المظفر سنہ ۱۳۵۹ھ
جلد ۲۷ ——— نمبر ۳

شذرات

حکومت کا میزانیہ

آجکل حکومت ہند کا سالانہ میزانیہ پر مرکزی اسمبلی میں بحث جاری ہے۔ تفصیلات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ہندوستان کی عام حالت کا نقشہ بالاختصار یوں کھینچا گیا ہے

اعداد و شمار

(۱) ہندوستان کی نیشنل آمدنی ایک خوشحالی کے سال میں ۱۸ سو کروڑ لگائی گئی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اوسطاً ہر ہندوستانی کی یومیہ آمدنی ۲ر ہے۔ اس کے مقابلہ میں انگلستان کی نیشنل آمدنی چار ہزار کروڑ ہے۔ گویا ہر انگریز کی یومیہ آمدنی کا اوسط ۵ ۴ آنہ یعنی ۱۲ر۴ ہے۔

(۲) انگلستان ہی نہیں بلکہ یورپ کے ہر ملک میں آبادی کے اعتبار سے تین اور چار پونڈ کے درمیان ہر آدمی کو غذا ملتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں ایک آدمی کے حصہ میں ایک پونڈ سے کچھ زیادہ ہی غذا فی یوم آتی ہے۔ درحالیکہ ایک انسان کو اپنی جسمانی حالت درست رکھنے کیلئے ۲ پونڈ غذا کا یومیہ ملنا ازبس ضروری ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر ہندوستان میں لوگوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔ تو نصف آبادی کو ایک دانہ بھی میسر نہ آسکے۔

(۳) ہندوستان کی فی کس سالانہ صنعتی آمدنی کا اوسط بیس پچیس روپیہ کے درمیان ہے۔ انگلستان میں یہی اوسط چھ سو اور بارہ سو روپیہ کے درمیان ہے۔

(۴) ہندوستان سے ہر سال ۱۵۰ کروڑ روپیہ مختلف صورتوں میں برطانیہ لے لیتی ہے۔ گویا ہندوستان کے ہر مرد عورت اور بچہ کو ہر سال پانچ روپیہ انگلستان کی نذر کرنے پڑتے ہیں۔

(۵) ہندوستان میں تقسیم دولت کا اصول یہ رائج ہے کہ ہندوستان کی ۵ فیصدی آبادی کو چھ سو کروڑ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ گویا ہندوستان کی نیشنل آمدنی کا ایک تہائی ۵ فیصدی آبادی کے حصے میں ہے۔ اور بقیہ ۹۵ فیصدی آبادی دو تہائی پر گذر کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں باعتبار آمدنی تین طبقے ہیں (۱) اونچا طبقہ (۲) درمیانی طبقہ (۳) مفلس۔ لیکن سنہ ۱۹۳۲ء اور سنہ ۱۹۳۳ء کے اعداد و شمار بتاتے ہیں۔ کہ درمیانی طبقہ کا وجود برائے نام ہے۔ سال مذکور میں برطانی ہندوستان کے صرف ۵۴ لاکھ ۶ ہزار چار سو چوالیس اشخاص نے انکم ٹیکس ادا کیا جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ باعتبار آبادی ایک ہزار میں صرف دو اشخاص کو ایک ہزار روپیہ یا اس سے زیادہ کی آمدنی ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں انگلستان

کا حال یہ ہے کہ وہاں ۴۰ فیصدی انگریزوں نے انکم ٹیکس ادا کیا۔

۶۔ ہندوستان میں ۷ لاکھ دیہات ہیں۔ جن میں ۹۰ فیصدی آبادی بسی ہوئی ہے۔ آبادی بحیثیت مجموعی موجودہ تہذیبی و تمدنی برکتوں سے یکسر محروم ہے۔ اور اس کی بسر اوقات کا واحد ذریعہ کاشتکاری ہے۔ لیکن اس پیشہ کے حالات بھی بے انتہا افسوسناک ہیں۔ مثال کے طور پر ۳۲-۱۹۳۵ء کی حکومت یوپی کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ کو سامنے رکھئے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ہر کاشتکاری پیشہ شخص کے حصہ میں کاشت کے لئے صرف ۱.۰۱ ایکڑ زمین آئی ہے۔ یوپی کانگریس کی زرعی تحقیقاتی کمیٹی نے فی ایکڑ آمدنی کا اوسط تیس روپیہ سالانہ بنایا ہے۔ جس میں سے ۲۰ اور ۲۰ روپیہ کے درمیان تو کھیت پر خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ آٹھ روپیہ حکومت زمیندار اور مہاجن وصول کر لیتے ہیں۔ گویا ہندوستان کی ۹۰ فیصدی آبادی کو دس اور پندرہ روپیہ میں ایک سال تک گذر کرنی پڑتی ہے۔ یاد رہے کہ اس دس روپیہ کی حقیر رقم میں وہ رشوتیں بھی شامل ہیں۔ جو خدام حکومت کی جیبوں میں جاتی ہیں۔

۷۔ مردم شماری کے اعتبار سے ہندوستان کی ۳۴ کروڑ آبادی میں ۲ کروڑ ۴۳ لاکھ تعلیم یافتہ تھے۔ یعنی صرف ۷ فیصدی بہرحال مردوں کی ۱۷ کروڑ کی تعداد میں ۱۲ فیصدی اور ۲ فیصدی ہندوستانی زبانوں اور انگریزی زبان میں علی الترتیب تعلیم یافتہ ہیں عورتوں میں جن کی تعداد ۱۶ کروڑ ہے۔ ۲ فیصدی ہندوستانی زبانوں میں اور ۲ فی ہزار انگریزی زبان میں تعلیم یافتہ ہیں۔ مرکزی اور صوبائی حکومتیں تعلیم پر صرف ۱۱ کروڑ روپیہ صرف کرتی ہیں۔ گویا بہ اعتبار آبادی ۶ ½ آنہ فی کس کے حساب سے اس کے مقابلہ میں انگلستان میں جہاں کی تقریباً تمام آبادی تعلیم یافتہ ہے۔ حکومت کی طرف سے ۷۵ روپیہ فی کس یعنی ہندوستان سے ۲۷۴ گنا زیادہ خرچ ہوتا ہے۔

(۸) پبلک ہیلتھ کمشنر حکومت ہند کی رپورٹ ۱۹۳۵ء کی رو سے ہندوستان میں شرح اموات ۲۳،۶ فی ہزار ہے۔ درحالیکہ انگلستان میں یہی شرح ۱۲ فی ہزار ہے۔ ہندوستان میں اوسط عمر ۲۲ یا ۲۴ سال ہے۔ لیکن انگلستان میں اوسط عمر ۵۴ سال ہے۔ ہندوستان میں ایک سال کی عمر کے بچے ایک ہزار میں سے ۱۶۴ مر جاتے ہیں۔ اور انگلستان میں صرف ۶۰ مرتے ہیں ہندوستان میں پلیگ، ہیضہ اور چیچک سے ہر سال ۳۰ ہزار اور پچاس ہزار کے درمیان موتیں ہوتی ہیں۔ ۴۴ فیصدی اموات ملیریا سے ہوتی ہیں۔ ملیریا کا یہ حال ہے۔ کہ ہر تین آدمیوں میں سے ایک پر قبضہ کر لیتا ہے۔ مگر حکومت بارہ بارہ لاکھ پچاس ہزار پونڈ کونین کے بجائے صرف ۲ لاکھ پونڈ کونین مہیا کرتی ہے۔ ہندوستان ۵ فیصدی آبادی بالکل یا تقریباً اندھی ہے کل چھ ہزار سات سو ہسپتال ہیں۔ گویا چالیس ہزار ایک سو ۵۸ لوگوں کیلئے ایک ہسپتال مہیا ہے۔ اس کمی کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے۔ کہ جرمنی میں ہر ۶۰۰ آدمیوں کے لئے ایک ڈاکٹر مقرر ہے۔ جو نہ صرف مفت علاج کرتا ہے۔ بلکہ مریضوں کے گھر جا کر بھی ان کی خدمت کرتا ہے۔ ہندوستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں صحت عامہ اور دیگر طبی ضروریات پر صرف ۵۵ لاکھ روپیہ سالانہ صرف کرتی ہیں۔ یعنی بہ اعتبار آبادی ۳ پائی فی کس اس کے خلاف انگلستان کی حکومت ۶ روپیہ فی انگریز کے حساب سے خرچ کرتی ہے۔

(۹) ہندوستان پر پبلک قرضہ کی تعداد ایک ہزار کروڑ ہے۔ جس میں ۴۹۴ کروڑ ہندوستان کا ہے اور ۶۰۶ کروڑ

انگلستان کا یہ تمام قرضہ حکومت برطانیہ کی استعماری خواہشات کیلئے لیا گیا ہے۔ لیکن ہندوستان کو ۴۰۔۳۰ کروڑ روپیہ سالانہ اس سلسلہ میں ادا کرنا پڑتا ہے۔

(۲) ہندوستان اوسطاً ۵۰ کروڑ روپیہ سالانہ فوج پر اور ۱۲½ کروڑ روپیہ پولیس پر صرف کیا جاتا ہے۔ فوج کا خرچ کل آمدنی کا ایک چوتھائی ہے اور پولیس کا خرچ تعلیم کے خرچ سے بھی زیادہ ہے۔ مزید براں افسران کی تنخواہیں اتنی بے پناہ ہیں۔ کہ دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ وائسرائے کی تنخواہ اور الاؤنس کی رقم ۲۰ ہزار ہندوستانیوں کی آمدنی کے برابر ہے۔ اور بڑے بڑے صوبہ کے گورنروں کی تنخواہیں اور الاؤنس پندرہ ہزار ہندوستانیوں کی آمدنی کے برابر ہیں۔

سر اکبر حیدری کے ارشادات

سر اکبر حیدری باتقابۂ وزیر اعظم دولت آصفیہ عالیہ گذشتہ دنوں اسلامیہ کالج پشاور کے عثمانیہ ہوسٹل کے افتتاح کی غرض سے تشریف لے گئے۔ آپ کی مسلمہ قابلیت اور دولت آصفیہ کی عقیدت مندی کی وجہ سے اثنائے راہ میں تقریباً ہر بڑے سٹیشن پر آپ کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ ریلوے سٹیشن امرت سر پر انجمن اسلامیہ، "ندوۃ القریش" کارپردازان "القریش" دیگر اسلامی جماعتوں کے مقتدر ممبروں اور اکابرین شہر نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ لاہور کے سٹیشن پر انجمن اسلامیہ کے اراکین اور معزز شہریوں نے آپ کے استقبال کا فخر حاصل کیا، اسی شکوہ و تمکنت سے آپ ۱۰ مارچ کو پشاور تشریف لے گئے۔ جہاں فرزندانِ توحید کے ایک جم غفیر نے آپ کو سلامی دی اور فرط مسرت میں خوش آمدید کے ترانے گائے۔

اسلامیہ کالج کے پرنسپل کی خوش نصیبی و باور نجتی باعث صد رشک ہے۔ جو سلطان ابن سلطان اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی توجہات خسروانہ کا شرمندۂ احسان ہے سر اکبر حیدری ممدوح نے اس ہوسٹل کا افتتاح فرماتے ہوئے جن الفاظ میں افغان طلبہ کو مخاطب فرمایا وہ اپنے اندر گوناگوں خصوصیات لئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ:۔

ہندوستان کے سیاسی معاملات میں تمہاری اہمیت وضاحت کی محتاج نہیں۔ تم وہ کڑی ہو جو ہندوستان کے مسلمانوں کو دوسرے ملکوں کے ساتھ ایک مشترک مذہب و عقیدہ کی بنا پر متصل کر رہی ہے۔

صوبہ سرحد کے نوجوان اسلام اور ہندوستان کے درمیان "برزخ" کا حکم رکھتے ہیں۔ اس وقت تم کو عظیم الشان پہاڑی دروں کے پاسبان ہونے کا فخر حاصل ہے۔ خدا کرے یہ کالج اپنے فرزندوں کو اس دوگونہ فرض کے ادا کرنے کے قابل بنائے۔ ایک طرف وہ ہندوستان کی دوسرے قوموں کے سامنے اسلامی روایات اسلامی تہذیب اور اسلامی علم و فن کے بہترین ترجمان ثابت ہوں۔ تاکہ وہ قومیں ہمیں سمجھ سکیں اور ہمارے فخر و ناز کا احساس کر سکیں۔ دوسری طرف ہندوستان کی روح کی گہرائی کو ان اسلامی ملکوں اور قوموں کے سامنے آشکارا کر سکیں۔ جو ہندوستان کے باہر واقع ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اعلیٰحضرت شہریارِ دکن کی رعایا میں افغان بھی شامل ہیں۔ جو نہ صرف عسکری خدمات انجام دے رہے ہیں

بلکہ دیہات وقصبات میں بھی آبادی میں مسٹر موصوف کی جامع تقریر نے طلبہ وعوام کے دلوں کو گرما دیا۔ اور حاضرین فرط عقیدت میں "زندہ باد حضور نظام" کے نعرے لگاتے رہے۔

مفتی کفایت اللہ اور ایک درویش

پچھلے دنوں مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ العلماء کو ایک بزرگ (مولانا نذیر احمد) نے لکھا۔ کہ:۔

"مسلمان جس طرح کئی رکاوٹوں کے باوجود منظم ہو رہا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کا پیش خیمہ معلوم ہو رہی ہے۔ اگر اس کی تنظیم کی رفتار یہی رہی۔ اور اس کا جماعتی نقطہ نظر اسلامی ہوتا گیا۔ تو عجب نہیں کہ یہ سعی تمام عالم کی اقوام کو گرداب سے نجات دلانے کا موجب بن جائے۔ مگر ایک بات حسرتناک ہے۔ کہ ان کی اندرونی اصلاح کیلئے جس جماعت کو قلب کی حیثیت سے اس جماعت کے اندر کام کرنا تھا۔ وہ آج تک وطنیت و قومیت کی بنیادوں پر کھڑے ہونے والے حریت کے مندر سے لو لگائے ہے۔ اس کے سینہ میں دین کی گرمی کا نام ونشان تک نہیں آتا۔

مفتی صاحب! دو رکعت نماز استخارہ پڑھ کے اللہ تعالیٰ سے اسلامی سواد اعظم میں داخل ہونے کا مشورہ کریں۔ غالباً آج بھی اگر آپ لوگ اس طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تو شائد آپ کو اللہ تعالیٰ پھر اس کا موقعہ ہی نہ دے۔

آج جبکہ سواد اعظم کی اصلاح دینی کے بیسیوں شعبے تشنۂ عمل نظر آرہے ہیں۔ خود دینی گروہ کی بے راہ روی کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ "مولوی" کا لفظ قومی وقار کو کچلنے والے ایک نمائش پسند اور کوتاہ اندیش شخص کے سوا اور کوئی معنی ظاہر نہیں کرتا۔ بتایئے کہ اندرونی اصلاح کا دینی عمل جراحت کون کریگا؟

جو لوگ دین کی علی الاعلان توہین کر رہے ہیں۔ ان کے منہ پر کون ہاتھ رکھ سکتا ہے۔ جبکہ منہ پر ہاتھ رکھنے والا طبقہ مسجد سے کٹ کر مندر کا رخ کر چکا ہے ان سیدھے سادے سچے لفظوں سے ناراض نہ ہوں۔ یہ خدا کے ہاں بھی سچے ہیں۔ اللہ بھی انہیں بلا مبالغہ فرد حساب میں لکھیگا۔

اللہ کرے راجندر پرشاد کے دعوت نامہ کے ہموزن یہ حروف سمجھے جائیں۔ مقلب القلوب حقیقی آپ کے دل کو اسطرف پھیرے۔

وباللہ التوفیق!"

درد ملت میں ڈوبے ہوئے اس خط کا جواب ملاحظہ کیجئے مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"آپ کی اس مہربانی اور عنایت دلی کا شکریہ عرض ہے۔ مگر وہی اعلم بذات الصدور شاہد ہے۔ کہ مسجد سے کٹ کر کس نے مندر کا راستہ اختیار کیا ہے۔ سواد اعظم اس جماعت کا نام ہے۔ جو حقیقتاً خدا اور رسولؐ کے احکام و ناموس شریعت کی محافظ ہے

آپ نے ان لوگوں کو جن کی سرشت میں مغربی تمدن اور مغربی معاشرت۔ طبعیت ثانیہ بن چکی ہے۔ سواد اعظم قرار دیا ہے۔ جس تنظیم کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کا رئیس کیا خدا اور اسلام و ایمان سے واقف ہے؟ آپ خود ایمانی نظر سے دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال میں آپ کی توجہ کا شکر گذار ہوں“

دیکھا، مفتی صاحب کا جواب، فرزندان توحید، کلمہ گویان محمدؐ میں تو انہیں اسلام و ایمان کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ اور وہ جن کی ساعی اسلام و اسلامیان کو مٹا دینے کیلئے وقف ہیں۔ وہ جو آزادی کی آڑ میں اسلامی تمدن و کلچر کے مٹا دینے کے درپے ہیں۔ اور ہندوستان کی مشترکہ زبان اردو کو محض اس لئے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ مفتی صاحب کی نگہ باریک بیں میں عین اسلام و ایمان کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ گاندہی اور اس کی کانگرس جس نے صوبائی حکومتوں کا خواب دیکھتے ہی بے گناہ مسلمانوں کو کچلنا عین آزادی کے مترادف سمجھ لیا تھا سے اسطرح وابستہ ہو رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی ہر وہ کوشش جو ملی مفاد کے لئے کی جائے۔ اسلام و ایمان کے منافی معلوم ہوتی ہے۔

مفتی صاحب اس دردناک سوال کا جواب سوائے اس کے کیا دے سکتے تھے۔ کہ وہ فرزندان توحید کی تنظیم اور اس کے رئیس کے ایمان و اسلام پر حملہ کر دیتے۔

مفتی صاحب خوب جانتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے ۲۳ کروڑ ہندوؤں کی متحدہ قوت اور منظم جماعت انگریزی حمائت میں مسلمانوں کی پوری قوم کو اپنے اندر جذب کرنے کی مہم میں سرگرم عمل ہے۔ اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کیلئے بساط سیاست پر ایسی غیر محسوس چالیں چلی جا رہی ہیں کہ فریق مخالفت کو پتہ نہیں ہوتا۔ حاملان شریعت اور وہ فرقہ جس پر مفاد ملت کی حفاظت کا فرض عائد ہوتا ہے۔ اور تحفظ اسلام و ایمان کیلئے جسے ایسے نازک وقت میں آڑے آنا چاہیئے تھا پہلے ہی اس سے کٹ چکا تھا۔ اس نے کعبہ کی بجائے واردھا کا رُخ کر کے امت مسلمہ کو نہ صرف اس کے حال پر چھوڑ دینا گوارا کیا۔ بلکہ اسے بھی ترکستان کی راہ دکھانے کی کوششیں جاری کر دیں۔

ہندوستان کی نام نہاد مشترکہ جماعت کانگرس اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کیلئے مختلف النوع، حیلوں، بہانوں اور طاقتوں سے کام لینے لگی۔ عین اس وقت جبکہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر و پراگندہ ہو کے رہ جانے لگا۔ خدائے تبارک وتعالیٰ نے تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے ایک ایسے شخص کو آگے بڑھا دیا۔ جس کے نہ داڑھی تھی اور نہ جُبّہ و عمامہ، نہ اسے امور شریعت پر عبور اور نہ ظاہری شکل و صورت کا مولوی۔ لیکن دل دردِ ملت سے شرابور تھا، وہ میدان عمل میں آیا۔ اور اپنی مساعی جمیلہ سے وہ کام کر گیا جو ایسے نازک دور میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان کو کرنا چاہیئے تھا اور اسی کی ہمت کا نتیجہ ہے۔ کہ انگریز نے مسلمان کی ملی حیثیت کو پہچان کر اسے ایک الگ قوم تسلیم کر لیا۔ اور کانگرسی زعما بھی گاندھی کو یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ اگر آزادی چاہتے ہو تو مسلمانوں کو ایک الگ قوم تسلیم کر کے اس سے سمجھوتا کرو۔ ورنہ کانگرس کو توڑ دو۔ اور ہندو مہاسبھا کو آگے آنے دو۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے بازو عام مو پیر قوت عمل سے محروم ہوچکے ہیں۔اس لئے ان کے دماغ میں بے معنی نکتہ چینی کی عادت اسی اعتبار سے بڑھ گئی ہے۔اسی رو میں مفتی اور عالم بھی بہکے ہیں ۔ ورنہ مفتی صاحب کو خوب معلوم ہے۔ کہ جس جماعت سے انہوں نے رشتہ جوڑ رکھا ہے۔ قرآن کریم کا اس کے متعلق کیا حکم ہے۔آہ!

برہمن از بتاں طاق خود آراست
تو قرآں را سر طاق نہادی

کاش داڑھی منڈے اور اسلام و ایمان سے ناواقف رئیس کی جگہ مفتی صاحب لینے کی سعی کرتے ،جب یہ توفیق نہیں ہوئی۔تو پھران مساعی پر جو تنظیم ملت کیلئے کی جا رہی ہیں۔اعتراض کیوں؟

خود چراغ خسانہ ہی غارت گر کاشانہ ہے

اقوال و اعمال

خدا جانے زمانہ کو کیا ہوگیا ہے۔حالات کا یہ تغیر کیوں ہے۔ رہنمایان ملت کدھر جا رہے ہیں ۔ مولانا ابوالکلام آزاد جو شد و مد سے فرمایا کرتے تھے۔کہ

"تم مسلم ہو اور مسلم دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ عالم کو ہر طرح کے ظلم و فساد اور عدوان و طغیان سے نجات دلائے ۔پس جس طرح کفار و مشرکین نے اپنے اعمال سیئہ اور مقاصد شنیعہ سے دنیا کو بھر دیا ہے۔اسی طرح تم بھی اسے عدل و صداقت سے بھر دو۔ ہاں! اے فرزندان ابراہیم! اٹھو اور ان ہیکلوں کو جنہیں سنگ مرمر کے انسانی بت کہتے ہیں۔توڑ ڈالو اور صنم آباد عالم کے "صنم کبیر" (وطن) کو جس کو تمہارے باپ ابراہیم نے اس لئے چھوڑ دیا تھا۔کہ وہ اپنے بندوں کو معبودان صغار" کی تباہی کا افسانہ سنا چکے سب سے پہلے توڑ دو۔تاکہ وہ ان کی تباہی کا افسانہ بھی نہ سنا سکے ۔قوت و ضعف کا سوال نہ کرو۔کہ تم اپنے سے کمزور تر ہو۔اور نہ وہ نمرود سے قوی تر" الحریۃ فی الاسلام ص۵۵"

مولانا خود بدل جائیں، ان کا ضمیر دگرگوں ہو جائے۔ ان کی زمین ان کا آسمان اور ہو جائے ۔ مگر ان الفاظ میں جو حقیقت مستور ہے۔اٹل ہے۔ابدی ہے اور کوئی ذہنی و قلبی خرابی اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ وہ مولانا آزاد جو وعظ فرمایا کرتے تھے ،کہ

"ہم تو خود مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں۔کہ ہمیشہ انہوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے ، یا گورنمنٹ پر اعتماد اور یا ہندوؤں اور کانگرس کی شرکت۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کیلئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لئے مشرک ہے ۔ اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔کہ اس کے پیروؤں کو اپنے پولٹیکل پالیسی قائم کرنے کیلئے ہندوؤں کی پیروی

کرنی پڑے۔ مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ دوسروں کی پولٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی راہ پر چلانے والے ہیں۔ اور صدیوں تک چلا چکے ہیں" (الہلال ۲۷ دسمبر ۱۹۱۲ء مضامین آزاد حصہ دوم صفحہ ۱۹۱۲)

آج خود ہندؤں پر اعتماد کرنے اور کانگرس کے صدر ہیں۔ عمل و اعتقاد کے لحاظ سے گاندھی کی ہدایات کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ

میرا انتخاب (صدارت کیلئے) درحقیقت مہاتما گاندھی کی قیادت پر اعتماد کا آئینہ دار اور اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ملک ان کے پروگرام سے بالکل متفق ہے۔ (اسٹیٹسمین ۳ ۱۹)

جہاں عالمان دین اور حاملان شریعت کی یہ کیفیت ہو ان کے قول و فعل بعد المشرقین ہو وہاں پر کیا گلہ؟ اور اسلام و ایمان کی واقفیت و ناواقفیت کا کیا سوال؟

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد - کہ جبریل امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا - پرستد مومن و کافر تراشد

کیا مفتی و مولانا صاحبان قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

آریہ سماجی شرارتیں

حکومت آصفیہ کی انتہائی نرم دلی تحمل و برداشت کی وجہ سے آریہ سماجیوں کی فتنہ سامانیاں حیدرآباد میں برابر جاری ہیں۔ پنڈت ماتھر شرما۔ پنڈت ہندر پرتاپ شاستری، پنڈت پریہ رتن، مہتا جیمنی، مہاشہ خوشحال چند مہجک لالٹینوں اور اشتعال انگیز تقریروں سے شر و فتن کی آگ بھڑکانے میں سرگرم ہیں۔ آریہ سارودیشک سبھا دہلی ان شرانگیزوں کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ نیشنل کانفرنس کے آدمی روپیہ جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ تاکہ آئندہ پروگرام میں روپیہ کی کمی نہ ہونے پائے۔ ان شرارتوں کے باوجود حکومت دکن انتہائی رواداری سے کام لے رہی ہے۔ آریہ سماجی مملکت دکن کے خلاف پھر مفسدانہ محاذ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے نتائج اب کے ایسے خطرناک ہونگے کہ انہیں قدر عافیت معلوم ہو جائیگی۔ بنا بریں قرین دانش یہ ہے کہ آریہ لیڈر اور امن پسند رہنما اس فتنہ کو یہیں روک لیں۔ ورنہ مسلمان اپنی اس مایہ ناز سلطنت کو سازشیوں کی شرارتوں کا آماجگاہ نہیں بننے دینگے

وزارت سندھ

خان بہادر اللہ بخش کی وزارت ماشاء اللہ ایسے نحس ساعت اور بُرے دن معرض انتخاب میں آئی۔ کہ اسے ایک لمحہ کیلئے بھی چین نصیب نہ ہوا۔ ہمیشہ بداعتمادی کا مواد رہنے کی وجہ سے خان بہادر صاحب کی وزارت ایک مرضی مزمنہ بن کے رہ گئی۔ صوبہ کے تمام تعمیری پروگرام اسی حیص و بیص کی نذر ہوتے رہے۔ اور خان بہادر صاحب کا خون خشک ہوتا رہا۔ انہوں نے بقائے اقتدار و بقائے وزارت کیلئے گرگٹ کی طرح بیسیوں رنگ بدلے۔ کبھی کانگرسی، کبھی مہا سبھائی اور کبھی مذبذبین بین ذالک۔ انہوں نے ہندو اراکین اسمبلی کے آستانوں کی جبیں سائی اور (صفحہ ۲۲ پر دیکھو)

تذکرہ برادری

ندوۃ القریش کا اجلاس

۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء ۱۱ مقامی و غیر مقامی ممبران کی موجودگی میں ندوۃ القریش کی مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد انجمن جامع القریش کی مراسلت و نقول ریزولیوشنز دربارہ اس کے کہ شاخہائے قریش کو تصدیق انتقالات میں سخت مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی اور عباسی غیر قریشی سمجھے جاتے ہیں۔ انجمن مذکور کی اس خط و کتابت کو جو اس بارہ میں صاحب فنانشل کمشنر پنجاب سے کی گئی ہے پیش ہوئی۔ صدر جلسہ نے تمام کارروائی اور بحث سننے کے بعد کہا۔ کہ اس بارہ میں ریونیو سیکرٹری فنانشل کمشنر پنجاب کی چٹھی نمبری 911R مجریہ ۱۳ فروری واضح ہے۔ تاہم رزولیوشن نمبر ۶ کا مفہوم با وضاحت صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کر کے گذارش کی جائے۔ کہ ریونیو افسران پنجاب کو ہدایت کی جائے۔ کہ کاغذات مال کے پرانے اندراجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے قریش کی متذکرہ شاخوں کو زراعت پیشہ تسلیم کرنے اور ان کے انتقالات منظور کرنے میں سائلین کے حقوق کا خاص خیال مد نظر رکھا کریں۔

۲۔ میاں غلام حیدر صاحب عباسی رئیس سکرٹری نیشنل قریش کانفرنس کا مکتوب دربارہ اس کے کہ مجوزہ اجلاس کے انعقاد کی بکر تیاریاں پوری کوشش سے جاری کر دی گئی ہیں۔ اگر کوئی ناگہانی رکاوٹ سدِ راہ نہ ہوئی۔ تو تاریخ اجلاس کا عنقریب اعلان ہو جائے گا۔ لہٰذا مرکزی جماعت کی مجلس عاملہ اشتراک عمل سے استقبالیہ کمیٹی کی رہنمائی کرے پڑھا گیا۔ سیکرٹری کو ہدایت ہوئی کہ جواباً لکھا جائے کہ مرکزی جماعت کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کے تعاون کیلئے ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہوگی۔

۳۔ مولانا نجم الدین صاحب ہاشمی صدر انجمن قریشیان صوبہ بہار اور بابو جہاندا د خاں صاحب سیکرٹری انجمن قریش ضلع راولپنڈی کی فرستادہ کارروائیاں پیش ہوئیں۔ ہر دو انجمنوں کے کارکنوں کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ سیکرٹری کو ہدایت ہوئی کہ اول الذکر انجمن کو مطلوبہ کاغذات جلد از جلد روانہ کر دیئے جائیں۔ اور ثانی الذکر کو اجلاس کی طرف سے شکریہ کا خط لکھا جائے۔

۴۔ صوفی بشیر الدین ملتانی کی تحریک اور حاضرین کی متفقہ تائید سے حسب ذیل رزولیوشن منظور ہوا۔

"ندوۃ القریش کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس تمام ملحقہ صوبائی ضلعی اور دیگر شاخوں سے بالخصوص اور عام قریشی برادران سے بالعموم مخلصانہ اپیل کرتا ہے۔ کہ ملی ضروریات کے پیش نظر وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس میں جو ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ مارچ کو لاہور کے مقام پر منعقد ہو رہا ہے۔ جوق در جوق شامل ہو کر ملی اجتماع کی شان کو بلند و بالا بنانے کی کوشش کریں۔

انجمن جامع القریش کی کارروائی

قاضی عرفان الحق صاحب منشی فاضل جوائنٹ سیکرٹری "انجمن جامع القریش" انجمن مذکور کے اجلاس منعقدہ ۱۸ فروری کی کاروائی ارسال فرماتے ہیں۔ جو بلااختصار درج ذیل ہے۔

قاضی نذیرالدین صاحب شاہی قاضی کی صدارت میں کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔ قاضی یقین الدین صاحب سیکرٹری نے گذشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھی جو کنفرم ہوئی آپ نے کہا کہ چٹھی نمبری ۱ مورخہ ۹ اکتوبر جس میں مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" سے الحاق کی درخواست کی گئی تھی۔ وہ ۲۴ دسمبر گذشتہ کو منظور ہوگئی ہے۔ اب گویا ہماری انجمن مرکزی جماعت کی باقاعدہ شاخ قرار پاگئی ہے۔ ہماری انجمن کی طرف سے دو منتخب نمائندگان کے نام طلب فرمائے ہیں تاکہ وہ مرکزی انجمن ندوۃ القریش کے باقاعدہ ممبر بنا لئے جائیں بالتعلق رائے الحاق منظور کرنے کا شکریہ ادا کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ اور یہ کہ ان دو ممبران کے انتخاب کا معاملہ اگلے جلسہ پر ملتوی رکھا جائے۔ اور مرکزی انجمن کی خدمت میں اطلاع دی جائے۔ ۲۔ شاخہائے قریش اور حقوق زراعت کے مسئلہ پر غور کرنے کے بعد طے ہوا۔ کہ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کی خدمت میں ایک اور مراسلت ارسال کی جائے۔ اور اس کارروائی کے متعلق مرکزی جماعت کو باقاعدہ اطلاع دی جایا کرے۔

مختص اعزازی لفظ پر بحث

"تذکرہ برادری" مطبوعہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء میں قریشی عبدالخالق صاحب علوی نے "ایک تجویز" کے زیر عنوان قریشیوں کے مختلف القابات شیخ، قاضی، پیر اور سردار وغیرہ کی بجائے ایک مختص اعزازی لفظ منتخب کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اس سلسلہ میں بیسیوں آرا، شائع ہوچکی ہیں۔ مکرمی قاضی امان الحق صاحب بی۔ اے، بی ٹی نے اسی ضمن میں ایک طویل مضمون ارسال فرمایا ہے۔ اسے ہم بلفظہٖ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ علوی صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات اسے بغور مطالعہ کرکے جواب لکھنے کی تکلیف کریں۔ معقول، مدلل، در مبر بن مضمون شائع کردیا جائے۔ ورنہ اس بحث کو یہیں ختم کردیا جائے گا۔ تاکہ "القریش" کے قیمتی کالم فضول باتوں میں ضائع نہ ہوں۔

قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

رسالہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء میں۔ تحت تذکرہ برادری۔ زیر عنوان غلط فہمی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ضمن ہٰ۔ سے متعلقہ بحث میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ سوال یہ نہیں کہ قریشی کی بجائے کچھ اور لفظ تجویز کیا جائے۔

مسئلہ زیر غور یہ ہے۔ کہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں قریشی حضرات مختلف اعزازی خطابات سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اور یہ درست نہیں۔ لہذا ایک ایسا اعزازی لفظ تجویز کیا جائے جو قریش کیلئے مختص ہو۔ اور اسی مخصوص خطابات سے ہر جگہ کے قریشی مخاطب ہوں۔ الخ"

میرے خیال میں یہ غلط فہمی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ قریشیوں کو قریشی کہنے کی بجائے آپ یقیناً ان کے واسطے دوسرے اعزازی لفظ کے متلاشی ہیں۔ یہ منشاء آپ کی اسی عبارت سے بخوبی ظاہر ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ اول تو آپ یہ فرماتے ہیں۔ کہ "سوال یہ نہیں ہے کہ قریشی کی بجائے کچھ اور لفظ تجویز کیا جائے"۔ اور پھر آپ ہی یہ فرماتے ہیں: "لہذا ایک ایسا اعزازی لفظ تجویز کیا جائے جو قریش کیلئے مختص ہو الخ" جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ لفظ قریش۔ آپ کے منشاء کے مطابق

بغو اعزازی لفظ کافی نہیں ہے۔ اسوا سطے دوسرے اعزازی لفظ کی تلاش ہے۔ بنابریں اگر لفظ قریشی کے بجائے کوئی اور لفظ تجویز کیا جانا مقصود نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟ بیس تیئے ساٹھ۔ باتین بیری ساٹھ کہنا بات ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب کے مختلف ضلاع "کے محدود" الفاظ آپ نے استعمال کئے ہیں۔ اس سے صاف یہ مطلب ہے۔ کہ قریش کے واسطے دوسرے اعزازی لفظ کی ضرورت آپ کو صرف اس محدود علاقہ کیواسطے ہے۔ یا بالفاظ دیگر دنیائے اسلام کے دیگر علاقہ جات کے بالمقابل آپ کو صرف صوبہ پنجاب کے قریشیوں کو اس دوسرے اعزازی نام کے ساتھ الگ تھلگ رکھنا مقصود ہے یہ مسلمہ اصول ہے۔ کہ ہر تلاش کا کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے لہٰذا آپ کی اس تلاش میں دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا مقصد کیا ہے۔ ظاہرا تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایکٹ انتقال اراضی پنجاب میں ایسی ترمیم کرنے کے واسطے آپ کو ایک ایسا لفظ مقصود ہے۔ کہ جو اسقدر جامع ہو۔ کہ جس سے صرف اصلی قریشی مفہوم ہو سکیں۔ لہٰذا موجودہ اعزازات میں سے اوّل تو ایسا مشترک لفظ ملنا محال۔ دوسرے اگر کوئی تجویز کیا بھی گیا۔ تو بہرحال وہ نیا لفظ ہوگا۔ پھر بہرحال اگر ایسا نیا لفظ مل بھی گیا اور رائج اور منظور قوم و سرکار ہو بھی گیا۔ تو وہ جے پوری پیسہ کی مانند فقط پنجاب میں ہی چل سکیگا۔ علاوہ بریں آپ کے پاس اس امر کی کیا گارنٹی ہوگی۔ اول یہ کہ علاقہ پنجاب کی مانند تمام دنیائے اسلام بھی اس پر متفق ہو جائے ورنہ پھر غیر جگہ مضحکہ ہوگا۔ دوم یہ کہ کوئی غیر قریشی اس لفظ کو اختیار نہ کر سکے۔ ورنہ مجہول القوم لوگوں کو پھر بھی ویسا ہی اختیار اس نئی اصطلاح میں داخل ہونے کا رہے گا۔ جیسا کہ اب ہے

نئی اصطلاح بننے پر کوئی یوں تو ہو ہی نہیں سکیگا۔ کہ آپ تمام صوبہ پنجاب بھر کی خانہ شماری کر کے گورنمنٹ اور قوم کو ایک فہرست دیدیں گے۔ اور پھر اس کا شجرہ نسب نسلاً بعد نسلاً باقاعدہ کہیں محفوظ رہے گا۔ اور جب کوئی نیا شخص پنجاب میں دیگر علاقہ سے آ کر آباد ہوگا۔ اس سے پہلے یہ معاملہ طے ہو جایا کرے گا۔ کہ میاں تم قریشی ہو یا نہیں۔ اور اس نئی اصطلاح کے ضمن میں ہو یا نہیں۔ یا اگر کوئی قبیلہ قریش پنجاب سے باہر جائیگا۔ تو اس کی اولاد کا بھی کچھ بندوبست کیا جائیگا۔ ورنہ اگر وہ اولاد کبھی واپس پنجاب میں وارد ہوئی۔ تو یا تو وہ قریشیت گم کر کے آئیگی یا نیا اصطلاحی نام غیر جگہ بھی قائم رکھنے پر مجبور ہوگی۔ جس کا غیر جگہ کے قریشی مضحکہ اڑا سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اچھا خیر۔ اگر پنجاب میں آپ کے منشاء کے مطابق یہ اعزازی لفظ تلاش بھی کیا جاوے تو حضرت۔ اس کے بارہ میں یہ گذارش ہے۔ کہ ایسا اعزازی لفظ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ قریشیوں کی ایک مشترک صفت کا حامل ہو۔ چنانچہ وہ صفت کوئی ایسی نظر نہیں آتی۔ جو آپ کے کسی مجوزہ لفظ سے پائی جاتی ہو۔ بنابریں یہ ہی فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔ کہ اعزازی لفظ تو قریشی ہی کافی ہے۔ لیکن کوئی دیگر ترکیب ایسی کی جاوے۔ کہ جس سے اپنا مقصد قانونی بھی حاصل ہو جاوے۔ اور سعی لاحاصل بھی نہ کرنی پڑے۔ وہ تجویز بالفاظ دیگر اگرچہ میں اپنے ایک مکتوب میں پیش کر چکا ہوں۔ تاہم اب مفصل الفاظ میں مکرر عرض کرتا ہوں۔

شیخ، قاضی، چشتی، سردار وغیرہ واقعی قریشیوں کے واسطے کوئی جامع الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن آپ اس بات

سے کیوں گھبراتے ہیں۔ کہ کوئی قریشی ان اعزازات سے مخاطب ہوں۔ اصلی قریشی خواہ کسی خطاب سے مخاطب ہوں۔ ہونے دیجئے۔ مگر دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ اصلی قریشی ہو کون سکتے ہیں۔ جن کو ہمیں زیر ایکٹ انتقال اراضی پنجاب قریشی تسلیم کرانا مقصود ہے۔ میرے خیال میں اس کا جواب صاف ہے۔ تاریخ کے معمولی مطالعہ اور حوالہ سے اس کا حل ہو سکتا ہے۔ ایکٹ انتقال اراضی سے قبل تو اس معاملہ کے طے کرنے کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ ضرورت تو اب آکر پڑی ہے۔ جبکہ غیر قریشی قانونی قریشی بن کر ایکٹ کی برکتوں سے مالا مال ہونے کے واسطے کوشاں ہو رہے ہیں۔ اور اصلی قریشی کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ اور یہ صورت محض ایک ایک وجہ سے پیدا ہوگئی ہے۔ وہ یہ کہ آپ صاحبان اس طرف تو غور کرتے نہیں۔ کہ اصلی قریشی کون ہیں۔ بلکہ آپ کی تمام تر توجہ اس طرف ہے کہ غیر قریشی۔ قریشی بن جائیں تو گویا آپ کی مثال بعینہٖ وہی مثال ہوئی۔ کہ آگے دوڑ پیچھے چوڑ۔ یا بالفاظ دیگر اُس حریص زمیندار کی مثال ہے کہ جو کھیتوں میں سے اجناس لا لا کر۔ غیر محفوظ طریقہ پر اپنا گھر تو خوب بھر رہا ہے جس سے چور اور چوہے مزے اڑا رہے ہیں۔ مگر اس کو یہ قطعی خیال نہیں۔ کہ مکان اور گھر کا انبار محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ بلکہ اُسے تو صرف آنکھ بند کرکے گھر بھرنے سے مطلب ہے۔ اس مثال سے میرا مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ سب قریشی صاحبان ملکر باہمی طور پر یہ فیصلہ کرلیں۔ کہ اصلی قریشی دراصل ہیں کون؟ خواہ وہ کسی بھی خطاب سے مخاطب کیوں نہ ہوں۔ اصولی نظر سے اگر آپ دیکھیں گے۔ تو آپ کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ من حیث القوم قریشیان یا تو صدیقی فاروقی، عثمانی، علوی یا عباسی وغیرہ ہوتے ہیں۔ جو اپنے اجداد کے ساتھ یائے نسبتی کے تعلق سے ایسی قریشی کہلاتے ہیں۔ یا جو ان اجداد کی اولاد سے نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے اوپر کی شاخ میں سے ہیں۔ اور وہ محض قریشی کہلائے جاتے ہیں۔ اور یہ سب صورتیں ایسی ہیں۔ کہ جو ایکٹ انتقال اراضی کے نفاذ سے قبل ان میں موجود تھیں۔ چنانچہ یہی بات ان کی صداقت کی دلیل ہے۔ لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے۔ کہ جو محض قریشی درج تھے۔ ان کو تو قریشی تسلیم کرلیا گیا۔ اور باقی صدیقی۔ فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی وغیرہم کو یہ کہدیا گیا۔ کہ اپنے آپ کو قریشی ثابت کرو۔ شجرہ ہائے نسب دکھلاؤ۔ تب قریشی تسلیم کئے جاؤ گے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص صدیقی درج ہے۔ اس کو اس بات کی کیا ضرورت ہے۔ کہ اس سے آپ یا اور کوئی صاحب اس کے قریشی ہونے کا مطالبہ کریں۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قریشی صدیقی نہ ہو۔ لیکن کسی صدیقی یا فاروقی وغیرہ کا قریشی نہ ہونا ممکن ہے۔ گویا الٹی گنگا بہ رہی ہے۔

چنانچہ اب نتیجہ اس ساری بحث کا یہ ہے۔ کہ پہلے ہم اپنے اندرونی گھر کی خبر لیں۔ اپنی چاردیواری کو محفوظ کریں۔ بعدہٗ محفوظ و مامون ہو کر ہم غیروں سے اپنی حفاظت کرسکتے ہیں یعنی پہلے اپنی مسلمہ شاخ ہائے قریش کو قریشی تسلیم کرائیے۔ اس کے بعد غیروں کو قریشی بننے سے روکئے۔ آپ تو اُس انگریزی مثل کے مصداق ہو رہے ہیں۔

غرض اسقدر حدبندی کے بعد جو لوگ نہ قریشی ہیں اور نہ صدیقی فاروقی وغیرہ ہیں۔ ان سے اُن کے قریشی ہونے کا

ثبوت لیا جاوے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک شخص اپنے آپ کو دہلی کا باشندہ بتلاتا ہے۔ تو وہ تو شہر دہلی کا باشندہ شمار کیا جاوے۔ لیکن جو شخص چاندنی چوک دہلی اپنی سکونت بتلائے اُس کو شہر دہلی کا باشندہ تصور نہ کیا جاوے۔ کسی صدیقی یا فاروقی وغیرہ سے قریشی ہونے کا ثبوت طلب کرنا یہی معنی رکھتا ہے۔ کہ گویا قریشیوں سے قریشی ہونے کا ثبوت لیا جارہا ہے۔ تو اس کیلئے میری وہی تجویز ہے۔ کہ پنجاب کیا بلکہ ہندوستان بھر میں اپنی ایسی سب کمیٹیاں تشکیل کی جاویں۔ جو مقامی طور پر اصلی و نقلی قریشیوں کے نقشے تیار کرے۔ معانی تفتیش و تحقیق سے ہی کچھ پتہ چل سکتا ہے کیونکہ اگرچہ بہت کچھ حالت ہم قریشیوں کی تباہ ہو چکی ہے تاہم پھر بھی اگر کچھ سعی کی گئی۔ تو ایسے خاندانی بزرگ اب بھی موجود ہیں۔ جس سے ہم کو اس کام میں مقامی طور پر کافی مدد مل سکتی ہے۔ اور کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اور قریش کی نسلیں محفوظ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ دور کے ڈھول تو سہاونے (دل پسند) ہوتے ہیں۔ دور بیٹھا ہوا مجہول القوم آدمی اپنے آپ کو جس قوم کا بتاویگا۔ اس کو ماننا پڑیگا۔ یہ تجویز میں نے اس واسطے پیش کی ہے۔ کہ قریشیوں کی قوم کوئی مجہول قوم نہیں ہے۔ بلکہ ایک بڑی شہرت لئے ہوئے ہے۔ ہندوستان میں قریشی جب کبھی بھی آئے اعزاز کے ساتھ آئے۔ بادشاہوں کے ساتھ آئے۔ قبیلے لے کر آئے۔ کسی نہ کسی منصب پر فائز رہے۔ مجہول اور نامعلوم طور پر نہ وارد ہندوستان ہوئے نہ کہیں بسے۔ اور ہمیشہ ہر مسلم گورنمنٹ کی حمایت کے حامل رہے۔ جو ان کے تحفظ خاندان کی بہت حد تک باعث رہیں۔ اور خود انہوں نے ابتک بھی یہاں تک تحفظ نسل رکھا ہوا ہے۔ کہ فاصلہ کی دوری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حتی الامکان اپنے اپنے محدود قبیلوں میں (بیٹی بیوہار) رشتہ داریاں کرتے ہیں غیر قریشیوں میں ابھی تک بالکل مدغم نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے کچھ جدی اعزاز بھی ابھی تک محفوظ ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ حاضرہ کی حمایت نہیں رہی۔ بہرحال ان کی قدرے قلیل عزت اور شہرت اب بھی ہر جگہ قائم ہے۔ خواہ کچھ عرصہ بعد ایسی نہ رہے۔ کیونکہ مفلوک الحالی کا موخرالذکر نتیجہ ہونا لازمی ہے۔ اور اس واسطے اپنی برادری کی حفاظت ہم پر اس شکل میں یعنی موجودہ اعزاز متعارفہ کے ساتھ لازم اور واجب ہے ؎ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

آخر میں ایک بات قابل عرض اور ہے۔ وہ یہ کہ جب میں یہ مذکورہ بالا مضمون لکھ چکا۔ تو میں نے اسے اپنے استاد صاحب کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بحث مذکورہ ہے تو بہت اچھی۔ مگر جس بات پر ایڈیٹر صاحب زور دے رہے ہیں۔ وہ قابل غور ضرور ہے چنانچہ آپ کے مطالبات پر مزید غور کیا گیا۔ آخر یہ طے پایا۔ کہ اگر سید، مغل اور خان کی اقوام کے مانند کسی جامع اصطلاح کی تلاش قریش برادری کے واسطے ضروری اور ناگزیر ہے۔ اور قریش برادری کے واسطے لفظ شیخ کے اعزازی لفظ کی شیخی اب کرکری ہو چکی ہے۔ تو ہمارے خیال میں سید مغل اور خان کے جامع الفاظ کے مانند قریشیوں کے واسطے لفظ فہر استعمال کیا جاوے۔ جو لفظ قریش کا صرف مترادف ہی نہیں ہے۔ بلکہ قریشیوں کے جن جدامجد ثانی کا لقب قریش ثانی تھا۔ اُن کا یہ اصل نام بھی ہے۔ لہذا

مگر ان کا لقب قریش مطبوع عوام نہیں ہے۔ تو ان کے اصلی نام (فہر) کو اپنا اعزازی لفظ مقرر کر لیا جاوے جس طرح پہلے چار ذاتیں شیخ۔ سید۔ مغل۔ خان مشہور تھیں۔ اب شیخ کی بجائے لفظ فہر کی تبدیلی کر کے۔ فہر سید۔ مغل اور خان کہا جاوے۔ یہ نئی اصطلاح نہ صرف صوبہ پنجاب میں مقبول عوام ہوگی۔ بلکہ چونکہ ایک تاریخی اصلیت لئے ہوئے ہے۔ اس واسطے تمام دنیائے قریش میں اس کا پسندیدہ ہونا یقینی ہو جائیگا۔ اور دیگر ذاتوں کے جامع ناموں کے مانند یہ بھی سہ حرفی نام ہے۔ ادائیگی تلفظ میں بھی ثقیل نہیں ہے۔ تو گویا جس شخص کا نام شیخ علی احمد قریشی ہوگا۔ اس کو فہر علی احمد قریشی کہ سکتے ہیں۔ جس کا نام نظام الدین صدیقی ہوگا۔ اس کو فہر نظام الدین صدیقی کہیں گے۔ علی ہذا القیاس۔ جس طرح کہ کسی علی حسن قوم سید کو میر علی حسن یا سید علی حسن کہ سکتے ہیں۔ یا احمد بیگ۔ قوم مغل کو مرزا احمد بیگ کہ سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قریشی یا صدیقی وغیرہ کے امتیازی الفاظ اگر قریشی (اور اب فہر) صاحبان اپنے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں۔ تب بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن ایکٹ انتقال اراضی میں ترمیم کرانے کے واسطے یہ پھر بھی جتلانا ہوگا۔ کہ جس طرح اصطلاح سید میں ہر قسم کے سید۔ اصطلاح خان میں ہر قسم کے پٹھان۔ اصطلاح مغل میں ہر فرقہ کے مغل متصور ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اصطلاح فہر سے ہر فرقہ کے قریشی خواہ وہ محض قریشی ہوں یا صدیقی فاروقی، وغیرہ قریشی ہوں۔ مراد ہونگے۔ تب ہی یہ نئی اصطلاح کچھ کارآمد ہو سکتی ہے۔ ورنہ یہ جدت بیکار ثابت ہوگی۔ فقط۔

استفسارات کا جواب

اس مہینہ میں بیس خطوط ایسے موصول ہوئے۔ جو اس سوال کے حامل ہیں۔ کہ:۔

آیا "شیخ فاروقی" "شیخ عثمانی" وغیرہ زرعی قوانین سے استفادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اس مسئلہ پر "القریش" کی متعدد اشاعتوں میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ جو احباب القریش کی سلک معاونت میں منسلک ہیں۔ اور باقاعدہ القریش کا مطالعہ کرتے ہیں انہیں اس قسم کے سوالات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن جو احباب قومی اخبار اور قومی جماعت سے آشنا تک نہیں وہ ان الجھنوں میں برابر سرگرداں ہیں۔

آج قریشی نذیر احمد صاحب انبالوی کا ایک خط موصول ہوا ہے۔ جو سخت پریشانی میں لکھا گیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ایک غریب مسلمان جو دراصل "شیخ قریشی" تھا مگر بدقسمتی سے کاغذات مال میں ۱۸۹۵ء میں "فاروقی شیخ" کا اندراج کیا گیا ہے۔ اب ایک کھتری ساہوکار کے پنجہ میں پھنسا ہوا ہے۔ غریب کے پاس صرف چند بگہ زمین زرعی ہے۔ جو اس کے گذارہ پر بمشکل اکتفا کرتی ہے۔ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ ساہوکار یہ زمین نیلام کرانے کی کوشش میں ہے۔ آپ اطلاع دیں کہ "شیخ فاروقی" زراعت پیشہ قرار پا چکے ہیں یا نہیں؟"

جوابات بصیغہ ڈاک دے دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہر خط کا تفصیلی جواب مشکل ہے۔ اضلاع پنجاب میں زراعت پیشہ اقوام کے اکثر خاندان بالخصوص قریشی گھرانے قانون (ص ۲۶ پر دیکھو)

پان اسلام ازم

(از ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

مسلماں ایک ہیں ہندی ہوں مصری ہوں کہ یونانی
نہ کیوں ہو ان میں پھر احساسِ اخوت کی فراوانی

ہو پان اسلامزم کی آج کل تحریک جاری ہے
جمال الدینؒ افغانی تھے اس تحریک کے بانی

انہی جذبات سے میثاق سعد آباد میں شامل
ہوئے بغدادی و ترکی و ایرانی و افغانی

اسی کا ہے وہ حصہ جس کو پاکستان کہتے ہیں
کہ ہے مقصود جس سے قوم مسلم کی جہانبانی

یہی تعلیم دی اقبال نے اپنی کتابوں میں
اسی جذبہ نے مجھ کو کر دیا محوِ سخندانی

منڈھے اس بیل کا چڑھنا جو ناممکن بتاتے ہیں
انہیں اپنے کہے پر ایک دن ہو گی پشیمانی

جو کہتے ہیں ہمیشہ "بنتی ہیں اوطان سے قومیں"
غلط کرتے ہیں استدلال از آیاتِ قرآنی

کسی سے بھی توقع دوستی کی ہو نہیں سکتی
ہیں سب دشمن یہودی ہوں کہ ہندو ہوں کہ نصرانی

جہانِ کفر کو پامال کر سکتا نہیں کوئی
نہ جبتک موجزن ہو دل میں اسکے جوشِ ایمانی

ہوا کیا ہے عملداران ناموسِ شریعت کو
کہ ایماں ہے "اہنسا" پر لباس ان کا ہے ہندوانی

بنے بیٹھے ہیں وہ اغیار کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی
برائے نام باقی رہ گئی اُن کی مسلمانی

خوشا وہ دن کہ ہوتی تھی مسلمانوں کی فطرت میں
"جہانگیری جہانداری جہاں بینی جہانبانی"

جو جلبِ منفعت کے واسطے دشمن سے مل جائیں
حقوقِ قوم کی اُن سے ہے ناممکن نگہبانی

مسلمانانِ عالم اب جو ہیں تنظیم پر مائل
یہی ہے کافروں کے واسطے وجہ پریشانی

مسلماں آج بھی محبوبؔ چھا سکتے ہیں دنیا پر
اگر ہو جائیں یہ آمادۂ ایثار و قربانی

[illegible]

معارف القرآن

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ:- عصر کی قسم کہ انسان ضرور خسارے میں ہے۔ مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

(مطلب) زمانہ شاہد ہے کہ انسان خسارے میں ہے مگر اس خسارے اور نقصان سے وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جو ایمان لائیں۔ عمل صالح کریں تواصی بالحق کریں۔ اور تواصی بالصبر کریں۔

(تفسیر) عربی زبان میں اسقدر وسعت ہے کہ ایک چیز کی مختلف حالتوں اور مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے اس کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ اور الگ الگ حالت کیلئے جدا جدا الفاظ ہوتے ہیں مثلاً انسان کی پیدائش سے لیکر مرنے تک کی مختلف عمروں کے لحاظ سے پچاسوں الفاظ ہیں۔

اسی طرح زمانہ کو مجموعہ کے لحاظ سے دھر کہتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ فنا ہوتا اور جلد جلد گذر جاتا ہے۔ اور اسی لئے عصر شام کے وقت کو کہتے ہیں۔ جب دن گذر جاتا ہے تو لفظ عصر یہاں لانے سے مقصد یہ ہے۔ کہ لوگوں کو اس سے گذشتہ زمانے یاد آئیں، اور زمانے کے زوال اور جلد جلد فنا ہوتے رہنے کی طرف توجہ ہو۔ گذشتہ زمانہ یاد کرنے سے یہ ہوگا۔ کہ گذشتہ اقوام کے وقائع، ان کے حالات اور ان کے انجام پیش نظر ہو جائیں گے جس سے عبرت حاصل کرنے کا موقع ملیگا۔ اور زمانہ کی سرعت زوال کی طرف توجہ کرنے سے یہ نفع ہوگا۔ کہ زندگی کے چند باقیماندہ دنوں کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ طبیعت نہائت مستعدی کے ساتھ کام کرنے کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔ اور یہ امر پوری طرح ذہن نشین ہو جائیگا۔ کہ ہمارا سارا سرمایہ جس کو ہم زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ نہائت جلد فنا ہوتا جاتا ہے۔ اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خدا نے لفظ عصر سے یہاں دو باتوں پر شہادت پیش کی ہے۔

(۱) مجازاة پر، کہ لوگ گذشتہ اقوام کی تاریخ پر غور کریں۔ کہ اچھی یا بری قوموں کا کیسا اچھا یا برا انجام ہوا اور سمجھیں کہ اسی طرح انہیں بھی اچھے اور برے کاموں کا نتیجہ ضرور ملیگا۔

(۲) انسان کے خسارے پر، کہ جو چیز انسان کا اصل سرمایہ ہے جسے وہ زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتا ہے۔ اور جس پر وہ بھروسہ کر کے تمام فرائض زندگی سے غافل ہو جاتا ہے کس قدر جلد زائل ہونے والی اور سرعت سے فنا ہو جانے والی ہے۔ حالانکہ انسان اسی زمانہ یا زندگی کے چند دنوں پر اتنا بھروسہ کرتا ہے۔ کہ موت کو بھول جاتا ہے۔ اپنی زندگی کے ختم ہونے سے غافل ہو جاتا ہے خدا کے یہاں جانے اور اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنے کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے۔ کہ کسی کا سرمایہ برف ہو اور بجائے اس کے کہ وہ جلد تجارت کر کے اس سے

اپنے سرمایہ کو بڑھائے۔ صرف اس کی رونق اور اسکی ٹھنڈک سے لطف حاصل کرتا ہے۔ بالآخر جب وہ پگھل کر پانی ہو جائے تو افسوس کرتے بیٹھے۔ یہی حالت انسان کی ہے کہ جس زندگی پر وہ بھروسہ کر رہا ہے۔ وہی سے فنا کر رہی ہے۔ اور اس کی موت کو اس سے قریب لا رہی ہے۔ اور یہ اس کے بھروسہ پر اپنی زندگی کے تمام مقاصد کو فضول بیٹھا ہے۔ اور اپنے انجام سے بالکل بے خوف ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ اپنے خسارے کو سمجھے۔ اپنی ناکامیابی سے ڈرے۔ اپنے آپ کو سدھارنے اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔ اس باقیماندہ وقت کو جو گذشتہ اوقات کی طرح منفرب گذ جانے والا ہے غنیمت سمجھ کر جو کچھ کرنا ہے کرے تاکہ آئندہ زندگی میں کامیابی نصیب ہو اور اس غفلت کے نتیجہ میں سے بڑی دردناک مصیبت نہ اٹھانی پڑے۔

(۳) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

یعنی وہ کام جس سے زندگی کامیاب ہو اور خسارے سے انسان محفوظ رہے یہ ہیں۔ جو لوگ کامیاب ہوتے ہیں ان ہی کاموں سے اور جو ناکام ہوئے وہ ان ہی کاموں کو چھوڑ کر۔

(۱) ایمان دل میں یقین پیدا کرنا خدا کا۔ اس کی عظمت وجلالت کا۔ اس کی قدرت و غلبہ کا، اپنی بندگی کا۔ اس کا کہ ہم ہر وقت ہر ساعت، ہر آن اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس کا کہ ہمارا اور ہماری ساری ضروریات کا، تمام عالم کا، جو چیزیں ہم دیکھتے ہیں۔ اور جو ہم نہیں دیکھتے ان سب کا، خالق اور سب کا مالک وہی ایک خدا ہے۔

اس کا یقین کہ اس کی بندگی ہم پر ضروری ہے۔ اس کی رضاجوئی ہمارا فرض ہے۔ اس کی تسبیح وتقدیس ہماری زندگی کا بڑے سے بڑا مقصد ہے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ہمارے لئے اعلیٰ ترین کمال ہے۔ پھر ان باتوں پر صرف یقین کر لینا ہی ایمان کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اس یقین کے ساتھ اس کی اطاعت کا پختہ ارادہ اس کے آگے جھکنے اور اس کی رضاجوئی کیلئے ہر وقت ہر حال میں تیار ہو جانے کا مصمم عزم بھی ایمان کیلئے ضروری ہے۔

تم اگر کامیاب زندگی چاہتے ہو، خسارے سے محفوظ رہنے کا تمہیں خیال ہے۔ تو خدا کے متعلق صحیح علم جو تم کو پہنچا ہے۔ اپنے اوپر جن امور کے ضروری ہونے کا تمہیں یقین ہے۔ ان پر پابندی کا پختہ ارادہ کرو۔ یہ مصمم عزم کر لو کہ ان امور پر کاربند ہونے سے دنیا کی کوئی قوت تمہیں نہیں روک سکتی۔ جب یہ ارادہ تمہارے قلب میں پیدا ہو جائے۔ تو سمجھو کہ اب صراطِ مستقیم کی پہلی منزل میں آئے۔ جس پر چلنے والے مومنین کہلاتے ہیں۔ اور جس میں داخل ہونے سے پہلے ہی بہت لوگ اپنے تئیں مومن سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صرف خدا کا یقین، رسول کی رسالت کا اعتقاد، اور اپنے فرائض کا علم، بغیر خدا کی اطاعت کا ارادہ کئے اور بغیر ان فرائض کے پورا کرنے کا عزم مصمم کئے مومن بنانے کیلئے اسی طرح ناکافی ہے۔ جس طرح نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی کا دیکھنا بغیر پئے ہوئے ایک پیاس سے تڑپنے والے کی پیاس بجھانے کیلئے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ ہرقل شاہ روم کو خدا کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین نہ تھا۔ حالانکہ اس نے خود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنے اس یقین کو یوں ظاہر کیا کہ یہ پیغمبر ہمارے ملکوں پر حکومت کریگا۔ خود منافقین کی جماعت میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جو زبان اور عمل کے ساتھ دل میں یقین رکھتے تھے۔ اور یہ یقین اس درجہ کا تھا۔

کو ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔ کہ کہیں خدا ہماری حالت مومنین پر ظاہر نہ کردے۔ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ (منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت کہیں نہ نازل ہو جائے۔ جو اُن کو ان کے دلوں کی باتوں کی اطلاع دیدے۔ مگر باوجود اس یقین، اس اقرار، اور پھر عمل کے وہ مومنین میں شمار نہیں کئے گئے، کیونکہ ان کو اس یقین اور اس اعتقاد کے بعد بھی اپنے فرائض کا احساس نہ ہوا۔ اور ان کے دل میں خدا کی اطاعت کا ارادہ ہی پیدا نہ ہوا۔ وہ زبان سے اقرار ضرور کرتے تھے۔ وہ عمل بھی کرتے تھے۔ مگر اس لئے نہیں کہ خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے ان کاموں سے جلب منفعت میں ایک جال کا کام لیتے تھے۔ اور دفع مضرت میں ایک ڈھال کا۔ اس سے یہ بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ ایمان اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب خدا کی اطاعت کا ارادہ بھی دل میں پیدا ہو جائے۔

(۲) عَمَلِ صَالِح جب تم خدا کی اطاعت کا اور جو فرائض اس نے تمہارے مقرر کئے ہیں۔ ان کے پورا کرنے کا ارادہ کر لو تو اب جو فرائض تمہیں بتائے جائیں۔ ان پر عمل کرو۔ اور جو جو کام اچھے ہیں وہ کرتے جاؤ۔ اسی میں تمہاری صلاح و فلاح ہے۔ اور اسی لئے اعمال حسنہ کو صالحات کہا گیا ہے۔ اس سے تمہاری معاش و معاد موجودہ اور آئندہ زندگی کامیاب ہوگی۔ اور اسی سے تمہاری فطرت اس اعلیٰ کمال تک پہنچے گی جس کی صلاحیت اور استعداد تمہارے اندر رکھی گئی ہے۔ اسی میں تمہاری اور سارے عالم کی ترقی اور فلاح ہو گی۔ کیونکہ تم اس دنیا کے ایک حصّہ ہو۔ اور اسی نظام کے اندر تم بھی چل رہے ہو۔ جس پر یہ تمام کارخانۂ عالم چل رہا ہے اور اسی لئے عمل صالح ایسے کام کا نام ہے۔ جو اس حکمت و تدبیر کے موافق ہو۔ جس پر یہ بڑا کارخانۂ عالم چل رہا ہے۔ اور جو کام اس حکمت و تدبیر کے مخالف ہو۔ جو کام عالم کے اس بہترین نظام میں خلل انداز اور اس دنیا کی ترقی میں سدِّ راہ ہو وہی عمل بُرا ہے۔

(۳) آپس میں حق کی وصیّت کرنا۔ مگر صرف یقین اور عمل سے یہ نہ سمجھو کہ اپنے مقصد تک پہنچ گئے۔ اس غلط فہمی میں نہ پڑو۔ کہ اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کر چکے۔ اور صراطِ مستقیم کے تمام منازل طے کر چکے۔ بلکہ اس کے بعد ابھی اور چند اہم کام باقی ہیں۔ جن پر تمہاری ہستی کا دارو مدار ہے۔ جن پر قوم کی زندگی موقوف ہے اور جن کے بغیر کوئی قوم قومی حیثیت سے کامیاب اور فلاح یاب نہیں ہو سکتی۔ اب تم کو یہ کرنا ہے کہ اپنے ہم خیالوں میں ہر ایک کو حق کی، اس کی اتباع کی، اس کی تائید و تقویت کی۔ اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی، اس کی تبلیغ و اشاعت کی۔ وصیت کرو، یاددہانی کرتے رہو، ان کو بتاتے رہو کہ تمہارے یہ فرائض ہیں، خدا کے، اور خدا کی مخلوق کے، تم پر یہ حقوق ہیں۔ تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اور اس کی مخلوق کے ساتھ رحم و ہمدردی کا برتاؤ کرو۔ غرض یہ کہ حق کے متعلق ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے کی خبرگیری کرتے رہو جس کو سُست دیکھو، جس کو حقوق ادا کرنے میں غافل پاؤ۔ اسے یاد دلا دو، اس باہمی یاددہانی اور اس باہمی وصیت کا یہ اثر ہو گا۔ کہ جو اخلاق تم میں آ چکے ہیں۔ اور جو روح تمہارے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ وہ ترقی پر رہے گی۔ اور جس منزل تک تم پہنچ چکے ہو۔ اس سے روز بروز آگے بڑھتے جاؤ گے۔

(۴) آپس میں صبر کی وصیّت کرنا۔ اس حق کی وصیّت، اور اس کی یاددہانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ آپس میں

صبر کی بھی وصیت کرتے رہو۔ حق پر پابند ہونے، اس کی تائید و حمایت کرنے اس پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنے، اور اس حق کی آواز بلند کرنے میں اگر دقتیں پیش آئینگی۔ موانع سد راہ ہونگے۔ تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا بھی ہوگا تو اس وقت تمہارے پاس مصمم ارادہ اور راسخ عزم اور تمہارے سینے کے اندر ایک مضبوط اور بہادر دل ہو۔ جو ان تمام رکاوٹوں کی فوج کو ایک حملہ میں شکست دے کر کام کیلئے اپنا راستہ صاف کرے۔ تمہارے پاس ملال کا صبر و تحمل ہو۔ کہ حق کی خاطر ہر طرح کی قربانیوں کے لئے تیار رہو۔ حق کیلئے مال و دولت، ملک و وطن سب کو قربان کردو۔ یہاں تک کہ کلمۂ حق کی حمایت میں اگر خود اپنے رگِ گلو کو دیکھو تو اُف نہ کرو بلکہ ہزار جان سے حق پر قربان ہوجاؤ۔

یہاں پہنچکر تمہاری کوششیں کامیاب ہونگی۔ اور تمہارے زیر قدم وہ منزل ہوگی۔ جو منزل مقصود ہے۔ اور تم اُن لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے۔ جو اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ کہکر یاد کئے گئے ہیں۔ پھر دنیا تمہاری ہوگی نہ کہ تم دنیا کے، اور آخرت بھی تمہاری ہوگی نہ کہ اوروں کی۔

(مولانا شائق احمد عثمانی بھاگلپوری)

اطلاعات و اعلانات

(۱) اگر اس اشاعت میں جو آپکے زیر نظر ہے عام رسائل کی طرح ۲۰ صفحات اشتہارات کے شامل ہوتے تو اس کا حجم ۶۰ صفحات کے قریب ہوجاتا۔ اور رسالہ ضخیم ہوجاتا۔ ہم اشتہارات کے منافع کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ایک قومی و اصلاحی جریدہ کو خرافات و بیہودہ ادویات کے اشتہارات سے ملوث نہیں کرنا چاہتے۔ القریش کی ہر اشاعت اپنی پہلی اشاعت سے صوری و معنوی لحاظ سے بہتر و برتر ہوتی ہے۔ ترتیب و تدوین مضامین میں کاوش سے کام لیا جاتا ہے۔ جنگ کی وجہ سے کاغذ کی قیمت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے بہی خواہان قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کی توسیع اشاعت کی کوشش کریں۔

۲۔ جن برادران کی خدمت میں رسالہ نمونتہً حاضر ہوتا ہے وہ منشائے خریداری سے مطلع فرما کر مشکور کریں۔ خاموشی رضامندی متصور ہوگی۔ اور آئندہ اشاعت بصیغہ وی پی ارسال کی جائے گی۔ جس کی وصولی ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

۳۔ نیز مستطیع علم دوست احباب کو اس رعائتی اعلان سے استفادہ کا بہترین موقع ہے۔ جو صفحہ ۲ پر درج ہے۔ اس طرح اصل قیمت میں ایک روپے سالانہ کا خالص فائدہ ہے۔

۴۔ جو احباب تین حضرات کا زرِ چندہ تین روپے سالانہ کے حساب سے ۱۰ اپریل تک دفتر میں بذریعہ منی آرڈر ارسال کرینگے ان کے نام چھ ماہ کیلئے القریش بالکل مفت جاری کردیا جائیگا۔

۵۔ جن معاونین کرام کا اس اشاعت کے ساتھ سال خریداری ختم ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں علیحدہ خطوط بھی ارسال ہورہے ہیں۔ ہم احباب کی قومی حمیت سے متوقع ہیں۔ کہ وہ اپنا اپنا زرِ چندہ بصیغہ منی آرڈر ارسال کرکے عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور ہوں گے۔

منیجر

بصائر و عبر

نوشیرواں کی لاش

ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ ایران کا بادشاہ نوشیرواں اپنے عدل و انصاف کے باعث تاریخ میں ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فخر یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں پیکر عدل و انصاف بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا ہوں ایران میں اس کے عدل و انصاف کے متعلق ہزاروں روایات مشہور ہیں۔ اور ایران کے فسانہ نویسوں نے اپنے مضمون میں اکثر واقعات بیان کئے ہیں۔ ایران میں یہ روائت عام طور پر مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ شہر بغداد کے مشہور فرمانروا خلیفہ ہارون رشید نوشیرواں کی قبر کی زیارت کیلئے ایران تشریف لیگئے یہ قبر ایک دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر تھی۔

خلیفہ ہارون رشید اپنے ہمراہیوں سمیت بڑی مشکل سے وہاں پہنچے۔ تو نوشیرواں کی نعش ایک زندہ انسان کی مانند ایک قیمتی تخت پر رکھی ہوئی تھی۔ کیونکہ اس نعش پر ایسا مصالحہ لگایا گیا تھا جس سے وہ خراب نہ ہو سکے۔ اور نہ سڑ سکے لیکن نعش کے دونوں کان سفید ہو گئے تھے۔ نوشیرواں کی وفات ۵۷۹ء میں واقع ہوئی تھی۔ اور ہارون رشید ۷۸۶ء میں تخت نشین ہوئے تھے۔ ان دو سو سال کے عرصہ میں نوشیرواں کی نعش خراب نہیں ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا۔

عجیب و غریب نعش پہاڑ کے تاریک غار میں یہ قبر بنی ہوئی تھی۔ اور اس پر ایک زردوزی کا ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہارون رشید نے نہایت احتیاط سے اُسے اُٹھایا۔ لیکن کہنگی نے اسے اتنا بوسیدہ کر دیا تھا۔ کہ ہاتھ لگاتے ہی تار تار ہو گیا اور جس پہاڑی کے غار پر یہ قبر بنی ہوئی تھی۔ اس میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ جس کے باعث تاریک ترین جگہ جگمگا رہی تھی اور تخت بھی اسی طرح جگمگا رہا تھا۔ ہارون رشید پہلے تو یہ سمجھا ہی نہیں کہ یہ قبر ہے کیونکہ نعش ایک زندہ انسان کے مانند تھی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اسے محسوس ہوا۔ کہ وہ بادشاہ نوشیرواں کی قبر کو دیکھنے آیا ہے۔ اُس نے نعش کے تمام کپڑوں کو چھو کر دیکھا۔ اکثر گل چکے تھے۔ ہارون رشید نے اپنی قیمتی شال اتار کر قبر پر ڈال دی۔ اور باقی کپڑوں کے تبدیل کر دینے کا حکم بھی فرمایا۔ قبر پر ڈالنے کیلئے ایک قیمتی غلاف بھی تیار کر دیا گیا۔

سنہری تحریر قبر کے بلند چبوترہ کی دیوار پر سنہری حروف میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ نوشیرواں کے عہد میں ایران کی پہلوی زبان مروج تھی۔ ۶۳۵ء میں عرب نے ایران کو فتح کیا۔ اس وقت سے وہاں فارسی زبان اور اس کے رسم خط کا رواج پڑا۔ اس لئے اس تحریر کا مطلب خلیفہ کو سمجھانے کیلئے پہلوی زبان کے ماہرین کو طلب کیا گیا۔ انہوں نے اس کا مطلب بادشاہ کو سمجھایا۔ وہ فقرے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) یہ دنیا بے ثبات ہے۔ جو آدمی اس کی طرف کم

توجہ دیتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے۔

(۲) دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے اس کی راحت کا لطف اُٹھاؤ۔

(۳) اپنے ماتحتوں پر ایسی مہربانی کرو جس کی تم اپنے بزرگوں سے امید رکھتے ہو۔

(۴) یاد رکھو کہ تمام دُنیا کو فتح کرنے پر بھی موت تمہارے اُوپر فتح یاب ہوگی۔

(۵) خبردار اپنی ثروت و راحت کے باعث کسی کے دھوکے میں نہ آؤ۔

(۶) تم جو کچھ کرو گے وہ تمہارے اعمال کی جزاو سزا ہوگی۔ اسلئے کم و بیش کی خواہش نہ رکھنی چاہیئے۔

نوشیرواں کی نعش مختلف قسم کے زیورات، جواہرات سے مرصّع تھی۔ ہارون رشید کی نظر ایک انگوٹھی پر پڑی۔ اس پر ایک بیش بہالعل جڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نہائیت غور سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ نہائیت باریک حروف میں اس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پڑھکر سنانے کا حکم دیا۔ اس انگوٹھی پر مندرجہ ذیل نصائح کندہ تھیں۔

(۱) سختی کبھی روا نہ رکھو۔ نیک کام کرنیکی عادت ڈالو۔ اور کبھی کسی وقت بھی جلد بازی سے کام نہ لو۔

(۲) اگر تم ایک سو سال بھی زندہ رہو۔ تب بھی موت کو ایک منٹ کیلئے فراموش نہ کرو۔

(۳) عقلمندوں کی عمدہ صحبت کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھو۔

(صلہ سے آگے) کانگرسی ارباب حل و عقد کی پا بوسی تک دریغ نہ کیا۔ مگر وائے قسمت وزارت نہ بچی۔ وہ اپنے بیگانوں کا اعتماد کھو بیٹھے، مسلم لیگ پارٹی اور ہندو پارٹی کے اتحاد سے مثلث پارٹی قائم ہوگئی۔ پیر الہٰی بخش وزیر تعلیم مستعفی ہو گئے۔ اور اللہ بخش وزارت کا شیرازہ تار تار ہوگیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

معلوم ہوا ہے کہ اب جدید وزارت میر بندے علیخاں کے ہاتھوں مرتب ہوگی۔ گورنر سندھ سے اس بارہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔ جو شخص ذاتی وقار کیلئے قومی و ملکی مفاد سے لا پرواہ ہو جائے۔ اس کا انجام معلوم، خود داری اور تدبر و اصول کو ہاتھ سے دے کر بھٹکتے پھرنے کا نتیجہ ہمیشہ ناکامی ہوا کرتا ہے۔ امید ہے کہ میر صاحب آئین و اصول سے کام لیکر خان بہادر کی وزارت کے زمانہ کی تمام کمی پوری کرنے کی سعی کریں گے۔

فن لینڈ کا انجام

فن لینڈ ساڑھے تین مہینے تک انتہائی قربانیاں کر چکنے کے بعد بالآخر جابر روس کی شرطیں ماننے پر مجبور ہوگیا لیکن آزادی کے جوش، قومی حمیت اور مردانگی کے جو حیرت انگیز مناظر اس مدت میں فن قوم نے دنیا کے سامنے پیش کئے وہ ہمیشہ تاریخ حرّیت اقوام کے صفحات پر درخشاں رہیں گے۔ کیا گزشتہ نومبر میں کوئی شخص یہ تصوّر کر سکتا تھا۔ کہ ۳۵ لاکھ افراد کی یہ قوم اپنی آزادی کی حفاظت کیلئے سترہ اٹھارہ کروڑ افراد کی بھیڑ کے مقابلے پر مردانہ وار کھڑی ہو جائے گی؟ لیکن فن لینڈ نے پندرہ ہفتے تک اس ناممکن کو ممکن بنائے رکھا۔ اگر آج وہ ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گیا ہے تو اس کی وجہ (ص۱۳ پر دیکھو)

تذکرۃ العارفین

صحبت صالح

جامع المناقب میں حضرت جنید بغدادی رح کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت ایک مرتبہ مشہد اقدس کی طرف جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں دیکھا کہ قبیلۂ عاصم کے چند نوجوان حدیقۂ عامر کی چار دیواری میں شراب نوشی میں مشغول ہیں۔ اور چند خوبرو عورتیں بھی شریک محفل ہیں۔ حضرت جنید رح کو اس مشاہدے سے بے انتہا تکلیف ہوئی۔ آپ ان کی اصلاح پر آمادہ ہوئے رندانہ حیثیت اختیار کی اور قریب جا کر کہا کہ کیا میں بدنصیب بھی اس محفل میں شریک ہو سکتا ہوں؟

عیش پرستوں نے ایک تمسخر آمیز نگاہ سے دیکھا۔ اور کہا کہ آؤ۔ تم بھی ایک چھلکتا ہوا ساغر پی لو۔ حضرت جنید رح محفل میں شریک ہو گئے۔ اور ان کے مذاق کے مطابق باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے شراب پیش کی، آپ نے نگاہ بچا کر پھینک دی۔ جب وہ بے تکلف ہو گئے۔ تو حضرت جنید رح نے فرمایا۔ شام کا وقت ہے ہوا کے روح پرور جھونکے چل رہے ہیں۔ آفتاب غروب ہونے والا ہے۔ لیلائے شب اپنے گیسوؤں کو بکھیرنے والی ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں۔ کہ ہم تم سب ملکر اپنے خالق و مالک کی تقدیس کے نغمے گائیں۔ اور اس رندی و مستی میں بھی اسے یاد کر لیں۔ حاضرین نے کہا بے شک ضرور ایسا ہونا چاہئیے حضرت جنید رح نے کہا اچھا آؤ۔ ذرا کنوئیں تک چل کر وضو کر لیں۔ اس سے طبیعت کو فرحت حاصل ہو گی۔ سب مے خوار کنوئیں تک گئے۔ اور سب نے عقیدت کے ساتھ وضو کیا۔

بعد ازاں حضرت جنید رح نے اپنی چادر بچھا کر کہا۔ آؤ ذرا اپنے مالک کے حضور میں سجدے بھی کر لیں۔ تمام مے خوار سجدے میں گر پڑے۔ اس موقعہ پر حضرت جنید رح نے بارگاہ الہٰی میں دعا کی۔ قدوس حق نواز! اس غفلت سے جگا کر اس مستانہ عبادت کی طرف میں ان کو لے آیا ہوں۔ اب اس سجدے کی لاج رکھ لے۔ رحمت الہٰی جوش میں آئی اور وہ سب بادہ پرست ولیئے کامل بن گئے۔

سبحان اللہ! ولیئے کامل کی دو گھڑی کی صحبت نے کایا پلٹ دی۔ رندان قدح خوار مقبول بارگاہ الہٰی ہوئے ان کیلئے دنیوی فلاح اور اخروی نجات کے دروازے کھل گئے۔ سچ ہے،

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کنند

دل آزاری

خواجہ علی سیرجانی رح ایک دفعہ شجاع کرمانی رح کے مزار پر کھانا کھانے بیٹھے دعا کر رہے تھے۔ کہ خدایا کوئی مہمان بھیج دے جس کے ساتھ کھانا کھاؤں اتفاق سے ایک کتا آ گیا۔ آپ نے اسے للکارا اور بھگا دیا۔ اس کے بعد جب کوئی مہمان نہ آیا تو دل میں یہ غیبی خیال پیدا ہوا۔ کہ مہمان آیا تو تو نے بھگا دیا۔ اب مہمان کی جستجو عبث ہے۔ یہ خیال آتے ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور گلی کوچوں میں اس کتے کو تلاش کرنے لگے۔ جب سراغ نہ ملا تو شہر کے باہر نکلے۔

دیکھا کہ کتا ایک گوشہ میں پڑا سو رہا ہے۔ آپ نے کھانا اس کے سامنے رکھدیا۔ لیکن کتے نے مطلق التفات نہ کی۔ یہ حالت دیکھ کر آپ بہت منفعل ہوئے۔ اور عرصہ تک توبہ و استغفار میں مشغول رہے۔

یہ حالت ان نیک بندوں کی ہے جن کے دل رضا جوئی کیلئے بیتاب رہتے ہیں۔ اور جو خدا کی ادنیٰ سی مخلوق کی دل آزاری بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لیکن ہماری کیفیت اس کے برعکس ہے۔ ہم اپنے بھائیوں کی ذلت و تباہی کے درپے رہتے ہیں۔ کسی کی فارغ البالی دیکھ نہیں سکتے۔ اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے ذرائع کی تلاش میں عبادت و ریاضت خیال کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سلطنت کی قیمت

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔ کہ ایکدن ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے پاس گئے خلیفہ کو پیاس لگی۔ پانی مانگا۔ پینے کو تھا کہ ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ امیرالمومنین ذرا ٹھہر جائیے۔ پہلے یہ بتائیے کہ اگر پانی آپ کو نہ ملے تو شدتِ پیاس میں آپ ایک پیالہ پانی کا کس قیمت تک خرید سکتے ہیں۔ ہارون نے کہا نصف سلطنت دے کر بھی لے لونگا۔ ابن سماک رح نے کہا آپ پی لیجئے۔ جب وہ پی چکا تو پھر کہا کہ اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اس کے نکلوانے کے عوض آپ کیا خرچ کریں گے۔ خلیفہ نے کہا باقی تمام سلطنت دینے پر راضی ہوجاؤنگا۔ ابن سماک رح نے فرمایا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک گھونٹ پانی اور چند قطرے پیشاب کی قیمت رکھتا ہے۔ پس اس پر کبھی تکبر نہ کیجئے۔ اور جہاں تک ہو سکے لوگوں سے نیک سلوک کیجئے۔

ابن سماک رح کی اس نصیحت کا ہارون پر بڑا اثر ہوا اور وہ دیر تک روتا رہا۔

(صفحہ ۱ سے آگے) کے استفادہ سے محروم ہیں۔ یہ عین حقیقت ہے۔ کہ انفرادی مساعی ایسے مراحل کے عبور میں بروئے کار نہیں آیا کرتیں۔ لہذا متفقہ قوت کے حصول کے لئے قومی جماعت کی جانب رجوع کرنا چاہیئے۔ امرتسر میں گذشتہ بارہ برس سے "ندوۃ القریش" سادات قریش کی ایک مرکزی جماعت موجود ہے۔ جس نے قریشیوں کے لئے سنہ ۱۹۳۳ء میں گورنمنٹ سے حقوق زراعت حاصل کئے۔ اور بیسیوں تشنہ کاموں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور قومی خدمات بوجہ احسن انجام دے رہی ہے۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی، عباسی اور علوی قریشیوں کو اس جماعت کے رشتہ اتحاد میں منسلک ہو جانا چاہیئے۔

قوتِ عمل

(از حضرت ابوالبرکات مولانا سید محمد فضل شاہ سجادہ نشین جلالپور)

گذشتہ سلاطین کے تیار کردہ فلک بوس قلعے اور سربلند عمارتیں صدیوں کے پہلے تمدّن کے آثار قدیمہ، قابل اور فاضل اہل علم کی تصنیف کردہ کتابیں ان کے قائم کردہ نظریئے ان کے پیدا کردہ اصول کار اور طریقے جن کو مزید عملی رنگ دے کر آج یورپ معراج کمال تک پہنچنے کا مدعی ہو رہا ہے۔ در اصل حضرت انسان کے وہ باقیات الصالحات ہیں۔ جو اسکی پُرجوش مسلسل انتھک اور پیہم مساعی جمیلہ کا بدیہی ثبوت ہیں۔ عمل اور صرف عمل کی کمی، بیشی قلت و کثرت اور قوت و ضعف سے قومیں بنیں اور بگڑیں، کمال ارتقا تک جا پہنچیں اور قعر گمنامی میں جا گریں۔ اور یہ عمل ہی کی کارروائی تھی کہ عرب کے بدوی باوجود ہر طرح کی ظاہری بے سرو سامانی اور بے مائگی کے اُس زمانہ کی بہترین متمدّن سلطنتوں سے دست و گریباں ہو گئے اور اپنی زبردست قوت ارادی اور بے مثال جوشِ عمل کے اسلحہ سے مسلح ہو کر آرام طلب اور عیش پرست اقوام کو شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اُتار گئے۔

دیگر مذاہب کی تعلیمات کے متعلق ہم کوئی قطعی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ لیکن اسلام کی تعلیم تو انسان کو یہی سکھاتی ہے کہ اس کی ساری زندگی عمل کا ایک شاندار مظاہرہ جدّ و جہد کا ایک محیّر العقول منظر اور سعی پیہم کا ایک حیرت زا و استعجاب انگیز نظارہ ہے۔

عقیدہ بلا عمل اور عمل بلا عقیدہ

قرآن حکیم کی تعلیم کا لب لباب، خدائی ارشادات کا ماحصل اور حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ یہی ہے کہ انسانوں کا وہی غافل گروہ جو بے عملی، بدعملی، بدنظمی، اور خود فراموشی جیسے مہلک اور خطرناک امراض میں مبتلا تھا۔ اسے اس کی خلقت اور پیدائش کی غرض و غائت سے واقف کرتے ہوئے ایک ایسی شاہراہ عمل پر لگا دیا گیا۔ ایک ایسے مکمل اور مفید دستور العمل سے روشناس کرا دیا گیا۔ جس پر چل کر، جسے اپنا نصب العین بنا کر وہ نہ صرف آخرت کے لذائذ و نعم سے بہرہ اندوز ہو سکیگا۔ بلکہ دُنیا میں بھی اپنے ایام حیات نہائت آرام و اطمینان، فراغت و دلجمعی عزت و آبرو سے بسر کر سکیگا۔ اس ساری کامیابی و کامرانی اور فوز کونینی و فلاح دارینی کا راز عمل اور صرف عمل میں مرکوز و مضمر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات میں ایک اور شئے بھی ہے۔ جسے اصلاً عمل پر تقدم حاصل ہے۔ اور وہ اعتقاد و اذعان ہے۔ لیکن جس طرح کہ ایک بدعقیدہ شخص کا عمل بالخصوص جبکہ اس کا تعلق عبادات سے ہو قابل اعتنا نہیں ہوا کرتا اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اسی طرح نفس اعتقاد جبکہ وہ ایک تخیل سے نکل کر عملی جامہ نہ پہن لے بالکل بے حقیقت اور ہیچ میرز ہے۔

عبادات و معاملات

اب ہم عمل کی مزید تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ اور افراط و تفریط میں پڑے ہوئے دونوں فرقوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ جب تک تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنے مقاصد کو متحد اور یکجا کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ تب تک اس کے سوا چارہ نہیں کہ تم پر تنگ دلی اور غلط فہمی کا بجا الزام لگایا جائے۔ تمہارے یکطرفہ فیصلے کم از کم ایک صحیح دل اور دماغ رکھنے والے کے نزدیک ناقابل قبول بلکہ قابل تنفر رہیں گے۔ موجودہ زمانہ کے خیالات کا اگر تجزیہ و تقسیم کی جائے تو دو قسم کے عقائد رکھنے والے لوگ نظر آئیں گے۔ ایک وہ جن کے خیال میں عمل سے مقصود عبادات اور صرف عبادات ہیں۔ اور اگر ایک مسلمان پانچ وقتہ نماز پڑھ لے۔ رمضان شریف کے روزے رکھ لے، اہل نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ دے دے۔ اور صاحب استطاعت ہونے کی حالت میں فریضہ حج بیت اللہ ادا کر آئے۔ تو بس جنت اس کے لئے ہے۔ اور وہ جنت کیلئے۔ ان کے علاوہ معاملات اور حقوق العباد میں تو وہ آزاد مطلق ہے خواہ لوگوں سے اس کا برتاؤ کتنا ہی خراب ہو۔ سوسائٹی والے اس کی ناشائستہ حرکات اور کمینہ خصائل سے کتنے ہی تنگ کیوں نہ ہوں۔ اور اپنے رشتہ داروں بلکہ یتیموں تک کے حقوق اس نے کتنی ہی بیدردی سے غصب کر رکھے ہوں۔ مگر پھر بھی اس کا خیال ہے کہ عبادات میں انہماک اُسے ان تمام برائیوں اور بدسلوکیوں کی پاداش سے محفوظ رکھنے کا ضامن ہے۔ دوسرا فرقہ ان انگریزی خواں اور سائنس کی عینک لگا کر مذہب کو مطالعہ کرنے والے مسلمانوں کا ہے۔ جو عبادات کو بالکل ثانوی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔ اور نماز و روزہ ان کے نزدیک ایک شغل بیکاری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عبادات میں پڑ کر مسجدوں اور خانقاہوں میں بیٹھ بیٹھ کر مسلمان نکمے اور آرام پسند ہو چکے ہیں۔ اور ایک عملی کام کرنے والی جماعت کیلئے اس قسم کے شاغل زنجیر پا ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق عمل سے مراد تحصیل علوم و فنون۔ کسب صنعت و حرفت اور مشغولیت تجارت و زراعت ہے۔ اور موجودہ طاقتیں جو لوگ صحیح راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور جن کی زندگی عملی زندگی کہلا سکتی ہے وہ یورپ والے ہیں۔ مسلمانوں کی بدعملی اس لحاظ سے نہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتے یا رمضان المبارک کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ سائنس اور طبیعات کی طرف راغب نہیں ہوتے اور عام تدبّر و بے عملی کی وجہ سے ان کے دماغ ایجادات و اختراعات کے قابل نہیں رہے

اسلامی عمل کیا ہے

جہاں تک ہم نے اسلام کی مطابق عقل سلیم سے تعلیم پر غور و فکر کیا ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ عمل نام ہے۔ عبادات اور معاملات کے مجموعہ کا اور جس طرح کہ بدمعاملہ زاہد لائق نفریں ہے اسی طرح ایک بے دین فلاسفر قابل نفرت ہے اسلام کے پاکیزہ اصول کو ایک شاعر نے حضور خواجہ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اس ایک شعر میں بہترین طریقے پر بیان کر دیا ہے ؎

اودھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

یعنی مسلمان ایک طرف اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ ہے۔ جو اس حقیقی آقا کی خدمت کا حق ادا کرے۔ دوسری طرف مخلوق خدا سے بھی اس کے تعلقات ایسے خوشگوار ہوں کہ کسی کو اس پر جائز حرف گیری و نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکے ایک وقت اگر وہ اپنے منعم حقیقی اور مہربان خدا کی حمد وثنا اور تحمید و تقدیس میں رطب اللسان نظر آتا ہو۔ تو دوسرے وقت الکاسب حبیب اللہ کے مطابق وہ خدا کی دوستی کا فخر حاصل کرنے کی خاطر کھیت میں ہل چلا رہا ہو۔ اور محنت و مزدوری کر رہا ہو۔ اور خدا کے فضل (تجارت) کے ابتغا میں مصروف کار رہو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب اصحاب صُفّہ کی ترجمانی کرتے ہوئے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عرضداشت پیش کی۔ کہ یا تو انہیں باہر جنگلوں میں چلے جانے اور دُنیا اور اس کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینے کی اجازت دی جائے۔ اور یا اپنے آپ کو نامرد بنا لینے اور خصی ہو جانے سے منع نہ فرمایا جائے۔ تو جواب ملا کہ یہ کیا کمال ہے۔ کہ تم گناہ پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔ کمال تو یہ ہے کہ قدرت گناہ کے باوجود اور دُنیاوی دلکشیوں اور رغبتوں کے ہوتے ہوئے تم خدائے جبّار و قہار کے خوف وہراس سے اپنے دامن کو معاصی و کبائر سے ملوّث نہ ہونے دو۔

مقصد یہ ہے۔ کہ دُنیا میں بھی رہو۔ دُنیا کے کام بھی کرو بیوی بچوں سے بھی محبت کرو۔ تحصیل علم کی خاطر چین تک بھی چلے جاؤ۔ سائنس اور فلسفہ کی تلاش میں یورپ کی کوچہ گردی بھی کرو۔ تجارت کیلئے افریقہ اور امریکہ تک بھی جا پہنچو لیکن جہاں رہو جس حالت میں رہو اپنے خدا کو مت بھولو اپنے دین کو مت فراموش کرو۔ اور اپنے سارے جہان سے پیارے نبی (فداہ ابی و امی) کی یاد ہر وقت دل میں تازہ رکھو۔

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دراصل ایک چیز کے دو اجزا کو جن کے امتزاج اور اختلاط ہی سے اس کی رعنائی و زیبائی بلکہ اس کی ہستی قائم ہو علیحدہ علیحدہ کر دینا اور پھر الگ الگ حصّوں سے وہ توقعات وابستہ کرنا جو بحیثیت مجموعی اس سے پوری ہو کرتی تھیں۔ پرلے درجے کی حماقت اور نادانی ہے عمل سے مقصود عبادات اور معاملات دونوں ہیں۔ اور جہاں ایک تارک صوم و صلوٰۃ بدعمل کہلا سکتا ہے۔ وہاں ایک بدمعاملگی کرنے والا بھی نیک عمل نہیں رہ سکتا۔ اور مسلمانوں کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اول تو ان کے بداعمال لوگوں میں ایسے افراد کی کثرت ہے۔ جو بے دین بھی ہیں اور بدمعاملہ بھی۔ اگر کہیں کسی نے نماز، روزہ شروع کر دیا۔ تو حقوق العباد کی پرواہ نہیں۔ اور ایک پروفیسر کیلئے مذہبی رسوم کی ادائیگی فیشن کے خلاف ہے۔ فتدبّروا انما۔

قرون اولیٰ کے مسلمان

حالانکہ قرون اولیٰ کے مسلمان اگر کہیں باہر تجارت کی غرض سے بھی جاتے تھے۔ تو ان کے جاذب و دلکش طریق عبادت و اثابت بہترین سیرت اعلیٰ کیرکٹر ایک طرح تبلیغی فرض بھی ساتھ ساتھ ادا کرنے کا ذریعہ بن جاتے تھے۔ اور اگر آج چین۔ جاوا۔ سماٹرا اور فلپائن میں مسلمانوں کی

تعداد لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ تو یہ کس کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ان عملی زندگی رکھنے والے اسلامی تعلیم کے زندہ نمونوں اور دینی خدمت کے علمبرداروں کی مساعی جمیلہ کا جو ان ممالک میں تجارت کی خاطر یا صنعت و حرفت کی خاطر گئے۔ مگر علاوہ ظاہری فوائد اور منافع کے یہ اخروی ثواب بھی حاصل کرتے آئے کہ اسلام کے جس نور ہدایت نے فاران کی چوٹیوں کو منور کیا تھا۔ اس کی ایک جھلک ان لوگوں کے ذریعہ چین و جاپان تک جا پہنچی۔ ایک کرن یورپ کے ظلمتکدہ پر ڈال دی گئی۔ اور ایک دلکش نظارہ افریقہ کے حبشیوں نے دیکھ لیا۔ ہمارے بعض متعصب مورخین جو ہندوستان میں اسلام کے استحکام کو محمد بن قاسم محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری۔ اور اورنگ زیب عالمگیر و امثالہم کا شرمندۂ احسان قرار دیتے ہیں سخت مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ یہ درست ہے کہ عرب کی وہ تیغ دو دم جس نے سلطنت روما کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور ساسانی اقبال کو نیست و نابود کر دیا تو جوانان عرب کے ہاتھوں سے نکل کر بہادر ترکوں کے ہاتھ آئی۔ اور ہندوستان میں کئی بار چمکی اور بہاں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک فاتح قوم مفتوح اقوام کے اجسام پر تو بزور شمشیر قابض ہو سکتی ہے۔ مگر ان کے قلوب و ارواح پر قبضہ و اقتدار مشکل ہوا کرتا ہے۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام

مگر ہندوستان میں اشاعت اسلام مسلم فاتحین و قائدین کے ذریعہ سے ہوئی ہوئی۔ تو سلطنت مغلیہ کے زوال پذیر ہونے اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو جانے پر وہ کونسی رکاوٹ تھی۔ جو مجبور و مقہور باشندگان کو ترک اسلام سے روکتی رہی یا آج جبکہ مذہبی آزادی کا زمانہ اور "انا الحق کہو اور سولی نہ پاؤ" کا وقت ہے۔ ہندوستان کے سینکڑوں اور ہزاروں نومسلم خاندان اپنا پہلا مذہب کیوں اختیار نہیں کر لیتے۔ جو ان کے باپ دادوں سے تلوار کے زور سے چھڑایا گیا تھا؟

انگریزوں کو ہندوستان پر قابض ہوئے اب ایک صدی کے قریب زمانہ گذر چکا ہے۔ لیکن سوائے نیچ اقوام اور ان مذہب قبائل کے کتنے ہندو اور کتنے مسلمان مسیحی مبلغین کی ان تھک کوششوں اور کروڑوں روپیہ پراپیگنڈے پر صرف کر دینے سے عیسائیت میں شامل ہوئے ہیں۔

خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ

پھر وہ کونسی کارفرما طاقت، کونسی زبردست کشش اور کونسا مقناطیسی اثر تھا۔ جس نے خالص آرین نسل کے ہندوستانی باشندوں کو تبدیل مذہب پر آمادہ کر دیا تھا۔ اور آج ان میں سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اشخاص اسلام کے حلقہ بگوش نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تبدیلی عمل اور صرف عمل کے ذریعہ سے معرض ظہور میں آئی۔ چند عملی نمونے قدرت نے پیدا کر دیئے۔ جن کو دیکھ دیکھ کر لوگ خود بخود بلا جبر و اکراہ ان کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ اور جہاں محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلواریں کند ثابت ہوئیں۔ وہاں ایک درویش کی تسبیح کام کر گئی ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ہماری مراد سلطان الہند شیخ المشائخ خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔ جن کے قدوم میمنت لزوم سے ظلمتکدۂ ہند میں نور اسلام چمکا شمع ہدایت روشن ہوئی۔ اور آفتاب توحید کی کرنوں نے ضیا پاشی ہو کر صدیوں کی تاریکی اور اندھیرے کو کافور کر دیا۔ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ کے پاس نہ تلوار تھی نہ بندوق، نہ توپ تھی نہ تفنگ، نہ ہوائی جہاز تھے نہ ڈریڈ ناٹ، نہ متحرک فولادی قلعے تھے، نہ مشین گنیں۔ بس ایک ہی حربہ تھا، ایک ہی ہتھیار تھا، ایک ہی اوزار تھا جس کے استعمال سے مخالفین کی تمام ہمتیں شکست کھا گئیں تمام حوصلے پست ہو گئے۔ اور مغلوب و مفتوح ہو کر انہوں نے اپنے تمام آلاتِ حرب اس فاتح اعظم کے مبارک قدموں میں ڈال دیئے۔ اس حربہ کا نام "عملی زندگی" ہے۔ اس ہتھیار کا نام "عملی حیات" ہے۔ اور اس اوزار کا نام "عملی نمونہ" ہے جس کا استعمال ترک کر دینے، جسے طاقِ نسیان پر رکھ دینے اور جس کے عوض دوسرے نکمے اور فضول اسلحہ سے کام لینے کی وجہ سے آج مسلمان وقف رحم اغیار ہو رہے ہیں۔ نہ ان کا رعب باقی ہے نہ اقتدار، نہ ہیبت ہے نہ وقار، نہ عزت و شرافت نہ قدر و قیمت۔

فقدان عمل

عمل کی نعمت عظمیٰ کلیتہً ان کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے ان کی عبادت میں خلوص نہیں، ان کے معاملات نادرست ہیں۔ ایک طرف اگر وہ احسان فراموش ہو چکے ہیں۔ تو دوسری طرف خائن و غدار ہیں۔ اگر ان کا خدا، ان کا مالک ان کی بدعملیوں اور عدول حکمیوں سے ناراض ہو کر انہیں اپنی شہنشاہیت سے خارج کر چکا ہے۔ تو دوسری طرف مخلوق خدا اُن سے متنفر ہے۔ اور اُن کے سایہ سے دُور بھاگ رہی ہے۔

(صفحہ ۲۲ سے آگے) یہ نہیں کہ فن قوم کی ہمت پست ہو گئی تھی یا اس کی قومی حمیت میں کمزوری آگئی تھی۔ وجہ صرف یہ ہوئی۔ کہ روس کی لامتناہی قوت کا مقابلہ فنوں کے لئے زیادہ دیر تک غیر ممکن تھا۔

فن قوم کو جرمنی کی طرف سے امداد نہیں مل سکتی تھی ناروے اور سویڈن کو جو کچھ کرنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے نہ کیا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک فن لینڈ کیلئے امدادی فوج کو گذر کا حق دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ برطانیہ اور فرانس نے سامانِ جنگ کی امداد میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ آخر میں وہ فوج بھیجنے کے لئے بھی تیار ہو گئے تھے۔ حالانکہ فوج کو فن لینڈ پہنچانا آسان نہ تھا۔ بلکہ ناروے کے ساحل کے ساتھ ساتھ دو ہزار میل کا چکر کاٹنا لازم تھا۔ اور ایک اجنبی ملک میں دو ہزار میل کے فاصلے پر سے موثر فوجی امداد سہل نہ تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک مصیبت زدہ قوم کے حق آزادی کی حفاظت میں اعانت و دستگیری کیلئے فرانس و برطانیہ اور کیا کر سکتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فن لینڈ کو اپنے پڑوسیوں یعنی سویڈن اور ناروے کی دورخی پالیسی کی بنا پر اتحادیوں کی مشکلات کا پورا احساس ہو گیا تھا۔ اور اس نے پسند نہ کیا۔ کہ فرانس و برطانیہ پر کوئی گراں بہا ذمہ داری ڈالی جائے جس کو وہ بطریق احسن بآسانی پورا نہ کر سکیں۔

واقعات وحوادث

بالشویزم کے خلاف مسلم محاذ!

بمبئی کرانیکل کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ مشرق میں بالشویزم کے خلاف ایک اسلامی محاذ قائم ہونیکے امکانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں بہت اہم گفت وشنید ہو رہی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ فوجی تیاریاں بھی بہت وسیع پیمانہ پر جاری ہیں۔ اس گفت وشنید کا تعلق صرف مشرق وسطیٰ میں ایک اسلامی محاذ قائم کرنے ہی سے نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے مسائل بھی زیر بحث ہیں۔ جن کا تعلق ہندوستان کے مسلمانوں سے اور نیز برطانوی حکومت اور مسلم لیگ کے تعلقات سے بھی ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے کہ باوجودیکہ برطانوی نقطہ نظر کے مطابق یہ گفت وشنید قابل اطمینان طریقہ سے جاری ہے۔ لیکن ابھی مسئلہ خلافت کے متعلق کوئی تصفیہ نہیں ہوا ہے۔ اور نہ یہ بات طے ہوئی ہے۔ کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے۔ بظاہر تو شاہ فاروق سب سے زیادہ اس عہد کیلئے موزوں ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی دوسرے اسلامی ممالک سے اس امر کا کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا ہے

صدر جمہوریہ ترکیہ کا مستحسن اقدام

غازی عصمت انونو صدر جمہوریہ ترکیہ اپنی مملکت کو عروج وارتقاء کی منازل کی جانب بہ سرعت تمام لے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے اپنے قلمرو میں ایک اعلان شائع کرایا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل ہدایات ہیں۔

۱۔ عربی زبان کی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ جاری کیا جائے اور اعلیٰ مدارس میں عربی زبان کو لازمی قرار دیا جائے۔

۲۔ قرآن شریف کی تعلیم اور اس پر غور کرنے کیلئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں کی جائیں۔

۳۔ ابتدائی مدارس میں سیرت نبوی کی تعلیم طلبہ کیلئے جاری کی جائے۔ اور عربی کتب تراجم کئے جائیں۔

غازی موصوف کی مساعی اور توجہ سے امید کی جاتی ہے۔ کہ جمہوریہ ترکیہ دنیا کے ترقی پذیرفتہ ممالک میں بلند و بالا حیثیت حاصل کریگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان کے شامل حال رہے۔ آمین!

مصر

۱۱۔ فروری کو تمام مصر میں جلالتہ الملک شاہ فاروق کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ اور مساجد میں آپ کیلئے دعا کی گئی۔ ان چینی مسلمانوں نے جو جامع ازہر میں تعلیم پاتے ہیں۔ جلالتہ الملک کا شکریہ تمام مسلمانان چین کی طرف سے ادا کیا ہے۔ کہ جلالتہ الملک کی توجہ شاہانہ سے چین میں اسلامی علوم کی اشاعت ہو رہی ہے۔ اور چینی طلبہ آپ کے ذاتی عطیات سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اناطولیہ کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے مصر کے شاہی خاندان نے الماس کے ۲۲ قطع چندہ میں دئیے ہیں

جلالتہ الملک کے ماسوا ملکہ نازلی نے نہائت قیمتی الماس کی پیشکش کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی شاہی خاندان امدادی فنڈ میں نقد رقوم دے چکا ہے۔

عراق

وزیراعظم عراق کا ایک بیان مظہر ہے۔ کہ حکومت عراق فوجی سرگرمیوں میں ۲۵ لاکھ پونڈ خرچ کر رہی ہے افواج کیلئے جدید آلاتِ حرب اور سامان جنگ پیدا کیا ہے۔ جنگی طیاروں کے لئے امریکہ کے اسلحہ ساز کارخانوں کو آرڈر دیا گیا ہے۔

فرانس اور ٹرکی

ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ شام کے متعلق ٹرکی اور فرانس کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پا چکا ہے۔ اور شرائط پر عمل شروع ہوگیا ہے۔

یمن و برطانیہ

معلوم ہوا ہے کہ یمنی و برطانی معاہدے کی میعاد میں توسیع ہو گئی ہے۔ حکومت برطانیہ نے حکومت یمن کو باغی و نافرمان قبائل کو سزا دینے کی اجازت دیدی ہے۔

دنیائے مشرق

مشرق ادنیٰ میں حکومت برطانیہ نے فلسطین اور دیگر ممالک کے عربوں اور مسلمانوں کی تالیف قلوب کیلئے اپنے ایک وعدہ کا ایفا کرتے ہوئے فلسطین میں قانون انتقال اراضی نافذ کردیا ہے۔ جس سے غریب عربوں کی زمینیں سرمایہ دار یہودیوں کے ہاتھ بکنے سے کسی قدر محفوظ ہو جائیں گی۔ روس کے عزائم کے پیش نظر حکومت برطانیہ نے مصر فلسطین اور مشرق ادنےٰ کے دیگر مقامات پر اپنی فوجیں جمع کرلی ہیں۔ اور ترکی میں بھی اسی خطرہ کے پیش نظر دفاعی سرگرمیاں زوروں پر نظر آرہی ہیں۔ ایران و افغانستان کی شمالی سرحدات پر حکومت روس کی نیم جنگی سرگرمیوں کی خبریں بھی مشہور ہو رہی ہیں جنہیں سردست کسی قسم کی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن روسی اقدام کے امکانات کی افواہیں سرحد آزاد کے قبائل کے کانوں تک بھی پہنچ چکی ہے چنانچہ آفریدی قبائل نے ایک جرگہ منعقد کرکے حکومت ہند کو یقین دلایا ہے۔ کہ اگر روس نے حملہ کیا۔ تو سرحد آزاد کے قبائل روس کے منکرین خدا سے اپنے اسلحہ کے ساتھ جنگ کریں گے اور حکومت برطانیہ کا ساتھ دیں گے۔ اُس طرف والئے شرق اردن نے بھی عربوں کو تلقین کی ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں کی حفاظت کیلئے برطانی افواج کے دوش بدوش ہوکر دشمن سے لڑیں۔ بشرق اقصیٰ میں جاپان خاموشی اور اطمینان کے ساتھ اپنا کام کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے عسکری قبضہ کے زیر اثر چین میں ایک برائے نام "قومی حکومت" قائم کرنے کا اعلان بھی کر دیا ہے۔

ہندوستان و پنجاب

ہندوستان کی فضا میں کانگریس کی اس دھمکی پر چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں، جو اس نے سول نافرمانی کا معرکہ شروع کرنے کے متعلق دی ہے۔ حکومت کے دوائر سردست اس تہدید سے متاثر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے پیش نظر تمام صوبوں کی پولیس کے انسپکٹر جنرل صاحبان کا ایک اجتماع نئی دہلی میں ہو رہا ہے جس میں سول نافرمانی اور بدامنی سے عہدہ برآ ہونے کے ذرائع پر غور کیا جائیگا۔ اس دھمکی کے ساتھ ہی کانگرسی لیڈر حکومت سے صلح کرنے کیلئے بھی بیتاب نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اب مسٹر ستیہ مورتی نے وائسرائے سے ملاقات کرکے صلح کی راہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کی ہے۔

پنجاب میں نیم عسکری جماعتوں پر پابندیاں عائد ہو جانے کے باعث فضا کسی قدر خطرات و احتمالات سے پر نظر آ رہی ہے حکومت اور عوام بڑی بے تابی سے اس انتظار میں ہیں۔ کہ دیکھیں ان فوجی جمعیتوں کے قائدین ان پابندیوں کے سلسلہ میں کیا روش اختیار کرتے ہیں۔

لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا شاندار اجلاس مارچ کے آخری عشرہ میں دھوم دھام سے ہونے والا ہے۔ ٹرکی، مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ کے نمائندگان شامل ہو رہے ہیں۔ اسلامی شوکت کا یہ ایک شاندار مظاہرہ ہوگا۔

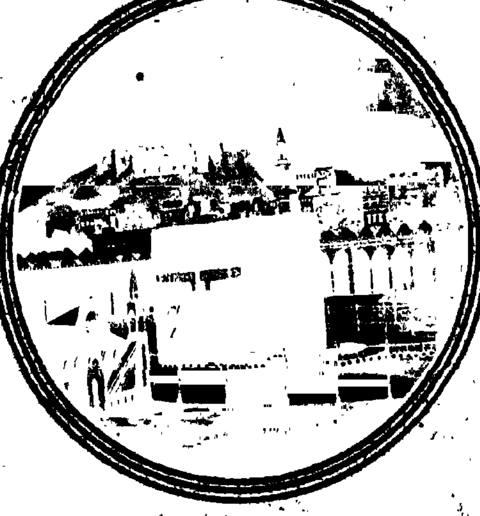
جنگ

یورپ میں جنگ شروع ہوئے چھ مہینہ گذر چکے۔ ابتداً جرمنی اور پولینڈ متصادم ہوئے تھے۔ لیکن بعد میں اتحادیوں یعنی برطانیہ اور فرانس نے بھی جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جن کے ساتھ برطانوی و فرانسیسی مقبوضات بھی شریک ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد روس اور فن لینڈ میں بھی چھڑ گئی جس میں فن لینڈ کی طرف سے امریکہ، سویڈن، ناروے، ڈنمارک، برطانیہ فرانس اور اطالیہ نے بھی بالواسطہ حصہ لینا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس وقت ہالینڈ، بلجیم، سوئٹزرلینڈ، یونان، ریاستہائے بلقان لیٹویا، اسٹونیا، لتھونیا اور ٹرکی جنگ میں شریک نہیں ہیں لیکن جنگی تیاریوں یا دفاعی کارروائیوں میں لڑنے والے ممالک ہی کی طرح مصروف ہیں۔ گویا صورت حال یہ ہے۔ کہ یورپ کے چپے چپے پر بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ہر جگہ فوجی قوت اور اس کے متعلقات کا دور دورہ ہے۔ جہاں تک روس اور فن لینڈ کی جنگ کا تعلق ہے وہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکیگی۔ یا تو روس سرزمین فن لینڈ پر بلا شرکت غیرے قابض ہو جائیگا یا باہمی صلح و مفاہمت جس کی سلسلہ جنبانی ہو چکی ہے۔ شمالی یورپ کے سلسلہ جنگ کو منقطع کر دیگی۔ روس اور فن لینڈ کے مابین صلح کے امکانات قوی نظر آ رہے ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ روس تقریباً ان تمام علاقوں پر قابض ہو چکا ہے۔ جو اس کے مطالبات میں شامل تھے۔ دوسرے فن لینڈ کی قوت روس کے مقابلہ میں جواب دے چکی ہے۔ اور تیسرے ریاستہائے بالٹک جرمنی اور اطالیہ اس صلح کے لئے کوشاں ہیں۔ مگر جرمنی اور اتحادیوں کے مابین جو جنگ جاری ہے وہ سابقہ جنگ عظیم کے طریقوں سے بالکل مختلف انداز پر لڑی جا رہی ہے اور اس کے ختم ہونے کے فی الحال آثار نظر نہیں آتے۔ یہ صحیح ہے کہ امریکہ کے دفتر خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر مسٹر سمنر ویلز اسی غرض کیلئے یورپ کا دورہ کر رہے ہیں۔ لیکن متصادم قوتوں کے مطالبات یا شرائط صلح اسقدر متضاد ہیں۔ کہ کسی مفاہمت کا ہو جانا فی الحال ممکن نہیں ہے۔

موسم بہار کے آغاز سے قبل یہ اعلانات مسلسل کئے جا رہے تھے کہ مارچ کے شروع میں لڑائی زور شور سے شروع ہو جائیگی لیکن ابھی تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور نہ مستقبل قریب میں ایسا ہو جانے کی امید ہے۔ سیگفریڈ اور میشیرنو لائنوں نے بری حملوں کے امکانات تو تقریباً ختم کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی لائن کو بھی بے انتہا نقصان اٹھائے بغیر نہیں توڑا جا سکتا۔ البتہ فضائی حملوں کے لئے میدان صاف ہے لیکن دونوں طرف کے ماہرین اقرار کرتے ہیں۔ کہ فضائی حملوں سے کامیاب محافظت غیر ممکن ہے۔ اب صرف بحری لڑائی رہ جاتی ہے۔ جو اپنی مقررہ رفتار سے اب بھی جاری ہے۔ کئی جہاز تباہ ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں مستقبل کی خبر خدا جانے

وزیر ہند پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر الفریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ ایڈیٹر محمد علی رونق

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

ایڈیٹر: محسن القوم محمد علی رونق

Regd. L. No. 1474

"AL QURAISH"



Dr. Mahboob-i-Alam. Quraishi. Ludhianvi. Dentist
Member The Nadwat ul quraish, and Anjuman Quraishian
Punjab.

قیمت سالانہ ۔۔۔
روساسے ۔۔۔
عام صنعت سے ۔۔۔

فہرست مضامین القریش امرتسر

غیر ستطیع طلباسے عہ
نمونہ کا پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۔

جلد ۲۷ مطبوعہ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۵۹ھ نمبر ۴

یاد دہانی } جن احباب کی خدمت میں یہ پرچہ نمونتہً حاضر ہو رہا ہے۔ وہ مہربانی کر کے بواپسی ڈاک منشائے خریداری وعدم خریداری سے مطلع کر کے مشکور کریں۔

۳۰۔ اپریل تک } رعایتی اعلان مندرجہ القریش مطبوعہ مارچ صفحہ ۴ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ علمدوست حضرات کے مفاد کے پیش نظر میعاد میں ۳۰ر اپریل تک توسیع کر دی ہے۔

نوٹ :۔ ڈاکٹر قریشی محبوب عالم صاحب لدھیانوی کا فوٹو ناقص چھپنے کی وجہ سے مکرر شائع ہو رہا ہے

(مینجر)

دولتِ عباسیہ بہاولپور

کے محکمہ تعلیم کی معارف نوازی

سرکاری مدارس میں القریش کا اجراء

خدائے قادر و توانا عزاسمہ و سبحانہ کے فضل و کرم اور سلطان ابن سلطان، خاقان زمان، سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس شہریار دکن خلد اللہ ملکہ الشرف و القدر کے تعطفات خسروانہ سے "القریش" کو یوم اجراء ہی سے دولت آصفیہ میں شرف قبولیت حاصل ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ القریش کی تمام قومی و ملی خدمات اعلحضرت جہاں پناہ کے بذل کرم ہی کی رہین احسان ہیں۔ بہی خواہان القریش اور دردمندان قوم یہ سنکر مسرور و شاد کام ہوں گے کہ یہ شرف اب سے دولت عباسیہ میں بھی بحکم ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء نمبری ۴۴۴ حاصل ہو گیا ہے۔

نقل نمبری ۴۴۴

از محکمہ تعلیمات بہاولپور

بخدمت مینجر صاحب رسالہ "القریش" امرت سر

بحکم ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء محکمہ ہذا منظوری اجرائے رسالہ "القریش" مدارس ذیل کیلئے ہو چکی ہے اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ لہذا یادداشت ہذا برائے اجرائے رسالہ ارسال بخدمت ہے۔

(دستخط) انسپکٹر آف سکولز بہاولپور گورنمنٹ

اس فرمان کے ذریعہ "القریش" گورنمنٹ بہاولپور کے سرکاری مدارس میں خرید فرمایا گیا ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ۔ اس قدر افزائی و معارف نوازی کیلئے میں سند علوم و فنون عالیجناب میجر شمس الدین صاحب بالقابہ وزیر تعلیم کی خدمت میں بخلوص ہدیہ سپاس و شکر پیش کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ خدائے قادر و توانا دولت عباسیہ کے اولوالعزم تاجدار و حق شناس وزراء کو اپنے حفظ امان میں رکھے۔ آمین۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احقر روئق

اس سلسلہ میں میں جناب مسٹر محمد بقا صاحب انسپکٹر آف سکولز کی توجہ فرمائی کا دلی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

بابتہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء
ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

جلد ۲ ـــــ نمبر ۴

افتتاحیہ

قومی جماعتیں شاہراہ عمل پر!

خدائے تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ وسبحانہٗ کے فضل وکرم سے "القریش" مقبول ہورہا ہے، اس کی ناچیز مساعی کامیاب ہورہی ہیں قوم کے رؤسا، سجادہ نشین، جاگیردار اور دیگر مقتدرین میں اسکی ترتیب وتدوین پر موجودہ سیاسی ماحول اور قومی وملّی ضروریات کے پیش نظر انتہائی پسندیدگی کا اظہار ہورہا ہے۔ ہرطبقہ کی طرف سے خدمات کا عملی اعتراف قابل صد طمانیت ہے۔ الحمدللہ علی احسانہٖ،

اواخر ۱۹۳۹ء تک "ندوۃ القریش" سے ملحق قوم کی ۲۴، اصلاحی جماعتیں قائم ہوچکی تھیں۔ گذشتہ سہ ماہی میں بفضل اللہ تعالیٰ شاہ آباد۔ فیض باغ اور بہاولپور کے بہی خواہان قوم کی توجہ سے تین اور اصلاحی جماعتیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ گویا اب پنجاب اور بیرون پنجاب ۲۷ قومی جماعتیں سرگرم عمل ہیں۔

ان ۲۷ جماعتوں میں سے فیروزپور ڈسٹرکٹ کمیٹی کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ گذشتہ ششماہی سے اس کی کارروائی کی کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ باقی ۲۶ جماعتیں برروئے کار ہیں۔ خداوند کریم ان کا حامی ومددگار ہو۔ آمین!

سندھ وبلوچستان کے مقتدرین قریش جریدۂ "القریش" کو اپنا رہے ہیں۔ اور مکتوبات ومراسلات (مندرجہ تذکرہ برادری) سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان علاقوں میں بھی قومی جماعتوں کے قیام کی فکر میں ہیں، خدا نے چاہا تو مستقبل قریب میں "ندوۃ القریش" کی شاخیں وہاں بھی قائم ہوجائینگی۔

"ندوۃ القریش" سیاسی فضا کی اس تیزروی میں بھی جس متانت وسنجیدگی اور خاموشی کے ساتھ آئینی طور پر اپنے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کرتا ہوا قوم کو مودت ومحبت کی سٹیج پر لانے کیلئے جو عملی ذرائع اختیار کررہا ہے۔ وہ کسی مدحت کے محتاج نہیں۔ دعا ہے کہ خدائے بزرگ واکبر حالات مساعد اور اپنا فضل وکرم شامل حال رکھے۔ اور کارپردازان اور معاونین کرام کو اشتراک عمل کی بیش ازبیش توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

یہ بین حقیقت ہے کہ متحدہ مساعی اور متفقہ کوششوں کے بغیر قومی ضرورتیں بوجہ احسن تکمیل نہیں پاسکتیں، جماعتی نظام ہی میں قومی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اور یہی وہ قوت وطاقت ہے جو کمزوروں اور ناتوانوں کو منزل مقصود کے قرین لے جاکر منصۂ شہود پر جلوہ گر کرسکتی ہے۔ لہٰذا برادران قریش کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں قومی جماعتوں کے قیام کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ اور جماعتی نظام کی تقویت کیلئے ندوۃ القریش کے ممبر بنیں۔ [illegible]

شذرات

سیاسی اداروں کے جلسے

مارچ کے تیسرے ہفتہ میں ہندوستان کی دو سیاسی جماعتوں کے سالانہ اجلاس پورے اہتمام و التزام کے ساتھ منعقد ہوئے۔ "آل انڈیا مسلم لیگ" کا ستائیسواں اجلاس لاہور کے مقام پر منعقد ہوا۔ اور "آل انڈیا نیشنل کانگرس" کا ترپنواں اجلاس رام گڑھ کے مقام پر۔

اول الذکر کی کارروائی مسٹر محمد علی جناح کی صدارت میں معرض عمل میں آئی۔ تو ثانی الذکر کی مولانا ابوالکلام آزاد کی قیادت میں۔

دونوں جماعتیں ہندوستان کی کامل آزادی کے لئے مصروف بجہد ہیں۔ اگرچہ نظریہ اور منتہائے مقصود واحد ہے لیکن طریق کار بالکل جدا جدا۔

مسٹر جناح کے خیالات

اول الذکر جماعت کے صدر مسٹر جناح "متحدہ قومیت" کے قائل نہیں۔ وہ ببانگ دہل کہتے ہیں، کہ

مسلمان ایک جدا قوم ہے۔ کلچر و تہذیب کے لحاظ سے مسلم و ہندو میں بعد المشرقین ہے۔ نہ دونوں آپس میں شادیاں کرتے ہیں۔ نہ اکھٹے کھانا کھاتے ہیں۔ عقائد و خیالات میں تضاد ہے۔ ان کے ہیرو مختلف ہیں۔ اور اکثر دفعہ ایک ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے۔ متحدہ قومیت ایک خواب ہے چونکہ ہندو دوستوں نے اسلام اور ہندوازم کی حقیقی نوعیت سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے یہ غلط فہمی (ایک ہندوستانی قوم) حد سے زیادہ تجاوز کر گئی ہے"

مولانا آزاد کے خیالات

بخلاف اس کے ثانی الذکر جماعت کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد متحدہ قومیت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ

"ہماری زبانیں، ہماری شاعری، ہمارا ادب ہماری معاشرت، ہمارا ذوق، ہمارا لباس، ہمارے رسم و رواج، ہماری زندگی کی بے شمار حقیقتیں، کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جس پر اس مشترک زندگی کی چھاپ نہ لگ سکی ہو"

موازنہ

متحدہ قومیت سے متعلق دونوں جماعتوں کے قائدین کے خیالات ہمارے سامنے ہیں۔ اگر فکر و تدبر اور کامل تجسس سے کام لیا جائے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ حقیقت و اصلیت کس کے ساتھ ہے۔ کیا مسلم و ہندو عقائد و خیالات کے لحاظ اور کلچر و تہذیب کے اعتبار سے اسقدر مشترک ہیں۔ جسقدر مولانا آزاد فرماتے ہیں۔ یا مسٹر جناح کے بیان کے مطابق ان میں تضاد و بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔

تفاوت راہ

مسلمان اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ

کا پابند ہے، وہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ اور نہ کسی کو معبود بناتا ہے۔ یہی وہ خلاصہ ایمان و اسلام ہے جس کی ہر مومن مسلم کو قرآن کریم نے تعلیم دی ہے۔ لیکن

ہندو کروڑوں دیوتاؤں کا پوجاری ہے اور کچھ اختیارات حاصل ہوں تو مدارس میں طلباء کو سرسوتی دیوی کی پوجا، گاندھی جی کی تصویر کی اطاعت کیلئے مجبور کرنے سے بھی نہیں چوکتا، مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ لیکن ہندو "بندے ماترم" ایسے مشرکانہ گیت کو قومی ترانہ قرار دے کر فرزندانِ توحید کو اس کے گانے پر مجبور کرتا ہے۔

مسلمان جس چیز کو حرام سمجھتا ہے۔ ہندو اسے حلال طیب خیال کرتا ہے۔ مسلمان جس چیز کو چھونا تک گوارا نہیں کرتا۔ ہندو کی وہ مرغوب خاطر ہے۔ پھر کس طرح سمجھ لیا جائے کہ اعتقادات وخیالات کے لحاظ سے مسلم وہندو میں کوئی تضاد نہیں۔ اور کوئی گوشہ نہیں جس پر مشترک زندگی کی چھاپ نہ لگ سکی ہو۔

زبان وذوق

رہا زبان، شاعری، ادب، معاشرت، ذوق، لباس اور رسم ورواج کا معاملہ، ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں۔ جو صحیح معنوں میں مشترک ہو۔ زبان اور شاعری کے متعلق تو کانگریس کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی کا طرز عمل عیاں ہے۔ وہ اردو ایسی مشترک زبان کے اس لئے دشمن ہو رہے ہیں۔ کہ یہ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ ادب، معاشرت اور ذوق اسلامی کو تباہ کرنے کے لئے ودیا مندر اور واردھا سکیم ایسی افتراق انگیز باتیں ایجاد کی گئی ہیں۔

لباس ورسوم

اب لیجئے لباس اور رسم ورواج، اس سلسلہ میں دونوں میں اسقدر تفریق ہے کہ کسی صراحت کی ضرورت نہیں۔ شکل وصورت دیکھے بغیر صرف لباس ہی سے بیک نظر ہندو مسلم میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ مسلمان چھوت چھات ایسی بدعتوں سے بالکل بالاتر ہے۔ گویا ع

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اسلامی مساوات

اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں اونچ نیچ کا سوال نہیں۔ ایک نومسلم خواہ وہ چوہڑے چمار ہی سے دائرہ اسلام میں آیا ہو بڑے سے بڑے مفتی وموحد کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے۔ لیکن ہندوازم میں یگانگت کی یہ باتیں مفقود ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہندو، ہندو کے دسترخوان پر کھانا نہیں کھا سکتا۔ رسم ورواج، ذوق ومعاشرت وغیرہم میں سے کوئی چیز بتا دیجئے۔ جو ہندو مسلم میں مشترک ہو، ان کے علاوہ کوئی ایسی سیاسی حقیقتیں ہوں جو سیاسی نگاہوں کے سوا کسی کو دکھائی نہ دے سکتی ہوں تو یہ جدا بات ہے۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

بنیادی اصول

مولانا اپنے خطبۂ صدارت میں فرماتے ہیں۔ کہ "سارے معاملہ کا فیصلہ صرف ایک سوال کے جواب پر موقوف ہے۔ کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان کے آزاد مستقبل کو شک وبے اعتمادی کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ یا خوداعتمادی وہمت کی نظر سے؟

اگر پہلی صورت ہے تو بلا شبہ ہماری راہ بالکل دوسری ہو جاتی ہے۔ وقت کا اعلان، آئندہ کا کوئی وعدہ، دستوراساسی کا تحفظ ہمارے شک اور خوف کا اصلی علاج نہیں ہو سکتا۔ ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ کسی تیسری طاقت کی موجودگی برداشت کریں۔ یہ تیسری طاقت موجود ہے۔ اور اپنی جگہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ اور ہمیں بھی یہی خواہش رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ جگہ نہ چھوڑ سکے۔ لیکن اگر ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہمارے شک اور خوف کی کوئی وجہ نہیں۔ تو پھر ہماری راہ عمل بالکل صاف ہو جاتی ہے۔"

مسٹر جناح نے اپنے خطبہ صدارت میں اس خوش اسلوبی کے ساتھ ان تمام باتوں کی صراحت کی ہے۔ کہ مولانا آزاد کے ہر سوال کا جامع جواب اس میں موجود ہے۔ مسٹر جناح فرماتے ہیں۔ کہ

"ہمیں ماضی کا تلخ تجربہ ہے۔ جن خطرات سے ہم گذر چکے ہیں۔ وہ ابھی تک ہمارے سامنے ہیں۔ ڈھائی سال کے عرصہ میں کانگرسی حکومت سے ہم کئی سبق سیکھ چکے ہیں۔ ہمیں تاریخ سے سبق لینا چاہیئے۔ ہندو اکثریت کی گورنمنٹ "ہندو راج" کے مترادف ہے۔ کانگرس ہائی کمانڈ جس قسم کی ڈیموکریسی کی خواہاں ہے۔ اس سے مراد اس چیز کی مکمل تباہی ہے جو اسلام کو عزیز ہے۔ اور ہم کانگرسی حکومت کا تلخ تجربہ کر چکے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی روحانی، تمدنی، اقتصادی ومجلسی اور سیاسی زندگی میں ترقی کریں۔ لیکن اس طریقہ سے جسے ہم بہتر سمجھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ باعزت اور پرامن سمجھوتہ ہو۔ کسی کی دھمکی ہمیں اپنے مقصد اور منزل سے منحرف نہیں کر سکتی۔"

مسٹر جناح کی تائید

نواح ہند کی ہزاروں نمائندہ جماعتوں کے لاکھوں اشخاص نے قائداعظم کے ان خیالات کو سکون دل کے ساتھ سنا، اطمینان کا اظہار کیا۔ مسرت انگیز فضا میں تالیوں اور زندہ باد کے نعروں کے ساتھ تائید کر کے ہمنوائی و ہم آہنگی کا بیّن ثبوت پیش کر دیا۔ جس سے نہائیت آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کس بات کو پسند کرتی اور اپنے مستقبل کیلئے مفید سمجھتی ہے۔ مسٹر جناح کے ان الفاظ میں مولانا آزاد کے ان سوالات کا جواب موجود ہے اور اس سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ "ہندوستانی مسلمان ہندوستان کے آزاد مستقبل کو شک وبے اعتمادی کی نظروں سے دیکھتے ہیں یا نہیں اور "بلاشبہ ہماری راہ دوسری ہو جاتی ہے" یا نہیں؟

اگر یہ کیفیت ہے اور یقیناً بلا شک وشبہ یہ کیفیت ہے تو تیسری طاقت کی موجودگی وعدم موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی اکثریت اگر مختلف النوع مکاریوں اور حیلہ سازیوں سے غیر محسوس طریق پر اقلیتوں کو ہڑپ کرنے کے منصوبوں سے باز نہیں آتی، تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ (تیسری) طاقت اپنی جگہ نہ چھوڑے۔ اور "ہمیں بھی یہی خواہش رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ جگہ نہ چھوڑ سکے۔"

غیر اسلامی باتیں

مولانا فضل الحق صاحب وزیر بنگال نے اپنی طویل تقریر کے

سلسلہ میں مولانا آزاد کے خطبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میں نہیں کہہ سکتا کہ مولانا آزاد نے یہ باتیں اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے کانگرسی دوستوں کو خوش کرنے کیلئے کہیں یا کیوں کہیں، لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ ایک مسلمان کے منہ سے اس طرح غیر اسلامی باتیں نکلیں؟"

اس کے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ مولانا آزاد پر کانگرسی ساحروں کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ وہ ہر صورت اور ہر حالت میں ان کے خیالات کی تائید و حمایت پر مجبور ہیں۔ وہ **لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق** (بخاری) (جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرمانبرداری نہ کرو) کے نظریہ کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ بندے ماترم کے مشرکانہ گیت کو اپنا چکے ہیں۔

مولانا کا قومی گیت

کانگرس کا بجنوری اخبار "مدینہ" اپنی ۲۵ مارچ کی اشاعت میں بڑے فخر کے ساتھ جلی عنوانات کے تحت اس خبر کو شائع کرتا ہے۔ کہ

"بندے ماترم ہمارا قومی گیت بن چکا ہے۔ امیر الملک مولانا آزاد نے فرمایا۔ کہ قومی گیت کبھی کوئی کمیٹی نہیں بناتی۔ اور بندے ماترم کا گیت ۴۰ برس سے برابر گایا جا رہا ہے۔ اور وہ ہماری قومی جماعت کا لازمی جزو بن گیا ہے۔ اور اس طرح اس نے قومی گیت کی جگہ حاصل کر لی ہے"

جہاں ذہنیت کے مد و جزر کی یہ کیفیت ہو۔ وہاں جو کچھ ہو تھوڑا ہے۔ آہ!

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد • کہ جبریل امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا • پرستد مومن و کافر تراشد
(اقبال)

فخریہ احساس

مولانا فرماتے ہیں کہ:-

"میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں، اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تاریخ اسلام کے علوم و فنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ اسکی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس میں کوئی مداخلت کرے"

خدا کا شکر ہے۔ کہ حضرت مولانا کو فخر کے ساتھ اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہے اور وہ تیرہ سو برس کی شاندار اسلامی روایات میں سے کسی ایک کے چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن آپ کے اس قول اور فعل کا جائزہ اور اس پر منصفانہ فیصلہ ہم آپ ہی پر چھوڑتے ہیں،

آہ! وہ مولانا آزاد جو حکومت اور کانگرس کا تعاون کفر کے مترادف فرمایا کرتے تھے۔ اور جو ہندوؤں سے ملنا خواہ وہ سیاسی مفاد کیلئے ہو یا غیر سیاسی ضرورت کیلئے ضیاع ایمان کے مرادف سمجھتے تھے۔ آج کانگرس کے صدر الصدور ہیں اور

فرزندان توحید کو اس میں شامل ہونے اور گاندھی کی رہنمائی پر کامل بھروسہ کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

آپ نے اپنے صدارتی خطبہ کے اختتام پر غیر مبہم اور واضح الفاظ میں فرمادیا ہے۔ کہ

"ہماری کامیابیوں کا دارومدار تین چیزوں پر ہے
اتحاد، ڈسپلن اور گاندھی جی کی رہنمائی پر اعتماد"

خدا جانے وہ مواعظ حسنہ کن مصلحتوں کی بنا پر پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور آپ کے اس ارشاد پر کوئی شرعی حد قائم ہوتی ہے کہ نہیں۔

کیا اب وہ وقت نہیں آئے گا۔ جب پکارا جائے گا۔

وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَکَاءَکُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ،

اور کیا وہ مبشر و منذر، و رحمۃ للعلمین، وہ محبوب العلمین، وہ سلطان کونین۔ اب بارگاہ رب العزت میں نہیں عرض کرینگے

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الحریۃ فی الاسلام)

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک......... الخ، آہ

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

عجوبہ روزگار وزارت

خان بہادر الٰہی بخش نے لاکھ جتن کیئے، ہزار سر مارا۔ کانگرس کی آستانہ بوسی کی، ممبران اسمبلی کے سامنے جبین نیاز جھکائی۔ مگر مقصد براری نہوئی۔ اور وزارت کی کشتی نہ سنبھل سکی ناچار، مجبوراً آپ علیحدہ ہوئے۔ اب میر بندے علی خاں کو شوق چرّایا۔ خیال تھا کہ آ[illegible] دینگے۔ لیکن یہ خیال بھی وہم ثابت ہوا۔ شوق حکومت اور ذوق جہاں بانی بُری بلا ہے۔ آپ نے اُٹھتے ہی کانگرسی ممبروں سے ملکر سندھ کی وزارتی کشتی میں اس امید پر "نیشلسٹ پارٹی" کی پچر لگادی، کہ آرام سے گذرے گی۔ لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی، پارٹی والوں نے آپ کے سامنے بیش شرطوں سے مربوط ایک زنجیر رکھدی، اور صاف صاف کہدیا۔ کہ یہ زیب تن کر لیجئے ورنہ ہماری راہ دوسری ہوگی۔

میر صاحب نے وزارت کی محبوبہ طناز سے ہمکنار ہونے کیلئے یہ کڑی شرطیں بطیب خاطر قبول کرلیں۔ ان میں سے "مخلوط انتخاب" کی ایک شرط پوری ہوچکی ہے۔ گویا سندھ میں اب میر صاحب کے طفیل مسلم ہندو کو ووٹ دیگا۔ اور ہندو مسلم کو، مخلوط نمائندگی کی صورت میں کشاکشی کے اس دور میں جو نتائج ہونگے۔ وہ کسی صراحت کے محتاج نہیں، باقی ۹ شرطیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہائت عجیب ہیں۔ مثلاً اقلیتوں کے ۴۰ فیصدی حقوق پورے کرو۔ زمینداروں، کسانوں، پنچائتوں کے ممبروں کو ایک مہینہ کے اندر اندر بندوق کے لائسنس دو۔ سکھر کے مصیبت زدوں کو معاوضہ دو۔ مضافات میں زائد پولیس متعین کرو۔ اور اس میں اقلیتوں کی ۴۰ فیصدی نمائندگی پوری کرو۔ ایک ٹربیونل مقرر کرو۔ جو یہ بتائے کہ سکھر کی منزل گاہ کا ایک مینار مسجد ہے یا نہیں، وغیرہ، میر صاحب شرائط کی تکمیل میں مصروف ہیں اور ماشاءاللہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اسی ذوق میں آپ نے پچھلے دنوں کانگرسی لیڈروں کو عقیدت مندی کے اظہار کیلئے ایک تار بھی دے دیا۔ کہ "میری وزارت کو مسلم لیگ سے کوئی واسطہ نہیں" شائد اس طرح آپ کے کانگرسی آقا آپ کو خوشنودی مزاج کا سرٹیفکیٹ عطا کردیں۔ گذشتہ دنوں آپ

کے خلاف بھی عدم اعتماد کی تحریک پیش ہونے والی تھی، لیکن نہیں ہو سکی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین کا کسی طریق سے اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اعتماد کے دن رہتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے بیچارے میر صاحب کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

این مراد باغِ تو زنمانِ تست
ملک و مالِ تو بلائے جانِ تست

ناکام جلسہ

مہاسبھائی و کانگرسی دیوانے "ہندی اتھوا ہندوستانی" کی ترویج اشاعت کیلئے سخت بیتاب ہیں۔ اس تفریق پرور غرض کیلئے انہوں نے "ہندی سمیلن" کے علاوہ "ہندی پرچارنی سبھا" کے نام سے ایک فعال جماعت الگ بنا رکھی ہے۔ جس کا ایک جلسہ ۱۵ر فروری کی رات کو پنڈت کرشن کانت مالویہ کی صدارت میں دیوان ہال دہلی میں منعقد ہوا۔ انعقاد اجلاس کا مقصد یہ بیان کیا گیا تھا کہ "ہندوستان میں بولی جانی والی زبانوں کے نمائندے اپنی اپنی زبانوں کا لحاظ کرکے یہ بتائیں کہ کس زبان کو لنگوا فرانکا بنانے میں ملک کی بھلائی ہے" اور یہ کہ "ایک گجراتی بولنے والا ایک مرہٹی بولنے والے سے ملے تو کس زبان میں بات چیت کرے۔ یا ایک مہاراشٹر کا آدمی ایک ملیالم بولنے والے سے کس بھاشا میں بولے؟"

اجلاس شروع ہوا۔ پہلے "گجراتی" کے نمائندہ مسٹر پٹیل نے "ہندی" "ہندوستانی" اور "اردو" میں تقریر کی، پھر "مرہٹی" کے نمائندہ مسٹر پنڈھارکر نے مرہٹی زبان کی اہمیت پر اچھے خاصے اردو محاوروں میں روشنی ڈالی، ان کے بعد "ملیالم" کے نمائندے مسٹر مارٹر نے انگریزی زبان میں "ملیالم" کی اہمیت پر تقریر کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ "ملیالم" بولنے والا شمالی ہند کے باشندوں سے ہندی ہی میں بے تکلفانہ باتیں کر سکتا ہے۔ غرض تینوں مقررین نے ملک میں "ہندی" رائج کرنے پر اتفاق کا اظہار کیا۔ واقعہ نگار لکھتا ہے۔ کہ ان تینوں تقریروں کے دوران میں بعض ایسے معزز اور ذمہ دار سامعین جن کے سامنے عموماً کاغذ اور پنسل رکھدی جاتی ہے۔ کاغذ پر پنسل سے چڑیاں بناتے رہے۔

ادارہ "تیج" کے نمائندہ جناب آمن نے ہندوستانی کی اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہی زبان ملک میں رائج ہو سکتی ہے جو اردو اور ہندی کے میل سے پیدا ہو۔ دلائل پیش کرتے ہوئے انہوں نے انشاء کی تصنیف "رانی کیتکی"، امیر خسرو کی "خالق باری" کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا۔ کہ جس ہندوستانی کے متعلق آج گفتگو ہو رہی ہے اس کی داغ بیل ماضی میں ملتی ہے۔ آپ کے بعد "اردو" کے نمائندہ پنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ کیفی نے اردو کی اہمیت اور اسکی ہمہ گیری اور مقبولیت پر روشنی ڈالنی شروع کی، مقرر نے بتایا۔ کہ "اردو زبان ہندوستان میں آنیوالی مختلف قوموں کے آپس میں میل جول کا لازمی نتیجہ ہے" آپ نے اس انداز سے تقریر کی کہ "ہندی پرچارنی سبھا" کا خرمنِ صبر و قرار خاکستر ہو کے رہ گیا۔ انہوں نے اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کیلئے سوالات کی بوچھاڑ ضروری سمجھی۔ مگر پنڈت جی نے ایک ایک کو جوابات دے کر مطمئن کیا۔ اس کے بعد مولوی عبد الحق صاحب جنرل سکرٹری انجمن ترقی اردو نے ایک مختصر سی تقریر میں بتایا کہ "کسی وسیع زبان کا دراصل کوئی مذہب یا وطن نہیں ہوا کرتا بنگالی زبان بنگال تک، گجراتی گجرات تک، مرہٹی مہاراشٹر تک اور ملیالم ملیبار تک محدود ہے۔ اس لئے ان زبانوں میں

سارے ملک کی زبان بننے کی صلاحیت نہیں۔ صرف اردو زبان ایک ایسی زبان ہے جو کسی خاص صوبے یا علاقے تک محدود نہیں۔ اس میں ہمہ گیر اور مقبول ہونے کی صلاحیت ہے۔ صوبہ بہار، یوپی، صوبہ سرحد، بمبئی، کلکتہ ہر جگہ اس زبان سے کام چلتا ہے۔ لہذا کیوں نہ اسی زبان کو ملک کی زبان تسلیم کر لیا جائے؟" آپ کے بعد پنڈت سین شاستری نے اپنے پُرجوش جوش وخروش میں ہندی کو سارے ملک کی زبان ثابت کرنے کی جی بھر کوشش کر ڈالی۔ آپ غصہ میں بھرے ہوئے کہہ رہے تھے۔ کہ "اردو کے دعویدار مسلمان" "اردو بولنے والے مسلمان" گویا ہندوستان میں جسقدر اردو بولنے والے ہیں سب کے سب مسلمان ہیں، آپ کے غم وغصہ کا پارہ اتنے درجہ اوپر چڑھ گیا تھا کہ حاضرین آپ کی تقریر سے کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ اور آپ کو اتنا بھی پتہ نہ رہا کہ تقریر اردو میں کر رہے ہیں یا کسی اور زبان میں۔

اس موقعہ پر انجمن ترقی پسند مصنفین کے ایک نوجوان رکن نے یہ بتایا۔ کہ ادب اور زبان کا معاملہ لڑائی جھگڑائی سے اور بھی خراب ہوجاتا ہے۔ انہوں نے شاستری جی کو اطمینان دلایا۔ کہ اگر واقعی ہندی میں اتنی صلاحیت ہے کہ سارے ملک کی زبان بن سکے۔ تو وہ بن کر رہے گی۔ اور اردو والے بھی ہندی لکھنا بولنا شروع کر دیں گے۔ اپنے ذاتی تجربوں کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے بیان کیا۔ کہ کلکتہ، بمبئی، کانپور کے مزدوروں کے جلسے ہیں اور بہار، یوپی اور پنجاب کے کسانوں کے جلسے ہیں جو تقریریں کامیاب ہوتی ہیں۔ وہ اردو ہی زبان میں کی جاتی ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان مزدوروں اور کسانوں کی زبان بھی اردو ہے۔

یہ الفاظ ایسے نہ تھے۔ جو صبر وسکون کے ساتھ سنے جاتے چنانچہ صدر صاحب غم وغصہ میں بھرے ہوئے اٹھے۔ اور فصیح وبلیغ اردو زبان میں اپنے دل کے آبلے پھوڑنے لگے۔ غم وغصہ کے اظہار میں آپ اتنا بھی نہ سمجھ سکے۔ کہ کس زبان میں تقریر کر رہے ہیں۔ اس موقع پر "ہماری زبان" کے ایڈیٹر صاحب نے جناب مقرر سے استدعا کی کہ وہ اتنا اعلان کر دیں کہ وہ کس زبان میں تقریر کر رہے ہیں اور وہ عام فہم ہے یا نہیں؟ یہ سنکر مقرر صاحب کی آنکھ کھلی۔ اور فوراً ہی تقریر ختم کر کے تخت صدارت پر بیٹھ کر کہا۔ "یہی تو عام زبان ہے"۔

جن اغراض کے پیش نظر یہ سبھا رچائی گئی تھی۔ وہ پوری نہ ہو سکی۔ حامیان اردو تو کیا خود ہندی کے شیدائی اردو زبان کی فصاحت و بلاغت اور عالمگیری پر تقریریں کر گئے۔ اور جب اپنی زبان اور اپنے اقوال نے یاری نہ کی تو منہ بسور کر "ہندوستانی سبھا" کا جلسہ برخاست کر کے یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ کہ

اے یاس تو نے آ کے اُسے بھی مٹا دیا
لذت سی اک جو شکوۂ رنج ومحن میں تھی

ترکی

ترکی کئی مہینے سے آفات ارضی وسماوی کا شکار ہو رہا ہے۔ پہلے اناطولیا کے ہولناک زلزلے سے تیس چالیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا۔ اور کروڑوں روپے کی مملوکات تباہ ہوئیں۔ پھر دریاؤں میں طغیانی آگئی۔ اور اس سے بہت سا علاقہ متاثر ہوا۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک نے انتہائی ہمدردی

کا اظہار کر کے لاکھوں روپے اور بے اندازہ سامان سے ترکی کی امداد کی ہے۔ اب انقرہ سے یہ خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ اناطولیا کے ایک ضلع میں تیس گاؤں طغیانی کی نذر ہو گئے ہیں۔ جانوں کا نقصان تو نہیں ہوا۔ لیکن مکانات سب برباد ہو گئے۔ صدہا مویشی تلف ہو گئے۔ سنتیس ہزار ایکڑ مزروعہ زمین اور اس کی فصلیں غرقاب ہو گئیں اور بیس ہزار سے زیادہ انسان بے خانماں ہو گئے۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہے۔ کہ پانی بہت آہستہ آہستہ اتر رہا ہے۔ اور ان بے خانماں لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں پہنچانا بے حد مشکل ہو رہا ہے۔ رسل و رسائل کے سلسلے منقطع ہو چکے ہیں۔ اور فوج کے سپاہی کشتیوں میں سوار ہو کر ان مصیبت زدہ لوگوں کو سامانِ خوراک بہم پہنچانے میں مصروف ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ترک آج کل بہت بڑی آزمائش و ابتلا کے دور میں سے گذر رہے ہیں۔ لیکن وہ بیحد باہمت اور مستقل مزاج اور بہادر واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے امید ہے۔ کہ وہ تمام مشکلات پر غالب آجائیں گے۔ ہر مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ترک بھائیوں کو تمام آفات سے محفوظ رکھ کر اسلام اور انسانیت کے لئے موجب تقویت بنائے

عقیدتمندانِ علامہ اقبالؒ سے

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کے بعد یونیورسٹی ہال لاہور میں ۲۴ مارچ کو "یوم اقبال" کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ مولانا فضل الحق صاحب وزیر بنگال نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ مسٹر جناح اور دیگر مقتدرین قوم نے اس جلیل القدر حریت نواز، درد مند ملت کی یاد میں تقریریں کیں۔ جس نے اُمت کی سوئی ہوئی تقدیر کو جگانے پر اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اور جو فرزندان توحید کی تمام ترقیوں کا راز حبل المتین کا عروۃ الوثقیٰ تھامنے میں مضمر خیال کرتا ہوا درس بصیرت دینے میں وہ کام کر گیا۔ جو بڑے بڑے حاملان شریعت دینے سے قاصر رہے۔ علامہ مرحوم کی یادگار ہر سال بڑے اہتمام و انصرام کے ساتھ "اقبال ڈے" کے نام سے منائی جاتی ہے پر سوز تقریریں کی جاتی ہیں۔ مرحوم کے رقت خیز نغمے پڑھے جاتے ہیں۔ درد و کرب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور آہ علامہ اقبال کہتے کہتے لب خشک ہو جاتے ہیں۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ مگر کیا کوئی ایسے درد مند ملت بھی ہیں، جو حقیقی معنوں میں مرحوم کے جگر سوز پیغامات سے متاثر ہوئے ہوں۔ علامہ مرحوم نے اُمت میں بیداری کی روح پیدا کر دی۔ اسے نشیب و فراز زمانہ سے رازدار کر دیا۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا کچھ نیک بندے اور باحمیت انسان ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے ان فرمودات پر عمل کی توفیق پائی ہو؟ باتیں بناتے ڈے منانے اور پیغامات عمل کو جھوم جھوم کر پڑھ لینے میں قوموں کی تقدیریں نہیں پلٹا کرتی، ہمت و جرأت عزم و ثبات اور استقلال و عمل سے منصۂ شہود پر پرچم کامرانی لہرایا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ زندہ دلان لاہور اور غیور فرزندان ملت راولپنڈی عنقریب "یوم اقبال" منعقد کرنے والے ہیں۔ یہ جذبات قابل صد تحسین ہیں۔ بشرطیکہ جذبات کی دنیا سے نکلکر عمل کی راہ صاف کرنے کی کوشش کی جاوے۔ کیا کارپردازان اقبال ڈے اور عقیدتمندانِ حضرت مرحوم ادھر متوجہ ہوں گے؟

پاکستان اور ہندو جماعتیں

مسلم لیگ کے "پاکستان" سے متعلق رزولیوشن پر کانگرسی و مہاسبھائی ایوان میں کہرام مچ گیا۔ ہر شخص اپنی اپنی فہم و فراست کے مطابق اپنے خیالات و افکار کا اظہار کر رہا ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔

مسلمانوں کے جائز مطالبہ کو کانگرسی ڈکٹیٹر نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اور "متحدہ قومیت" کا راگ الاپتا رہا۔ اب اگر مسلم لیگ نے نواح ہند کے ایک لاکھ مسلم نمائندگان کی متفقہ تائید سے "پاکستان" کا رزولیوشن منظور کر لیا ہے تو رام راج کا خواب دیکھنے والے سٹ پٹا گئے ہیں۔ مسٹر گاندھی تو بقول کانگرسی اخبار "مدینہ" اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ اب وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ انہیں کہنا کیا چاہیئے تھا اور کہہ کیا دیا ہے۔

۱۳ اپریل کے "مدینہ" نے "مسلم لیگ کی قرارداد اور گاندھی جی" کے تحت ایک شذرہ سپرد قلم کیا ہے۔ ہم اسکے جستہ جستہ مقامات قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

> "گاندھی جی نے مسلم لیگ کی لاہور والی قرارداد کے متعلق تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں ——— لیکن ان کی حیثیت سفسطہ (وہم) سے زیادہ نہیں اور ان دلائل کی بنا پر ایک مسلمان کو بھی مسلم لیگ کی قرارداد سے متنفر نہیں بنایا جا سکتا۔ گاندھی جی کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) ہندوستان کی تقسیم خود مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے۔

(۲) مسلمانوں کی اکثریت اسلام میں مذہب تبدیل کر کے داخل ہوئی ہے۔ یا ایسے ہی لوگوں کی اولاد ہے۔ اور وہ محض تبدیل مذہب کی وجہ سے الگ قوم نہیں بن گئے۔

۳۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں مثلاً بنگال اور جنوبی ہند کے مسلمان اور ہندو ایک زبان بولتے ہیں۔ ان کی خوراک اور تفریحی مشاغل وغیرہ ایک ہیں اور ان میں امتیاز کرنا بادی النظر میں بہت دشوار ہوتا ہے یہی نہیں مسلمانوں کے کئی گروہ ہندوؤں کے قانون وراثت تک کو مانتے ہیں۔

۴۔ اسلام کوئی تنہائی پسند مذہب نہیں ہے۔

۵۔ علی برادران اور ان کے رفقاء ہندوؤں کو سگے بھائی کی طرح گلے لگایا کرتے تھے۔ اور خالق نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک بنایا ہے۔ انہیں انسان کبھی تقسیم نہیں کر سکتا۔

خام خیالی

یہ دلائل بظاہر بہت ہی وزن دار اور مؤثر ہیں۔ لیکن اگر حقائق و واقعات کی روشنی میں ان کا مطالعہ کیا جائے تو حیرت ہوگی کہ یا تو گاندھی جی اس صدمہ کی بنا پر جو ان کے بقول انہیں مسلم لیگ کی قرارداد سے پہنچا ہے مضمون لکھتے وقت اپنے دلائل کی طرف زیادہ دھیان نہیں دے سکے یا انہوں نے مسلمانوں کو اتنا سادہ لوح اور احمق سمجھ لیا ہے کہ اپنے خیال کے مطابق وہ انہی فرسودہ اور لچر دلائل سے ان کو اپنا ہمخیال بنا لیں گے۔ یہ دلیل اتنی مبہم اور مجمل ہے کہ اسے کالعدم ہی سمجھنا بہتر ہے۔ اگر بدقسمتی سے گاندھی جی نے اپنے اعمال و حرکات سے مسلمانوں کو اپنی طرف سے بدظن نہ بنا لیا ہوتا تو یہ فرما دینا ہی کہ "ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے" ہزاروں دلیلوں کے مترادف ہوتا

لیکن بحالات موجودہ تو ہمارا خیال ہے۔ کہ مسلمانوں پران کی اس مبہم و مجمل دلیل کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اگر دشواریوں کو خاطر میں نہ لایا جائے۔ تو مسلم لیگ کی قرارداد بہت سے پہلوؤں سے مسلمانوں کیلئے مفید دکھائی دیتی ہے۔ دوسری و تیسری دلیلیں تو ہمیں پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ سابقہ بیس سالہ تجربات کے باوجود کیوں گاندھی جی اب تک اس خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے۔ یا جب تک کہ وہ کوئی معجزہ نہ کر دکھائیں۔ آئندہ یہاں متحدہ قومیت پیدا کی جا سکتی ہے۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ "مسلمانوں کی زبردست اکثریت مذہب تبدیل کر کے اسلام میں داخل ہوئی ہے۔ یا ایسے ہی لوگوں کی اولاد ہے" لیکن ہم یہ بات تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کہ ہم تبدیل مذہب کے بعد عقیدہ، معاشرت، تہذیب و تمدن اور عام خیالات رجحانات کے اعتبار سے ان میں بہت سی ایسی باتیں پیدا نہیں ہو گئی ہیں۔ جو ان کو اعلانیہ طور پر ہندوستان کی دیگر قوموں سے ممتاز اور علیحدہ کر دیتی ہیں۔ اسلام اگر صرف عبد و معبود کے درمیان رشتہ کا نام ہوتا تو بلاشبہ مذہب کی تبدیلی ہندوستان کے ان نو مسلموں اور یہاں کے عام باشندوں میں ایک جزوی ذہنی اختلاف کے علاوہ اور کوئی امتیاز و تباین پیدا نہ کرتی۔ لیکن جب اسلام صرف اس رشتہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ انسانی تعلقات و معاملات وغیرہ بھی اس کے دائرے میں آتے ہیں۔ اور وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے ماننے والوں کیلئے ایک خاص نظام و اصول پیش کرتا ہے۔ تو یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ کہ اسکے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں ایک زبردست خط امتیاز کھنچ جائے۔ اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو جاہے قومیت کی اس تعریف کی رو سے جو یورپ میں وہاں کے خاص حالات کے پیش نظر سمجھی جاتی ہے۔ مسلمان ایک الگ قوم نہ قرار دیئے جا سکیں۔ لیکن اس لفظ کے حقیقی منشا کے لحاظ سے وہ بلاشبہ ایک جداگانہ قوم ہیں۔ اور انہیں اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

فضول دلائل

مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم ثابت کرنے کے لئے گاندھی جی کی یہ دلائل مطلق کارآمد ثابت نہیں ہو سکتیں۔

(۱) اگرچہ بنگال وغیرہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک حد تک لباس کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ لیکن زندگی کے بیشمار گوشے ایسے ہیں جہاں وہ ایک دوسرے سے قطعاً متغائر معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں تو یہ تغائر اتنا نمایاں ہے کہ گاندھی جی اسکو کسی طرح جھٹلا نہیں سکتے

(۲) یہ مسلمانوں کی بہت ہی بدقسمتی ہے کہ ان کے "قائد اعظم" کو دیکھ کر گاندھی جی جیسے جہاندیدہ آدمی کو ان کے مسلمان ہونے کا خیال بھی نہ آئے۔ لیکن ان افرادی مثالوں کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کرنا کہ ہندو اور مسلمان لباس اور اطوار کے اعتبار سے ایک ہیں گاندھی جی کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دونوں لباس وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں رکھتے تو سوال یہ ہے کہ گاندھی جی نے بقول خود مسٹر وٹھل بھائی کے لباس کو دیکھ کر انہیں مسلمان اور مسٹر جناح اور مسٹر علی امام کو دیکھ کر انہیں غیر مسلم کیوں خیال کیا؟ کیا ان کی اس غلط فہمی کی بنیاد وہی امتیاز نہیں ہے۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے ناموں اور لباسوں میں پایا جاتا ہے۔

(۳) یہ مثال بھی انفرادی نوعیت رکھتی ہے اور اسکے

جواب میں ہم صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی خیال کرتے ہیں۔ کہ جو بات صراحتہً اسلام کے خلاف ہوا سے اس مسئلہ کے ضمن میں بطور حجت نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اس قسم کی مثالوں سے تو صرف یہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ مسلم لیگ کے پاکستانی تخیل کو تقویت پہنچے۔ کیونکہ اس قسم کی غیر اسلامی باتوں کے انسداد کے لئے اسلامی وطن کی ضرورت اور زیادہ محسوس ہو سکتی ہے۔

ہجرت

اسلام تنہائی پسند مذہب نہیں ہے۔ لیکن کیا اس سے اس بات کی بھی نفی ہو سکتی ہے۔ کہ مسلمان ضرورتاً یا مصلحتاً ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں؟ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اس وقت ضرورت یا مصلحت کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ اقلیت کے صوبوں کے مسلمان ہجرت کر کے پاکستان میں چلے جائیں۔ اور شائد فی الحال مسلم لیگ کا بھی یہ مقصد نہیں ہے۔ لیکن اگر کبھی ضرورت یا مصلحت اسکی داعی ہوئی تو گاندہی جی کا "فتویٰ" خواہ کچھ ہو ہم اپنی حقیر معلومات کی بنا پر اسے خلاف اسلام قرار نہیں دے سکتے ہمارے سامنے خود آنحضرت صلعم کی ہجرت کا واقعہ موجود ہے بس اس سے زیادہ تفصیل کا اس وقت موقع نہیں ہے۔

گاندہی کی تفریق انگیزی

دو آخری دلیلوں کا جواب ہم بہت اختصار کے ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ اگر قلم کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ کچھ ایسی باتیں ضبط تحریر میں آجائینگی جن سے گاندہی جی کے قلب کو شائد صدمہ پہنچے۔ اور اس وقت جبکہ ایک طرف مسلم لیگ کی قرارداد نے ان کے دل کو گہرا صدمہ پہنچایا ہے۔ اور دوسری طرف آئندہ جد وجہد کا سوال پریشان کن شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ کسی تلخ حقیقت کا اظہار تفصیل کے ساتھ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ بہرحال جب بات آگئی ہے۔ تو ہم اتنا عرض کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ علی برادران اگر اپنے وقت میں ہندوؤں کو اپنے سگے بھائی سمجھتے تھے۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت سے وجوہ اشتراک دیکھتے تھے۔ تو اس وقت ان کا یہ سمجھنا اور دیکھنا بہت حد تک صحیح تھا۔ لیکن اب غالباً اس کیلئے زیادہ گنجائش باقی نہیں رہی۔ گاندہی جی نے گذشتہ بیس سال کے دوران میں ملک کا سیاسی درجہ بلند کرنے کیلئے خواہ کتنے ہی کارنامے انجام دیئے ہوں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس کے ساتھ انہوں نے اپنے اعمال و حرکات کے ذریعہ ان دو قوموں کا دل ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا ہے۔ اور ہمیں تو اندیشہ ہے کہ گاندہی جی کے تفریق انگیز رویہ کے باوجود اب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو کچھ مشترک باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور جن کا گاندہی جی نے اپنے مذکورہ بالا مضمون میں طنز کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ وہ بھی آئندہ باقی نہیں رہینگی۔ کیونکہ اول تو اب خود ان کا رویہ بدل نہیں سکتا۔ دوسرے ان کی اس روش کے دیرپا اثرات کا دور کرنا ناممکن ہے۔ گاندھی جی کو ہندو مسلم اتحاد پر وعظ کہنے سے پہلے اور کچھ نہیں تو کم ازکم اردو زبان اور ودیا مندر کے سلسلہ میں ہی اپنے روّیہ کا جائزہ لینا چاہیئے۔ شائد اس کے بعد ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ اس قسم کے روّیوں سے "ان انسانوں میں تفریق پیدا ہو سکتی ہے۔ جنہیں خدا نے ایک بنایا ہے" کاش گاندھی جی مسلم لیگ کی قرارداد کی مخالفت میں مضمون لکھنے کی بجائے اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ شائد یہ اس ریزولیوشن کا سب سے موثر جواب ہوتا۔ (اسے کہتے ہیں "گھر کا بھیدی" اور "انکشاف حقیقت")

ہیجان اور علاج

اسی سکیم کی گھبراہٹ میں " مہاراشٹر ہندو مہاسبھا " کی ورکنگ کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعہ آل انڈیا ہندو مہاسبھا " کی مجلس عاملہ کو مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ حکومت کو سول نافرمانی کا الٹی میٹم دیدے ، کہ ہندوؤں کی اکثریت کے پیش نظر ایسا نظام حکومت قائم کرے۔ جس میں ہندوؤں کا غلبہ اور استیلا ہو جائے۔ اور کانگرس کو کہا جائے۔ کہ وہ ہندوؤں کی نمائندگی کے دعوے سے دست کش ہو جائے۔

۲۶ ، مارچ کی رات کو گرد بلغ میں سکھوں کا ایک دیوان منعقد ہوا۔ جس میں ماسٹر تارا سنگھ نے کہا کہ مسلم لیگی پنجاب اور بنگال میں مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ سکھ قوم ہرگز ایسا نہیں ہونے دیگی۔ سردار ایسر سنگھ جھبیل نے تائید کی۔ باوا کھڑک سنگھ مشہور سکھ لیڈر نے ایک موقعہ پر کہا۔ کہ پنجاب گروؤں کی جنم بھومی ہے۔ دسوں گروؤں کے استھان بھی پنجاب میں ہیں۔ لہذا یہ ہی " پاکستان " یعنے پوتر سرزمین ہے ہم مسلم راج قائم نہیں ہونے دیں گے۔ سوشلسٹ دیوان چمن لال اور یونینسٹ چوہدری چھوٹو رام کی رگ ہندویت بھی اس تحریک سے بھڑکنے سے نہیں رہ سکی۔ اب شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے یونینسٹ پارٹی سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ اس سکیم سے علیحدگی کا اعلان کریں۔ ورنہ سکھ ممبروں سے پارٹی سے علیحدگی کا مطالبہ کیا جائیگا۔ موافق و مخالف اخبارات اور قائدین نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بڑا خلفشار ہے۔ مگر اس سارے پُرخطر اور تشویشناک ماحول کا علاج نہایت آسان ہے۔ اور وہ یہ کہ " حق بحقدار رسید " کے پیش نظر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے جائز مطالبات تسلیم کرنے میں کانگرس فراخ دلی کا ثبوت دے۔ اور مسلمان جو فی الحقیقت ایک جداگانہ قوم ہے۔ اسے بحیثیت قوم مان لے۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(صلہ سے آگے)

آخر ہم لوگ کے واسطے بھی کوئی القاب رہنے (رہنے) دیں گے ؟ "

اختتام خط پر قصاب قریشی صاحب نے بعنایت یہ بھی تحریر فرما دیا ہے۔ کہ

" آخر میں التماس ہے کہ ہماری مندرجہ بالا باتوں کا کوئی خیال نہ فرمایئں "

یہ بھی خیر گذری کہ " قصاب قریشی " صاحب نے آخری الفاظ لکھ دیئے۔ ورنہ ہمارے فکر کی کوئی انتہا نہ تھی، القابات کا سیاسی مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہ تھا۔ کہ دنیا میں ہیجان برپا نہ ہو جاتا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ اتنے بڑے القاب " قصاب قریشی " کے حامل ہونے کے باوصف ان معمولی " القابات " کی جانب آپ کیوں متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر آپ اپنی تسلی کیلئے اسے کافی خیال نہ فرماتے ہوں۔ تو چھرا ، کلہاڑی وغیرہم مناسب و موزون القابات کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ غلط فہمی کے امکان سے بھی نجات ہو جائیگی ، کوئی غیر قصاب قریشی آپکے ان " القابات " پر دست درازی کرنیکی جرأت کریگا تو ہمارا ذمہ۔ " القریش " کی پیشانی پر صاف الفاظ میں " سادات قریش کا اصلاحی صحیفہ " درج ہے۔ ...

افکار و خیالات

عہد حاضر کا ہندوستان سب دلچسپیوں کا گہوارہ ہے سیاسی کشمکش نے کچھ ایسی جواس باختگی پیدا کردی ہے کہ ہر شخص مطلب براری کیلئے دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ گاندھی جی متحدہ قومیت کو رو رہے ہیں۔ تو قائد اعظم ان کی چھاتی پر پاکستان کے مونگ دل رہے ہیں۔ کانگرسی زعما کہادی کا پرچار کررہے ہیں۔ تو مسٹر بوس چرخہ توڑنے پر آمادہ۔ ایسر سنگھ جہبل کو مسلم راج کا وہم ہو رہا ہے۔ تو مہا سبھائیوں کو اکثریت کا زعم ستا رہا ہے۔

اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

بادش بخیر! برکت علی سبھر یالی مراسی نے سیاسی ہذیان میں چند سال پیشتر اگر لاہور میں مراسی زادوں کیلئے قرشیت کی سبھا رچائی تھی۔ تو حجامت نواز نائیوں نے امرت سر کے مقام پر "راجہ کانفرنس" کا علم گاڑ دیا تھا۔

انقلابات ہیں زمانے کے

بیداری کی یہ مسموم ہوائیں پنجاب ہی تک محدود نہیں رہیں، یوپی، بہار اور بنگال کے علاقے بھی ان سے متاثر ہوئے ہیں۔ سنا ہے کہ یوپی کے نائیوں کو "برہمنیت" کا شوق چرایا ہے۔ اور ان کی آل انڈیا نائی برہمن مہاسبھا" نے جنم لیتے ہی "سیفٹی ریزر" کے خلاف جہاد شروع کردیا ہے۔ "نائی برہمن سبھا" کے ایک جلسہ میں پٹنہ کے مندوبین مسٹر منوہر لال اور شیوالک نے "سیفٹی ریزر برباد" "سیفٹی ریزر مردہ باد" کے فلک شگاف نعروں میں ہنگامہ خیز تقریریں کی ہیں۔ اور

کارپردازان سبھا دنیا کی حجامتی تاریخ کو بدل دینے کا تہیہ کرچکے ہیں۔ گویا

یہ بھی اک کروٹ نئی ہے گردش ایام کی

چند روز ہوئے سہسرام کے ایک شخص محمد ظہیر الدین قریشی نے القریش کا نمونہ منگایا۔ مطالعہ کے بعد اس نے جن جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ظہیر الدین صاحب خالی خولی اور معمولی قسم کے قریشی نہیں بلکہ "قصاب قریشی" ہیں، ان قصاب قریشی صاحب نے بڑی فیاضی کے ساتھ ایک مخلصانہ مشورہ بھی پیش کردیا ہے، ہم اتنے بخیل واقع نہیں ہوئے کہ اس نیک مشورہ سے تنہا استفادہ کریں۔ اور قارئین القریش کو پتہ تک نہ ہونے دیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"نمونہ "سادات القریش" ملا۔ شکریہ۔ میں اسکے خریدار ہونے سے معذور ہوں۔ کیونکہ ہم نے اسکو "قصاب القریش" تصور فرمایا تھا۔ اس لئے نمونہ طلب کیا تھا۔ اور بنگال و بہار وغیرہ میں تمام قصاب ہی کو قریشی کہا جاتا ہے۔ اور یہی صحیح ہے ہماری ناچیز رائے ہے کہ القریش کے بجائے کوئی دوسرا نام منتخب کرلیں۔ تاکہ قصاب قریش کو دھوکہ نہ ہو۔ اور آپ کا مفت میں نمونہ بھی ضائع نہ ہو۔ آپ کے رسالہ کے مطالع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام القابات پر آپ ہی قابض ہیں۔ مثلاً سید شیخ، ہاشمی، قریشی صدیقی وغیرہ وغیرہ (صفحہ ۱۱ پر)

تذکرۃ السالکین

ایک عارف باللہ لونڈی

محمد بن حسین بغدادی رح کہتے ہیں۔ کہ میں ایک سال حج کو گیا۔ اور ایک روز مکہ کی گلیوں میں پھر رہا تھا۔ کہ میری نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی۔ جو ایک لونڈی کا ہاتھ پکڑے جا رہا تھا۔ لونڈی کے چہرہ کا رنگ اگرچہ متغیر اور جسم نحیف ولاغر تھا لیکن اس کے چہرہ سے نور چمک رہا تھا۔ یہ بوڑھا شخص یہ کہتا جا رہا تھا "کوئی اس لونڈی کا خواستگار ہے۔ کوئی اس لونڈی کا طالب ہے۔ کوئی ہے جو اس کو بیس دینار میں خریدے" پھر اس نے یہ کہا "میں لونڈی کے عیوب کی کوئی ذمہ داری اپنے سر نہیں لیتا۔ بوڑھے کے یہ الفاظ سن کر میں اس کے قریب پہنچا اور پوچھا "لونڈی کی قیمت کا حال تو مجھ کو معلوم ہو گیا۔ اس کا عیب بھی مجھ کو بتا دیجئے" بوڑھے نے کہا "یہ لونڈی عشق الٰہی میں دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہے۔ دن کو روزہ رکھتی اور رات بھر عبادت کرتی ہے۔ نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ اور تنہائی کو پسند کرتی ہے" بوڑھے کا یہ جواب سن کر میرا دل لونڈی کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے اس کو قیمت دے کر خرید لیا۔ اور اپنی قیام گاہ پر لے آیا میں نے دیکھا کہ مکان کے اندر پہنچکر لونڈی سر جھکا کر خاموش بیٹھ گئی ہے۔ اور کسی سے بات نہیں کرتی ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے سر اُٹھایا۔ اور میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا "میرے چھوٹے آقا خدا تم پر رحم فرمائے۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟" میں نے کہا "عراق کا باشندہ ہوں" لونڈی نے پوچھا۔ "عراق کے کس مقام میں رہتے ہو۔ بصرہ میں یا کوفہ میں؟" میں نے کہا "نہ بصرہ میں اور نہ کوفہ میں" لونڈی نے کہا۔ "شاید تم مدینۃ السلام بغداد میں رہتے ہو؟" میں نے کہا "ہاں" لونڈی نے کہا "بغداد تو عابدوں اور زاہدوں کا مرکز ہے" میں نے حیران ہو کر پوچھا "تم جیسی لونڈی کو جس کا کام یہ ہے۔ کہ گھر میں ہر شخص کی آواز پر لبیک کہے۔ اور ایک حجرہ سے دوسرے حجرہ میں دوڑتی پھرے۔ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بغداد عابدوں اور زاہدوں کا گھر ہے" اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اور تفریح کے طور پر اس کو گدگدا کر پوچھا "تم بغداد کے کن کن عابد اور زاہدوں سے واقف ہو؟" لونڈی نے کہا "میں مالک بن دینار۔ بشر حافی رح صالح مُرّی رح۔ رابعہ عدویہ رح۔ شعوانہ رح اور میمونہ رح سب کو جانتی ہوں" میں نے پوچھا "ان بزرگوں سے تمہاری کیونکر واقفیت ہوئی" لونڈی نے کہا "نوجوان! ان بزرگوں سے مجھ کو کیونکر واقفیت نہ ہو۔ خدا کی قسم! یہ لوگ تو دلوں کے طبیب ہیں۔ اور محبوب حقیقی تک پہنچنے کا راستہ بتاتے ہیں" اس کے بعد لونڈی نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔

"یہ لوگ تو اللہ کے ساتھ اسقدر مشغول اور یاد الٰہی میں اسقدر محو ہیں۔ کہ کسی دوسری جانب توجہ ہی نہیں کرتے۔ ان کا مقصد اور ان کی آرزو بھی صرف

یہی ہے۔ کہ اپنے مولا آقا کو پالیں اور اس کے دیدار کا شرف حاصل کریں۔ نہ تو دنیا کی عزت و شہرت ان کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اور نہ لذیذ غذاؤں اور شیریں پانی کی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور نہ اولاد کی ان کو آرزو ہے۔ اور نہ مال و دولت اور بہترین لباس کی؟

یہ اشعار سن کر میں نے کہا۔" تم کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میرا نام محمد بن حسین رحؒ" لونڈی نے کہا" میں نے خدا سے یہ دعا کی تھی کہ مجھ کو اور تم کو ایک مرتبہ ملا دے۔ ابو عبداللہ! تمہاری وہ خوش آوازی کیا ہوئی جس سے تم مریدوں کے مردہ دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اور تمہاری قرأت سن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے" میں نے کہا۔" وہ خوش آوازی مجھ کو بدستور حاصل ہے" لونڈی نے کہا۔" اچھا قرآن مجید میں سے کچھ مجھ کو سناؤ" میں نے تلاوت شروع کرنے کیلئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی کو پڑھا تھا۔ کہ لونڈی نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ میں دوڑ کر پانی لایا اور اس کے چہرہ پر چھڑکا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا" ابو عبداللہ! یہ تو محبوب حقیقی کا نام ہے اگر تم اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤ اور جنت میں اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو تو تمہارا کیا حال ہو" اچھا خدا تم پر رحم فرمائے۔ قرآن سناؤ" میں نے یہ آیت تلاوت کی۔

ام حسب الذین اجترحوا	کیا برائی کرنے والے خیال کرتے
السیئات ان نجعلہم کالذین	ہیں کہ ہم انہیں مومنین نیکوکار
امنوا وعملوا الصلحت سواءً	کے برابر کردیں گے۔ سب کا
محیاھم ومماتھم ساء	جینا اور مرنا ایک ہی طرح کا ہوگا
ما یحکمون۔	یہ لوگ کیا ہی برے حکم لگاتے ہیں

لونڈی نے یہ سنکر کہا" ابو عبداللہ! ہم نے نہ تو بتوں کو پوجا ہے۔ اور نہ خدا کے سوا کسی کو معبود قرار دیا ہے۔ خدا تم پر رحم فرمائے۔ اور پڑھو" میں نے یہ آیت پڑھی۔

انا اعتدنا للظالمین نارا	منکروں کے لئے تو ہم نے ایسی
احاط بہم سرادقہا و	آگ مہیا کی ہے۔ جس کی قناتیں
ان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل	انہیں گھیر لیں گی۔ وہ فریاد کریں گے
یشوی الوجوہ بئس الشراب	تو ایسے پانی سے ان کی فریادرسی
وساءت مرتفقا۔	ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی

طرح ہوگا۔ اور منہ کو بھون ڈالیگا۔ برا پانی ہے اور آسائش کے اعتبار سے دوزخ کیسی بری جگہ ہے۔

لونڈی نے یہ سن کر کہا" ابو عبداللہ! تم نے مایوسی کا دامن پکڑ لیا ہے۔ اور تمہاری روح امید اور خوف کے درمیان معلق ہے خدا تم پر رحم فرمائے اور سناؤ۔

وجوہ یومئذ مسفرۃ	کتنے لوگوں کے منہ اس روز
ضاحکۃ مستبشرۃ وجوہ	تاباں خنداں اور شاداں ہونگے
یومئذ ناضرۃ الی	کتنے چہرے اس روز بشاش ہونگے
ربہا ناظرۃ۔	اور اپنے رب کی رحمت کی طرف
	دیکھتے ہوں گے۔

لونڈی نے یہ آیات سن کر کہا" اس روز کا میں کس قدر ذوق و شوق اپنے دل میں رکھتی ہوں جس روز کہ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنی تجلی دکھائے گا۔ خدا تم پر رحم فرمائے اور سناؤ" میں نے یہ آیات پڑھیں۔

یطوف علیہم ولدان	ان کے گرد ہمیشہ رہنے والے
مخلدون باکواب واباریق	لڑکے کوزے۔ ابریق اور شراب
وکاس من معین لا	صاف کے جام جس کے پینے سے

یصدعون عنہا ولا ینزفون — نہ خمار ہوگا اور نہ فضول بکنا
وفاکہتہ مما یتخیرون — پڑے گا۔ اور میوے جو وہ
ولحم طیر مما یشتہون — پسند کریں گے اور گوشت
وحور عین کامثال اللؤلؤ — چڑیوں کے جو وہ چاہیں گے۔
المکنون جزاء بما کانوا — لئے ہوئے گھومتے رہیں گے
یعملون لا یسمعون فیہا لغوا — وہاں ایسی خوش چشم حوریں
ولا تاثیما الا قیلا سلما — ہوں گی۔ گویا چھپے ہوئے موتی
سلما واصحاب الیمین۔ — کے ہمرنگ ہونگی۔ گویا چھپے

ہوئے موتی کے ہمرنگ ہونگی۔ یہ سب ان کے نیک اعمال کی جزا ہوگی جنت میں وہ لغو اور خلاف تہذیب باتیں نہ سنیں گے۔ سلام ہی سلام کی آوازیں آئینگی۔ داہنے ہاتھ والے یعنی جنتی۔

یہ سنکر لونڈی نے کہا: "ابو عبداللہ! میں دیکھتی ہوں۔ کہ تم نے خوش چشم حور سے نسبت کر لی ہے کیا تم نے اس کا کچھ مہر بھی ادا کیا ہے؟" میں نے کہا "میں تو ایک مفلس النسان ہوں بتاؤ مہر کیونکر اور کس طرح ادا کروں؟" لونڈی نے کہا "تم رات کو عبادت کرو۔ دن میں روزہ رکھو۔ فقراء سے محبت رکھو اور مساکین سے الفت کرو۔" اس کے بعد لونڈی نے چند اشعار پڑھے۔ اور اس پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا اس کو ہوش آیا تو اس نے پھر وجد کے عالم میں اشعار پڑھنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اسی عالم میں اس نے اپنی جان۔ جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا۔ اور نماز جنازہ پڑھ کر اس کو سپرد خاک کر دیا۔

رات کو خواب میں دیکھا کہ لونڈی جنت میں ہے۔ سر پر تاج مرصع رکھا ہے۔ اور بیش قیمت لباس بدن پر ہے۔ اور مشک و عنبر کی خوشبو اس کے لباس سے آرہی ہے۔ میں نے پوچھا "یہ مرتبہ تم کو کیونکر حاصل ہوا؟"

لونڈی نے کہا "فقراء و مساکین سے محبت رکھنے کثرت سے استغفار کرنے اور مسلمانوں کے راستہ سے اذیت رساں اشیاء دور کرنے کے سبب مجھ کو یہ مرتبہ ملا ہے۔"

معارف القرآن

سورۂ کریمہ ماعون

دولت کے کرشمے بھی عجیب و غریب ہیں۔ ایک مجسمہ شیطنت و ملعونیت۔ ایک پیکر فسق و فجور انسان، زریں لباس زیب تن کئے ہوئے تمہاری مجلس میں آجاتا ہے۔ اس کا ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت، اخلاق انسانی کو توڑنے والی اور نظام عالم کو درہم برہم کرنے والی ہوتی ہے۔ مگر سونے کا چمکدار رفیلا سب کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اور تمام حاضرین سربسجود ہو کر "انت الہنا" پکارنے لگتے ہیں۔ اس کی تمام برائیاں نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اس کے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں۔ اور وہی فساد و شیطنت کا پتلا معبود و مطلوب ہر بوالہوس بن جاتا ہے۔ دولت کے یہ کرشمے ہیں۔ تم ان کو روزانہ مشاہدہ کرتے ہو۔ مگر تم ان سے نصیحت و عبرت نہیں حاصل کرتے یمرون علیہا وھم عنہا معرضون

دولت اپنے ساتھ خوبیاں بھی لے کر آتی ہے اور برائیاں بھی۔ قرآن کریم مال جمع کرنے سے تم کو نہیں روکتا۔ مختلف مقامات پر اس کو "خیر" سے تعبیر کیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اس کے اندر عیب نہیں، قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے ہر ایک شے کی تشریح کرتا ہے۔ اس کے محاسن و فضائل ظاہر کرتا ہے۔ اس کے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے۔ اور پھر بتا دیتا ہے کہ مراد مستقیم کیا ہے

بخل ایک نہایت مذموم و قبیح شے ہے۔ جس وقت کسی قوم سے مالی و جانی قربانی کا مادہ جاتا رہتا ہے۔ وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتی۔

سورۂ صف میں فرمایا۔ ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم، تؤمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتائیں جس کا یقینی اور قطعی نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جائے۔ وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ اللہ و رسول پر سچے ایمان لے آؤ۔ اور مال و جان کو ان کی راہ میں قربان کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھی علم ہوگا تو تم دیکھو گے کہ اس میں تمہارے لئے بڑی ہی خیر و برکت ہے۔

پھر اس قربانی کو زیادہ واضح۔ نتیجہ خیز اور موثر بتلانے کی غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا۔ قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، عورتیں، برادری، وہ مال جو تم نے کمایا ہے۔ وہ سوداگری و تجارت جس کی کساد بازاری کا تمہیں ڈر ہے، وہ مکانات جو تمہیں بہت ہی مرغوب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی تم کو زیادہ عزیز ہے اللہ سے اس کے رسول سے اور پھر اس کی راہ میں قربانی کرنے سے تو یقین کرو کہ تمہارے لئے اللہ کی

رحمت و محبت کا دروازہ بند ہوگیا۔ بس تم اللہ تعالیٰ کے آخری فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور اس بات کا یقین کرو کہ خدائے کریم و علیم بداخلاقیوں کی کبھی رہنمائی نہیں کرتا۔

غور کرو یہ اس جانی و مالی قربانی سے بھاگنے کا نتیجہ ہے۔ جو اوپر بیان کیا گیا۔ اب ایسی قوم کی ہدایت کا دروازہ مقفل ہو جاتا ہے۔ وہ مغضوب و ملعون ہو جاتی ہے۔ اور خدا کی لعنت کا آہنی طوق اس کی گردن میں پڑ جاتا ہے۔ پھر دنیا میں کون ہے جو اللہ کے ذلیل کئے ہوئے کو عزت دے؟

بخل اگرچہ تم ابتدا میں صرف مال کے لئے کروگے۔ مگر اس کا فساد عظیم جان کے عزیز ہونے تک پہونچ جائیگا۔ اور خدا کے راستہ میں دکھ اٹھانا بھی تمہارے لئے مشکل ترین امر ہو جائیگا۔

قرآن حکیم نے اسی بخل کو لیا۔ اور ایک مستقل سورۃ میں اس کے نتائج کو واضح کیا۔ ارایت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین۔

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس کو اتنا بھی یقین نہیں کہ اس کو کسی نہ کسی دن اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور اگرچہ زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا ہے۔ مگر اس کے اعمال اس کے اس اقرار کی تکذیب کر رہے ہیں؟ جو شخص یتیموں کی ذرا بھی پروا نہ کرے بلکہ جب وہ اپنی حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لے کر آویں تو ان کو دھتکار دے کر نکال دے تو کیا اس عمل قبیح سے یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ اس کو قیامت پر ذرا بھی یقین نہیں؟ آہا کے ساتھ تو اس کے اعمال جائیں گے نہ کہ مال و دولت مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم و گمان بھی نہیں کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا ہے۔ خیر اس کو بھی جانے دو۔ اگر یہ نہ سہی تو کم سے کم اتنا تو ہوتا کہ دوسروں ہی کو نیکی کی ترغیب دیتا۔ مگر اس بدبخت کی حالت تو یہ ہے کہ اوروں کو بھی مساکین و فقرا کی خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا۔ اس کے یہ تمام اعمال و احوال صاف صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اس کو قیامت سے قطعی انکار ہے۔ ورنہ کیا اتنی معمولی نیکی سے بھی گریز کرتا ہے؟

یہ وہ جماعت ہے جس کے پاس مال ہے۔ دولت ہے اور وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتی۔ بلکہ اس کو خزانوں اور گنجینوں میں مقفل کرکے بند رکھتی ہے۔ ان کی بعینہ وہی حالت ہے۔ جو یہودیوں کی تھی۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ جو لوگ سونا اور چاندی۔ مال اور دولت جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے ہیں۔ اور غربت و افلاس کے زمانہ سے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے۔ تو ان کو عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔ اس مال کو جہنم کی آتش میں گرم کرکے ان کے ماتھے ان کے لبوں اور ان کی پشتوں پر داغ دیا جائیگا۔ اس وقت ان سے کہا جائیگا۔ کہ یہی وہ مال و متاع زندگی ہے۔ جو بیحد مرغوب و محبوب ہونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے۔ دیکھو یہ اس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتیجہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مرتبہ جہاد کیلئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ آپ نے مسجد میں جاکر خطبہ دیا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ کچھ ورلاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے کچھ لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت امیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے گھر میں کیا چھوڑا ہے اور ہمارے لئے کیا لائے

حضرت عمر نے عرض کیا۔ تمام مال جمع کیا۔ نصف حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور نصف اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ آیا ہوں۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے ہیں۔ یہ اس زمانہ میں غریب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا۔ ہمارے لئے کیا لائے۔ اور گھر میں کیا چھوڑا ہے۔ عرض کیا۔ جو کچھ گھر میں موجود تھا۔ سب کچھ جمع کر کے لے آیا ہوں اور گھر میں اللہ اور اس کا رسول ہے۔

دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کئے اور جس وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ فدویت پیدا ہو جائیگا۔ اس کے نتائج دوبارہ دیکھ لیں گے۔

ان تین آیتوں میں ان ارباب مال و دولت کی تصویر کھینچ دی جو انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کریں۔ اس کے ساتھ اب ان لوگوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جو نماز تو پڑھتے ہیں۔ مگر در اصل اس کے مقصد حقیقی کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون۔ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ چاہیئے تھا۔ کہ نماز ان کے اندر تمام وہ خصائص پیدا کر دیتی۔ جو نماز کے اصل مقاصد ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جانی قربانی تو کجا مالی قربانی سے بھی گریز کرتے ہیں۔ معمولی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انہیں انکار ہے۔

ایک عالم سے اتنا نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنی کتابیں دوسرے کو پڑھنے کیلئے عاریتاً دیدے۔ ایک طالب علم یہ نہیں کر سکتا کہ اپنے قلم و دوات سے دوسروں کو نفع پہنچا دے۔ ایک عورت میں اتنی فدویت بھی نہیں پیدا ہو سکتی کہ اپنے برتن دوسری پڑوسن کو استعمال کیلئے دیدے۔ جب نماز پڑھتے ہیں۔ اور نہایت خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہیں۔ تو بڑی لمبی نمازیں ہوتی ہیں۔ پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ جاتا ہے۔ مگر قربانی کا اتنا مادہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ پس افسوس ایسے نمازیوں کے لئے۔ وہ نماز کی اصل حقیقت کو بھول گئے۔ وہ نماز سے بالکل غافل ہیں۔ وہ محض لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔

اس چھوٹی سی سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ اس سے قومیں تباہ۔ ملتیں برباد اور مذاہب ناپید ہو جاتے ہیں۔ اب یہ بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا ہو جس کو تم آسانی سے سمجھ سکتے ہو خواہ عابد ان گوشہ نشین میں پیدا ہو جو کنج عزلت میں بیٹھ کر اوعا زہد و عبادت کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر بے سود۔ سجدے کرتے ہیں۔ مگر لا حاصل دعائیں مانگتے ہیں۔ مگر قبول نہیں ہوتیں۔

حقیقت یہی ہے۔ کہ ابتدا میں قوموں کے اندر مالی قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب اس میں کامل و مکمل ہو جاتی ہیں۔ تو پھر جانی قربانی کا حکم ہوتا ہے۔ اسی جگہ دیکھو۔ سورۃ ماعون میں بخل کی مذمت بتلائی کہ بخل سے بچیں۔ اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کریں۔ ایک مدت تک جب اس پر عمل ہوتا رہا۔ تو قوم مالی قربانی کے لئے ایک حد تک تیار ہو گئی۔ تو پھر سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ جس میں جانی قربانی پر زیادہ زور دیا گیا۔ اور اسکا ایک ہی نتیجہ بھی بتا دیا۔

انّ شانئک ھو الابتر

خواجہ عبدالحی سابق پروفیسر
میرٹھ کالج

اورنگ زیب کے مزار پر

(ڈاکٹر محبوب عالم صاحب محبوب قریشی لدھیانوی)

سلام اے شاہِ عالمگیر اے اسلام کے غازی
ہویدا ہے تیری تربت سے اب بھی شانِ جانبازی

ابھی تک یاد ہے اہلِ جہاں کو تیری سلطانی
ابھی بھولا نہیں ان کو ترا طرزِ جہانبانی

تو اب اے بندۂ حق زیرِ تربت محوِ راحت ہے
مگر چھائی ہوئی باطل پہ اب بھی تیری ہیبت ہے

ابھی تک دشمنوں کے دل پہ تیرا خوف ہے چھایا
لرز جاتے ہیں جب سنتے ہیں وہ اورنگ زیب آیا

بظاہر تو اگرچہ ایک شاہِ گورگانی تھا
حقیقت بیں نگاہوں میں مگر فاروقِ ثانی تھا

فضائے ہند میں جس وقت گونجیں تیری تکبیریں
نکل کر گر گئیں کفار کے ہاتھوں سے شمشیریں

خوشا وہ دن کہ بحر و بر پہ جب تیری حکومت تھی
رعایا سے تجھے تجھ سے رعایا کو محبت تھی

کبھی تو نے نہ چھوڑا ہاتھ سے انصاف کا دامن
ترا طرزِ عدالت بہترین تھا اور مستحسن

جو دیکھا خادمِ مخلص تجھے اپنی رعیت کا
تو نقشہ کھنچ گیا دنیا کی آنکھوں میں خلافت کا

تجھے اہلِ نظر اسلام کی شمشیر کہتے تھے
صلاح الدینؒ کی جیتی جاگتی تصویر کہتے تھے

منور کر گئیں ہندوستاں کو تیری تنویریں
بنی ہیں مشعلِ راہ ہدایت تیری تحریریں

کمی کوئی نہ سیم و زر کی تھی شاہی خزانے میں
مگر تھی کارفرما سادگی تیرے گھرانے میں

جو حاسد ہیں وہ تجھ کو بے سبب بدنام کرتے ہیں
تعصب اور کدورت کا غلط الزام دھرتے ہیں

شرافت دشمنی روزِ ازل سے شیوہ ہے جن کا
وہ کرتے رہتے ہیں اظہار اپنے خبثِ باطن کا

حریفوں نے ہمیشہ کی ہیں بدنامی کی تدبیریں
مگر بڑھتی گئیں چشمِ جہاں میں تیری توقیریں

رہی سب سے زیادہ سلطنت زیرِ نگیں تیرے
مگر افسوس تجھ جیسے نہ نکلے جانشیں تیرے

دعا ہے پھر مسلمانوں کو حاصل حکمرانی ہو
اور ان میں کوئی پیدا شاہِ عالمگیر ثانی ہو

نقد و نظر

قیمتی باتیں

خواجہ فیض ادبی دنیا میں کسی تعریف و تعارف کے محتاج نہیں، اصلاحی نظمیں لکھنے میں آپ کو بہرہ وافر حاصل ہے۔ "قیمتی باتیں" ایک سو نصیحت آمیز نظموں کا ایک مجموعہ ہے۔ جس کا ہر شعر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں حفظان صحت، ورزش، صبر و تحمل اور اخلاق و آداب کی موثر طریق پر تعلیم دی گئی ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کتاب کی اشاعت سے ہندوستانی بچوں کی بہترین خدمت انجام دی ہے۔ پاکیزگی خیال اور سادگی زبان کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان خوبیوں کے پیش نظر انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے مقامی سکولوں کیلئے اس کتاب کو خاص طور پر خرید کیا ہے۔ میونسپل کمیٹی لدھیانہ نے بھی "قیمتی باتیں" کی سرپرستی سے اپنی علمہ دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس کی لائبریریوں میں یہ اخلاق آموز کتاب خریدی جائے۔ اور ہندوستانی ریاستوں کی طرف سے بھی فیض صاحب کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ضخامت ۱۰۴ صفحات طباعت و کتابت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ، قیمت دو آنہ فی نسخہ، ریاض بکڈپو متصل مسلم ہائی سکول لاہور سے منگائیں

حدیقۃ الانوار فی بیان اصل الحار،

مرتبہ و مصنفہ مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب مؤلف تفسیر نعمانی وغیرہ، جس میں گندھک کے صدہا مجرب نسخے و تدابیر۔ تصدیعہ، تسقیہ، التشویہ، تنقیہ۔ تفصیل تطبیخ، تصعید، تشمیع، تحلیل۔ تعقید، کیمیاوی و طبی اصول مکمل و مفصل درج کئے گئے ہیں۔

"مخزن اکسیر" فارسی مصنفہ حکیم امام الدین صاحب مرحوم کی ایک مشہور و ادق طبی کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں مفاد عامہ کیلئے اس میں سے ترجمہ کرکے شائع کردی گئی ہیں عملی دستور العمل کی اس کتاب کے دیکھنے کے بعد کسی شائق کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ پہلا حصہ گندھک کے فوائد پر مشتمل ہے۔ علی التسلسل پارہ، ہڑتال سنکھیا وغیرہ پر تفصیل کے ساتھ رسائل لکھے جائیں گے جو شائقین فن کیلئے ازبس کارآمد ہوں گے۔ حجم ۵۸ صفحات کتابت طباعت عمدہ، قیمت فی نسخہ ۱۲ ار ملنے کا پتہ:- صوفی عبدالرحیم بہار، فقیرہ بمقام بجولہ شریف ڈاکخانہ ڈھلواں ضلع جالندھر۔

سفینہ حیات، منشی غلام قادر صاحب فرخ کا نام نامی ادبی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کہنہ مشق مورخ و ادیب، بلند پایہ ناثر و ناظم اور حقائق نگار۔ آپ نے "سفینہ حیات" کے نام سے "آل انڈیا مسلم لیگ" کی مکمل تاریخ شائع کی ہے۔ جو نہایت دلچسپ اور حقائق سے لبریز ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلم لیگ اور کانگریس کی حقیقت و اصلیت واضح ہو جاتی ہے۔ قابل دید ہے کتابت و طباعت دیدہ زیب، کاغذ نہایت عمدہ ۵ر کے ٹکٹ بھیج کر پتہ ذیل سے طلب کریں۔ منشی غلام قادر فرخ شریف گنج امرتسر

تذکرہ برادری

تشکر و امتنان

بہی خواہان "القریش" یہ خبر انتہائی مسرت سے سنیں گے، کہ ان کا یہ قومی و اصلاحی آرگن بہاولپور گورنمنٹ کے سرکاری مدارس میں خرید فرمایا گیا ہے۔ متعلقہ حکم اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ شائع ہو رہا ہے۔

ہمارے قدیم کرمفرما اس حقیقت سے ناآشنا نہ ہونگے کہ "القریش" کی روز افزوں ترقی و شہرت ہمارے بعض مقامی کرمفرماؤں کیلئے ہمیشہ سوہان روح بنی رہی ہے۔ ان کی تمام تر مساعی اس بات کیلئے وقف رہی ہیں۔ کہ متعدد بار قوم کی نگاہوں میں القریش اور اس کے مدیر کی وقعت گرا دی جائے۔ ان کی کوششیں اس غرض کیلئے بھی بروئے کار رہی ہیں۔ کہ "القریش" کو دولت آصفیہ عالیہ کے سایہ ہما پایہ سے محروم کرا دیا جائے۔ لیکن انسانی مساعی جو بغض و حسد اور کینہ کے پیش نظر بروئے کار آتی ہیں۔ کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتیں۔ اس لئے بفضل اللہ تعالیٰ ان کے یہ تمام حربے بیکار ہو کے رہ گئے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہمیشہ حق کے ساتھ رہا ہے۔ اس لئے قوم کی نگہ میں القریش کی وقعت ہر لحہ وسیع تر ہوتی گئی، سلطان العلوم اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کا شاہانہ لطف و کرم اس کے شامل حال رہا۔ اور اسے بیش از پیش قومی و ملی خدمات کا موقع ملتا رہا۔ قوم نے ہمیشہ اسکی خدمات کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کی ہر آواز پر لبیک کہنا اپنا فرض سمجھا۔ زر نقد کی تھیلیوں اور معزز ترین خطابات کی پیشکش سے نوازا۔ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آرگن جاری ہوئے۔ لیکن پروان نہ چڑھ سکے۔ ہم خدائے تبارک و تعالیٰ عز اسمہٗ کے اس فضل و کرم کا جسقدر بھی شکریہ ادا کریں بجا ہے۔

قارئین کرام بہی خواہان قوم سے استدعا ہے کہ وہ اپنے اس آرگن کی توسیع اشاعت میں تا بحد امکان کوشش کر کے اسے بہتر سے بہترین خدمات انجام دینے کے قابل بنانے میں دریغ نہ کریں۔ کاغذ کی پریشان کن گرانی سے عہدہ برآ ہونے کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ ایک مہینہ کے اندر اندر کم از کم ایک ایک جدید خریدار کے اضافہ کی کوشش کی جائے۔ امید ہے کہ احباب سعی کر کے عند القوم مشکور ہوں گے۔

خطوط و مراسلات

مکرم و محترم الحاج مخدوم نور محمد صاحب محافظ انجمن اسلامیہ علاقہ سندھ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

سحر خورشید لرزاں بر سر کوئے تو مے آید
دل آئینہ را نازم کہ بر روئے تو مے آید

الحمد للہ حمداً متواتراً و متوافراً والشکر لہ شکراً متوالیاً و متکاثراً مرۃ بعد اخریٰ و کرۃ بعد اولیٰ جناب عالی سرتاج رسالہ القریش دلوا ہوا۔ شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ اس کی موجودہ ترتیب ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ اور آئندہ بہ دگرام نور علیٰ نور، خالق اکبر دو جہاں کامیاب کرے۔ آمین!

برادران قریش! عام برادران اسلام اور عقیدتمندان قوم سے التجا ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب قومی صحیفہ کی اشاعت میں اضافہ کرنے کیلئے دل کھول کر امداد کریں۔ میں بھی اس قومی چراغ کے لئے زیادہ سے زیادہ خریدار بہم پہنچانے کی کوشش کرنا اپنا فرض سمجھوں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ حقیر خدمت کر رہا ہوں۔ وباللہ التوفیق!

خدائے تبارک وتعالیٰ آپ کا اور ادارہ القریش کا حامی و مددگار ہو۔ اور آپ کو بیش از بیش قومی خدمت کی توفیق عطا ہو۔ آمین ثم آمین!

(مخدوم صاحب بفضل تعالےٰ علاقہ سندھ کے مقتدرین قریش میں سے ہیں۔ آپ انجمن اسلامیہ کے سرپرست اور لائبریری کے نگران و محافظ ہیں۔ آپ کا حلقہ اثر بہت وسیع ہے۔ آپ نے جن الفاظ میں "القریش" کی قدرافزائی فرمائی ہے۔ ہم اس کے لئے بدل سپاس گذار ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ اپنے ہزارہا عقیدتمندان میں "القریش" کی توسیع اشاعت کی کوشش سے ایفائے عہد کرتے ہوئے ہمیں مزید تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔ ایڈیٹر)

کرمی سید امام شاہ صاحب سارجنٹ پولیس اور مخزمی سید محمد مسعود صاحب سارجنٹ پولیس کی توجہات خصوصی سے "القریش" کے دائرہ احباب میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہوا ہے۔ اس سعی وجہد اور توجہ کیلئے دونوں حضرات ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ خدائے تبارک وتعالیٰ ان کے عزائم میں برکت دے۔ اور قومی امور میں دلچسپی کی بیش از بیش توفیق عطا کرے۔ آمین!

اوّل الذکر محترم گذشتہ دو ماہ میں پانچ خریداران سے امداد فرما چکے ہیں۔ اور مزید کیلئے پرزور وعدہ ہے

ثانی الذکر بھائی تحریر فرماتے ہیں کہ تا بحد امکان تعاون رہیگا اور توسیع اشاعت کا کام فراخ دلی سے جاری رکھا جائیگا۔ سرِدست حسب ذیل دو حضرات کے نام القریش جاری کر دیجئے۔

اس سے قبل بھی آپ توسیع اشاعت میں مدد کر چکے ہیں ہمیں آپکے احسانات سے توقع ہے۔ کہ آپ اپنی مساعی کا یہ سلسلہ تا دیر جاری رکھ کر شکریہ کا موقعہ دیتے رہیں گے۔

مکرمی سید عبدالحق شاہ صاحب دوالمیانوی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" عہد حاضر کا بہترین جریدہ ہے۔ میرے نام جاری کر دیجئے۔ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج رہا ہوں۔ میں دو پرچوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ کے جذبات زندہ ہیں۔ خدا آپ کے حیات وجذبات میں برکت عطا کرے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

رسالہ کا تعارف برادری سے کرا رہا ہوں۔ امید ہے کہ کئی خریدار بن جائیں گے۔ تا زیست مدد امداد انشاءاللہ تعالیٰ کرتا رہونگا۔ والسلام۔

آپ نے "حضرت علی کرم اللہ وجہہ" کی سوانح حیات پر مشتمل ایک مضمون بھی ارسال فرمایا ہے۔ ہم آپ کے وعدہ فرمائی کو حوصلہ افزائی سے تعبیر کرتے ہوئے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اپنے حلقہ احباب میں القریش کیلئے خاص ساعی عمل میں لا کر عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور ہوں گے۔ وباللہ التوفیق،

"ندوۃ القریش" کا اجلاس

۱۔ ۲۴ مقامی و غیر مقامی ممبران کی حاضری میں مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سیکرٹری صاحب نے انجمن "فلاح القریش" شاہ آباد اور "انجمن قریش" شاہ گنج کے رزولیوشن اور درخواست ہائے الحاق پیش کیں۔ تجویز ہوا۔ کہ سکرٹری صاحب اپنی مناسب رپورٹ اور ضروری کاغذات کے بشمول یہ درخواستیں پیش کریں۔ اور دونوں جماعتوں کو مطلوبہ کاغذات بھیجدیئے جائیں۔

۲۔ منشی فضل کریم صاحب نے "ندوۃ القریش" سے ملحقہ جماعتوں کے ناموں پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میرے خیال میں جماعتوں کے ناموں میں اسقدر اختلاف موزوں نہیں۔ "ندوۃ القریش" کی ایک شاخ کا نام "جامع القریش" تجویز ہوتا ہے۔ تو دوسری کا "فلاح القریش" تیسری کا "انجمن قریش" اور چوتھی کا "اصلاح القریش" کیا بہتر نہ ہوگا کہ تمام جماعتوں کے ایک ہی قسم کے اور ایسے نام تجویز کئے جائیں جو مخصوص مفہوم کی مظہر ہوں، میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ "ندوۃ القریش" کی ہر شاخ کا نام "ندوۃ القریش" ہی ہو۔ مثلاً "ندوۃ القریش راولپنڈی"، "ندوۃ القریش شاہ گنج" وغیرہ۔ اسکرٹری صاحب نے کہا کہ اس سے قبل بھی یہ معاملہ کبھی پیش ہوا تھا۔ لیکن بعدش اس پر مزید بحث نہ ہوسکی، جناب صدر نے فرمایا۔ کہ تجویز قابل توجہ اور قابل غور ہے۔ اس سلسلہ میں تدبر و تفکر کے بعد ملحقہ شاخوں سے استصواب رائے ضروری ہے۔ مزید غور کیلئے یہ تحریک آئندہ اجلاس پر ملتوی کردی گئی۔

۳۔ قریشی نذیر احمد صاحب انبالوی کا مکتوب دربارہ اس کے کہ آیا "شیخ فاروقی زراعت پیشہ قرار دیئے جاچکے ہیں یا نہیں"؟ اور یہ کہ ایک غریب مسلمان جو دراصل شیخ قریشی تھا اور جو کاغذات مال سنہ ۱۸۹۵ء میں فاروقی شیخ درج ہے ایک سودخوار کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ اب امداد کا طالب ہے وغیرہ پیش ہونے پر تجویز ہوا۔ کہ متذکرہ شخص کا نہ ریکارڈ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور نہ وہ ہماری جماعت کا ممبر ہے۔ اس لئے اس پر مزید غور و اعانت امر محال ہے۔ لہذا کاغذات داخل دفتر ہوں

۴۔ سکرٹری نے اس حادثہ الیمہ کا ذکر کیا۔ جو ۱۹ مارچ کو لاہور کے مقام پر پولیس اور خاکساروں کے تصادم کی وجہ سے کئی جانوں کے ضیاع پر منتج ہوا۔ حاضرین نے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت اور مجروحین کیلئے دعائے صحت کرتے ہوئے اس حادثہ پر رنج و ملال کا اظہار کیا۔ اور حکومت کے اس رویہ پر جو اس نے واقعہ کی کھلی تحقیقات کیلئے چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ اور چوہدری نعمت اللہ سابق جج الہ آباد ہائی کورٹ پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کردی ہے۔ اجلاس نے اطمینان کا اظہار کیا۔

قریش کے نام پر بعض دوسری جماعتوں سے متعلقہ خط و کتابت پیش ہونے پر تجویز ہوا۔ کہ یہ معاملہ در خور اعتنا نہیں، بہی خواہان قریش کو ادھر توجہ دینے اور اس سے متعلق استفساریہ خطوط لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مستقبل نتائج از خود آشکار کردیگا

دفتری نظام اور دیگر اہم امور پر تبادلہ خیالات ہونے کے بعد سکرٹری کو ہدایت ہوئی کہ وہ گذشتہ اور امروزہ جلسوں کی کارروائیوں کے اقتباسات اسلامی اخبارات کو بغرض اشاعت بھجوادے اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

فلاح القریش فیض آباد

مکرمی پیر فصیح الدین صاحب (منشی فاضل) ناظم انجمن

"فلاح القریش" فیض آباد، تحریر فرماتے ہیں، کہ اہم قومی ضروریات کے پیش نظر چند بزرگان قریش کی تحریک پر "فیض آباد" میں "فلاح القریش" کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی گئی ہے ۵ اپریل کو بعد نماز جمعہ مولانا عبدالباری صاحب ہاشمی مولوی فاضل کے مکان پر افتتاحی اجلاس منعقد ہوا۔ اور حسب ذیل کارروائی معرض عمل میں آئی۔

۱۔ مولانا صاحب موصوف کی تحریک اور پیر احمد حسن کی تائید پر بالاتفاق تجویز ہوا۔ کہ برادری کی تنظیم و شیرازہ بندی اور دیگر ضروریات کے پیش نظر "فیض آباد" میں "فلاح القریش" کے نام سے ایک انجمن بنائی جائے۔

۲۔ پیر شکورالدین صاحب کی تحریک اور حاضرین کی تائید سے حسب ذیل کارکنان انجمن منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا عبدالباری صاحب ہاشمی مولوی فاضل صدر
۲۔ پیر فصیح الدین صاحب منشی فاضل ناظم
۳۔ پیر احمد حسن صاحب خزانچی

حسب ذیل حضرات مجلس منتظمہ کے ممبر منتخب ہوئے۔

۴۔ پیر شکورالدین صاحب مدرس
۵۔ میاں رکن الدین صاحب ریٹائرڈ
۶۔ میاں غلام فرید صاحب
۷۔ میاں اعجاز نبی صاحب
۸۔ میاں غلام احمد صاحب
۹۔ حاجی امین الدین صاحب
۱۰۔ مفتی قدرت اللہ صاحب
۱۱۔ حافظ احمد یار صاحب

ایک رزولیوشن کے ذریعہ، نائب صدر، نائب ناظم کے انتخاب کا اختیار مجلس منتظمہ کو تفویض ہوا۔ اور تجویز ہوا کہ انجمن ہذا کا الحاق مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" سے کرنے کیلئے خط و کتابت کی جائے۔ اور کارروائی برائے اشاعت جریدہ القریش کو بھیجی جائے۔ جلسہ برخاست ہوا۔

انجمن قریش شاہ گنج

مکرم مولوی احمد سعید صاحب ہاشمی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جد و جہد کے اس دور میں "ندوۃ القریش" قوم کا بطریق احسن حق نمائندگی ادا کر رہا ہے۔ قومی ضروریات داعی ہیں۔ کہ تنظیمی مقاصد کی تکمیل کیلئے قصبہ بہ قصبہ، قریہ بقریہ اور شہر بشہر قومی جماعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ عزیز فضل الرحمٰن بی۔ اے (آنرز) کی تحریک اور کوشش سے یہاں ایک جماعت قائم کر دی گئی ہے۔ ۱۳ مارچ کو اس کار خیر کی ابتدا ہوئی۔ ۲۷ معززین برادری کی موجودگی میں کارکنوں کا انتخاب ہوا۔ اور تجویز ہوا۔ کہ اس جماعت کا الحاق "ندوۃ القریش" سے ہو۔ اس کیلئے علیحدہ درخواست ارسال ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ آپکی جماعت اب ہماری رہنمائی سے دریغ نہ کرے گی۔ سیکرٹری کا کام عارضی طور پر عزیز نے خود سنبھال لیا ہے۔ صدر حضرت قبلہ حاجی مولانا حسام الدین صاحب ہاشمی اور امین میاں الفت حسین صاحب تاجر قرار پائے ہیں، ۱۴ حضرات منتظمہ جماعت میں شامل کئے گئے ہیں۔ از رہ کرم اغراض و مقاصد کی چند کاپیاں اور ضروری کاغذات ارسال کر کے مشکور کریں۔

(متذکرہ دونوں جماعتوں کی مراسلتیں "ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ میں پیش کر دی گئی ہیں۔ اجلاس کی کارروائی کسی دوسری جگہ درج ہے۔ ایڈیٹر)

عرف عام سے متعلقہ تجویز

مکرمی مولانا اشفاق حسین صاحب علوی، بی۔ اے (جامعی) نوانگر سے تحریر فرماتے ہیں۔

میں شیخ، قاضی، پیر وغیرہم اعزازی الفاظ کی بحث کے نتیجہ کا صبر و سکون سے منتظر رہا۔ قریشی عبدالغنی صاحب علوی انبالوی کی تحریک کا مفہوم جو کچھ میں سمجھا وہ یہ تھا کہ قریش کا اعزازی لفظ پیر ہو یا شیخ، قاضی ہو یا مخدوم، ایک ہونا چاہیئے۔ اس سے محرک کی مراد "عرف عام" سے تھی۔ قومیت سے نہ تھی۔ ہر شخص کو "عرف عام" میں مخاطب کرنے کا ایک دستور ہے، کسی کو شیخ جی کہکر پکارا جاتا ہے۔ تو کسی کو قاضی جی، کسی کو مولوی جی اور کسی کو چوہدری جی، گویا یہ الفاظ کسی کو مخاطب کرنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور اصطلاحاً انہیں عرف عام کہا جاتا ہے۔ بات معقول تھی لیکن مجھے یہ معلوم کرکے افسوس ہوا۔ کہ بحث کا موضوع اسقدر تبدیل ہو گیا ہے کہ مقصد فوت ہو کر رہ گیا ہے۔ مکرمی قاضی امان الحق صاحب بی۔ اے، بی ٹی کا ایک طویل مقالہ "تذکرہ برادری" مطبوعہ مارچ میری نظر سے گذرا۔ میں نے اسے بغور مطالعہ کیا۔ اور حقیقت کو ایک دفعہ پھر ذہن نشین کرنے کیلئے القریش کی فائل کے ورق گردانی کرکے اس بحث سے متعلقہ تمام خیالات مطالعہ کئے۔ اصل مقصد وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یعنے محرک کا مقصد عرف عام کی اصلاح کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن محترم قاضی امان الحق صاحب اسے کسی اور مقام پر لے گئے ہیں۔ اگر قریشی حضرات اپنا عرف عام ایک منتخب کر لیں۔ یعنے جہاں کہیں وہ ہوں صرف پیر جی، شیخ جی یا مخدوم جی یا جو کچھ وہ چاہیں کہلائیں۔ تو ان کی قومیت اور قریشیت پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ فہر علی احمد قریشی، فہر نظام الدین صدیقی کی مثالوں سے اس تجویز کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ جو قابل افسوس ہے۔ بہرحال تجویز معقول تھی۔ اور اس پر مدبرین قوم کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے تھا۔ "شیخ" کوئی معمولی لفظ نہیں، "مخدوم" "قاضی" اور "پیر" وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ بہتر ہے ولی، غوث، قطب سب "شیخ" کے لفظ سے مخاطب رہے ہیں۔ اسی پر اتفاق ہو جاتا تو کیا بُرا تھا۔ "پیر" اور "مخدوم" کے نام سے بھی اکثر مقامات پر "قریشی" مخاطب ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک لفظ تجویز کر لیا جاتا تو کوئی عیب نہ تھا بہرحال ایک قوم اور ایک برادری کے لئے ایک لفظ عرف عام کے طور پر استعمال کرنے کی تحریک ایک بہتر تحریک تھی۔ عرف عام میں قومیت کا تعارف مرکوز ہو جاتا۔ جہاں کہیں استعمال ہوتا۔ عوام فوراً اصلیت کو پا لیتے۔ تحریک بُری نہ تھی۔ مگر افسوس ہے کہ قدر ناشناسی نے اس کی صورت مسخ کر کے رکھ دی ہے۔ اس سے زیادہ اس معاملہ میں میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ فتدبر

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ رَاجِعُون

۱۔ یہ اطلاع نہائیت افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ کہ مولانا مولوی غلام غوث صاحب غلامی پنشنر (گوجرانوالہ) داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ پرانی وضع کے ایک شریف الطبع اور صالح بزرگ تھے۔ آپ کا فارسی کلام بالعموم القریش میں شائع ہوتا رہا ہے۔ تردید مرائیت میں آپنے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ خدا مغفرت کرے۔

۲۔ انتہائی رنج و افسوس سے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب علوی ایم۔ او۔ ایل (گوجرانوالہ) انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ بڑے نیک مرد تھے۔ انجمن قریشیان پنجاب کے صدر کی حیثیت سے آپ قابل ستائش قومی خدمات انجام دیں۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔

انجمن " فلاح القریش " بہاولپور

مکرمی پیر محمد سلیم اسلم صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی، اور دیگر معتقدین قریش بہاولپور کی جمیعت قومی سے، ریاستی قریشیوں کی فلاح و تنظیم اور دیگر قومی ضروریات کے پیش نظر " فلاح القریش " کے نام سے ایک قومی ادارہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اغراض ذیل کیلئے " سیفلاح " میں ۵؍ اپریل کو بزیر صدارت پیرزادہ کریم بخش صاحب وکیل جلسہ منعقد ہوا۔ انتخاب کارکنان کے علاوہ " اغراض و مقاصد " پر بحث ہوئی۔ چند اہم رزولیوشن بالاتفاق رائے منظور ہوئے۔ جن میں سادات قریش کی مرکزی جماعت " ندوۃ القریش " اور قومی جریدہ " القریش " کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ ہم اس ادارہ کا بصمیم قلب خیر مقدم کرتے ہوئے داعی ہیں۔ کہ خدائے تبارک تعالےٰ فلاح القریش کے مخلص کارکنان کے عزائم میں برکت دے۔ اور ان کے ہاتھوں یہ جماعت پروان چڑھے آمین

موصولہ کارروائی قارئین کرام کی واقفیت کیلئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اغراض

انجمن " فلاح القریش " سرکار والاتبار، اعلیحضرت خسرو جہاں پناہ فرمانروائے دولت عباسیہ اور ان کی حکومت کی گہری عقیدت اور وفاداری کے ساتھ۔

الف، قوم میں اتحاد و یگانگت، اور باہمی ہمدردی و رواداری کا جذبہ پیدا کرے گی

ب، تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائیگی

ج۔ رسوم قبیحہ کا کما حقہٗ انسداد کرے گی۔

د۔ قوم کے نادار بچوں کی مناسب تعلیمی امداد کرے گی۔ اور

ہ۔ قوم کے معاشرتی، اقتصادی اور زراعتی ترقی کے وسائل پر عمل کرے گی۔

انتخاب

باتفاق رائے حسب ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

۱۔ پیرزادہ کریم بخش صاحب وکیل بہاولپور — صدر

۲۔ مسٹر محمد سلیم اسلم (صاحب) ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ بہاولپور — جنرل سکرٹری

۳۔ شیخ محمد عطاء اللہ صاحب صدیقی بہاولپور — امین

رزولیوشن

۱۔ انجمن " فلاح القریش " ریاست بہاولپور کا یہ اجلاس " ندوۃ القریش " امرتسر کی ان شاندار خدمات کو جو اس نے قومی وقار کے قیام اور پنجاب کے چھ اضلاع میں برائے حصول حقوق زراعت انجام دی ہیں۔ اور جن کا تفصیلی " تذکرہ " دلیل صداقت " میں موجود ہے۔ بنظر استحسان دیکھتا ہے۔

۲۔ یہ اجلاس رسالہ " القریش " امرتسر کو اپنا قومی رسالہ قرار دیتے ہوئے قومی ضروریات کے پیش نظر ضروری سمجھتا ہے کہ اس قومی آرگن کی توسیع اشاعت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا جائے۔

دستخط:- محمد سلیم اسلم ایم اے۔ ایل ایل بی، جنرل سیکرٹری انجمن فلاح القریش " بہاولپور سٹیٹ

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

عہد عثمانی کی قابل صد فخر متاع

نیا یونیورسٹی ٹاؤن قرطبہ کی قدیم اسلامی جامعہ کی یاد تازہ کرتا ہے

چند دن پیشتر حضور نظام نے عثمانیہ یونیورسٹی کے جس آرٹس کالج کا افتتاح کیا ہے۔ وہ تعمیری نقطہ نظر سے ایک ایسی شاندار عمارت ہے۔ جس پر حیدرآباد کی اسلامی ریاست اور مسلمانان ہند بجا طور سے فخر و ناز کر سکتے ہیں۔ شہر حیدرآباد سے سات میل کے فاصلہ پر باہر ایک مرتفع حصۂ زمین پر خوشنما مناظر کے بیچ میں اس یونیورسٹی ٹاؤن کو آباد کیا گیا ہے۔ بس اور ریلوے سروس جو شہر سے آمد و رفت کا ذریعہ ہیں۔ اس مسافت کو آسان بناتے ہیں۔ آرٹس کالج یونیورسٹی عمارات کے سلسلہ کی جو اس ٹاؤن میں ابھی زیر تعمیر ہیں۔ پہلی کڑی ہے۔ جس وقت منظور شدہ نقشہ کے مطابق یونیورسٹی کے تمام شعبہ جات کی اور دوسری بلڈنگ مکمل ہو جائینگی۔ اس وقت حیدرآباد کا یہ حصہ آپ اپنی نظیر ہوگا۔ اور چونکہ اسے رہائشی یونیورسٹی بنایا گیا ہے۔ اس لئے طلباء کیلئے ایک ایسی ادبی فضا تیار ہوگی جو ریاستی آبادی کے تعلیمی ارتقا کے لئے بے انتہا معاون ثابت ہوگی برطانوی ہند کے لوگ ممکن ہے کہ اس کا صحیح تصور نہ کر پائیں لیکن جب سے عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ اور اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا ہے۔ تب سے جو طلباء ڈگریاں حاصل کر کے دنیا کی عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ وہ ٹھوس قابلیت کے مالک ہوتے ہیں اور ان کا علمی معیار غیر مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی بہ نسبت زیادہ بلند ہوتا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے ان طلباء میں تحقیق و تدوین کا بھی مادہ پایا جاتا ہے۔ اور وہ علمی تفتیش کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ چند سالوں میں اردو کے لٹریچر میں جن نئی تصنیفات کا اضافہ ہوا ہے اُن میں اکثر و بیشتر ایسی ہیں جن میں ان لوگوں کی کاوشیں شریک ہیں۔ جو اس یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو نے جو تھوڑا عرصہ ہوا۔ اپنے مرکزی دفتر کو دہلی لے گئی ہے۔ حیدرآباد میں ہی جنم لیا۔ اور اب مولوی عبدالحق کی رہنمائی میں اردو کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔

اردو مسلم و ہندو کی یکساں میراث ہے

پھر یہ کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں اگر ایک جانب زبان اردو جو ہندوستان کی متحدہ قومیت کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اردو لٹریچر کو مالامال کر رہی ہے۔ تو دوسری جانب ہندی زبان کیلئے بھی یونیورسٹی میں تعلیم کے انتظامات فراہم کئے گئے ہیں۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حیدرآباد کے مرکز علم و ادب میں فرقہ وارانہ جذبات پلئے جاتے ہیں۔ آریہ ستیہ گرہ کے دوران میں بندے ماترم گیت کے ایجی ٹیشن کو مصنوعی اسباب کے ذریعہ باہر کے لوگوں نے یونیورسٹی کے ہندو طلباء میں پیدا کیا تھا۔ مگر جیسے ہی بیرونی فتنہ پردازوں کا اثر کم ہوا۔ وہ ایجی ٹیشن

بھی مٹ گیا اور آج یونیورسٹی کے طلبا بلا امتیاز مذہب ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رفاقت کی زندگی بسر کرنے میں یونیورسٹی تعلیم کو اس سے جو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس سے اثر پذیر ہو کر ریاست کے کارکنانِ قضا و قدر نے پرائمری اور سکنڈری تعلیم کی جو اسکیم تیار کی اور جو اس سال سے نافذ العمل بھی ہو رہی ہے۔ حقیقتاً تاریخ حیدر آباد کی تعلیمی ترقی کا درخشاں باب ہے۔ جو کچھ دن بعد اپنی نفع رسانی کا ثبوت پیش کرے گا۔ اس اسکیم میں ادبی تعلیم سے زیادہ حرفتی اور پیشہ ور تعلیم پر زور دیا گیا ہے۔ جو تعلیم یافتہ طبقہ کی بیروزگاری کو دور کرے گی۔ اور ریاست کے صنعتی احیاء میں بھی ممد و معاون ثابت ہو گی۔ اسکیم کے انہیں دلچسپ اور مفید خط و خال کے مطالعہ کیلئے پنجاب کے وزیر تعلیم حیدر آباد آئے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ آٹھ صوبوں کے کانگرسی زعماء اور ہائی کمانڈ کی دماغی کاوشوں سے جو واردھا تعلیمی اسکیم تیار ہوئی وہ بھی ان مفید خصوصیات کی حامل نہیں ہے۔ جو حیدر آباد کی اسکیم میں پائے جاتے ہیں اور جس وقت اس اسکیم کے ماتحت ہر گاؤں اور قریہ میں اسکول قائم ہو جائیں گے۔ تب ریاست ایک ایسے تعلیمی نظام کے ماتحت آجائیگی جو حیدر آباد کیلئے طرہ امتیاز ہوگا۔

بصائر و عبر

راعی و رعایا کے حقوق

مذہبی و اخلاقی قوانین کے ماسوا حکومت کے مجوزہ قانون میں بھی راعی و رعایا کے تعلقات اسقدر وابستہ و پیوستہ رکھنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ باہمدگر چولی دامن کا رشتہ ہو۔ اور ان میں اسقدر گہرا پیوند ہو کر ایک دوسرے کے حقوق کو نظر انداز نہ کر سکے۔ راعی نصفت شعار اور رعایا وفا شعار نہ ہو تو نظام سلطنت درہم برہم ہو کے رہ جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں کہیں تعلقات میں ناخوشگواری واقع ہوئی، حالات متغیر ہوئے اور راعی و رعایا دونوں کیلئے ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اسلاف نے ان باتوں کا بڑا خیال رکھا۔ اور نہایت تدبر و تفکر کے ساتھ اس تعلق کو استوار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

ملک شاہ سلجوقی کے حالات میں مذکور ہے۔ کہ آپ بڑے منکسر المزاج رعایا نواز اور انصاف پسند تھے۔ پبلک جلسوں میں عوام کی طرح بے تکلف شریک ہو جایا کرتے۔ آپ ایک وعظ میں بیٹھے تھے۔ واعظ نے فارس کے آتش پرستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ

ایک بادشاہ شکار میں تنہا رہ گیا، اور ایک باغ میں جا پہنچا۔ سستانے کیلئے گھوڑے سے اترا۔ ایک ننھی لڑکی وہاں کھیل رہی تھی۔ بادشاہ نے اس سے پانی طلب کیا۔ وہ دوڑی دوڑی گئی اور ٹھنڈے میٹھے، خوشبودار اور لذیذ پانی کا گلاس لے آئی۔ بادشاہ پی کر مسرور ہوا۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ اس میں مٹھاس اور خوشبو کیسی ہے؟ لڑکی نے عرض کیا۔ کہ اس باغ میں ایک قسم کے پودے ہیں۔ جن کو ہاتھ سے دبانے سے ایک رس نکلتا ہے جو خوشبودار بھی ہے۔ اور شیریں بھی۔ تھوڑا سا وہ رس ہی پانی میں ملا کر لائی ہوں۔ بادشاہ نے دوسرے گلاس کا مطالبہ کیا۔ لڑکی چلی گئی۔ تو بادشاہ کے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ باغ تو ہمارے قبضہ میں ہونا چاہیئے۔ کیا اچھا ہو کہ کسی دوسرے باغ کے مبادلہ میں یہ باغ لے لیا جائے۔ لڑکی کچھ دیر کے بعد روتی صورت بنائے آئی۔ گلاس پیش کیا۔ بادشاہ نے دیر کی وجہ دریافت کی۔ تو لڑکی نے کہا۔ کہ کیا عرض کروں۔ ہمارے بادشاہ کی نیت میں فرق آگیا ہے بادشاہ نے کہا کیونکر، کہا اب کی دفعہ بڑی دقت اور زور سے رس نکلا ہے اور وہ بھی کم، اسی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے دل میں خیال کیا۔ کہ آزمائش کرنی چاہیئے۔ آپ نے باغ حاصل کرنے کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اور لڑکی کو اور گلاس لانے کیلئے کہا۔ لڑکی پھر گئی اور ایک اچھا خاصہ گلاس لے کر جلد آگئی اور ہنستے ہوئے کہنے لگی۔ کہ شکر ہے کہ بادشاہ کی نیت درست ہو گئی ہے۔ پودے پہلے جیسے بن گئے ہیں،

ملک شاہ نے یہ واقعہ سنا اور واعظ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ساتھ ہی وہ قصہ بھی بیان کر دیجئے۔ کہ نوشیرواں نے ایک باغبان سے جو بادشاہ کو پہچانتا نہ تھا انگور کا ایک خوشہ طلب کیا تھا اور باغبان نے کہا کہ بادشاہ نے ابھی بٹائی نہیں لی۔ اس لئے میں خیانت نہیں کر سکتا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اسلاف راعی و رعایا کے حقوق

کے کسقدر پاسبان ہوا کرتے تھے، اور بادشاہ کی نیت میں ذرا سا فرق آنے سے شجر و حجر تک کتنا اثر ہوتا ہے۔ خدا ہمیں حق شناسی کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

زیردستوں سے سلوک

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزار مبارک کے سرہانے میں اعتکاف میں تھا۔ کہ عرب کا ایک بادشاہ جس کے جور و ستم کی روایتیں مشہور تھیں۔ داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھی اور بارگاہ الٰہی میں مراد مانگی۔

حضرت فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ عرب کی گریہ و زاری اور دعا و التجا سے میں نے خیال کیا کہ کوئی بادشاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب، خدا کی بارگاہ میں یکساں محتاج و بے نوا ہیں۔ بلکہ دولتمند ہونا اور بھی زیادہ حاجتمندیوں کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ غریبوں اور مفلسوں کی خواہشیں اور ضرورتیں محدود ہوتی ہیں۔ اور دولتمندوں کی خواہشیں غیر محدود، پس جس شخص میں جتنی خواہشیں زیادہ ہونگی اتنا ہی وہ زیادہ محتاج ہوگا۔

نماز و دعا سے فارغ ہوکر بادشاہ حضرت سعدیؒ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے کہا کہ فقیروں کی ہمت اور معاملات کی سچائی مشہور ہے۔ اس بنا پر میں چاہتا ہوں۔ کہ دم بھر کے لئے آپ توجہ کریں۔ اور میرے حق میں دعا کریں۔ کیونکہ ایک خوفناک دشمن سے میں خوفناک ہو رہا ہوں۔ سعدیؒ یہ بات سنی۔ اور فرمایا۔ کہ

"برعیت ضعیف رحمت کن تا از دشمن قوی زحمت نہ بینی"

اگر تم چاہتے ہو کہ زبردست دشمن سے کوئی زحمت نہ ہو تو کمزوروں پر رحم کرو۔ اور بے بس رعایا کے ساتھ لطف و مہربانی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ

بہ بازوان توانا و قوت سر دست — خطاست پنجۂ مسکین ناتواں بشکست
نترسد آنکہ بر افتادگاں نبخشاید — کہ گر ز پائے درآید کسش نگیرد دست

مضبوط بازوؤں اور انگلیوں کی قوت سے کسی ناتواں غریب کا پنجہ توڑ دینا بڑی غلطی ہے۔ جو شخص گرے ہوؤں پر رحم نہیں کرتا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا۔ کہ اگر وہ گرا تو اسے کوئی نہیں اٹھائے گا۔

شرارت نفس

ایک عربی سلطان کے ایک وزیر نے حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی۔ کہ حضرت! آپ میرے حق میں دعا کریں۔ کہ باری تعالیٰ میری عاقبت بخیر کرے میرا حال تو یہ ہے کہ میں شب و روز سلطان کی خدمت میں مشغول رہتا ہوں۔ اور ہر لمحے اس کی خوشنودی چاہتا ہوں۔ اور اس کے قہر و جلال اور غیظ و غضب سے ڈرتا ہوں۔ حضرت ذوالنونؒ وزیر کی تقریر سنکر روئے اور فرمایا بھائی! جتنا تو اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے اگر میں اتنا ہی اپنے پروردگار سے ڈرتا۔ تو آج صدیقوں کے زمرے میں ہوتا۔

حضرت ذوالنونؒ اگرچہ عارف باللہ بزرگ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا لیکن عہد حاضر کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے۔ ذرا سا عروج و کمال حاصل ہوا۔ اور فرعون بے سامان بنے۔ اپنے آپ کو منزہ عن الخطاء اور ہر تقدس کے متصف سمجھا اور خدا تک کو بھولے۔ آہ!

ہم گناہ کرکے بھی شرمندہ نہیں کیا تھے وہ لوگ
کہ گناہ بھی نہ کیا اور پشیمان رہے

حضرت ذوالنون مصریؒ نے اقرار معصیت کے ساتھ ہی اپنے مخاطب کو بھی نہایت لطیف انداز میں نصیحت کی، فرمایا اے شخص جتنا تو اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے اگر اتنا ہی اپنے پروردگار سے ڈرتا تو ولی کامل ہو جاتا۔ اور سعادت دارین حاصل کرتا۔

اللہ، اللہ، خدا کے بندے کس قدر نرمی، ملائمت اور محبت کے ساتھ اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ کسی کو نصیحت کرنا چاہتے تو اپنے مخاطب کو ہدف ملامت نہیں بناتے تھے۔ اور اس پر کوئی الزام عائد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خود اپنے نفس کو مخاطب کرکے دوسروں کو نصیحت فرمایا کرتے۔ یہی وہ طریقہ تھا جس نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ لیکن آہ! موجودہ زمانہ کی حالت اس سے بالکل الگ ہے۔ یہ طرز اصلاح مفقود ہے۔ اور طریقہ اصلاح بالکل جداگانہ، اگر کسی شخص سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو اخلاص و محبت سے کام لینے کی بجائے اسے ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اور اس پر طرح طرح کے بے اصل و بے بنیاد الزامات کی جھڑی لگا دی جاتی ہے۔ اور اسے کافر و مرتد، ملعون و بے دین کے جگر خراش خطابات دیئے جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے قادر و توانا ہمیں شرارت نفس سے مامون و محفوظ رکھے۔ آمین!

مکافات عمل

جب تم کسی کو ستاتے ہو، کسی کا حق غصب کرتے ہو کسی کی عزت، شہرت یا دولت کو نقصان پہنچاتے ہو تو وہ تمہیں ترکی بترکی جواب دیتا ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو بے بس ہیں۔ بیکس ہیں، تمہارے مقابلہ میں نہیں آسکتے، تمہارا ظلم دیکھ کر وہ دل تھام لیتے ہیں۔ اور ایک آہ اُن کے دل سے نکلتی ہے۔ اور ایک ہوشربا بیل بکار عرش بریں کی طرف جاتی ہے۔ اور وہ کام کرتی ہے۔ جو تیر و نشتر سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اس آہ کی بدولت نہ معلوم کتنے گھر بے چراغ ہو گئے۔ کتنی جوانیاں پھٹ پڑیں اور کتنے سر پتھروں سے کچل ڈالے گئے۔ پس کسی کو ظاہری و باطنی نقصان پہنچاتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرو۔ کہ خدا سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور ہر طرح کی طاقت رکھتا ہے ممکن ہے کہ مظلوم تم سے انتقام نہ لے سکے لیکن وہ منتقم حقیقی تمہیں ایک تنکے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے۔ ظلم و تمرد اور عصیان و طغیان کی مذمت بیان کرتے ہوئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں، کہ

آں جماعت راکہ ایزد مسخ کرد
آبِ تصویر شاں را مسخ کرد

تاریخ کے صفحات ان لوگوں کے عبرتناک حالات سے پُر ہیں جن کی ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے صورتیں مسخ کر دی گئی تھیں لیکن

تمہیں آنکھوں سے گناہ کرتے وقت تمہیں اندیشہ نہیں ہوتا کہ کہیں ان کی بینائی نہ جاتی رہے۔ اور کانوں سے گناہ کرتے وقت تمہیں سماعت کے ضائع ہو جانے کا خوف نہیں ہوتا۔ زبان سے بدگوئی کرتے ہوئے قوت گویائی کے سلب ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ بے شک گناہ کی فوری سزا تم کو نہیں ملتی۔ اس لئے بے دھڑک تم اس کا ارتکاب کرتے رہتے ہو۔ اور تمہارا دل قدرت کے انتظام سے بے خوف ہے۔ لیکن

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

مختصرات

—— معلوم ہوا ہے کہ لنڈن سے "مسلم لیگ" کا ایک اخبار جاری ہونے والا ہے۔

—— ۱۷ اپریل کو امرت سر میں جنگی دربار منعقد ہوا۔ جنگی اغراض کیلئے دس ہزار روپیہ سے زائد رقم جمع ہوئی۔

—— ۱۰ اپریل کو ۱۹ مارچ کے حادثہ لاہور کی سرکاری تحقیقاتی کمیٹی نے کام شروع کر دیا۔ یہ کمیٹی چیف جج اور ہائی کورٹ اور چوہدری نعمت اللہ سابق جج الہ آباد پر مشتمل ہے۔

—— احراری لیڈر سید عطا اللہ شاہ بخاری ایک مقدمہ میں بری کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے کی سماعت ہو گی۔ آپ کی درخواست ضمانت نامنظور ہو گئی۔ لہٰذا مام گواہ پر مقدمہ چلایا گیا۔ وہ ضمانت پر ہے۔

—— سندھ کے ہندوؤں نے فسادات سکھر کی ذمہ داری مسلمان زمینداروں پر ڈالدی ہے۔

—— ۱۷ اپریل کی شام کو کلکتہ میں کانگرس کمیٹی کے زیر اہتمام چرخہ کاتنے کی نمائش ہوئی۔ مسٹر بوس کے حامیوں نے نمائش پر پتھر پھینکے اور ہنگامہ برپا کر دیا۔

—— میر بندے علی خاں نئے وزیر اعظم سندھ نے صوبہ سندھ میں مخلوط انتخاب کا بل منظور کرایا۔

—— کونسل آف سٹیٹ نے ۹ ممبروں کی حمایت اور ۸ کی مخالفت سے اس مفہوم کا بل منظور کر لیا کہ مرکزی نظم و نسق کے ماتحت علاقوں میں ضبط تولید کا سسٹم رائج کیا جائے۔

—— مسٹر گاندھی نے ایک بیان میں کہا کہ میں عدم تشدد کے ذریعہ پاکستانی سکیم کو روکونگا۔

—— ۱۹ اپریل کو تمام ہندوستان میں یوم "پاکستان" منایا جائے گا۔

—— لنڈن میں حکومت مصر کی طرف سے ایک مسجد کی تعمیر کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— ایک سے بھرا ہوا جرمن جہاز آگ سے تباہ ہو گیا۔ متعدد جہاز اور بھی غرق ہو گئے ہیں۔

—— برطانیہ نے آئیس لینڈ اور فیرو پر قبضہ کر لیا ہے۔

—— خاکساروں کی مختلف علاقوں میں گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔

—— لکھنؤ میں شیعہ و سنی کا قدح و مدح کا قضیہ پھر تازہ ہونے والا ہے۔

—— سوامی آمرانند سرسوتی نے موجودہ جنگ (اتحادی و جرمنی) کے فیصلہ کے لئے مسٹر گاندھی کا نام بطور ثالث پیش کیا ہے۔

—— بمبئی کے مزدوروں، کلکتہ کے جوہڑوں، سرحد کے کسانوں ناگپور کے کارخانوں اور امرت سر کے ہریجنوں کی ہڑتالیں ختم ہو گئیں۔

—— اتحادی فوجیں ناروے میں داخل ہو گئیں۔ جرمن فوجیں فرار ہو گئیں۔

—— ضلع سرگودھا میں دو دو چھٹانک کے اولے برسنے سے فصلیں تباہ ہو گئیں۔

واقعات و حوادث

جنگی صورت حالات

مارچ کا سارا مہینہ ہوائی اور بحری چھیڑ چھاڑ میں گذرا، جنگی حالات میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ اس اثناء میں مفاہمت و مصالحت کی کئی بار کوششیں ہوئیں، مگر ہر فریق اپنی قوت پر بھروسہ اور اپنی پوزیشن پر نازاں تھے۔ اس لئے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بعض خبریں ایسی موصول ہو رہی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ عنقریب کوئی اہم تصادم ہونیوالا ہے فرانسیسی اور انگریزی وزارتوں میں تبدیلیاں بھی اسی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ دنیا نے سن لیا۔ کہ جرمن افواج ڈنمارک اور ناروے دو ملکوں میں بیک وقت داخل ہو گئیں۔ اور اتحادیوں کی جنگی بیڑے کے چار یونٹ ناروے اور شائد ڈنمارک کے ساحل پر جرمنی افواج سے مصروف جنگ ہیں۔

جرمن افواج کی ہائی کمانڈ نے اس اقدام کی وجہ یہ پیش کی ہے۔ کہ چونکہ اتحادیوں نے اسکینڈ نیویا کے ملکوں کی غیر جانبداری کو متعدد بار توڑا۔ حتیٰ کہ اب انہوں نے ناروے اور ڈنمارک کے سمندروں میں سُرنگیں بھی ڈال دیں۔ لیکن یہ ملک زبانی یا تحریری احتجاجوں کے علاوہ کچھ نہ کر سکے۔ اور چونکہ اتحادیوں نے اسکینڈ نیویں ملکوں کے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کو کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ یہ ملک اتحادیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ اس لئے مجبوراً یہ اقدام کیا گیا۔ جس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ جرمن ان ممالک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ جرمنی ان ملکوں کی آزادی کو برقرار رکھے گا۔ جرمن ہائی کمانڈ نے اپنے اس اعلان میں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ ڈنمارک پر بلا کسی مقابلہ کے قبضہ کیا گیا ہے۔ البتہ ناروے کی فوجوں نے ابتداءً تھوڑا سا مقابلہ کیا مگر بعد میں ناروے کی حکومت کے اعلان پر یہ مقابلہ ترک کر دیا گیا۔

اس موقعہ پر مسٹر چیمبرلین نے فرمایا کہ ڈنمارک میں تو جرمن افواج بلا مقابلہ داخل ہوئی ہیں۔ لیکن ناروے کی حکومت مقابلہ کر رہی ہے۔ برطانی ریڈیو اسٹیشن کا بیان ہے۔ کہ جرمن فوجیں ناروے کے متعدد مقامات پر قابض ہو چکی ہیں۔ اور انہوں نے دارالسلطنت پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔ اور چونکہ ناروے کے ریڈیو اسٹیشن پر بھی جرمن قبضہ ہے۔ اس لئے وہاں کے حالات کے متعلق اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایک دوسری خبر میں برطانی ریڈیو اسٹیشن نے یہ بھی بتایا کہ ناروے کے ساحل پر چھ جگہ اتحادیوں کے بیڑے اور جرمن بیڑے میں زبردست جنگ ہو رہی ہے۔ ناروے کا دارالسلطنت ایک مقام ہمار میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور اگرچہ کچھ جرمنوں نے آزلو میں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی ہے۔ لیکن ناروے کی حکومت موجود ہے۔ اور وہ حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہی ہے ناروے پر جرمن قبضہ برطانیہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ ہیلی فیکس نے ناروے کے نام ایک پیغام میں اعلان کیا ہے۔ کہ اتحادی اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک ناروے اور ڈنمارک آزاد

نہیں ہو جاتے۔ چنانچہ اس لڑائی کی تیاری کیلئے وزیراعظم کے عہدے میں اتحادی سپریم وار کونسل کا اجلاس ہو چکا ہے جس میں وزیراعظم فرانس شرکت کرنے کیلئے ہوائی جہاز سے آئے تھے۔ وزیراعظم فرانس نے واپس جا کر فوجیوں کی رخصتیں یکلخت بند کر دی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ سپریم وار کونسل نے کوئی اہم قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ برطانی پارلیمان کا ایک خفیہ اجلاس بھی آج ہو رہا ہے۔ جو اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اب لڑنے والے آہستہ روی کو پسند نہ کریں گے۔

سویڈن کے متعلق برطانی ریڈیو سٹیشن کا بیان ہے۔ کہ جرمنی نے سویڈن سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ جرمنی کے خلاف ناروے کو کسی قسم کی مدد نہ دے۔ سویڈن نے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا تھا۔ کہ سویڈن ناروے کو مدد تو نہیں دیگا لیکن اپنے تحفظ کی خاطر وہ ہر قسم کی کارروائی کرنے کیلئے آزاد ہے۔ ہالینڈ اور بلجیم کے متعلق برطانی ریڈیو اسٹیشن کا بیان ہے کہ ان ملکوں میں بہت بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ مگر ہالینڈ کی حکومت اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی۔ بلجیم کی حکومت خاموش ہے۔ مگر وہاں کے اخبارات تازہ حملوں کی خبریں شائع کر رہے ہیں۔ بلجیم کے اخبارات نے لکھا ہے۔ کہ "یہ تو صحیح ہے کہ برطانیہ نے ناروے کے سمندر میں سرنگیں بچھائی تھیں۔ لیکن برطانیہ کے اس فعل کو جرمن حملوں کے جواز میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔" برطانوی ریڈیو اسٹیشن نے یہ خبر بھی سنائی ہے۔ کہ "اطالوی اخبارات جرمن حملوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں اور جرمنوں کو شہ دے رہے ہیں۔" اطالوی اخبارات کا یہ رویہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ جرمن حملوں کو سنحسن اور برطانی ناکہ بندی کا صحیح جواب سمجھتے ہیں۔ حالات کی رفتار زیادہ تیز ہو گئی ہے۔ تین چار دن ہوئے جاپان سے بھی یہ خبر موصول ہوئی تھی۔ کہ جاپان اپنے بحری بیڑے کو ایک خاص مقام پر جمع کر رہا ہے۔ جو کسی بڑے حملہ کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آج تک کسی کو یہ نہ معلوم ہو سکا۔ کہ جاپان نے یہ تیاری کہاں حملہ کرنے کے لئے کی ہے۔ یورپ کے موجودہ حالات میں مشرق بعید کی اس خبر کو فراموش نہ کر دینا چاہیئے۔ ساتھ ہی شمالی یورپ کی جنگ میں الجھنے کے باوجود ہمیں بحیرۂ روم، مصر یا سمتہائے بلقان اور ترکی کے حالات پر بھی غور کرتے رہنا چاہیئے۔ بہت ممکن ہے کہ یہاں بھی شمالی یورپ جیسی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

ممالک اسلامیہ

"الاستقلال" شام لکھتا ہے۔ کہ ترکی حکومت قیام امن کیلئے ہر قسم کی مساعی عمل میں لا رہی ہے۔ اور مشرق قریب میں وہ کوئی خلفشار دیکھنا نہیں چاہتی۔ تاکہ جنگ کے مصائب میں اسے گرفتار نہ ہونا پڑے۔ چنانچہ ترک اپنے تعلقات استوار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اخبار مذکور کا بیان ہے۔ کہ ترکی حکومت بیک وقت ۲۰ لاکھ فوج میدان میں لا سکتی ہے۔ ترکی فوج کی بیشتر تعداد روسی و ترکی سرحدوں پر متعین کر دی گئی ہے۔ ترکی کی فضائی طاقت بھی مضبوط ہے۔ سو ہوائی طیارے اس کے پاس موجود ہیں۔ ایک اخباری اطلاع مظہر ہے کہ ترکی نے بدنیت طاقتوں کو انتباہ کیا ہے۔ کہ

"بلقان پر حملہ کی صورت میں حملہ آور اڈریا نوپل کی سرحد پر نہیں بلکہ رومانیہ یا بلقان کے کسی ملک کی سرحد پر جہاں حملہ کیا گیا۔ ترکی افواج کو اپنے مقابلہ پر پائیں گے کیونکہ

ترک یہ سمجھتے ہیں۔ کہ رومانیہ یا کسی بلقانی ریاست پر حملہ براہِ راست ترکی پر حملہ ہوگا۔ اور اسی یقین کے مطابق اسی صورت میں ترکی حکومت اقدام کرے گی"۔

ان الفاظ میں ترکی پارلیمنٹ کے سرکردہ رکن "حسین خالد یاسین" نے نیم سرکاری اخبار "ینی صباح" میں ترکی کے عوام کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ موصوف نے مزید لکھا ہے۔ کہ اتحادِ بلقان میں رخنہ ڈالنے کی غرض سے نازی اننک جو پروپاگنڈا کرتے رہے ہیں۔ ان میں نازیوں کو نہ صرف ناکامی ہوئی ہے۔ بلکہ بلقانی ممالک کا اتحاد اور مستحکم ہوگیا ہے۔ نازیوں نے بعض بلقانی ممالک میں ترکی کے خلاف شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان کی یہ کوشش بالکل رائگاں گئی ہے۔ ترکی میں اسلحہ سازی کی رفتار تیز کر دی گئی ہے۔

جزیرہ فلپائن میں پانچ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جو سات گروہوں پر مشتمل ہیں۔ جن میں مسلمانوں نے بہت سی جگہوں میں نئے نئے سکول کھولے ہیں۔ گذشتہ چند سال میں بیسیوں ہفتہ وار اخبارات اور ماہانہ رسائل جاری ہوگئے ہیں۔ جو اسلام کو نوجوانوں کے سامنے بہتر صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت حجاز اور حکومت کویت میں نزاعی امور کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ دولنتن میں ایک معاہدہ ہوگیا ہے۔ اس گفت و شنید کیلئے کویت نے برطانی سفیر کو اور حجاز نے حافظ وہبہ کو مقرر کیا تھا۔ ایران میں جرمنوں پر کڑی پابندیاں عائد ہیں۔ چند جرمنوں کو ملک سے نکال دیا گیا ہے۔

ہندوستان و پنجاب

ہندوستان کی سیاسی فضا مکدر ہو رہی ہے۔ "پاکستان" کی سکیم کی مخالفت پر ہر حربہ آزما ڈالنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ "آل انڈیا ہندو لیگ" کی تیاریاں لکھنؤ میں ہو رہی ہیں۔ جس کا جلسہ مسٹر اینے کی صدارت میں ۸، ۹ جون کو منعقد ہوگا۔ سکھوں نے ایک "خالصتان" کی سکیم بنانے کے لئے "راج خالصہ کانفرنس" کے اجلاس کی تیاریوں میں پراپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ سکھوں نے ملکی تقسیم کی ہے۔ وہ عجب دلچسپ ہے۔ اور ایسی خلاف عقل سکیم کی تجویز انہی کا حصہ ہے۔ راج خالصہ سکیم کیا ہے، سنئے، دریائے جمنا سے جمرود تک علاقہ جس میں کراچی کی بندرگاہ بھی شامل ہے۔ الگ کرکے ایک آزاد پنجاب سلطنت بنائی جائے اور یہ سکھوں کے اقتدار میں دی جائے کشمیر اور جموں بھی اسی میں شامل کئے جائیں۔ اس کے علاوہ پٹنہ صاحب (بہار) اور ناندیڑ صاحب (حیدر آباد) دکن کے نواحی علاقوں میں بھی خالصہ ریاستیں بنائی جائیں۔ کیونکہ یہ سکھوں کے پوتر استھان ہیں۔ اس سکیم میں موجودہ ہندوستان کے علاوہ چین۔ تبت اور جاپان کو بھی ہندوستان کے نقشے میں دکھایا گیا ہے۔ دوسری سلطنت جو مسلمانوں کیلئے "پاکستان" کے نام سے عقلمند سکھوں نے تجویز کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ بلوچستان مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر مسلمان چاہیں تو بیشک افغانستان ایران۔ عرب اور شام سے معاہدہ کرکے اپنی الگ پاکستانی سلطنت بنا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ہندوستان کا باقی حصہ ہندو سٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔ یہ گویا ہندوستان کی تقسیم ہے جو سکھوں کے ذہن رسا کی پیداوار ہے۔ ادھر کانگرس کے ہندو زعما کے اشارہ پر مولانا آزاد کی حمایت میں مسلم نیشنلسٹ کانفرنس کا اجلاس دہلی میں ۱۴، ۱۵ اپریل کو منعقد ہو رہا ہے۔ سندھ کی نئی وزارت ہندوؤں سے سنگین سے سنگین کے مطالبے دھڑا دھڑ قبول کر رہی ہے۔

مسٹر خان عبدالغفار خاں سرحدی چرخہ کے تبلیغ و تلقین کیلئے دورہ کرتے رہے پنجاب میں ۱۹۔ مارچ کے واقعہ کے سبب ابھی تک فضا میں کسی قدر تلخی پائی جاتی

وزیر ہند پریس ... امرتسر میں محمد طاہر ... نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی ...)

سادات قریش کا واحد اسلامی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

21-5

محمد علی

ایڈیٹر: محسن الملک سید رفیق

القریش امرتسر — مئی سنہ ۱۹۴۰ء

قیمت سالانہ
رؤساء سے ۵؍
عوام حضرات سے ۳؍

فہرست القریش امرتسر

نرخ مستطیع طلباء ۲؍
نمونہ کا پرچہ ۴؍
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷

جلد ۲۷ — مطبوعہ مئی سنہ ۱۹۴۰ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ — نمبر ۵

نمونہ کا پرچہ ملاحظہ کرنے کے بعد

منشائے خریداری و عدم خریداری سے دفتر کو اطلاع دینا ہر علم دوست اور بہی خواہ قوم کا فرض ہے۔ بعض حضرات کی خدمت میں دو دو تین تین پرچے نمونۃً ارسال ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ خاموش ہیں۔ قوم کا اصلاحی آرگن اسی بدل اشتراک پر جاری ہے۔ لہذا دردمندان قوم و ملت کو ایسے مفید مجلہ کی امانت سے کارپردازان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

خاموشی موجب نقصان ہے۔ لہذا نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات بواپسی ڈاک اپنے اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔ بصورت خاموشی وی پی ارسال ہوگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی و قومی فرض ہوگا۔

"مینجر"

التجا

بدرگاہِ خواجۂ دوسرا

پیکِ نسیمِ صبحدم چل جانبِ یثرب ذرا
فردوسِ روحانی میں یعنی گنبدِ خضرا میں جا

آرام فرما ہیں جہاں حضرت محمد مصطفےٰ
اس آستانِ پاک پر کرنا یہ جا کر التجا

ہندوستاں میں حال ابتر ہوگیا اسلام کا

گو موج افزا کفر کا ہے ایک بحرِ بیکراں
الحاد کا شبدیز ہر دشت و جبل میں ہے دواں

گو چل رہی ہیں شرک کی پُر زور و پُر ہول آندھیاں
اور کوندتی ہیں شش جہت میں زندقے کی بجلیاں

لیکن قیامت ہیں ہماری نفرقہ آرائیاں

منزل ہے اک شاہراہ اک لیکن مسافر بے خبر
ہے گامزن کوئی اُدھر کوئی ہے راہ پیما ادھر

پُر امن رستہ ہے مگر خود ہی بنایا پُر خطر
بے راہرو ہے کارواں بانگِ درا ہے بے اثر

فریاد ہے فریاد ہے اے دو جہاں کے راہبر

کل جن کے راہواروں کی ٹاپوں سے لرزتی تھی زمیں
کل جن کا لہراتا تھا پرچم روم سے تا ہند و چیں

کل دولتِ دنیا کی خاتم کے جو تھے رخشاں نگیں
کل زینتِ اورنگ جو تھے قصرِ شاہی کے مکیں

صد آہ! آج ان کو میسّر بوریا تک بھی نہیں

کل تک موافق تھا زمانہ آج ہے ناسازگار
کل تک جو سر تھے زیبِ افسر آج ہیں وہ زیبِ سر

کل تک ہمارے خوانِ نعمت کے جو تھے اک ذلہ خوار
وہ آج دنیا میں ہوئے ہیں صاحبِ عزّ و وقار

حق تو یہ ہے ہم اپنے ہاتھوں آپ ہیں رسوا و خوار

موڑا ہے منہ اللہ سے جوڑا ہے رشتہ غیر سے
مغرب سے جو طوفاں اُٹھا ہم آہ اس میں بہ گئے

پہنچا دے ساحل پر ہمیں اے ناخدا اسلام کے
بن جائیں پھر سچے مسلماں دور ہوں سب تفرقے

چھا جائیں پھر آفاق پر جس طرح پہلے چھائے تھے

عبدالحمید حمید (منشی فاضل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

ماہ مئی سنہ ۱۹۴۰ء
ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ
جلد ۲۷ —— نمبر ۵

مُدعیانِ اتحّاد کی نفاق پروری

دَولتِ آصفیہّ کو بدنام کرنے کے حیلے

پنڈت نہرو اور قلمرو دکن

اعلحضرت حضور نظام شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وحشمتہ کی عدیم النظیر شاہانہ فیاضی، رعایا نوازی، کرم گستری، انصفت شعاری اور رواداری اظہر من الشمس ہے حیدرآباد کی ہندو رعایا جہاں پناہ کے بذل و نوال سے مسلم رعایا کی نسبت بدرجہا زیادہ مستفیض ہو رہی ہے۔ اور اپنی خوشحالی و فارغ البالی پر شاد کام و مسرور ہے۔ لیکن بیرون ریاست کے متعصب و تفرقہ پرور ہندو لیڈر ایک اسلامی ریاست کو بدنام کرنے کیلئے مختلف حیلوں اور بہانوں سے شرارت کی تخم ریزی کے لئے مواقع کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ نور کو ظلمت سے تعبیر کرنا، دن کو رات سے تشبیہہ دینا نیکی کو برائی کہکر حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام سعی اقتضائے شرافت نہیں۔ کوئی حق پسند و منصف مزاج انسان ان لغو حیلوں کو کبھی حق بجانب قرار نہیں دے سکتا۔ جو امن عامہ کو تباہ و برباد کرنے کیلئے اصلیت و حقیقت پر پردہ ڈال کر کسی مفروضہ کی بنا پر کی جائیں۔ لیکن پنڈت نہرو جو غلام آباد ہند کے بڑے لیڈر بنے ہوئے ہیں کے نہانخانہ دل کا عکس رہ رہ کر صاف و صریح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ ان کی ہر لحظہ تفرقہ پردازی اور شر انگیزی پر منتج ہوتی ہے۔ کانگرس جو بزعم خویش ہندوستان کی مختلف اقوام و مذاہب کی مشترکہ نمائندہ جماعت کہلاتی ہے۔ میں پنڈت جی کو بڑی وقعت حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات سے پنڈت جی کے دل کو بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر واقعات کی ٹوہ کی جائے گی تو ہندو مسلم کشیدگی کے بیشتر و اکثر واقعات ایسے سامنے آئیں گے۔ جو پنڈت جی کی صلح جو طبیعت کے پیدا کردہ ہونگے

مارچ گذشتہ میں بیدر (حیدرآباد دکن) کے مقام پر ایک مسلمان اور ہندوؤں میں تُو تُو مَیں مَیں کے نتیجہ میں ہندو مسلم فساد ہو گیا تھا۔ تحقیقات پر بیدر کے ہندوؤں نے اعتراف کیا کہ واقعہ انفرادی تھا اور اشتعال انگیزی ہندوؤں کی طرف سے ہوئی تھی۔ مگر پنڈت جی نے اس معمولی سے واقعہ کو اتنا بڑھا چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا۔ کہ اسکی نوعیت ہی تبدیل ہو گئی۔ پنڈت جی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ

"حکومت نظام فسادات کی ترویج کی طرف مائل ہے، بیدر کے فساد کو پولیس نے ایک تماشائی

کی حیثیت سے دیکھا۔ اور آگ بجھانے کی کوشش
نہ کی، ہندو تاجروں کو لاکھوں روپے کا نقصان
برداشت کرنا پڑا اسو ہزار ہندو بیدر سے نکل گئے ہیں۔

بیدر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ جہاں کے تاجروں کی مجموعی حیثیت چند لاکھ روپے سے زیادہ نہیں۔ تحقیقات میں خود بیدر کے ہندوؤں کا بیان مظہر ہے۔ کہ اشتعال انگیزی کی ذمہ داری ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے۔ اور کسی ایک ہندو نے بھی بیدر سے نقل مقامی نہیں کی۔ لیکن پنڈت جی کی امن پسندی اور صلح جوئی کا یہ عالم ہے۔ کہ انہوں نے واقعات کے سرتاسر خلاف محض تعصب مذہبی کی بنا پر حکومت پر ناروا اتہام لگادئیے ہیں اور بعید از صداقت بیان دے کر فرقہ دارانہ فساد کی آگ مشتعل کرنے کی سعی کی ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

ریاست حیدرآباد میں دیہاتی آبادی کا غالب حصہ ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ اعداد و شمار کے لحاظ سے کم و بیش ایک کروڑ بیس لاکھ ہندو دیہات میں رہتے ہیں۔ جن کا کاشت کاری پر گذر ہے اور کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کیلئے سرکار عالی نے بارہ کروڑ روپیہ سے زیادہ مصارف برداشت کرکے آب رسانی کے وسائل بہم پہنچائے ہیں۔ دیہات میں انجمن ہائے امداد باہمی، سررشتہ جات زراعت۔ علاج حیوانات، صنعت و حرفت، طبابت و تعلیمات کے شعبے قائم کرکے دیہاتی رعایا کی خوشحالی و نفع رسانی کے اسباب مہیا فرمائے ہیں۔ ان تمام ذرائع سے ہندو رعایا ہی زیادہ تر مستفید ہوتی ہے۔ مالگذاری اراضی میں جس فراخدلی کے ساتھ ہر سال معافیاں دی جاتی ہیں۔ وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ گذشتہ سال بھی پچاس لاکھ روپے کی معافی دی گئی تھی۔ سلور جوبلی کی تقریب پر بیک وقت ۴۰ لاکھ روپیہ کا بقایا معاف فرمایا گیا تھا جس کا مفاد آبادی کے لحاظ سے ہندو رعایا ہی کو زیادہ ہوا۔ دیہات کا سارا نظم و نسق ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ زرعی زمینوں کے زیادہ تر مالک ہندو ہی ہیں۔

ہندو رعایا زراعت میں ۸۰ فیصدی، صنعت و حرفت میں ۹۲، حمل و نقل میں ۹۹، تجارت میں ۹۷۔ آزاد پیشوں میں ۸۴ فیصدی حصہ کی مالک ہے۔ اور اسی لحاظ سے وہ ان مراعات سے متمتع ہوتی ہے۔ مذہبی اداروں کو جو فیاضانہ امداد اور غیر معمولی عطیے دیئے جاتے ہیں۔ ان کی نظیر کسی دوسری ریاست میں نہیں مل سکتی۔ یہ عین حقیقت ہے کہ ۲۱۸۴۲ مندروں میں سے ۱۱۳۵۵ کو سرکار عالی کی طرف سے امداد ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ۱۱۲،۸۷۰ روپے سالانہ کی گرانقدر رقم سررشتہ امور مذہبی کی طرف سے ہندو منادر کو امداد دی جاتی ہے۔ یہ اس امداد کے ماسوا ہے۔ جو وسیع اراضی اور سالیانوں کی صورت میں دی گئی ہے۔ ایسی آمدن کی تعداد ۷۳ لاکھ روپے سالانہ سے متجاوز ہوتی ہے۔

ہندوؤں کے مذہبی جذبات کے تحفظ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اور معابد و منادر کی نگہداشت اور احترام کے لئے ان بیشقدر رقوم و عطیہ جات کے ضرورت سے زیادہ انتظامات موجود ہیں۔ پھر معلوم نہیں پنڈت جی کس منہ سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ "حکومت نظام فسادات کی ترویج کی طرف مائل ہے"۔

مسٹر گاندھی اور اس کے چیلے چانٹے روز روشن کو شب تاریک ظاہر کرنے کی ناکام مساعی محض تعصبات کی بنا پر کررہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا و جہان کو بدظنی اور شکوک

دشبہات کے دریا میں بہاکر اپنا اُلّو سیدھا کر لیا جائے نہیں کبھی حقائق پر نگاہ ڈالنے اور حق بات کہنے کی توفیق نہیں ہوئی **اسلامی اداروں، جماعتوں، ریاستوں اور حکومتوں کے خلاف** دندان آز تیز کئے بڑھنے کی کوشش کرتے رہنا وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ اور جب صداقت و اصلیت سامنے آکر اُن کے دانت کھٹے کر دیتی ہے۔ تو نادم نہیں ہوتے۔

حضور نظام فرمانروائے دکن کی رواداری، بے تعصبی اور حق پژوہی کے ہندو بھی قائل ہیں۔ لیکن کانگرسی و مہا سبھائی عنصر ہے کہ فرقہ وارانہ تنگ خیالی کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

حال ہی میں اعلیٰحضرت جہاں پناہ نے اپنی روایتی فراخدلی اور بے تعصبی سے سر وتیکا سبھا راؤ (ہندو) کو اپنی قلمرو کا ایجنٹ اول مقرر فرمایا ہے۔ یہ اتنا اہم اور ذمہ دارانہ عہدہ ہے کہ سر راؤ نے اس کی اہمیت کا خود اعتراف کیا ہے۔ گورنر سی پی کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے سر راؤ نے کہا۔ کہ

"مجھے جو اعزاز بخشا گیا ہے۔ میں اس پر جائز فخر کر سکتا ہوں۔ اس بات کا بھی احساس ہے۔ کہ ایسی ذمہ دار اسامی پر ایک ہندو کو متعین کر کے نظام حیدرآباد نے اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے حیدرآباد میں ہندو مسلم مودت کا جس کیلئے وہ ریاست بھر میں مشہور ہے۔ آج اگر صورت حالات پر نگاہ ڈالی جائے تو محسوس ہوگا۔ کہ یہ روایات بیحد قیمتی ہیں"

پنڈت نہرو کی تنگ دلی و تنگ نظری اعلیٰحضرت حضور نظام کے تلطفات خسروانہ کو بھی صحیح معنوں میں نہ دیکھ سکے۔ تو کسی کا کیا گناہ؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ایک لاکھ کا گرانقدر عطیہ

سلطان العلوم اعلیٰحضرت حضور نظام نے چند روز پیشتر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کو ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر شاہانہ عطیہ دینے کا اعلان فرمایا تھا۔ اب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے۔ کہ جہاں پناہ کے اس عطیہ کا چک وصول ہو گیا ہے حضور کے اس عطیہ پر علمی دنیا میں مسرت کا اظہار ہو رہا ہے۔

نظام سٹیٹ ریلوے

"نظام سٹیٹ ریلوے کی طرف سے اس سال کے مداخل ومخارج پر جو تبصرہ شائع کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعبے میں نمایاں ترقی ہوئی ہے یعنی حکومت کی طرف سے ملازموں کی ترقی مسافروں کی آسائش اور ریلوے اور موٹر کے سفر کیلئے بہترین سامانوں کی بہم رسانی کا بیش از پیش انتظام کیا گیا ہے۔ اور ترقی کی رفتار کسی شعبے میں رکی نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ریلوے کو ہر شعبے میں پہلے کی نسبت زیادہ آمدنی ہوئی۔ جنگ کے سلسلے میں بھی یہ ریلوے نمایاں نمایاں خدمت انجام دے رہی ہے مثلاً سے جنگی سامان کی تیاری کے آرڈر مل رہے ہیں حال ہی میں ایک بہت بڑی فرمائش توپوں کے پرزوں کے متعلق موصول ہوئی ہے۔ جو لال گوڑہ کی ورکشاپ میں تیار کئے جائینگے۔ اس کے علاوہ فوج کیلئے ڈرائیوری اور مشین کا کام جاننے والوں کی ٹریننگ بھی کی جا رہی ہے۔ اس ریلوے کی خریداری کے وقت بعض لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اسکا نتیجہ زیر باری ہوگا لیکن اعلیٰحضرت کا ضمیر منیر دیکھ رہا تھا۔ کہ یہ خریداری برکات کا موجب ہوگی۔ چنانچہ اعلیٰحضرت ہی کا خیال درست نکلا۔ اس سلسلے میں سر اکبر حیدری کی خدمات گرامی بیحد قابل قدر ہیں جنکی سعی و کوشش اور حسن انتظام سے ریلوے کی خرید کا معاملہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس سال ریلوے کی وجہ سے حکومت کے خزانہ میں دس کروڑ روپے زیادہ داخل ہوئے۔ ۱۲۲ میل لمبی ریلوے لائن مزید تعمیر کی گئی۔ اور ایک سو میل زیر تعمیر ہے۔ اللّٰہم زد فزد۔"

مُعَارِفُ القُرآن

وَاللّٰہُ یُؤتِی مُلکَہٗ مَن یَّشَآءُ

اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

سلطنت کس کو ملتی ہے

اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں جیسے کہ عوام میں سمجھے جاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے سبب اور اپنی سنت جاریہ کے خلاف ملک دیدیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے ایک سنت و انداز کے موافق کرتا ہے کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ پس بمقتضائے سنّت جس کو چاہے۔ اللہ کا ملک دینا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو ملک دینا چاہتا ہے۔ اسے فی نفسہٖ ملکرانی کے قابل بنا دیتا اور ایسے مناسب اسباب پیدا و موجود کر دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ سے وہ ملک و سلطنت تک پہونچ جائے یعنی اللہ تعالیٰ دو سببوں سے سلطنت دیتا ہے۔ ایک خود بادشاہ کی ذات میں موجود ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس قوم میں جس میں کہ وہ ہونہار اور بادشاہ بننے والا شخص ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور یا مرسل حدیث میں ہے۔ کہ کَمَا تَکُوْنُوْا یُوَلّٰی عَلَیْکُمْ اور یہ واقعی بات ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سعادتمند بنانا چاہتا ہے تو اس پر ایسا بادشاہ حکمران کرتا ہے۔ قوم کی اچھائی کی استعداد کو بڑھاتا اور طاقت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس قوم کی بھلائی اس کے شر پر غالب آجاتی ہے۔ اور وہ سعید ہو جاتی اور سعید کہلاتی ہے۔ اور جب کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو اس پر حکمران کرتا ہے۔ جو اس کے دواعی شر کو قوت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا شر خیر پر غالب آجاتا ہے۔ اور وہ شقی و ذلیل بنجاتی ہے۔ زور آور قومیں اس پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور ادھر ادھر سے اسکا ملک چھینتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ آخرکار اس قوم کی سلطنت نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ سعادت و شقاوت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اور بمقتضاء سنت اسکا یہ ارادہ پورا ہوتا ہے۔ پس درحقیقت وہی جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ لیکن عدل و حکمت کے ساتھ نہ ظلم و زیادتی سے اسی لئے وہ فرماتا ہے۔ لقد کتبنا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ متقین سے یہاں مراد ہیں وہ لوگ جو ملک کی خرابی اور قوم کے ضعف کے اسباب یعنی حکام کے ظلم اور قوم کی جہالت و بداخلاقی سے اور ان کے توابع سے بچتے ہیں اور صالحوں سے مراد ہیں۔ وہ جو زمین کی آبادانی کی صلاحیت اور قوموں کی سیاست کی ان کی استعداد کے موافق قابلیت رکھتے ہیں۔ عموماً مسلمان اس قسم کی موجز آیتوں سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بادشاہوں کو ملک بقوت الہٰی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس حصول کو ان اسباب و سنن سے کچھ تعلق نہیں ہے جن پر آدمی کو اپنے کسی اعمال میں چار و ناچار چلنا اور گذرنا پڑتا ہے۔ اصل میں یہ اعتقاد بت پرست قوموں کا ہے اور قدیم سے چلا آتا ہے۔ اسی اعتقاد کی بدولت بہت سے بادشاہوں نے ان لوگوں کو اپنا غلام بنایا جو سمجھتے تھے۔ کہ دنیاوی بادشاہی خدا کی آسمانی بادشاہی کا ایک شعبہ ہے اور بادشاہوں کی مقاومت کرنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے اور اس کی مشیت سے نکلنا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط تھا۔ اور جو اب بھی ایسا خیال رکھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنی سنّت کہ جو

عین حکمت ہے اور نظام خلق کیلئے مقرر ہے۔ باطل نہیں کرتی۔ کتاب و سنّت بلکہ عقل و وجود میں بھی کوئی دلیل اس بات کی نہیں ہے۔ کہ قوموں پر بادشاہوں کا تصرّف بقوتِ الٰہی و نجاتی عادت قائم ہے بلکہ شریعت الٰہی اور کارخانۂ خدائی اس کے خلاف شہادت دیتا ہے۔ پس اگر کوئی قوم اپنے بادشاہوں پر بھروسہ کرکے یا اس کی سلطنت کو ایک غیبی قوت خیال کرکے اپنی اصلاح میں کوتاہی کرے اور اسکو مشیت خداوندی پر ڈالکر اپنے آپ کو معذور بنانا چاہے تو ہرگز معذور نہیں ہوسکتی۔

شذرات

خالصستان کی اوّلین خشت

پاکستانی سکیم کی منظوری کانگرسی قلوب پر بجلی بن کے گری۔ راجندر بابو سے پنڈت نہرو تک سب جھلا گئے اور مسٹر گاندھی تو بقول اخبار "مدینہ" اپنا دماغی توازن بھی قائم نہ رکھ سکے۔ ادھر مہاسبھائی سٹ پٹا گئے۔ ساورکر اور ڈاکٹر مونجے ایسے لوگ پریشانی میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔ ماسٹر تارا سنگھ، الیسر سنگھ جھبل اور باوا کھڑک سنگھ ایسے لیڈر پیشہ سکھوں کی تلملاہٹ ان سب سے سوا ہوگئی۔ انہوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا۔ کہ:-

"پنجاب گروؤں کی جنم بھومی ہے، پنجاب دسوں گروؤں کا استھان ہونے کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان بننے پونتر ہے۔ ہم یہاں "خالصستان" بنائیں گے۔ اور "راج خالصہ کانفرنس" میں یہ تجویزیں پاس ہونگی۔ کہ جمنا سے جمرود تک کا علاقہ بشمول کراچی ایک آزاد پنجاب سلطنت بنائی جائے۔ اور یہ سکھوں کے اقتدار میں دی جائے مسلمان چاہیں تو افغانستان۔ ایران۔ عرب اور شام سے معاہدہ کرکے پاکستانی سلطنت بنالیں۔"

گویا مسلمانان ہند کا ہندوستان میں کوئی حق نہیں۔ انہیں افغانستان، ایران اور شام وغیرہ کو کوچ کر جانا چاہیئے یہ دھمکیاں اور یہ ناجائز دباؤ ان اشخاص کی طرف سے دیئے جا رہے تھے۔ جو اپنے آپ کو سکھوں کے مقتدر لیڈر سمجھتے ہیں۔ اور جو بزعم خویش ہندوستان کی سرزمین اپنے قوت بازو پر تھامے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا جانے اب کیا ہو گیا ہے۔ کہ حالات ان بلند بانگ دعاوی کے بالکل برعکس پیدا ہو رہے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ان خالصستان منانے اور مسلمانان ہند کو ایران، افغانستان اور شام کی راہ بتانے والے سکھوں کا ایک فرقہ جو "نامدھاری" کہلاتا ہے۔ روس کے خیالی ہوّے سے ڈر کر وطن عزیز سے پہاڑی علاقوں کی جانب ہجرت کر رہا ہے۔ انہیں سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے روس کا خطرہ بے طرح ستا رہا ہے۔ جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ "نامدھاری" سکھوں

کی اس سراسیمگی کا ذکر اخبار "سچا سچن" مطبوعہ ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء میں یوں کیا گیا ہے کہ :-

"ہندوستان پر روس کے حملے کا شوشہ چل رہا ہے۔ مگر اس نے نامدھاریوں کو تو حد سے زیادہ حواس باختہ کر رکھا ہے۔ گذشتہ جنگ کے زمانہ میں اسی خوف سے متعدد نامدھاری زمینیں بیچ کر ریاست منڈی میں رواالسر نامی جھیل پر پناہ گزیں ہونے چلے گئے تھے۔ اب پھر جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ بعض نامدھاری زمینداران نے زمینیں بیچدی ہیں۔ اور گڈے ڈوریاں اور اپنی کانپتی ہوئی جان لیکر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں روانہ ہو چکے ہیں۔"

اس بزدلی اور خوف وہراس پر اخبار مذکور نے نامدھاری سکھوں کو شرم دلائی ہے۔ اور دریافت کیا ہے کہ :-

"کیا اسی دل گردہ کے آدمی سوراج کے متمنی ہیں؟"

یہ حوصلے یہ پامردی یہ عزم وثبات اور یہ جفاکیشی وسپہ گری اور یہ کیفیت ہے ماسٹر تارا سنگھ۔ بابا کھڑک سنگھ اور الیسر سنگھ جھبل کی قوم کی جو سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں۔ کہ ہم پاکستان نہیں بننے دیں گے۔"

اس صورت حالات میں تو انہیں اپنی لیڈری کی خیر منانے کیلئے گھر کی خبر لینی چاہیئے۔ وہ اگر دوسروں سے الجھے رہے اور قوم روس کے خیالی خوف سے پہاڑوں کی غاروں میں پناہ گزیں ہونے چلی گئی تو جب وغرور کے سارے نشے کرکر ہوجائیں گے۔ "پاکستان" بھی بن جائیگا۔ اور خالصتان کے سارے منصوبے دھرے رہ جائیں گے۔ یہ وقت عقل سے کام لینے کا ہے۔ باتیں بنانے کا نہیں۔

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

ملک کی بھلائی کا نسخہ

کانگرسی حکومتوں کو ملک کی بھلائی کے طریقے سمجھانے کیلئے پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک "نیشنل پلیننگ کمیٹی" قائم کی تھی۔ کانگرسی وزارتیں تو ختم ہو گئیں۔ لیکن یہ کمیٹی بذاتہٖ موجود اور اپنے مقاصد عظمےٰ کی تکمیل کیلئے ساعی ہے مذکرہ کمیٹی کی ایک شاخ "پاپولیشن" سب کمیٹی ہے۔ جس کے دو اہم مقاصد ہیں۔

۱۔ ہندوستان کے لوگوں کو ضبط تولید کی تعلیم دینے کیلئے جابجا ایسے مراکز قائم کئے جائیں۔ جن سے میاں بیوی اپنے شہوانی حقوق بھی پورے کرتے رہیں۔ اور بچے بھی پیدا نہ ہوں۔

۲۔ مایوس العلاج مریضوں کو خصی کر دیا جائے۔ تاکہ بیمار بچے پیدا ہونے سے قوم میں بیماروں کی تعداد نہ بڑھے ملک کی بھلائی کی کیسی اچھی تجویزیں ہیں۔ جو کانگرسی مفکرین کو سوجھتی ہیں۔ پہلی تجویز کیسی عجیب ہے اور کسقدر نازک ہندوستان کے نوجوان مردوں اور نوجوان عورتوں کو ایسا طریقہ سکھانا جو سانپ مارنے اور لاٹھی بچانے کے مترادف ہو۔ بدمعاشی کی حوصلہ افزائی نہیں تو کیا ہے؟ دوسری تجویز اگرچہ پہلی تجویز کی موجودگی میں غیر ضروری ہے لیکن کتنی دلچسپ اختراع ہے۔ شائد گاندھی جی کی روحانیت کی امداد سے نہرو جی نے اسے تجویز فرمایا ہے۔ چند روز ہوئے حکومت نے کانگرس

اسباب مل دمقد کا دماغی توازن اسقدر خراب کر دیا ہے۔ کہ وہ ایسی ایسی لغو بیہودہ تجاویز کو جامہ عمل پہنانے کی فکر کرنے لگے۔ اگر یہ حکومت کچھ دیر پا ہو جاتی۔ یا خدانخواستہ مستقل طور پر حکومت خود اختیاری کا جھگڑا ان کے ہاتھ لگ جاتا تو یہ لوگ اس کا گلا دبا دینے سے کبھی دریغ نہ کرتے۔ کیا مولانا آزاد اور سوشلسٹ قسم کے مسلمان انہی لوگوں پر اعتماد کی دعوت دیتے ہیں۔ اور انہیں سے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی توقع کرتے ہیں؟ خدا ان خیر اندیشان ملک کے فہم و تدبر سے اہل ملک کو مامون و محفوظ رکھے۔ تاکہ ان خطرناکیوں سے پالا نہ پڑے۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
ورنہ تو دیگا عقل کے بخیئے ادھیڑ تو

مسجد شہید گنج

مسجد شہید گنج کی اپیل کو پریوی کونسل نے بدیں وجہ مسترد کر دیا ہے۔ کہ اس عمارت پر سکھ مدت سے قابض ہیں۔ پریوی کونسل نے اس عمارت کو غیر مشتبہ طور پر مسجد تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کی واپسی کیلئے اسی قانون کو پیش نظر رکھا ہے۔ جو دیگر عمارات کے متعلق نافذ ہے۔ مسلمانوں کا مذہبی نکتہ نگاہ یہ ہے۔ کہ مسجد ہمیشہ مسجد ہے۔ اور قرنوں اور صدیوں کا قبضہ بھی اس کی مسجدیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۱۷۲۲ء میں ملک بیگ خاں نے اس مقام کو وقف کر کے شیخ دین محمد کو اس کا متولی بنایا۔ سنہ ۱۷۶۲ء میں بھنگی سردار لاہور پر قابض ہوئے ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ حکمران ہوا۔ ۱۸۴۹ء میں پنجاب انگریزی اقتدار میں آیا۔ سنہ ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۶ء تک مسلمانوں کی طرف سے پانچ مختلف دعوے ذمہ دار حکومتوں کے سامنے پیش ہوئے ۱۹۲۵ء میں گوردوارہ ٹربیونل کے روبرو دعوے ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں جو مسجد کی بازیافت کیلئے قربانیاں دی گئیں۔ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ پانچ سال میں مسلمانوں نے مسجد کی بازیابی کیلئے تمام کوششیں کر ڈالیں۔ برطانیہ کی آخری اور اعلیٰ عدالت کے فیصلہ پر امید کی آنکھ لگی ہوئی تھی۔ مگر افسوس کہ وہاں کا فیصلہ بھی خلاف توقع رہا۔ جس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ اور انہیں اپنی کئی اور مسجد وں کے لئے خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ افسوس!

تھک تھک کے رہ گئی ہے نگہِ انتظار آج

آزاد مسلم کانفرنس کی قدر و قیمت

اپریل گذشتہ کے اواخر میں دہلی کے مقام پر جھوٹی آزادی کے جھوٹے دعویداران نے "آزاد مسلم کانفرنس" کے نام سے کانگرسی ہائی کمانڈ کی انگیخت پر مسلم لیگ کے "پاکستان" سے متعلقہ رزولیوشن کی مخالفت کے لئے ایک سبھا رچائی۔ صدارت کے فرائض اس خان بہادر اللہ بخش نے انجام دیئے۔ جس نے اپنی وزارت (سندھ) بچانے کیلئے ہر طرح کے پاپڑ بیل ڈالے اور ہر چوکھٹ پر جبین نیاز جھکا دینے پر بھی ناکام رہ گئے تھے۔ خطبہ صدارت میں وہی کچھ کہہ دیا گیا جو وارد ھاسے ارشاد ہوا تھا متحدہ قومیت کیلئے وہی بے معنی دلائل پیش کئے گئے۔ جو مسٹر گاندھی بارہا پیش کر چکے تھے۔ بالآخر اس نیم کانگرسی کانفرنس میں "پاکستان" کے خلاف جی بھر کر زہر اگلا گیا مسلم لیگ کو کوسا گیا۔ اور حسب ذیل رزولیوشنز منظور کئے گئے:

۱۔ مسلمانوں کے کلچر، پرسنل لا اور مذہبی حقوق کا تحفظ،

۲۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور ان کا تحفظ،

۳۔ مسلمانوں کی اقتصادی۔ معاشری اور کلچرل حقوق کا انتظام اور سرکاری ملازمتوں میں ان کا حصہ۔

۴۔ آئندہ آئین ہند وحدتی (   ) نہو۔

بلکہ وفاقی (Federal) ہو۔

کلچر، پرسنل لا، مذہبی وسیاسی حقوق کے متعلق بعینہ وہی مطالبہ ہے۔ جو مسلم لیگ چاہتی ہے۔ پھر معلوم نہیں۔ ان آزاد مسلمانوں کو مسلم لیگ سے کیوں چڑ ہے۔ اور اس کانفرنس کے انعقاد کی کیا ضرورت تھی؟

دراصل ان آزاد غلاموں نے اپنے کانگرسی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے یہ ڈھونگ رچایا تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ وہ اُلٹے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں کہدیا۔ کہ

"پاکستانی سکیم کی مذمت کے علاوہ آزاد کانفرنس نے جتنی تجویزیں پاس کی ہیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے اس میں اور مسلم لیگ میں کوئی فرق نہیں"

گویا مسلمانوں کو نہ تو پاکستان مانگنا چاہیئے۔ اور نہ تحفظات، کلچر اور مذہبی حقوق کا نام لیا جائے۔ تو گردن زدنی ٹھہریں۔

"آزاد مسلم کانفرنس" منعقد کرنے والوں کے ہاتھ کیا آیا۔ سواد اعظم اسلامی سے کٹے، بھائیوں سے جدا ہوئے۔ اور ہندو آقا بھی خوش نہ ہوئے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ان مسلمانوں کو اب بھی عاقبت اندیشی سے کام لیکر مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ملت ہو + ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

ریاست بہاولپور کے وزیر اعظم

اخبار "مدینہ" مطبوعہ ۲۸ اپریل میں کسی سوشلسٹ قسم کے بہاولپوری نامہ نگار کا ایک مضمون "ریاست بہاولپور کے وزیر اعظم" کے زیر عنوان شائع ہوا ہے جس میں ریاست بہاولپور کے عدل پرور، نصفت شعار، اور رعایا نواز، تاجدار کے خلاف انتہائی کمینگی سے زہر اگلنے کے علاوہ وزیر اعظم کی ذات ستودہ صفات پر ناشائستہ الفاظ میں ناروا حملے کئے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی گہری سازش اور قلبی بغض وعناد کے پیش نظر اس قسم کے بے سروپا اور لغو مضامین کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ہمیں خان بہادر نبی بخش محمد حسین صاحب وزیر اعظم ریاست بہاولپور سے ذاتی تعارف حاصل ہے اور ہم آپ کی مرنجان مرنج طبیعت اور حق پژوہ عادت کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ موصوف کی ذات ان الزامات سے جو نامہ نگار نے اس مضمون میں لگائے ہیں بلند و بالا ہے۔ بہر نوع وہ ہر فرقہ کے لوگوں سے رواداری، عدل گستری اور ملائمت و ملاطفت سے پیش آنے کے خوگر ہیں۔ زمینداروں کسانوں کی فلاح و بہبود کیلئے ریاست کی طرف سے جسقدر گرانقدر لگان کی معافیاں دی گئی ہیں۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ریاست کا نظم ونسق قابل صد ستائش اور لائق صد تبریک ہے۔ اعلحضرت تاجدار بہاولپور بنفس نفیس ریاست اور اہل ریاست کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اور وزیر اعظم موصوف جنہیں ریاست کے حالات سے اجنبی بیان کیا جاتا ہے۔ ریاست کے حالات سے کماحقہ' واقف ہیں۔ اور ریاست کے فلاح و بہبود اور رعایا کی ترقی و خوشحالی کیلئے امکانی مساعی عمل میں لانے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس پر بھی زبان طعن دراز کی

جائے۔ تو کہا جائے گا کہ

نیش عقرب کہ پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

آئندہ اشاعت میں اس معاملہ پر ہم ذرا وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

واقعات و حوادث

جنگ

اخبارات کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ ہالینڈ اور بلجیم کے تمام محاذوں پر گھمسان کی لڑائیاں جاری ہیں۔ بلجیم میں جرمنی کی وحشیانہ بمباری جاری ہے۔ لیکن پیشقدمی روک دی گئی ہے۔ حکومت ایران اور حکومت عراق اس مسئلہ پر غور کر رہی ہیں۔ کہ مشترک جرار فوج جلد سے جلد سرحد پر متعین کر دی جائے۔

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے آغاز جنگ ہی میں ہندوستان کی حفاظت خود اختیاری کی تدابیر پر عمل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ موجودہ جنگ خطرناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ اس لئے اب اس طرف تمام تر توجہات مرکوز کر دینے کی شدید ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔ اگر جنگ کی وبا بلقان میں پھیل گئی۔ تو ہندوستان سخت خطرہ میں ہوگا۔ اس لئے سر سکندر موصوف، سر حسام الدین، سردار اجل سنگھ اور سر چھوٹو لال صاحبان نے ایک متفقہ بیان میں اس خطرہ سے ملک کو آگاہ کرتے ہوئے مشورہ دیا ہے۔ کہ اگر تمام اداروں کے لیڈروں کی متفقہ کانفرنس منعقد کی جائے جو اپنی پوری ذمہ داری محسوس کر کے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر بہترین اور مفید تجاویز پر غور کر کے عملی اقدام کرے تاکہ ملک آنے والے خطرات سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

مسٹر چرچل کی تقریر

مسٹر چیمبرلین کے بعد مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ بنے ہیں جنہوں نے دارالعوام میں ایک تقریر کے دوران میں جنگ کے بعض پہلوؤں پر تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارے سامنے سخت آزمائش کا وقت ہے۔ ہماری پالیسی جرمنی کے وحشیانہ تشدد کو مٹانا ہے۔ آؤ ہم متحد ہو کر آگے بڑھیں۔ حزب مخالف نے بھی آپ سے اتفاق کیا۔

تاجدار دکن کا گرانقدر عطیہ

اعلیحضرت حضور نظام نے جنگی مقاصد کیلئے قبل ازیں فراخدلی کے ساتھ چندہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں حضور نے وزارت فضائیہ کے امداد کیلئے پچاس ہزار پونڈ سٹرلنگ کی مزید رقم بھر پیش کی ہے۔

دنیائے اسلام

ٹرکی کے وزیر خارجہ نے ایک بار پھر پر زور الفاظ میں ڈکٹیٹری حکومتوں کو متنبہ کیا ہے کہ بلقانی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کی کوشش یا اُن کے حصے

بجزے کرنے کی سازش کا انجام یہ ہوگا۔ کہ ترکی کو بھی اعلان جنگ کرنا پڑیگا۔ سفارت امریکہ متعینہ ترکیہ نے ترکیہ میں مقیم امریکن لوگوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ جتنی جلدی ہوسکے امریکہ واپس چلے جائیں۔ قاہرہ کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ مصری حکومت نے طرابلس کے چار اشخاص کو مصری حدود سے خارج کرنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سلطان ابن سعود والیٔ حجاز کویت کا دورہ فرما رہے ہیں۔ ایران اصلاح و ترقی ملک میں قدم بڑھا رہا ہے۔ افغانستان میں ۲۷ مئی کو جشن استقلال منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

پنجاب ہندوستان

لنڈن کی ۱۸ اپریل کی ایک اطلاع ہے۔ کہ دارالعلوم میں وزیراعظم نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا تھا۔ کہ وائسرائے کی طرف سے یہ یقین دلانے پر کہ اختتام جنگ کے بعد ہندوستان کے اختیارات میں تمام فرقوں کو مشورہ سے توسیع کی جائیگی۔ کانگرس نے رام گڑھ کے اجلاس میں سول نافرمانی کی قرارداد منظور کر دی۔ اگر کانگرس نے ایسا کیا۔ تو ملک معظم کی حکومت امن قائم رکھنے کیلئے اس تحریک کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ اب مسٹر گاندھی کہتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں جبکہ جنگ جاری ہے۔ میں سول نافرمانی کر کے انگریزوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ پاکستان سے متعلقہ رزدلیوشن پر لے دے ہو رہی ہے۔ مسٹر مونجے ایسے فرقہ پرور رہا بھائی افتراق و تشتت کی آگ مشتعل کرنے میں بدستور مصروف ہیں۔ اخبار شہباز مطبوعہ ۱۹ مئی سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مرکزی اسمبلی کے ایک کانگرسی رکن ڈاکٹر دیش مکھ نے آل انڈیا ہندو لیگ کو تار دیا ہے۔ کہ ہندوؤں کو مضبوط اور طاقتور ہو کر ملک کی مدافعت کا کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ اور اس طرح جمہوری محاذ کی امداد کرنی چاہیئے۔ جنگ ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ لہذا ہندوستان ہی کی فوج ہونی چاہیئے۔ جس کے افسر ہندوستانی ہوں۔ ہندوستان کی حفاظت کرنا ہندوؤں کا فرض ہے۔

صوبہ پنجاب میں شرومنی اکالی دل کے زیر اہتمام اکالی فوج کی بھرتی زوروں پر شروع کر دی گئی ہے۔ صوبہ کی اکالی فوجوں کے کمانڈروں کی میٹنگ میں سردار موہن سنگھ جتھیدار سری اکال تخت صاحب کو نائب چیف کمانڈر بنایا گیا۔ اور صوبہ میں اکالی فوج کی تنظیم و ترتیب کے ۱۲ ڈویژن بنائے گئے۔ مسلمان خاموش ہیں۔ خاکسار تحقیقاتی کمیٹی نے اپنا کام گذشتہ ہفتہ ختم کر دیا۔ ہندوستان کے ہر محب کے سامنے دو کام تھے۔ بیرونی خطرے کے ازالہ کا انتظام اور اندرونی کشمکش کی روک تھام۔ لیکن آج ان دو کاموں سے غافل بے پروا بیٹھی ہے۔ ودیا مندر انسٹیٹیوٹ کا سلسلہ حکومت سی پی نے ترک کر دیا ہے۔ اور عارضی عملہ برخاست کر دیا ہے۔ احمد زئی قبیلہ کے مقتدرین نے حکومت سے تعاون کا اعلان کیا ہے۔ حکومت سندھ نے ایسا قانون منظور کر دیا ہے جس کی رو سے غیر مسلم ہاتھوں میں قرآن کریم کی طباعت و فروخت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ چند روز ہوئے بمبئی کے قریب جیکوٹ سٹیشن کے متصل فرنٹیئر میل مال گاڑی سے ٹکرا گئی۔ اس حادثہ سے ۱۹ ہلاک اور ۱۷ آدمی مجروح ہوئے۔

—•—

تذکرۂ برادری

سپاس و تشکر

خدائے تبارک و تعالیٰ عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے القریش مقبول ہو رہا ہے۔ بہی خواہانِ قوم اس کی آواز پر توجہ دے رہے ہیں۔ توسیع اشاعت میں خاطر خواہ وسعت و اضافہ ہو رہا ہے اگر قوم کے رؤسا۔ سجادہ نشین اور دیگر ذی اثر حضرات نے حسب توقع ایفائے عہد کیا۔ تو آئندہ سہ ماہی تک سادات قریش کے اس اصلاحی جریدہ کی اشاعت دوگنی ہو جائیگی۔ اور یہ کاغذ اور سامان طباعت کی صعب ترین گرانی کے اثرات سے مامون و محفوظ رہتے ہوئے باطمینان بیش از پیش خدمات انجام دہی کے قابل ہو جائیگا۔

دولت عباسیہ کے سرکاری مدارس کے علاوہ مخلص حضرات قوم کی سعی و کوشش سے جن احباب نے اپنے قومی جریدہ کی اعانت قبول فرمائی۔ ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں

جزاہم اللہ احسن الجزاء

۱- قریشی محمد ایزد بخش صاحب ہاشمی ریلوے انسپکٹر

۲- قاضی محمد رضی الدین صاحب علوی گرداور قانونگوئے۔

۳- ایم محمد اکرم صاحب قریشی۔ آنریری مجسٹریٹ۔

۴- میجر جو الدار سردار محمد الدین خاں صاحب پنشنر

۵- سردار محمد اکبر خاں صاحب نمبردار کرسی نشین،

۶- قریشی محمد اسمٰعیل صاحب صدیقی نمبردار،

۷- سردار نوازش علی خاں صاحب پنشنر،

۸- سردار مرزا خاں صاحب پنشنر،

۹- سردار مدد خاں صاحب پٹواری،

۱۰- قاضی محمد ظریف صاحب قریشی، کلرک

۱۱- حافظ سید عبدالحکیم شاہ صاحب

۱۲- سید عبدالحق شاہ صاحب ودالمیاوی سجادہ نشین۔

۱۳- بابو غلام قادر صاحب قریشی سب پوسٹماسٹر۔

۱۴- میاں فضل احمد خاں صاحب نمبردار

۱۵- پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل

۱۶- سید رفیع الدین صاحب اہلمد ریونیو منسٹر

۱۷- صاحبزادہ خدا بخش صاحب عباسی دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر

۱۸- ماسٹر محمد ابراہیم خاں صاحب۔

۱۹- سید احمد علی شاہ صاحب اوورسیر

۲۰- مولوی فتح محمد صاحب قریشی محبوبی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول

۲۱- پیر سید امام شاہ صاحب ہیڈ محرر پولیس

۲۲- سید محمد مسعود صاحب سارجنٹ پولیس

۲۳- جام شیر محمد صاحب جھک نمبردار

۲۴- سردار محمد ذاکر خاں صاحب آنند نائب صدر قانونگوئے۔

۲۵- شیخ امیر مشتاق علی صاحب کلرک دفتر اسسٹنٹ کلکٹر

۲۶- میاں حبیب الرحمٰن قریشی متعلم

۲۷- بابو جہانداد خانصاحب قریشی، کلرک دفتر اسسٹنٹ رجسٹرار

۲۸- بابو محمد عبدالغفور خاں صاحب ہاشمی ایم۔ اے۔ سپرنٹنڈنٹ

عقیدتمندان سلسلہ غوثیہ سے

مکرم و محترم الحاج مخدوم نور محمد صاحب (سندھ) کا گرامی نامہ اپریل کے تذکرہ برادری میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے القریش کی ترتیب و تدوین، گذشتہ خدمات جمیلہ کا

پر خلوص اعتراف فرماتے ہوئے عقیدتمندان سلسلہ غوثیہ سے خواہش کی تھی۔ کہ وہ اپنے محبوب قومی صحیفہ (القریش) کی اشاعت میں اضافہ کرنے کیلئے دل کھول کر امداد کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ مخدوم صاحب موصوف کے اس اعلان پر خاص توجہ مبذول کی جائے گی۔ مخدوم صاحب ممدوح خود بھی سعی کر رہے ہیں۔

خطوط و مراسلات

اب حضرت مولانا سید عبدالحق شاہ صاحب (۲) المیانوی سجادہ نشین (پنجاب) کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"جریدہ القریش کی اک سے اک کاپی فائق آ رہی ہے اللّٰہم زد فزد۔ پڑھ پڑھ کے دل خوش ہوتا ہے۔ سرکار بہاولپور کی دولت پائندہ ہو اور اقبال درخشاں و تاباں، بڑا کرم کیا۔

حقیقت ہے۔ کہ القریش میں کچھ صوری و معنوی خوبیاں ہی ایسی ہیں۔ جو جاذب نظر اور دلکش ہیں توسیع اشاعت کیلئے احباب کو القریش سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔ نتیجہ کا انتظار کریں۔"

آپ ایک با اثر شخصیت کے حامل ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی مساعی مشکور ہونگی۔

یاد دہانی

گزشتہ اشاعت میں قارئین کرام سے ایک ایک خریدار کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جن احباب نے ہماری اس اپیل پر توجہ نہیں دی وہ بحیثیت قومی متوجہ ہوں۔ اور القریش کی توسیع اشاعت سے قوم کے ارتقائی امور میں ہماری اعانت سے عنداللہ ماجور ہوں۔

ایک خط

محترم و مکرم قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل تحریر فرماتے ہیں:۔

"القریش ماہ گذشتہ کی مطالعہ سے جو راحت مجھے ہوئی وہ حد بیان سے باہر ہے۔ بہاولپور سٹیٹ میں ہمارے واحد قومی آرگن القریش کی قدر افزائی! اظہار مسرت کیلئے الفاظ متحمل نہیں ہیں۔ قومی جریدہ کی ترقی قومی ترقی کے مترادف ہے۔ اللّٰہم زد فزد

بیک آمدن ربودی دل و جاں صد چو خسرو
نبید اگر بدنیاں دو سہ بار خواہی آمد

ہماری دیرینہ آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں۔ بدخواہ اور حاسد کتنا ہی ایڑی چوٹی کا زور لگائیں ہماری تمنائیں پوری ہو کر رہینگی۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را

چونکہ آپ ہمیشہ نیک نیتی سے قومی سود و بہبود کے عشق میں منہمک اور بروئے کار رہے ہیں۔ باوجودیکہ کئی ایک دفعہ کڑی سے کڑی تکالیف کا سامنا بھی ہوا۔ مگر جواں ہمتی یہ کہ پرپشہ کے برابر بھی پروا نہ کی، یہی وجہ ہے کہ اب لا یضیع اجر المحسنین کا ثمر دن بدن اپنے اپنے موقعہ پر ملتا جا رہا ہے۔ اور تا زیست انشاءاللہ ملتا رہے گا۔

تا در نرسد نوبت ہر کار کہ ہست
سودے نہ کند یاریٔ ہر بار کہ ہست

آپ کو مشیتِ ایزدی نے مستقل مزاجی اور عدیم الفرصتی کے متعلق جو دل گردہ عطا فرمایا ہے۔ وہ آپ

ہی کا حصّہ اور کلید کامیابی ہے۔ لہذا میں آپ
کی خدمت میں بہاولپور سٹیٹ کی اس ذرّہ نوازی
پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور شب و روز دست
بدعا ہوں۔ کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمیشہ حامی و مددگار
ہو اور آپ کو نیک ارادوں میں سرفراز و فائز المرام
رکھے۔ آمین!

القریش کی موجودہ ترتیب سبحان اللہ کسی
تعریف کی محتاج نہیں۔ خدا اسے روز افزوں
ترقی اور قبولیت عامہ نصیب کرے۔ آمین!

اس برادر نوازی کا شکریہ قبول فرمائیے۔ میں کسی قابل نہیں
یہ سب کچھ اللہ قادر و توانا کے فضل اور سلطان العلوم اعلیٰ
حضرت حضور نظام کی شاہانہ کرم گستری کے سبب سے ہے
اور بس! ورنہ من آنم کہ من دانم۔

جلسوں کی کارروائیاں

اس اشاعت کے تقریباً ۴۰ صفحات "سیادت قریش"
سے متعلقہ مضمون پر مشتمل ہیں۔ چونکہ یہ مضمون ایک ہی
اشاعت میں شائع ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے دیگر مضامین
میں کسی قدر تخفیف و اختصار سے کام لینا پڑا۔ "تذکرہ برادری"
میں قومی جلسوں کی کارروائیاں مجبوراً دوسری اشاعت پر ملتوی
کی گئی ہیں۔ ۱۔ ندوۃ القریش۔ ۲۔ انجمن قریشیان پنجاب۔
۳۔ انجمن قریشیان صوبہ بہار۔ ۴۔ جامع القریش میوات۔
۵۔ فلاح القریش فیض آباد۔ اور ۶۔ انجمن قریش شاہ گنج کے جلسوں
کی کارروائیاں اور وہ رزولیوشن جو بہاولپور کے سرکاری مدارس
میں القریش کی خریداری کے متعلق ہیں۔ آئندہ اشاعت میں
شائع کئے جائیں گے۔ ناظرین انتظار کریں۔

عرف عام سے متعلقہ تجویز

قریشی عبدالخالق صاحب علوی انبالوی کی اس تحریک
پر عرصہ سے تبادلہ خیالات اور اظہار رائے ہو رہا ہے۔ اسوقت
تک اصول کے مطابق موافق و مخالف آرائے من وعن شائع
کر دی جاتی رہی ہیں۔ اسی سلسلہ میں مکرمی قاضی امان الحق
صاحب صدیقی بی۔ اے۔ بی ٹی کا مراسلہ بلفظہ مارچ کی اشاعت
میں درج کر دیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں مولانا اشفاق حسین
صاحب علوی بی۔ اے کا مکتوب بھی انہی کے الفاظ میں شائع
کر دیا گیا۔ اس میں ثانی الذکر مولانا صاحب نے تحریر فرمایا کہ:۔

"محرک کا مقصد "عرف عام" کی اصلاح کے سوا
کچھ نہیں۔ لیکن قاضی امان الحق صاحب اسے کسی
اور مقام پر لے گئے ہیں ــــ فہر احمد علی
قریشی اور فہر نظام الدین صدیقی کی مثالوں سے
اس تجویز کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ جو قابل افسوس
ہے ــ الخ ــ"

ان الفاظ کے متعلق اول الذکر یعنے مکرمی قاضی امان الحق صاحب
کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

اپریل کے رسالہ میں میں نے عرف عام سے متعلقہ
ایک مضمون جناب مولانا اشفاق حسین صاحب علوی
بی۔ اے کا مطالعہ کیا ہے۔ میرے مضمون سے
عرف عام کی تجویز کا مضحکہ اڑانا کسی طرح بھی ثابت
نہیں ہوتا۔ تضحیک کا تو اس میں کوئی پہلو بھی
نہیں۔ البتہ تبریک کا پہلو ضرور ہے۔ یعنی میری
فہر والی تجویز محض ایک محبت نسلی اور صداقت
قلبی لئے ہوئے جدت تھی جس سے اہل قریش کے

جملہ اعزاز متعارفہ کو اپنے ایک جدِ اعلیٰ نے لقب مبارک کے اندر مرکوز کرکے اپنا ایک جدید عرف نام تجویز کیا گیا تھا۔ بھلا اپنے ایک جدِ اعلیٰ حضرت فہر کے نام نامی سے متعلق میں کس طرح تضحیک کر سکتا تھا۔

ہو جدِ فہر سے مجھے تضحیک کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

لہٰذا اظہار رائے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ اصولاً ہر رائے صبر و سکون سے سنی پڑتی ہے۔ جرائد و رسائل کا فرض ہوتا ہے کہ وہ آمدہ آراء من و عن شائع کرکے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا موقعہ دیں۔ اس میں خدانخواستہ کسی پر کسی حملہ کا خیال نہ ہوتا ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ مولانا اشفاق حسین صاحب نے غلط فہمی سے قاضی امان الحق صاحب کی رائے کو حملہ سے تعبیر کیا۔ اپنا اپنا خیال ہے۔ ہماری رائے میں نہ قاضی صاحب کا مقصد وہ تھا۔ جو مولانا نے سمجھا۔ اور نہ مولانا صاحب کا وہ مطلب تھا۔ جو قاضی صاحب نے خیال فرمایا۔ بہرحال غرض اصلاح اور ایک بہترین مقصود پیدا کرنا ہے۔ دونوں حضرات کو اصابت رائے کے پیش نظر بحث میں حصہ لینا چاہیئے۔ غائبانہ تعارف میں جو پرلطف اور خوشگوار بحث ہوتی ہے۔ ہمیشہ نیک نتائج مترتب کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے امید ہے کہ حضرات ان باتوں کا خیال نہ کریں گے۔

شکایت

ہمارے دیرینہ کرمفرما مکرمی پیر علی احمد صاحب فریدی قریشی فیروز پوری کو شکایت ہے کہ ان کا "عرف عام" سے متعلقہ مضمون جو مارچ میں درج ہونا چاہیئے تھا۔ اپریل میں بھی شائع نہیں ہوا؛ چونکہ معاملہ آخری مدارج پر پہنچ گیا ہے۔ اور بحث طویل ہوجانے کی وجہ سے تجویز درپیش ہے کہ اسے آخری اور قطعی فیصلہ کیلئے مجلس منتظمہ کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اس لئے مزید طوالت سے احتراز کیا گیا پیشتر ازیں پیر صاحب کے خیالات اسی سلسلہ میں شائع ہو چکے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ عدم گنجائش بھی مانع تھی۔ لہٰذا اُنکی اشاعت مجبوراً ملتوی کرنی پڑی۔ امید ہے کہ پیر صاحب کوئی خیال نہ کریں گے۔

باقی مراسلات انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں شائع ہوں گے۔

اعتذار

عین تیاری و ترتیب رسالہ کے ایام میں ناگہانی طور پر غم معدہ کی درد میں مبتلا ہوا۔ اور قابل ترین معالجین کی توجہ کے باوجود سات روز اسی تکلیف میں گذر گئے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اشاعت "تذکرۃ العارفین" "خیالات و افکار" اور "مختصرات" سے معرا ہے۔ "سیادت قریش" کا قابل قدر مضمون اگرچہ اس کمی کو بطریق احسن پورا کرتا ہے۔ تاہم مجھے اس تکلیف کا افسوس ہے۔ جو پانچ روزہ جبری تاخیر کی وجہ سے ناظرین کرام کو برداشت کرنا پڑی۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس توقف کو تساہل پر محمول نہ فرمائینگے۔ اور دعائے خیر سے یاد فرما کر عنداللہ راقم مشکور ہوں گے۔ روحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ

سیادتِ قریش

جسمیں

سیادت و قیادت اور فضائل قریش کے جملہ پہلوؤں پر
محققانہ و مورخانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے۔ کہ

ہر سیّد قریشی ہے

محررہ

ابو الافضل مولانا پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی، مولف تاریخ جلیلہ،
متولی وقف جلیلہ (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی مولف تاریخ جلیلہ کا اسم گرامی لٹریچر کی دنیا میں کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں، آپ کو قوم و ملت کے اصلاحی و تعمیری کاموں سے گہری وابستگی ہے۔ مخصوص اصلاحی و تاریخی موضوعات پر خامہ فرسائی آپ کا بہترین شغل قرار پاچکا ہے۔ اسلامی و شرعی امور میں بہرۂ وافر حاصل ہے۔ "انیس الوارثین" ایسی قابل قدر کتاب آپ ہی کی کاوش و کوشش کا ثمر ہے۔

"انساب القریش" کی تحقیق اور ترتیب و تدوین میں آپ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ پچھلے دنوں اوقاف اسلامی کے سلسلہ میں آپ ہی نے "انجمن تحفظ اوقاف اسلامیہ" کی طرح ڈالی اور حصول مقصد کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا، حتیٰ کہ کامیاب ہوئے۔

آپ ہی کی ایک دردمندانہ تحریک سے متاثر ہوکر میں نے اپنے خاندان کی تاریخ کی ترتیب شروع کی اور چھ سو سال کے تاریخی حالات جو اوراق پریشان کی صورت میں منتشر و پراگندہ پڑے تھے۔ جمع کرنے کی توفیق پائی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر ناظرین کی ازدیاد معلومات کا موجب ہونگے۔

ذیل کے مضمون میں نامی صاحب نے "سیادت قریش" پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے "سیادت و قیادت" زبان اور حکومت کا اثر، تجارت اور سفر کی برکات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور واقعات و حقائق کے ساتھ بتایا ہے کہ

"حکومت، قابلیت و شجاعت کا حق ہے اکثریت کا نہیں ہے۔"

اس اہم تاریخی مضمون کی ترتیب میں آپ نے عہد حاضر کی سیاسی فضا کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ اور فرزندان قریش کو دعوت عمل دیتے ہوئے اسلاف کی عملی مساعی یاد دلائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا فرما کر بتادیا کہ برادریاں اور قبیلے اسی نے بنائے ہیں اور اس لئے بنائے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کا تعارف حاصل کریں۔ جان پہچان رکھیں۔ اور ساتھ ہی فرمادیا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اللہ کے نزدیک قدر اسی کی ہے۔ جو زیادہ متقی یعنی پرہیزگار ہو۔ اس ارشاد الٰہی کا مفہوم مندرجہ ذیل شعروں میں ادا کیا گیا ہے۔

خدا نے بنائے شعوب و قبائل
کہ اک دوسرے کی رہے جان پہچان
مگر نزد حق سب سے بڑھ کر مکرم
وہ ہے جو بڑا متقی ہو مسلمان

(نامی)

خدا کے بنائے ہوئے شعوب و قبائل میں سے ایک قبیلہ قریش بھی ہے۔ جو مخلوقِ خدا کی فیض رسانی میں سب سے ممتاز ہے۔ اس قبیلہ میں خدا نے اپنے نہایت برگزیدہ رسول **محمد مصطفٰی** کو پیدا کیا اور آپ کے پیروؤں کو خیرِ اُمّت کا خطاب عنایت فرمایا آپ کے جو جانشین بنائے وہ بھی قبیلہ قریش میں سے تھے۔ (عرب قریش کے سوائے کسی اور کی سیادت نہیں مان سکتے تھے) انہوں نے دنیا کو جو فسق و فجور سے بھری ہوئی تھی۔ پاکبازی اور عدل و حرّیت کا سبق دیا۔ اور اہل جہان حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل ہوئے۔ قریشیوں نے دین اسلام اور عدل و انصاف کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیا۔ اور اب جو مسلمان کروڑوں کی تعداد میں روئے زمین پر نظر آتے ہیں۔ یہ انہی کی مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ ہیں۔

دنیا مذہب حاضر کی تعلیم کے اثر سے لامذہبی اور بے دینی کی طرف جا رہی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ قریشی اپنے آپ کو پہچانیں اور سمجھیں کہ وہ کس قوم سے ہیں اسلاف نے تو دنیا کی کایا پلٹ دی تھی۔ اور یہ بیکار پڑے زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔

یہ مجھے یقین ہے کہ ایک صحیح النسب قریشی کسی کام کیلئے اُٹھ کھڑا ہوگا۔ تو نہایت تحمل اور استقلال سے اُسے انجام تک پہنچائیگا۔ لوگ طوعاً اس کی پیروی کرینگے اور وہ انشاءاللہ ضرور کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے قوم قریش کو امام الاقوام بنایا ہے۔ اس کے بڑے کارنامے ہیں۔ دنیا نے صدیوں اس کا پانی بھرا ہے۔ تہذیب و تمدن عالم اسی کا شرمندۂ احسان ہے۔ قریشی جان لیں۔ کہ اگر دنیا میں کوئی قوم سیّد (سردار) کہلانے کی مستحق ہے۔ تو وہ تمہاری قوم ہے۔ اگر کسی کو سیّد (بزرگ قبیلہ) کہلانا زیبا ہے تو تمہیں کو ہے۔ تم اپنی سیادت پہچانو۔ اور اپنے بزرگوں کا علم قیادت بلند کرو۔ اور علم و عمل سے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر پھر معزز و ممتاز ہو جاؤ۔ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ان کے بزرگ تیغیں مار گئے اور یہ زندگی کے دن مزے سے گذار رہے ہیں۔ وہ تمہارے حال پر ٹھیک صادق آتا ہے۔ اٹھو! تم بھی آیندہ نسلوں کیلئے کچھ کر جاؤ۔ جس طرح تمہارے بزرگ اسلام کو کل ادیان پر غالب رکھتے رہے ہیں۔ تم بھی رکھو۔ سیادت کا بے عمل دعوٰی کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

علامہ اقبال رح جو خودی اور خودداری اور سربلندی کا سبق دیتے واصل بحق ہو گئے ہیں۔ اس پر سب سے پہلے تمہیں عمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ دوسری قومیں تمہاری اقتدا سے اسلام کے عروج و اقبال کے حصول و قیام کا باعث ہوں۔ اور وہ قومیں جو اپنی اکثریت کے بل پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ جان لیں کہ ہم باوجودِ اقلیت ہمیشہ غالب رہے ہیں۔ اور ہمارا مغلوب ہونا ناممکن ہے۔

سال ۱۹۰۷ء میں برادران وطن کی طرف سے سوال اٹھا تھا۔ کہ ہندوستان ہمارا ہے۔ مسلمان باہر کے مسافر ہیں۔ یہ بہت عرصہ ہمارے ملک میں رہ چکے ہیں۔ اب ان کو بوریا بستر لپیٹ کر چلی

سے چل دینا چاہیئے۔ (یہ بات تو اس ملک کی اچھوت قومیں بھی جنہیں آریہ سورماؤں نے قعرِ مذلت میں گرا دیا۔ اور تا حال ابھرنے نہیں دیا۔ کہہ سکتی ہیں۔ کہ ملک ہمارا ہے۔ تم یہاں سے رفو چکر ہو کر وہیں چلے جاؤ۔ جہاں سے آئے تھے۔ پھر جو جواب وہ ان کو دیں گے وہی ہماری طرف سے بھی ہے) اس وقت ان کے جواب میں جیسہ اخبار میں ایک نظم شائع کی گئی تھی۔ اس کے چند شعر ناظرین کی واقفیت کیلئے درج کئے جاتے ہیں ؎

عرب سے روم سے ایران سے کابل سے ہم آئے — بجود و دام و حشم و جوہر تیغ و قلم آئے
دیا امن و اماں قائم تمہاری رکھی آزادی — مسلمانوں کی فطرت میں ہے محکوموں کی آبادی
جو بربادی تمہاری اپنا ہوتا مقصدِ اعلیٰ — بتاؤ کونسی طاقت ہمیں تھی روکنے والی
نہیں ہے حکم قرآن میں فساد و فتنہ و شر کا — نہیں مسلم نے ہمیں چھیڑا نہیں ہم نے کسی کو کا
شر انگیزیوں فتنوں فساد و دل سے الگ رہکر — بٹھایا ہم نے اپنا سکہ انصاف عالم پر
دئے تم کو مناصب اور اعزاز جلیلہ بھی — تمہاری کی ہر اک صورت سے ہم نے عزت افزائی
محبت میں تمہاری چھوڑ کر ہم اپنا وطن آئے — نہ تم میں نہ اپنی اس سے اب ہیں سخت گھبرائے
گئی سب رائیگاں اپنا بنا نیکی بتیمی محنت — ہوئی الفت کے بدلے دامنِ ناکامی تمہیں نفرت
علی الاعلان تم اظہار غیریت لگے کرنے — بہت کی ہم نے نرمی جب تو کرنے پڑے بھرنے
یہ جو کہتے ہو تم غیروں کو بھارت سے بدر کردو — عمل پیرا بندے مانزم ہر ایک ہندو ہو
اگرچہ ہند میں کم تر ہے تم سے اپنی آبادی — مگر ہے دل میں باقی ذوقِ خودداری و آزادی
نہیں گو زورِ محمودی نہ عالمگیر کی سطوت — مگر ہے خون اسلامی کی اب تک جسم میں حرکت
شمار اب بھی ہے عالم میں ہمارا حکمرانوں میں — نہ تم جیسا فقط ہے ذکر باقی داستانوں میں
ہمارے نام کا دنیا میں سکہ اب بھی ہے چلتا — حسد کی آگ سے حاسد کا دل ہے بیگماں جلتا
ہوئے آباد تھے اس سرزمیں میں نعرہ بازو سے — کیا جانوں کو اپنی سرزمین ہند پر صدقے
یہیں پیوندِ خاک اسلاف کی ہیں ہڈیاں اپنے — ہمارے سینکڑوں اس خاک میں ہیں خفتہ ملک اپنے
یہی مولد یہی مسکن یہی مدفن ہے اب اپنا — بہت مشکل ہمارا اب ہے یاں سے نکل جانا

رگوں میں خون ہے جب تک بدن میں جان ہے جب تک رہینگے انڈیا میں ہم علی الرغم عدو تب تک

سچ کہا ہے مسٹر محمد علی جناح نے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ انکی تہذیب ان کا تمدن اور روایات بالکل جدا ہیں۔ یہ کبھی دوسری قوموں میں مدغم نہیں ہوئے۔ ہاں انہوں نے دوسروں کو ضرور اپنا لیا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ ہم بہ تعداد رؤس ملک کے نظم و نسق میں کمتر حصہ لینے پر رضامند ہو جائیں۔ ہم تیراں سو سال کی تاریخی فاتح قوم ہیں ہمیں مفتوحوں کے گلے میں سر گنانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنا حق الگ ملنا چاہیئے۔ جن صوبوں میں ہماری کثرت ہے اسے نباہ کرنے کیلئے مرکزی غیر اسلامی اکثریت کے رحم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہمارا صوبہ وار تعلق براہِ راست برطانیہ عظمیٰ سے ہونا چاہیئے۔ امید ہے ہمارے قریشی بھائی بھی مسٹر جناح کے اس لائحہ عمل کو پروان چڑھانے کیلئے بدل و جان ساعی ہونگے۔ اور انہیں آئندہ اوراق میں اپنی شاندار تاریخ کا مطالعہ کرکے خودداری اور ترقی کا ضرور ولولہ پیدا ہوگا۔ (مدیر)

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش قرش کی تصغیر ہے۔ اس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں

(۱) قرش سمندر کا ایک سخت اور بہادر جانور ہے۔ چونکہ قرش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اس لئے قریش کہنے لگے[1]

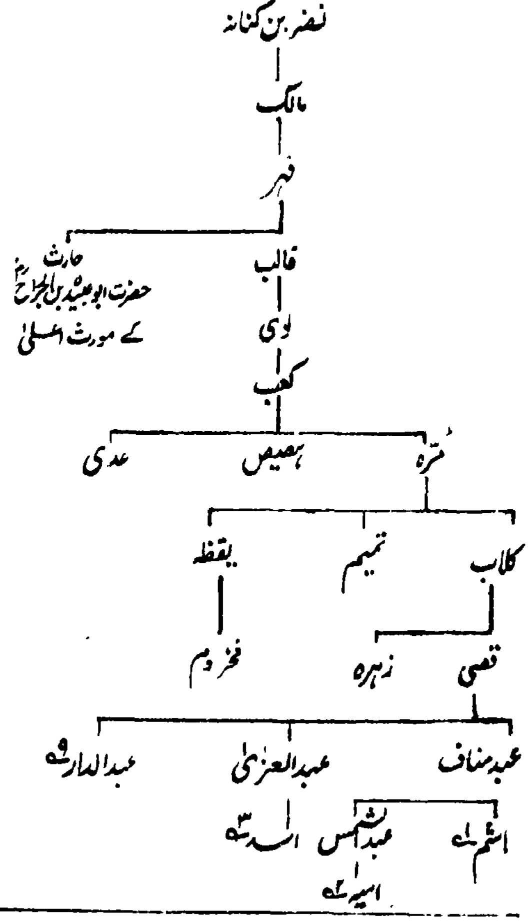
---

[1] اہل عرب عموماً شہزور جانوروں کے نام پر اپنے قبیلوں کو موسوم کیا کرتے ہیں مثلاً قبیلہ اسد اور نمر شیر و پلنگ کی شہزوری کی بنا پر ان ناموں سے موسوم ہوا۔ اسی طرح قریش بھی (نامی)

۲- تقرش کے معنے ہیں جمع کرنا۔ چونکہ قصیّ بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکے میں جمع کیا تھا۔ اس لئے ان کو قریش کہتے تھے۔ اور جمعیت و اتفاق بھی ان میں اور قوموں سے زیادہ تھا

۳- قریش کے معنی کسب کے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ تجارت سے کما کر کھاتے اور لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کو قریش کہنے لگے۔ اسلام میں اس قبیلے کی بسبب ان کی مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے فضیلت ہے۔ (تفسیر حقانی)

مشہور قریشی خاندانوں کے مورث اعلیٰ



نظم خاندان قریش

بنی اُمیّہ بنی فاطمہ بنی عباس — بنی عدی و بنی تیم اور بنی مخزوم
اسد کی شیبہ کی زہرہ کی آل ہے سب لوگ — کتب میں نام ہیں جن کے ھلا عشائر قوم
سبھی قریش ہیں تاریخ سب کی ہے ذیشان — یہی ہیں فاتح عالم جہان کے مخدوم

محمد عربی ہاشمی و مطلبی
ہیں بدر۔ گرد قریشی ہیں جنکے مثل نجوم (نامی)

ہیں وہ قطعی جنتی اصحاب خیر المرسلینؐ — خدمت دیں سے ہے گویا جنکی جنت زر خرید
ہیں وہ بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ اور زبیرؓ — بوعبیدہؓ سعدؓ و طلحہؓ سید رحمٰنؓ و سعیدؓ

مصطفےٰ مثل قمر اصحاب ان کے کالنجوم
سب قریشی بینہم رحما و براعدا شدید (نامی)

سُورۃُ القریش فی شانِ قریش

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔

ترجمہ:- جاڑے اور گرمی کے سفر میں قریش کے الفت دلانے

---

۱ ہاشمی قریشی (حارثی۔ عباسی۔ علوی۔ جعفری۔ عقیلی۔ حسنی حسینیؓ) وغیرہ کے جدّ اعلیٰ۔ ۲ اموی یا بنو امیہ (عثمانی ابوسفیانی مروانی قریشیوں کے جدّ اعلیٰ) ۳ زبیری اور اسدی (ملتانی) قریش کے جد اعلیٰ۔ ۴ بنو زہرہ (حضورؐ کے ننہال) حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف کے جد اعلیٰ۔ ۵ صدیقی اور عتیقی قریش کے جدّ اعلیٰ۔ ۶ حضرت خالد بن ولید اور عکرمہؓ بن ابی جہل کے جد اعلیٰ ۷ حضرت عمرو بن عاصؓ فاتح مصر کے جدّ اعلیٰ ۸ فاروقی قریشیوں کے جدّ اعلیٰ ۹ مصعب بن عمیرؓ اور شیبی خاندان کلید بردار کعبہ کا مورث اعلیٰ۔

یہاں) ان کے الفت دلانے کے شکر میں چاہیئے۔ کہ وہ لوگ اس گھر کے مالک کی پرستش کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا۔ اور انہیں خوف میں امن بخشا۔

تفسیر: یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکہ معظمہ میں نازل ہوئی چونکہ اس میں قریش کا ذکر ہے۔ اس لئے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

اس سے ماقبل سورۃ الفیل سے اس کا ربط یہ ہے۔ کہ سورۃ فیل میں اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کیا تھا۔ کہ ہم نے اصحابِ فیل کو جو بیت اللہ کو ڈھانے آئے تھے۔ اس گھر کی برکت سے نیست و نابود کر دیا۔ اور قریش کو ان سے بچا لیا۔ اور ان کے مال سے مالامال کر دیا۔ اس مال نے قریش کو سردی میں گرم ملک (یعنی یمن) اور گرمی میں سرد ملک (یعنی شام) کی طرف برائے تجارت جانے کی رغبت دلائی۔ اس ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو بھوک میں کھانا دینے اور قتل وغارت کی زد سے مامون رکھنے کا سامان کر دیا

قریش نہ صرف مال تجارت ہی سے نفع کماتے تھے۔ بلکہ بادشاہ اور امراء بھی انہیں تحائف نذر کرتے تھے۔ اور یہ سب انکی الفتِ سفر کے طفیل تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پیدا کر دی

یہ سفر کی الفت قریش کو اشاعتِ اسلام اور فتوحات ممالک میں بہت کام آئی۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو قومیں دور دراز سفر کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔ ان میں حوصلہ اور لیاقت بھی آجاتی ہے۔ اور دلی ترقی بھی ہوتی ہے۔ مختلف اقوام کے افراد سے ملنے سے خیالات میں تبدیلی اور اولوالعزمی پیدا ہوتی ہے۔ خصوصاً تجارت کے ذریعے سے وہ قومیں جو پہلے ذلیل وخوار تھیں۔ علوم وفنون کی مالک ہو گئیں۔ اور سلطنتیں اُن کے قبضے میں آگئیں۔

قریش نے اسی اولوالعزمی کی بدولت لق ودق بیابانوں خشک ریگستانوں۔ پہاڑوں۔ جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے اُدھر مغرب میں بربر تک افریقہ کے بیابان کھنڈال ڈالے اِدھر وہ شرق میں عراق وایران وخراسان وترکستان کو طے کرتے ہوئے چین تک بلند اقبالی کے پھریرے اُڑاتے ہوئے جا پہنچے۔ اس لایلاف قریش میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے گو قریش کے ساتھ اور قومیں بھی شریک تھیں۔ مگر اور قومیں قریش کے تابع تھیں۔ نبی علیہ السلام اس قوم کے سرتاج تھے۔ خلفائے عظام بھی اسی قوم کے درخشندہ گوہر تھے۔ انہی کے حکم سے سب فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔ اسلام نے قریش ہی کے گھر جنم لیا تھا۔ اسی لئے اسلام لانے کے بعد قریش میں اسلامی غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔ خدا نے ان کے خون میں یہ اثر ڈالا تھا۔ کہ وہ اسلام کی ہتک اور قومی ذلت دیکھ کر فوراً جوش میں آجاتا تھا۔ ائمہ بھی اسی قوم میں بنائے گئے۔ اور قانون ہو گیا۔ کہ ائمہ اسی قوم کے ہوں۔ اور قیامت کے قریب جو مخالفوں کے جھنڈے گرا دینے والا اور ان کی جمعیت کو زیروزبر کرنے والا امام مہدی ظہور کریگا۔ وہ بھی قریش ہی سے ہوگا۔

اسی سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ قریش پر اپنے احسان وانعام کا اظہار کرتا ہے۔ کہ ہم نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف میں امن بخشا۔ مکہ اور اس کا گرد وپیش محض خشک پہاڑ یا ریگستان ہے۔ جہاں کوئی سبز درخت بھی نظر نہیں آتا۔ نہ پانی کے چشمے ہیں نہ پیداوار مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کی روزی کے کیا کیا سامان کئے۔ لوگوں کے دلوں میں خانۂ کعبہ کی محبت زیارت وحج ڈال دی۔ خلق خدا ہزارہا صعوبتیں برداشت کرکے وہاں پہنچتی۔ اور نذر ونیاز سے ان کو مستغنی کر دیتی ہے۔

قریش کے امن کا یہ حال ہے۔ کہ عرب میں ہر جگہ مار دھاڑ تھی۔ قبائل آپس میں لڑا کرتے تھے۔ مگر قریش کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ کعبہ کی حرمت ہے کہ دار الامن تھا اور قیامت تک رہیگا۔ اسے آج تک جو بھی نقصان پہنچانے کے لئے آیا۔ اصحاب الفیل کی طرح تباہ ہوا۔ نہ بیت المقدس کو یہ خصوصیت حاصل ہے نہ کسی اور معبد کو۔ (تفسیر حقانی)

حل مسائل از سورۃ القریش

مندرجہ بالا تفسیر سے یہ چند مسائل حل ہوئے۔

(۱) قریش کیلئے بالخصوص سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ اس سے وہ دُنیا میں حکمران ہوئے۔

(۲) قریش نے تجارت کیلئے دنیا کا سفر کیا۔ معلومات حاصل کیں۔ جو ان کی فتوحات کا ذریعہ بنیں۔ فرنگی جو دنیا کے حصہ کثیر پر فرمانروا ہیں قریش کے نقش قدم پر چل کر سفر کو نکلے۔ تجارت شروع کی۔ اسی کے ذریعے جا بجا پھرے۔ ملک اور اہل ملک کے حالات معلوم کئے اور رفتہ رفتہ حکومت سنبھال لی۔ مگر قریش نے ایسے حیلوں سے کام نہیں کیا۔ وہ محض اشاعت دین کیلئے وطن سے نکلے اور دنیا کے سامنے اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ لوگ ان کی طرف عقیدت سے جھکے اور ان کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسلام لے آئے تو ان کے دینی بھائی بن گئے۔ ورنہ ان کی حفاظت میں آکر جزیہ دینا منظور کر لیا۔ جو آج کل کے مالیہ اور ٹیکس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ جزیہ دینے والے فوجی خدمت سے بری تھے۔ اور حکومت قریش ان کے مال و جان کی ذمہ وار محافظت تھی۔ جب وہ دیکھتے تھے۔ کہ حفاظت نہیں کر سکتے۔ تو جزیہ وصول شدہ واپس کر دیتے تھے۔ قریش کی خوش معاملگی کا یہ اثر تھا۔ کہ مفتوحین بالکل فاتحین کے رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ لباس و زبان تک بھی انہی کی اختیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ عراق و شام و مصر وغیرہ بالکل عربوں کی طرح ہو گئے۔ لباس بھی عربی زبان بھی عربی۔ اور دین بھی رسول عربی علیہ السلام کا۔

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا جلوہ ہر جگہ دکھائی دینے لگا۔ جہاں قریش پہنچے دوئی کا نشان مٹ گیا۔ ہر جگہ وحدت کی جلوہ گری ہو گئی۔ سب خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔ تمام بہادر قومیں حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ یہ قریش ہی کی کرامت تھی۔ کہ افغانستان اور سرحد ہندوستان کی جنگجو اقوام کو جو آج تک کسی سے نہیں ہیں مسخر کر لیا۔ نواب بہادر یار جنگ صاحب حیدر آبادی جن کا سینہ تاریخی علوم کا گنجینہ ہے۔ اور جن کی زبان سحر بیانوں سے خراج تحسین وصول کرنے والی ہے نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ منعقدہ لاہور میں اعتراف کیا۔ کہ عجمی بادشاہوں نے اشاعت اسلام کیلئے کچھ نہیں کیا جس کا بُرا نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان میں آٹھ سو سال حکومت کرنے کے باوجود قلت میں ہیں۔ اور صدیوں کی محکوم قومیں اکثریت کے بل بوتے پر ان کو اپنا محکوم بنانا چاہتی ہیں۔ حالانکہ حکومت کثرت تعداد پر موقوف نہیں۔ بلکہ قابلیت و شجاعت پر منحصر ہے۔ ہندوستان کو غزنوی غوری خلجی اور ابدالی وغیرہ نے جوہر قابلیت اور شجاعت سے فتح کیا تھا۔ حالانکہ مقابل میں ہزاروں کے مقابل لاکھوں تھے انگریز بھی قابلیت کی وجہ سے حکومت کر رہے ہیں۔ محکوموں کے مقابل ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ نواب صاحب موصوف نے اسی تقریر میں حسرت بھرے الفاظ میں کہا۔ کہ کاش ہندوستان کو عرب (قریش) فتح کرتے اور آج اقلیت اور اکثریت کے تنازعے نہ اُٹھتے۔ خوش قسمت تھا صوبہ سندھ۔ جہاں قریشی

ثقیف کے ایک نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم کی یلغار اسلام کا محکم جھنڈا گاڑ گئی۔ اور آج وہاں کوئی مخالف اسلام اپنی اکثریت پر ناز نہیں کر سکتا۔

(۳) قریشی قدیم سے نذر و نیاز وصول کرتے چلے آئے ہیں۔ جہاں ان کی حکومت ہے ان کے حکمران جزیہ و خراج لیتے ہیں۔ اور مذہبی پیشوا نذر و نیاز۔ اب جہاں حکومت نہیں خراج اٹھ گیا ہے۔ مگر نذر و نیاز قائم ہے۔ جو لوگ خود اپنی عقیدت سے پیش کرتے ہیں۔ اس میں جبر و تعدی کو دخل نہیں۔ مذہب و تاریخ سے نابلد جنٹلمین اس پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو جو بزرگی دی ہے۔ وہ کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی۔ قریشی ہندوستان میں کم ہیں۔ مگر اب بھی وہ چند ریاستوں (حیدر آباد دکن اور بہاولپور وغیرہ) کے مالک ہیں۔ اور ظاہری حکومت سے بڑھکر ان کی دلوں پر حکومت ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

قریش اور فلاحت

زمانہ جاہلیت میں بھی قریش خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تمام قوموں کے بزرگ اور پیشوا تسلیم کئے جاتے تھے ان کا کام صرف یہی نہیں تھا۔ کہ حاجیوں کا انتظام کر دیا۔ اور بس بلکہ دیوانی اور فوجداری اختیارات کے بھی وہی مالک تھے۔ صلح و جنگ میں بھی وہی قائد اعظم تھے۔ (تفصیل "مناصب قریش" کے زیر عنوان آئے گی) رہی فلاحت وہ اسے منافی شان سمجھتے تھے۔ جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ جب غزوہ بدر میں قریش مکہ میں سے عتبہ۔ ولید۔ اور شیبہ نے میدان میں اتر کر مبارز طلبی کی اور ان کے مقابلہ کے لئے عوف۔ معاذ اور عبداللہ بن رواحہ نکلے۔ اور عتبہ نے نام و نسب پوچھا تو بتایا گیا کہ ہم انصار ہیں۔ عتبہ بولا تم کاشتکار لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں۔ ہٹ جاؤ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے انہیں واپس بلا کر حضرت حمزہؓ۔ علیؓ اور عبیدہؓ کو بھیجا۔ عتبہ نے کہا "ہاں اب ہمارا جوڑ ہے" (سیرۃ النبی)

دوسرا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ جب عہد فاروقی میں عجمی ممالک فتح ہوئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربوں کو زراعت کرنے سے منع کر دیا۔ اس کا ایک سبب تو وہی تھا۔ کہ قریش کھیتی کے پیشے کو معیوب سمجھتے تھے۔ دوسرا یہ کہ عرب مرد میدان فاتح اور حکمران تھے۔ ان کا کام سپاہگری اور انتظام سلطنت تھا۔ فاروق اعظمؓ انہیں کھیتی باڑی کے جھگڑوں میں کیوں پڑنے دیتے۔ آج کل ہندوستان میں انگریز برسر حکومت ہیں۔ وہ فلاحت سے فلاح یاب نہیں ہوئے۔ بلکہ تجارت فراست ان کی کامرانی کا ذریعہ بنی ہے۔ ہندوستان میں وہ کہیں کھیتی باڑی کرتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ یہ محکوموں کا کام ہے۔ وہ کہاں ملیں گے؟۔ فوج میں اور دیوانی و فوجداری کے اعلیٰ عہدوں پر۔ ان کو کیا غرض پڑی ہے۔ کہ حاکم ہو کر خراج گزاروں کے زمرہ میں داخل ہوں۔

ہندوستان میں قریشی سندھ کی راہ داخل ہوئے۔ پھر عجمی بادشاہوں کے ساتھ اسلامی فوج میں شامل ہو کر اس کفرستان کو دین مبین کی برکتوں سے بھرپور کرتے رہے۔ چنانچہ لاہور میں حضرت علی الہجویری المشہور داتا گنج بخشؒ۔ حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ۔ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ حضرت محمد شاہ اُچیؒ عرف موج دریا بخاریؒ۔ شاہ ابوالمعالیؒ شیخ طاہر بندگیؒ حضرت شاہ میر عرف میاں میرؒ حضرت

عبدالرزاق عرف شاہ چراغ "شاہ محمد غوث" وغیرہم قریشی بزرگ اقامت گزیں ہوئے اور مختلف اقوام ہند کو مشرف باسلام فرمایا۔ یہاں جتنی قومیں مسلمان ہوئی ہیں۔ بزرگان دین کی برکت سے ہوئی ہیں۔ سلاطین اسلام کے اثر و رسوخ نے کچھ کام نہیں کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں قریشی بزرگ مصروف تبلیغ اسلام ہو گئے۔ اور مسلمان بادشاہوں نے ان کے روزینے مقرر کر دیئے اور انہیں زمینیں نذر کیں۔ جن کی پیداوار سے لنگر چلتے تھے۔ اور مخلوق خدا پیٹ بھرتی تھی۔ ان بزرگوں کی اولاد اب بھی وسیع رقبوں کی مالک ہے۔ اور ان میں مہمان نوازی کا سلسلہ جاری ہے مگر ان میں بہت کم اپنے ہاتھ سے ہل چلاتے ہیں۔ جب انہوں نے سپاہیانہ زندگی چھوڑی تو زمیندار بنے مگر اس حالت میں بھی ان کی سیادت قائم ہے اور لوگ ان کے فیض باطنی اور اثر و رسوخ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ گو ظاہری کاروبار دو رہ ہے۔ مگر جو سیادت اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو عطا کر رکھی ہے۔ وہ کبھی نہیں مٹ سکتی۔ حقیقت میں وہ اسلامی تصوف کے روح رواں ہیں۔ اور انہی کی ذات سے فیض اسلام جاری ہے۔ غنیمت ہے کہ قریشی اس ملک میں زمینداروں کی صف میں شامل اور مالک املاک ہیں۔ اور قانون انتقال اراضی ان کے حقوق کا محافظ ہے۔ زمیندار بننے کیلئے کئی زراعت پیشہ قومیں بیتاب ہیں۔ اور مراسیوں تک سے قریشی بننے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہی حال لوہاروں۔ ترکھانوں اور قصابوں وغیرہ کا ہے اگر حکومت اسلامی ہو تو کاشتکاری کوئی قابل فخر پیشہ نہیں مگر غلامی میں یہی غنیمت ہے۔

کعبہ کی تولیت کا شرف

منتخب اللغات شاہجہانی میں لکھا ہے۔ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ اور وہ ایک سمندری جانور ہے۔ جس سے تمام جانور ڈرتے ہیں۔ اور شتر سوار ایک معروف قبیلہ کا نام بھی ہے۔ جس کا مورث اعلیٰ نضر ابن کنانہ تھا۔ از اجداد حضرت رسول صلعم۔ نیز ایک مرد کا نام ہے۔ جو عرب کا صاحب قافلہ تھا۔

بیت اللہ کو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے از سر نو تعمیر کیا۔ اور اس کے پاس اپنی اولاد کو بسایا۔ کعبہ کی برکت اور کشش دور دور سے لوگوں کو آباد ہونے کے لئے کھینچ لائی۔ ان سب میں اولاد اسمٰعیلؑ کی سیادت بوجہ تولیت کعبہ مسلم رہی کچھ عرصہ حضرت ابراہیمؑ کے سسرال خاندان جرہم اور قبیلہ خزاعہ والے بھی اس کے متولی رہے۔ مگر پھر قصی بن کلاب نے آبائی حق حاصل کر لیا۔ قصی بن کلاب بڑے نمایاں کار شخص گزرے ہیں۔ انہوں نے قریش کے مشورے سے زائرین حرم کی مہمان نوازی کیلئے سقایا۔ (حاجیوں کو آب زمزم پلانے) اور افادہ (کھلانے پلانے) کا انتظام کیا۔ اور ایام حج میں مشعر حرام (چراغ جلانے) کی رسم ایجاد کی۔ قصی کے جود و سخا سے اس خاندان کی شہرت اور وقار کو چار چاند لگ گئے اور بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ قریش کا لقب انہیں کو بوجہ ان کی بزرگی کے ملا۔ یا اس وجہ سے وہ اس لقب سے ملقب ہوئے۔ کہ انہوں نے خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے پاس آباد کیا۔ (تقریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں) اسی نسبت سے انہیں مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصی کے بعد حرم کے تمام مناسب حسب وصیت پدر ان کے بڑے بیٹے عبدالدار کو تفویض ہوئے۔ مگر وہ ناقابل

ثابت ہوا۔ اور یہ منصب عظیم باتفاق خاندان قصی کے پوتے ہاشم بن عبد مناف کے سپرد ہوا۔

ہاشم بڑے با صولت اور با اثر بزرگ تھے۔ انہوں نے سقایہ و رفادہ کے کام کو نہایت خیر و خوبی سے سرانجام دیا۔ اصل میں ان کا نام مغیرہ تھا۔ ہاشم اس وجہ سے پڑا۔ کہ انہوں نے سخت قحط کے دنوں میں بھوکوں کو شوربہ میں روٹیاں چورا کر کے کھلائیں۔ (عربی زبان میں چورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں۔ جس کا اسم فاعل ہاشم ہے)

ہاشم کا اثر و رسوخ سلاطین پر بھی قائم تھا۔ چنانچہ قیصر روم اور نجاشی شاہ حبش نے فرمان لکھوا دیئے تھے۔ کہ جو قریش کا مال ان کے ملکوں میں آئے اس پر محصول نہ لیا جائے۔ بلکہ جب قیصر کے پایہ تخت انگورہ (انقرہ) میں قریش کا قافلہ جاتا تھا۔ تو قیصر نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔ دیگر قبائل عرب پر بھی ہاشم کا رعب تھا۔ اسی وجہ سے قریش کے کارواں لوٹ مار سے محفوظ رہتے تھے۔

ہاشم کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب جانشین ہوئے انہوں نے مدت سے اٹ کر گمشدہ چاہ زمزم کا پتہ لگا کر کھدوا دیا۔ اور مکہ میں یادگار اسمٰعیل ؑ کو پیدا کر کے تشنہ محتاجوں کو سیراب کیا۔

مناصب قریش

قریش ظہور اسلام سے قبل بھی عرب میں قابل احترام تھے۔ چنانچہ شہر مکہ میں واقعہ کعبہ جس کی عظمت و اقتدار کا سکہ تمام عرب میں قائم تھا۔ قریش ہی کی تولیت میں تھا اور اسی وجہ سے وہ تمام ملک کے مذہبی حاکم تھے۔ قریش کے مختلف قبیلے مختلف مناصب پر فائز تھے۔ چنانچہ (۱) دیات و مغارم (خون بہا اور تاوان) کے فیصلے خاندان تیم سے متعلق تھے۔ رسول اللہ صلعم کے عہد میں اس قبیلہ کے چشم و چراغ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس منصب پر فائز تھے۔ (۲) سفارت و منافرت یعنی سفیر ہو کر جانے اور فضیلتِ شرافت کے متعلق قبائل کی نزاع و منافرت دور کرنے کا کام حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کے قبیلہ عدی سے متعلق تھا۔ اور عہد نبوی صلعم میں فاروق اعظم رضؓ ہی اس عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ (۳) عقاب یعنی علمبرداری خاندان بنی امیہ کے سپرد تھی۔ اور عہد رسالت میں اس کے رئیس ابو سفیان بن حرب تھے۔ (۴) سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام) بنو ہاشم کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عباس رضؓ بن عبد المطلب آب زمزم کے ساقیوں کے سردار تھے۔

(۵) قبہ یعنی خیمہ و خرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری حضرت خالد رضؓ کے خاندان مخزوم سے متعلق تھی۔ اور ان کے والد ولید بن مغیرہ اس منصب پر فائز تھے (۶) حجابہ (کعبہ کی کلید برادری اور تولیت بنی عبد الدار کے سپرد تھی۔ عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے (۷) رفادہ (غریب حجاج کی خبرگیری) خاندان نوفل کے ذمہ تھی۔ (حرث بن عامر اس کے منصب دار تھے۔) (۸) مشورہ کا کام خاندان اسد کے متعلق تھا یزید بن ربیعۃ الاسود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں مشیر اعظم تھے۔ (۹) ازلام و ایسار (حکمہ مال کا انتظام) خاندان جمح کے رئیس صفوان بن امیہ اور (۱۰) اموال (نظام خزانہ) خاندان سہم کے لیڈر حرث بن قیس کی تحویل میں تھا۔

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے کہ قریش صرف عرب کے روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ صلح و جنگ کا اختیار بھی انہی

کو حاصل تھا۔ وہ خدائے تعالیٰ کے ہمسائے بلکہ آل اللہ یعنی اللہ کے عیال واطفال کہلاتے تھے۔ اور تمام عرب اس کا پانی بھرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ابوسفیان جس کا باپ حرب حرب فجار میں قریش کا سپہ سالار تھا۔ ابوجہل جو ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ابولہب بن عبدالمطلب (حضور کا چچا) ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر کا باپ) اور عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) رؤسائے قریش تھے۔ ان کے نزدیک پیغمبری کا دعویٰ دار اس کو ہونا چاہیئے۔ جو مالدار اور اولاد کثیر رکھتا ہو اور یہ دونوں باتیں اللہ کے پیارے کمی پوش میں نہ تھیں ان کے قومی غرور نے یہ پسند نہ کیا۔ کہ ایک شخص جس کا باپ اس پر نادیدہ قربان ہوگیا ہو جس کا کوئی بیٹا زندہ نہ رہتا ہو۔ جو مال نہ رکھتا ہو۔ اور جس کے بڑے بڑے چچے اور ماموں اور دیگر عالی مرتبہ اہل برادری موجود ہوں۔ وہ اٹھے اور کہے میری پیروی کرو۔ کبر و غرور کی باتیں چھوڑ دو۔ متقی بن کر عزت حاصل کرو۔ سب کو بھائی جانو۔ ہبل کی جے نہ پکارو۔ بلکہ اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ۔ چونکہ ان تمام باتوں کو انہوں نے اپنے وقار عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کے منافی جانا۔ اس لئے وہ آمادۂ مخالفت ہو گئے۔ اور جتنا کسی کو اپنی عظمت کے نقصان کا خطرہ ہو۔ اتنا ہی وہ زیادہ دشمن بن گیا۔

دوران قیام مکہ میں ایک دفعہ حضور نے کلید بردار کعبہ سے زیارت کیلئے چابی مانگی۔ اور اس نے انکار کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ پھر میں جسے چاہوں گا دونگا۔ اس نے کہا یہ جبھی ہوگا۔ جب قریش بالکل ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ مطلب اس کا یہ تھا۔ اتنے بڑے بڑے عالی وقار قریشیوں کے ہوتے ہوئے ایک بے زر اور بے پر آدمی کس طرح چابی پر قبضہ کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ نہیں اس دن قریش بیش از پیش معزز و ممتاز ہونگے۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا۔ تو حضور کی پیشگوئی پوری ہوئی چابی حضور کے دست مبارک میں تھی۔ اور کلید بردار صاحب یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئے ؎

سر نیاز بباید نہاد گردن طوع
کہ ہر چہ حاکم عادل کند ہمہ داد است

چنانچہ اس خلق مجسم اور عادل ترین خدا کے برگزیدہ رسولؐ نے فرمایا آج عدل و احسان کا دورہ ہے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ اے عثمان بن طلحہ اپنی چابی یہ قیامت تک تمہارے ہی خاندان میں رہے گی۔ اور جو کوئی تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (رسول اللہ صلعم کے اس فیصلہ سے متولی کے عہدہ کا استحکام مستنبط ہوتا ہے۔ اور مقرر کردہ متولی بدوں دلائل شرعی معزول نہیں ہو سکتا) چنانچہ آج تک کلید عثمان بن طلحہ ہی کے خاندان میں (جو شیبی کہلاتے ہیں) متداول چلی آتی ہے۔ جسے احمد مختار دیں اس سے کون لے۔

رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق ان کی قوم قریش فتح مکہ کے بعد عروج و کمال کے جس پایہ پر پہنچی وہ تاریخوں میں بحروف جلی نمایاں ہے۔

حفاظت وکتابت قرآن شریف

خدائے تعالیٰ کا ازلی و ابدی کلام دنیا کی سردار قوم (قریش) کی زبان میں ان کے دونوں جہاں کے سردار سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت پر نازل ہوا۔ اسکی

حفاظت انا لہ لحافظون) اور اس کے جمع کرنے (انا علینا جمعہ وقرآنہ) کا وعدہ خدا تعالیٰ نے اسی سردار عالم قوم کے ہاتھوں پورا کرایا۔

یوں تو قرآن مجید خود حضور اقدس و انور کے مبارک عہد ہی میں چمڑوں۔ پتوں، پتھروں اور لکڑی کی تختیوں اور شانوں کی ہڈیوں وغیرہ پر مکمل طور پر بدست حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ وغیرہ قریشیاں تحریر اور صحابہ کرام کو حفظ ہو چکا تھا چنانچہ جب حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جھوٹے نبیوں [illegible] فرض ہوا۔ تو اسلامی شہداء میں ستر حافظ قرآن بھی شامل تھے۔ ان کی شہادت سے حضرت عمرؓ کی نگاہ دور بین نے قرآن مجید کو ایک مجلد میں نقل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ ان کی اس ضروری تجویز سے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسولؐ نے بھی اتفاق فرمایا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت جو حضور علیہ السلام کے کاتب وحی تھے۔ اس کام پر مامور ہوئے۔ اور فرقان حمید ایک مجلد میں ضبط ہو گیا۔

قرآن شریف کی یہ اول ترین جلد پہلے حضرت ابوبکر کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمر کے سپرد رہی۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی صاحبزادی ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے قبضہ میں آئی۔ ان سے لیکر حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے سات نسخے نقل کرائے ایک نسخہ مکہ میں اور ایک مدینہ میں رکھا۔ باقی پانچ شام۔ یمن۔ بحرین بصرہ اور کوفہ میں بھیجکر حکم دیا۔ کہ ان کی قرأت کے مطابق لوگوں کو تعلیم دی جائے۔ اور جو عجمی لوگوں نے اور قرأت میں قرآن لکھ لیا ہے۔ جس سے امت میں اختلاف پڑنے کا اندیشہ ہے۔ وہ تمام غیر مربوط اور نامکمل نسخے ضبط کر کے تلف کر دیئے جائیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے یہ نسخے جلوائے نہیں تھے۔ بلکہ خرقے کی طرح لپیٹ کر رکھوا دیئے تھے۔ تاکہ ان سے کام نہ لیا جا سکے۔ یہ حضرت ذوالنورینؓ کی ہی نیک نیتی کی برکت ہے۔ کہ قرآن مجید بلا اختلاف تمام دنیا میں بقرأت قریش اسی طرح محفوظ و موجود ہے۔ جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنے طور پر اسی قرآن شریف کی نقل کرائی تھی۔ جو مشہد علیؓ میں محفوظ ہے۔ اور اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں واللہ اعلم بالصواب

تعلیم قرآن بسعیٔ قریشیان

حضرت عمرؓ نے اپنے بابرکت عہد میں تعلیم قرآن کیلئے تنخواہ دار قاری اور معلم مقرر کئے اور اس کی تعلیم لازمی قرار دی ابوسفیان ممتحن مقرر ہوئے۔ حمص۔ دمشق اور فلسطین میں مدرس مقرر فرمائے۔ متعلموں کے بھی وظیفے لگا دیئے۔ فوجوں کے لئے بھی اس کی تعلیم لازم قرار دی۔ اور حفاظ کی تعداد بڑھائی۔ چنانچہ صرف حضرت سعد بن وقاص کی اسلامی سپاہ میں تین سو حافظ موجود تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ "امروز ہر کہ قرآن می خواند از طوائف مسلمین منت فاروق اعظمؓ در گردن اوست" یعنی آج ہر مسلمان قرآن خوان کی گردن فاروق اعظمؓ کے احسانات سے خم ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یہی سلسلہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں بھی جاری رہا۔ خلافت راشدہ کے بعد جب حکومت قریش کی شاخ بنی امیہ کے سپرد ہوئی۔ تو خلیفہ عبدالملک نے جو سنہ ۶۵ھ/۶۸۵ء سے سنہ ۸۶ھ/۷۰۵ء تک حکمران رہا سکوں پر بھی آیات قرآنی نقش کرائیں۔ اور عربی نستعلیق کو زیادہ مقبول صورت میں جلوہ گر کر کے اس کا مطالعہ آسان بنا دیا۔ اپنے بیٹے کو غزوات اسلام کا مطالعہ ایک کتاب سے کرتے دیکھا۔ تو کتاب جلوا دی اور کہا کہ قرآن مجید

سب سے زیادہ جرأت آموز اور ایمان افروز ہے۔ اس کے عظیم المرتبہ فرزند ولید نے جس کا عہد حکومت سنہ ۹۶ھ (۷۱۵ء) میں ختم ہوا۔ ترویج و تعلیم قرآن میں حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کی حفاظ کو انعام دیتا تھا۔ اور اس سے جی چرانے والوں کو سزا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خلفائے راشدین کے بعد کوئی مثیل ہوا ہے نہ ہو گا۔ کے عہد حکومت میں تعلیم و قرآن کا وہ چرچا ہوا۔ کہ بائد و شائد۔ لوگوں کی گفتگو ہی وظیفۂ حفظ قرآن کے متعلق ہوتی تھی۔

انہی سلاطین بنی امیہ کے عہد میں قرآن اپنی نورانی تعلیم سے افریقہ کو منور کرتا ہوا ہسپانیہ اور فرانس تک ضوفگن ہوا۔ اگر ولید اپنی فتوحات کے سیل رواں کو روک نہ لیتا۔ تو آج تمام یورپ قرآن خوان نظر آتا۔ کل امر مرھون باوقاتھا قریش کی شاخ بنی امیہ ہی کی مساعی جمیلہ سے یہی قرآن جو حضرت عثمانؓ کی خلافت تک شام۔ مصر فلسطین۔ ایران۔ خوزستان تستر تک ضیا بار ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی نورانی شعاعوں سے ہرات، افغانستان۔ سندھ۔ بخارا۔ سمرقند کے باشندوں کے دلوں کو مستنیر فرما دیا۔ مغرب کی طرف جب اس نے رخ کیا۔ تو اس کے مبلغوں نے ۵۰ھ میں قیروان بسا کر اسے مقبوضات افریقہ کا دارالحکومت بنایا۔ سنہ ۷۴ھ (۶۹۳ء) کارتھج کی فتح سے خادمان قرآن بحر الکاہل تک جا پہنچے۔ سنہ ۹۲ھ (۷۱۱ء) میں تا بجیر (طنجہ) سے ہسپانیہ میں داخل ہوئے۔ سنہ ۹۳ھ (۷۱۲ء) ٹولیڈو فتح کیا۔ اور سلطنت کا ملک تمام و کمال عاملان قرآن کے زیر نگین ہو گئی۔ سنہ ۱۰۶ھ (۷۲۵ء) میں نیر قرآن فرانس پر چمکا اور ناربن پر اس کی کرنیں ضیا پاش ہوئیں۔ اور برگنڈی اور ڈرفش کو اکتساب نور کی دعوت دیتی رہیں۔

شمال کی طرف مبلغین قرآن نے سنہ ۲۹ھ (۶۴۹ء) میں تسلط جمایا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اور سنہ ۸۱ھ میں ارض روم پہنچ گئے۔

الغرض قریش کی مبلغانہ سرگرمیوں نے قرآن کی تعلیم کو بحر الکاہل سے دریائے سندھ اور بحر کاسپین سے دریائے نیل کی آبشاروں تک پہنچا دیا۔

قریش کی سیادت از روئے احادیث صحیحہ

ہم اس سے پہلے صفحات میں قریش کا شجرہ۔ قریش کی خدمت دین کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بتا چکے ہیں۔ کہ ان کی شان میں اور ان کے نام پر خدائے پاک نے ایک مستقل سورت نازل فرمائی ہے۔ جس میں ان کے شوق سفر کی تعریف ہے۔

مولانا حالیؒ نے ترجمہ یوں کیا ہے :-

سدا انکو مرغوب سیر و سفر تھا	ہر اک بر اعظم میں انکا گذر تھا
کھنگالا ہوا انکا سب بحر و بر تھا	جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و بر کو

کیا جائے آباد ہر ملک ویراں	مہیا کئے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور میداں	انہیں کر دیا رشک صحن گلستاں

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

اب ہم ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی شان میں ارشاد فرمائی ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال النَّاسُ تبعٌ لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبعٌ لکافرھم۔ متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم

نے کہ لوگ قریش کے تابع ہیں۔ معاملہ دین یا خلافت میں۔ ان کے مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور ان کے کافر ان کے کافروں کے۔ اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اس کی شرح حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں یوں درج ہے۔ کہ جب سب قریشی مسلمان ہو گئے تو ان کے مشرف باسلام ہونے سے ان کی سیادت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ لوگوں پر جو شرف ان کو زمانہ جاہلیت میں حاصل تھا۔ وہی اسلام میں بھی قائم رہا۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب وہ برے تھے تو بھی اور جب اچھے ہو گئے تو بھی ان پر انہیں کے سردار حکمران رہے۔ جیسے اعمال ویسے عمال

شرح السنہ میں ہے کہ اس سے تمام قبائل عرب پر قریش کی فضیلت اور امامت اور امارت میں ان کی تقدیم مراد ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں۔ کہ قریش اسبق واقدام ہیں۔ امر دین اور پیشوائی مردم میں حالت ایمان و کفر میں۔ پس مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور کافر کافروں کے اتباع ہیں۔ عرب قریش کے اسلام لانے کے منتظر تھے۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تو تمام عرب فوج در فوج داخل اسلام ہونے لگے۔ چنانچہ اذا جاء نصر اللہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ مقصود بیان قریش کا تقدم و ریاست ہے۔ اہل اسلام اور جاہلیت میں۔ لیکن اسلام کا فضل و شرف معتبر ہے۔ اگر مراد بیان مطلق ہے خواہ بجہت دین یا باعتبار دنیا تو بھی صحیح ہے۔ کیونکہ جاہلیت میں بھی قریش ہی بیت اللہ کے مختلف مناصب پر فائز تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد قریش کی خلافت اور امامت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ قریش کے لوگ مطیع فرماں رہیں اگر لوگوں نے مخالفت اختیار کی۔ اور بیعت نہ کی تو اس کا اثر امر سیادت پر نہیں پڑ سکتا۔

(۲) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الناس تبعٌ لقریش فی الخیر والشر (رواہ مسلم) یعنی حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے تابع ہیں۔ یعنی حالت کفر میں بھی وہی لوگوں کے پیشوا تھے۔ اور اسلام میں بھی وہی سردار ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد حدیثوں میں بالصراحت فرمایا گیا ہے۔ کہ خلافت قریش کا حق ہے جو ان کی مخالفت کریگا اللہ اسے ذلیل کریگا۔ نیز فرمایا کہ ان میں سے بارہ خلیفے ہوں گے۔ اور قیامت نہیں آئے گی جب تک بارہ کی تعداد پوری نہ ہو لے۔ یہ سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔

(۳) عن سعد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ (رواہ ترمذی) یعنی جو شخص قریش کی اہانت (ذلت) کا ارادہ کرے۔ خدا اسے ذلیل کرے گا۔

(۴) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللّٰھم اذقت اول قریش نکالاً فاذق اخرھم نوالاً (رواہ الترمذی)

یعنی دعا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے اللہ تو نے جس طرح اول قریش کو بلا و وبال سے دوچار کیا۔ اسی طرح انجام کار ان کو اپنی عطا سے بہرہ ور کرنا۔

اس حدیث کا حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں یہ دیا ہے کہ نکال سے مراد وہ خواری و عذاب اور قتل کی تکالیف ہیں جو قریش کو آغاز کار میں ان کے کفر اور رسول اللہ صلعم کی جناب سے روگردانی کی سزا میں لاحق ہوئیں۔ اور نوال سے

وہ عزت اور ملک اور خلافت اور امارت مراد ہے۔ جو انہیں آخر کار عطا ہوئی۔ اور جس کا وصف احاطہ بیان میں نہیں آسکتا۔ (لمعات) اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ جو میں بخوف طوالت نقل نہیں کرتا۔ جو لکھی جاچکی ہیں اتنی ہی قریش کی سیادت کے ثبوت کیلئے کافی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فخر قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قریش کو جس قدر دینی و دنیوی برکات سے متمتع فرمایا۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

قریشیوں کے وہ سرخیل سرورِ کونین   کہ جن کی مدح ہے قرآن پاک میں مرقوم
قریش انکی دعا سے بنے شاہ جہاں   تمام قومیں ہوئیں انکی تابع و محکوم
ابوالحسن تھے انہیں میں سے ایک کامل شیخ   جن کی نسل سے حاکم ہیں آل قر مخدوم
تھے انہیں سے ہیں عبدالجلیل لاہوری   کہ جن کے فیض سے تاریخ یہ ہوئی مرقوم
خدایا زور قلم ہو مجھے عطا ایسا   کہ کرسکوں میں بیاں اپنا مطلب و مفہوم

عظمت و شان قریش

یہ نظم میں نے ندوۃ القریش فاضلکا کے اجلاس میں پڑھنے کیلئے موزوں کی تھی۔ مگر میں وہاں جاکر پڑھ نہ سکا۔ حضرت رونق مسلم لیگ کے جلسے میں ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۴۰ کو لاہور ملے تو یہ نظم یاد آئی۔ چنانچہ میں یہ نقل کرکے ان کی نذر کرتا ہوں۔ تاکہ اس (سیادت قریش) مضمون میں شائع کردیں۔

اس نظم کے مضامین سے واضح ہوجائیگا۔ کہ دنیا کی سب قوموں میں افضل قریشی ہی ہیں۔ انہیں کیلئے سیادت ہے انہی کی اطاعت لازم ہے۔ اور خلافت و امامت بھی انہی کی مسلّم ہے قریش کیلئے یہ فخر کیا کم ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی میں مبعوث ہوئے۔ خلفاءِ راشدین بھی اسی قوم کے درخشندہ گوہر تھے۔ عشرۂ مبشرہ بھی اسی میں سے ہوئے جنہوں نے دنیا میں اسلام پھیلایا۔ اور اسلامی حکومت قائم کی وہ بھی قریش ہی تھے۔ سورۂ فیل اور قریش انہی کی شان کی مظہر ہے (ملاحظہ ہو تفسیر حقانی) اگر وہ بھائی جو سیادتِ اولادِ حسنینؓ کیلئے مختص سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو قریش سے الگ بتائیں۔ تو وہ دنیا میں اپنی کوئی تاریخ پیش نہیں کرسکتے۔ ان اگر وہ یہ کہیں کہ ہم قریشی ہیں۔ تو وہ اس عظیم القدر قوم کے افراد ہونے کی حیثیت سے فخر کرسکتے ہیں۔ اب میں نظم درج کرتا ہوں۔ (نامی لاہوری)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں

سید الانبیاء قریشی ہیں   خواجۂ دوسرا قریشی ہیں
مقتدائے ورا قریشی ہیں   احمد مجتبیٰ قریشی ہیں
ہیں جو شمس الضحیٰ قریشی ہیں   اور بدر الدجیٰ قریشی ہیں
ان کا مل یسٓ تہ مازاغ   صاحب ماطغیٰ قریشی ہیں
قاب قوسین شان ہے جن کی   سب کے وہ رہنما قریشی ہیں
خلفائے راشدین قریشی ہیں
بعد از انبیاء جو ہیں افضل   صاحب مصطفےٰ قریشی ہیں
نام ابوبکر اور لقب صدیق   مورد معنا[1] قریشی ہیں

جن سے اسلام کو فروغ ملا   وہ عمرؓ بے ریا قریشی ہیں
شان ہے جن کی آیا لو کان[2]   کفر جن سے مٹا قریشی ہیں
ساتھ صدیق کے نبی کے پاس[3]   جو ہیں صبح و مسا قریشی ہیں

---

[1] اِذ قَالَ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا
[2] لَوکَانَ بَعدِی نَبِی لَکَانَ عُمَرَ بنَ الخَطَّاب۔
[3] مدینہ کے سبز گنبد کے نیچے رسول اللہ صلعم کے پاس صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ انجمن آرا ہیں۔

صہرِ احمدؐ جناب ذوالنورینؓ　　تھے جو کانِ سخا قریشی ہیں
بعد عثمانؓ خاتم الخلفاء　　علی المرتضیٰؓ قریشی ہیں

دیگر جلیل القدر قریشی صحابہ کرامؓ

جو حواریٔ مصطفےٰ تھے زبیرؓ　　وہ بھی اسے باصفا قریشی ہیں
جو عبیدہ امین امت کے　　بالیقیں بے ریا قریشی ہیں
سعدؓ و طلحہؓ بھی عبدِ رحمٰنؓ بھی　　تینوں یہ رہنما قریشی ہیں
جنتی دہم سے شیخ سعیدؓ　　وہ بھی نام خدا قریشی ہیں
عمرو بن عاص و خالدؓ جرار　　کون ہیں ایا خدا قریشی ہیں
مصر شام و عراق و فارس ہیں　　جن کا جھنڈا اگر! قریشی ہیں
اہل افریقہ و سپین نے بھی　　جن کا پانی بھرا قریشی ہیں

سورۂ قریش

ہے لایلاف شان میں جنکی　　وہی باعتلا قریشی ہیں
اسی سورت میں ہے کہ وقفِ سفر　　تھے جو صیف و شتا[1] قریشی ہیں
خوف سے امن بھوک میں کھانا[2]　　جن کو رب نے دیا قریشی ہیں
جن کو فلیعبدوا[3] کا ہوا آئے　　حکم ہے برملا قریشی ہیں
ضو فشانی سے جن کی اک عالم　　ہوگیا پُر ضیا قریشی ہیں

[1] رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ
[2] اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ
[3] فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔

قریش کی خدمتِ دین

گوہرِ بے بہا قریشی ہیں　　کانِ صدق و صفا قریشی ہیں
تھے جو لاریب اہل دیں کیلئے　　دردِ دل کی دوا[1] قریشی ہیں
حق میں باطل پرست اعدا کے　　تھے جو قہر خدا اشد[2] قریشی ہیں
عام قرآن کی ہوئی تعلیم　　جن سے وہ بے ریا قریشی ہیں
امتِ مسلمہ کی کشتی کے　　باخدا ناخدا قریشی ہیں
پیش اسلام بعد بھی اسکے[3]　　خلق کے مقتدا قریشی ہیں

قریش کی تجارت و جانبازی

تاجری سے کبھی تھے تاج بسر　　یہ جواب بے نوا قریشی ہیں
شیر میداں میں بحر میں تھے نہنگ　　اب تو اک نقش پا قریشی ہیں
بدر میں مشرکین نے پوچھا　　سامنے اپنے کیا قریشی ہیں؟
ہم ہیں انصار جب جواب ملا　　بولے ہم باعلا قریشی ہیں
کاشتکاروں سے عار ہے لڑنا　　ہوگئے کیا فنا قریشی ہیں؟[4]

[1] رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [2] اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ [3] اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِّقُرَيْشٍ فِىْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِّمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِّكَافِرِهِمْ۔ متفق علیہ۔

[4] بدر میں قریش نے مدینے پر چڑھائی کی اور بہادر طلب کئے۔ تو انصار مقابل کو نکلے۔ قریش نے کہا ہم کو فلاحین سے لڑنا عار ہے جاؤ ہمارے ہم مرتبہ قریشی بھائیوں کو بھیجو۔ چنانچہ حضور انور صلعم نے حضرت حمزہؓ اور علیؓ وغیرہ کو بھیجا قریش کو تجارت پر فخر تھا۔ کاشتکاری کو عار سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مفتوحہ بلاد میں عرب کو کاشتکاری کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ کیونکہ یہ کام سواران کیلئے موزوں نہیں۔ دیکھو انگریز کاشتکاری نہیں کرتے۔ یہ محکوم لوگوں کا کام ہے۔

آہ اب واسطے خلافت کے — سب رہے تلملا قریشی ہیں
ہوں کسی طرح مشتہر فلاح — رکھتے یہ مدعا قریشی ہیں
نہ تجارت رہی نہ جانبازی — بیٹھے سب کچھ گنوا قریشی ہیں
گئے آبا کے کارنامے بھول — بن گئے خاکِ پا قریشی ہیں

اوقافِ قریش

وقف جتنے ہیں بیشتر انکے — منتظم بے خطا قریشی ہیں
وقف بل[1] کی بلا کو یا رب ٹال — اس میں بھی مبتلا قریشی ہیں
رہیں زد سے کمیونزم کی حصوں — یہی کرتے دعا قریشی ہیں

سید قریشی ہیں

حسنی و حسینی و علوی — اس میں ہے شک ہی کیا قریشی ہیں
حرفِ عظمت ہے لفظ سید و شیخ — سب کی اصل و بنا قریشی ہیں
جو قریشی نہیں نہ نہیں سید — نکتہ یہ سنتے کیا قریشی ہیں
ہیں قریشی تمام تر سادات — اصلِ مجد و علا قریشی ہیں

[1] ہندوستان میں اسلام قریشی بزرگانِ دین کی ہمت سے پھیلا۔ ان کے مزارات سے اب تک فیض جاری ہے۔ ان کو ان کی اولاد درماندہ حالت میں بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ انتظام اوقاف کیلئے ایک بل تیار کیا گیا تھا۔ جو اگر بجنسہ پاس ہو جاتا۔ تو اشتراکیت کا دور دورہ شروع ہو جاتا۔ اور قریشی اپنے بزرگوں کے مقامات سے بیدخل ہو جاتے۔ الحمدللہ انجمن تحفظ اوقاف اسلامیہ کی مساعی سے یہ بل روک لیا گیا ہے اور قریشی نقصان سے محفوظ رہے ہیں۔

فاتح سندھ و کابل و اندلس — کون ہیں؟ بے ریا قریشی ہیں
کون تھے یہ؟ ابنی امیہ تھے — جن کا رتبہ بڑھا قریشی ہیں
جانشین ان کے تھے جو عباسی — وہ بھی اے مہ لقا قریشی ہیں
علم و حکمت کے قدرداں سارے — کانِ جود و سخا قریشی ہیں
علما و مشائخ و سادات — کریں جن کی ثنا قریشی ہیں

والئے دکن قریشی ہیں

علم و حکمت کی جو ہے کانِ دکن — اس کے فرمانروا قریشی ہیں
میر عثمان علی آصف جاہ (خلد اللہ ملکہٗ) — گنجِ جود و سخا قریشی ہیں
گوہرِ کانِ حضرتِ صدیقؓ — جانِ صدق و صفا قریشی ہیں
یمن اورنگ زیبِ عالمگیرؒ — جن کو حاصل ہوا قریشی ہیں
ملک جن کے نظام کا قائل — ہو اوہ بے خطا قریشی ہیں

رکھے اس سلطنت کو حق قائم
مانگتے یہ دعا قریشی ہیں

سلطان ابن سلطان خاقان زمان والا دودمان اسلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس، اعلیٰحضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ و حشمتہٗ کے فیض و کرم سے دنیا بھر کے مذہبی، اقتصادی، علمی و تبلیغی ادارے بلا تمیز مذہب و ملت مستفیض ہو رہے ہیں۔ سادات قریش کے اصلاحی جریدہ "القریش" نے بھی جہاں پناہ ہی کے التفاتِ شاہانہ سے قومی و ملی خدمات کی توفیق پائی ہے۔ "القریش" نے سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کو کتم عدم سے عالم وجود میں لانے اور زرعی حقوق کے حصول اور تحفظ نسب کیلئے جن مساعی جمیلہ سے کام لیا ہے۔ وہ قابل صد تبریک اور لائق صد تحسین ہیں، ملک میں قریش کے نام

پہ لوگوں نے کئی جماعتیں قائم کیں۔ لیکن فرمانروائے دکن کے سایہ ہما پایہ کی برکت سے جو کام قومی جریدہ "القریش" اور قومی مرکز "ندوۃ القریش" نے انجام دیئے وہ قوم کے ہر خورد و بزرگ کے دل میں اٹل و لازوال جگہ پیدا کر چکا ہے لہذا سادات قریش کو دوسرے ایسے اداروں کی جانب توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی جو ان کی نمائندگی کیلئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

قوم بصدق دل اور بخلوص تام داعی ہے۔ کہ عالم پناہ آصف جاہ اور ان کی سلطنت جو سلاطین اسلامیہ کی درخشاں و نمایاں یادگار ہے۔ ابد الآباد قائم و دائم رہے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

قوم کی دلی آرزو ہے۔ کہ سلطان العلوم "القریش" پر اپنے الطاف و اکرام مضاعف فرما کر اسے بیش از بیش قومی و ملی خدمات کا موقع دیں۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ریاست بہاولپور میں قریشی

دیکھ لو جا کے تم بہاولپور اب بھی فرمانروا قریشی ہیں
جو مبارک[1] کے قلعہ میں حاکم قدوۂ اصفیا قریشی ہیں
اسی حاکم کی کو نسل سے نامی
ہم بھی اک بے ریا قریشی ہیں

[1] مو مبارک ریاست بہاولپور میں قدیم راجاؤں کے وقت کا ایک مشہور قلعہ ہے۔ محمود غزنوی نے اس پر بھی حملہ کیا تھا۔ اب میری برادری کے قبضہ میں ہے۔ سجادہ نشین مخدوم کرم شاہ صاحب ہیں

نامی

اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ

(حدیث)

ہیں یہ فرما گئے رسولِ انامؐ لوگ ہیں تابع قریش تمام
ہیں قریشی ہی مقتدا سب کے پیشوا سب کے رہنما سب کے
خیر اور شر میں پیشوا ہیں قریش ساری قوموں کے مقتدا ہیں قریش
کفر میں کافروں کے تھے سردار
دین میں بھی وہی رہے سردار

نامی

کفر میں بھی کافروں کے پیشوا حالتِ اسلام میں بھی رہنما

برکتِ قریش

عرب سب تھے اسی بات کے منتظر کہ ہوتے قریشی مسلماں ہیں کب
مشرف باسلام جب یہ ہوئے تو ایمان لے آئے وہ سب کے سب
مساعی سے ان سب کی مانے گئے
محمدؐ نبی اور اللہ رب

نامی

مناقبِ قریش

کس کی تھی کل عرب میں سیادت! قریش کی
واجب ہوئی تھی کس کی اطاعت! قریش کی
مانی ہوئی ہے کس کی سیادت! قریش کی
کس کی سقائیت اور رفادت! قریش کی
ختم الرسل ہیں کون! قریشی ہیں بالیقیں

منصوص ہے نوکس کی خلافت! قریش کی
ہاں بعثتِ نبی رؤف و رحیم سے

دنیا و دیں میں بڑھ گئی عزت! قریش کی
سید بجز قریش جہاں میں کوئی نہیں

اقوام دہر میں ہے سیادت! قریش کی
ہاں سورۃ القریش میں پڑھ لو کلام حق

معلوم گر نہیں تمہیں سیرت! قریش کی
ان کے طعام و امن کا ضامن ہوا خدا

منظور ہے اسے بھی سہولت! قریش کی
صف دشتا میں چونکہ وہ عادی سفر کے تھے

غائب ہوئی جہاں میں سیاست! قریش کی
واضح مناقب ان کے ہیں ستہ صحاح میں

روشن ہے مثل شمس فضیلت! قریش کی
دنیا کو چند سال میں تسخیر کر گئی

خوبی صدق و مہر و دیانت! قریش کی
اسلام کو عروج ہوا کفر مٹ گیا

قائم ہوئی جہاں بھی حکومت! قریش کی
حلقہ بگوش دیں یہ کروڑ دل جو لوگ ہیں

پوچھو یہ سچ تو سب ہے برکت! قریش کی
ایران مصر و شام و عراق و سپین و سندھ

شاہد ہیں کس قدر تھی قوت! قریش کی
خالد کا رخ جدھر ہوا مفتوح تھے قلاع

ایسی دلوں بھی چھائی تھی ہیبت! قریش کی

فضل خدا سے ہوتے ہیں ناجی جو کامیاب ۔ لاریب ایسی بھی ہے کرامت قریش کی
لیڈر نہیں قریش تو چیز ہی منڈ ہیں ۔ مانی ہے دیگروں نے حصانت قریش کی

سارے جہاں میں بج گیا ڈنکا قریش کا

پیدا ہوئے محمد عربی قریش میں ۔ اس نے لگا فلک پہ پھریرا قریش کا
صدیقؓ سنے کئے ہیں سر اعدائے دیں کے قلم ۔ فاروقؓ سے ہوا ہے سر اونچا قریش کا
عثمانؓ اور علیؓ سے ہے نقرہ فنا کا نام ۔ خالدؓ سے سربلند ہے جھنڈا قریش کا
سعدؓ و ابوعبیدہؓ سے کسریٰ کا سر نگوں ۔ اونچا معاویہؓ سے ہی رتبہ قریش کا
افریقہ و سپین بھی زیر نگیں ہوئے ۔ مانا ہے روم نے بھی لوہا قریش کا
مصر و عراق و شام کو اپنا بنا لیا ۔ گانے لگے تمام ترانا قریش کا
قیصر کو قصر ٹوٹا ہوا بزد گرد گرد ۔ سب کو بہا کے لے گیا ریلا قریش کا
آتش پرست ہو گئے ایران کے حق پرست ۔ گلخن کو سرد کر گیا چھینٹا قریش کا
جتنی دلیر قومیں تھیں انکی ہوئیں گرد ۔ سب کے دلوں پہ ہو گیا قبضہ قریش کا
مکران و سندھ و کابل و ہندوستان کو بھی ۔ سیراب و سبز کر گیا جھالا قریش کا
تبلیغ دیں کیواسطے نکلے عرب سے جب ۔ سارے جہاں میں بج گیا ڈنکا قریش کا
گردن کشی کی جس نے وہی تھا بریدہ سر ۔ پڑتا نہ ہاتھ تھا کبھی اچھا قریش کا
نازل خدائے پاک نے کی سورۃ القریش ۔ تا حشر نام ہو گیا زندہ قریش کا
سید وہی ہے جو ہو قریشی نہ کوئی اور ۔ رتبہ ہے سب سے برتر و اعلیٰ قریش کا
سردار دو جہاں بھی قریشی ہیں جب اخی ۔ دنیا میں پھر نہ بول ہو بالا قریش کا
حسینؓ یا امیہؓ و عباسؓ کی ہو آل ۔ سب کیلئے خطاب ہے زیبا قریش کی
افضل صحابہؓ جتنے ہیں سب ہیں قریش سے ۔ آل نبی بھی سب سے ہے گھرانا قریش کا
امت کرے جو ان سے تمسک تو ہے نجات ۔ تارے قریش کے ہیں سفینہ قریش کا
تبدیل تو مبت کا جنون اسقدر ہے تیز ۔ بنتا ہے میر عاصی بھی سالا قریش کا
نجدی کے زیر حکم ہے جو اس سے پیشتر ۔ مکہ قریش کا تھا مدینہ قریش کا
ناجی غنیمت اب تو ہے اتنا بھی ہند میں ۔ ہے قسم قلوب میں سکہ قریش کا

تحصیل شہ ذرہ میں بھی نامی ہے انکا نام
ہے کوٹلی قریش کی رتہ قریش کا

ناجی

قومیت تبدیل کرنے والوں کیلئے وعید

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبیلہ قریش بہت مقبول اور جاذب اقوام ہو رہا ہے۔ قانون انتقال اراضی نے اسکی کشش میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ راجپوت، مغل اور پٹھان پہلے ہی معزز اقوام کی صف میں شامل ہیں۔ انہیں ضرورت نہیں کہ وہ قریشی بنیں۔ ہاں ان قوموں کو جو کمین کہلاتی ہیں۔ ضرورت لاحق ہے۔ کہ وہ بھی اعلیٰ اقوام کے زمرے میں شامل ہوں۔ اس مقصد کے حصول کیلئے جب انہوں نے ممتاز اقوام کی طرف نظر دوڑائی تو قرعہ انتخاب قریش پر پڑا۔ چنانچہ مراسی اور قصائی وغیرہ اس ممتاز قوم میں شامل ہونے کیلئے دوڑے۔ مگر قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے القریش کی تائید سے ان کے بُرے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

شاید قوم تبدیل کرنے والوں کو معلوم نہیں یا انہیں احساس ہی نہیں کہ اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا بڑی بے حیائی ہے۔ اور یہ شوخ چشمی انہی سے ظاہر ہو سکتی ہے جو جو ہر شرم و حیا سے معرّا ہوں۔ کاش اپنے حسب و نسب کو تبدیل کرنے اور اپنی ذات کو چھپانے اور اپنے خون کو دوسروں کے خون میں ملا کر ناخلف بننے والوں کو ارشاد نبوی کا علم ہوتا اور وہ ایسے بُرے فعل کے مرتکب نہ ہوتے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی اولاد بنے اور جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے۔ اس پر جنت حرام ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھرو۔ پس جو کوئی اپنے باپ دادوں سے پھرا۔ اس نے کفر کیا۔

(۳) اسی طرح ایک اور مقام پر حضور صلعم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ جو اپنے نسب کو کسی اور سے ملائے۔ میں نے ان حدیثوں کا مفہوم اشعار ذیل میں ادا کیا ہے۔

رسول اللہ کا سن کر یہ ارشاد — کہ کہلانا نہ تم غیروں کی اولاد
جو اپنے باپ دادا سے پھریگا — وہ دوزخ ہی میں ہوگا جا کے آباد
ہوا جو منحرف آبا سے اپنے — حرامی ہے وہ دین اسکا ہے برباد
نسب اپنا ملائے غیر سے جو — اُسے ملعون کہدو ہے یہی داد
حدیثوں میں جو آئی ہیں وعیدیں — مسلماں غور سے سنکر رکھیں یاد
مراثی خواں بنے خان و قریشی — لگے اشراف کی کہلانے اولاد
کہاں مطرب کہاں میراث کا علم — مقید ڈوم اور شہزادہ آزاد؟
زمینداری کی خاطر ہند میں آہ — قریشی بن گئے قصاب و حداد

خدا ان قلب سازوں سے بچائے
قریشی ان کے دھوکے میں نہ آئے

قریشی سے خطاب

پھر مصدر فیضان نبوت ہو قریشی — پھر مطلع انوار خلافت ہو قریشی
پھر مخزن اسرار امامت ہو قریشی — پھر چشمہ صافی ہدایت ہو قریشی
صدیقؓ کی جب بین صداقت ہو قریشی — فاروقؓ کی تب سطوت و ہیبت ہو قریشی
حاصل ہو غنا اور حیا تجکو غنیؓ کی — کراریٔ حیدرؓ تجھے قسمت ہو قریشی
جراری خالدؓ بھی تجھے حق سے عطا ہو — پھر دہر میں مشہور شہامت ہو قریشی
پھر تیری شجاعت کا شجاعوں میں ہو شہرہ — پھر ضرب مثل تیری حمیت ہو قریشی
پھر جود و کرم اپنے کا تو سکہ بٹھا دے — پھر منبع احسان و مروت ہو قریشی
انصار و مہاجرین جو دائم تھی مواخات — پھر تازہ وہی رسم اخوت ہو قریشی

عترت بھی ہے تو آل بھی تو فخرِ رسل کی — پھر رہا ہے سرِ ذلت و ندامت ہو قریشی
قرآن و احادیث میں بھی تیری عظمت ہے — برتر نہ تیرا درجہ عظمت ہو قریشی
قرآن خدا نے تیری قرأت میں اتارا — مشہور نہ کیوں تیری فصاحت ہو قریشی
اونچا ہے گھرانا تیرا اور شانِ معظم — پھر کیوں ہدفِ ذلت و نکبت ہو قریشی
ممتاز سب اقوامِ جہاں میں ہے تیری قوم — فائق تیرا پھر حق سیادت ہو قریشی
کل شیخ بھی تو سید بھی سردار بھی ہے تو — غالب تیری پھر سب پہ مشیخت ہو قریشی
جس تو نے غلاموں کی ذلت کو کیا دور — پھر کیوں نہ تو طالبِ عزت ہو قریشی
مفقود زمانے سے ہوئی الفت و دیانت — غالب جو ترا رعبِ دیانت ہو قریشی
دہریت و الحاد کا بازار ہے پھر گرم — پھر دین کی تبلیغ کی شہرت ہو قریشی
رندانہ مجالس میں مجالس ہیں خرافات — پھر مسجد و محراب کی زینت ہو قریشی
ہر شخص پہ چھائی ہے معاصی کی نحوست — تو سب کیلئے وجہ سعادت ہو قریشی
بحرِ رحمتِ عصیاں میں گرفتار ہے مخلوق — تو اس کیلئے باعثِ رحمت ہو قریشی
مے نوشی ہے عیاشی ہے اور لہو لعب ہے — قائم پھر تو دین کی حرمت ہو قریشی
قلت ہو نہ کثرت سے کبھی دہر میں مرعوب — جس جا بھی ترا عمل و سیادت ہو قریشی
پھر اور نہ انکار کرینگے تری تقلید — خود پہلے تو پابندِ شریعت ہو قریشی

نامی کی خداوند سے ہر دم یہ دعا ہے
خالق کی رضا تجھکو عنایت ہو قریشی

ماضی وحال قُریش

از اخوی پیر وزیر علی شاہ صاحب حامی مرحوم تلمیذ داغ دہلوی

مرحبا عزو افتخارِ قریش — حبذا عظمت و وقارِ قریش
ایک دن تھا کہ تھے زمانے میں — سر برآوردہ نامدار قریش
دہی پشت و پناہِ عالم تھے — سب کے تھے یاور اور یارِ قریش
کی کبھی دور کجکلاہوں کی کد — جب تھے سب راست کاروبارِ قریش
اس کا لوہا جہاں نے مانا تھا — ایسی چلتی تھی دو الفقارِ قریش
کام ملت کے ملک کے آنا — رات دن تھا یہ کاروبارِ قریش
دینِ حق کو جہاں میں پھیلانا — تھا یہی شغلِ تاجدارِ قریش
جس کو سارا جہاں نہ توڑ سکے — اتنی مضبوط تھی جدارِ قریش
اب وہاں خار بھی نہیں ملتا — تھے جہاں گل و لالہ زارِ قریش
یاد کر کے میں روز روتا ہوں — ساحتِ باغ و آبشارِ قریش
پھر دکھا دے ہمیں خدائے قدیر — تھا جو ماضی میں اقتدارِ قریش
اپنا ہونا نہ ہونا یکساں ہے — ہم جو ہیں ننگِ جد و عارِ قریش
ہم نے نام سلف ڈبویا ہے — ہم ہوئے خاتم دفارِ قریش
ہم سے بدنام دہر میں حامی — کاش ہوتے نہ یادگارِ قریش

افسوس ہے۔ کہ میری اچانک علالت کی وجہ سے اس دفعہ مضامین کی ترتیب و تدوین تسلّی بخش طریق پر نہیں ہو سکی۔ قارئین کرام معذور خیال کر کے درگذر فرمائیں۔

رونق

بصائر و عبر

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ

"دنیا میں پانچ قسم کے لوگ ہیں"

۱۔ علماء :۔ یہ انبیاء کے وارث ہیں ۔

۲۔ زہاد :۔ یہ راہ بتانے والے ہیں ،

۳۔ غازی :۔ یہ اللہ کی تلواریں ہیں ،

۴۔ تجار :۔ یہ اللہ کے امین ہیں ۔

۵۔ بادشاہ :۔ یہ خلق کے چرواہے ہیں ۔

لیکن جب عالم طمع کر کے مال جمع کرے تو اقتدا، کس کی کیجائے ۔

جب زاہد دنیا کی طرف راغب ہو۔ تو راستہ کس سے پوچھا جائے ، اور کون بتائے ۔

غازی جب ریاکار ہو اور ریاکار کا کوئی عمل مقبول نہیں۔ تو دشمنوں پر کون فتحیاب ہو ،

تاجر خائن ہو تو امین کسے کہا جائے ۔

بادشاہ جب بھیڑیا بن جائے۔ تو بکریوں کی حفاظت کون کرے ، ان کو کون چرائے ۔

قسم ہے اللہ کی لوگوں کو ہلاک کیا۔ طامع عالموں، راغب زاہدوں ، ریاکار غازیوں، خائن تاجروں اور ظالم بادشاہوں نے ۔

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے اس فرمان میں کتنا درس بصیرت پنہاں ہے۔ خدا ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کے احساس کی توفیق عطا کرے۔ آمین !

تحمل و برداشت

سید الصابرین حضرت بلالؓ کو جب امتحانی منزل پیش آئی اور کفار مکہ نے ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے تو وہ مسکرانے لگے ۔ ایک سنگدل نے پوچھا۔ کہ اے بلال تم کو جو اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ ان کا اقتضا تو یہ تھا۔ کہ تم چیخ و پکار مچاتے ۔ تم اس مصیبت میں مسکراتے کیوں ہو ؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ اے شخص تم ناسمجھ ہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا ۔ کہ جب کوئی شخص دو درہم کا برتن خریدنے جاتا ہے۔ تو اس کو ٹھوک بجا کر دیکھتا ہے۔ پھر کیا دعوائے عاشقی اس برتن سے بھی کم نسبت ہے ؟ واللہ میں خوش ہوں۔ کہ میرا پروردگار مجھے خرید رہا ہے اور میرے دعویٰ عشق کا امتحان لے رہا ہے۔

کتا کیوں نجس ہے ؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے عرض کیا۔ کہ حضرت کتا بڑا وفادار جانور ہے۔ جس در کا ہو گیا بس ہو گیا۔ پاسبانی میں اپنی جان تک کھو دیتا ہے۔ پھر اسے نجس کیوں قرار دیا گیا ؟ مولانا رح نے فرمایا کہ کتے میں بڑی صفتیں ہیں۔ پاسبان بھی ہے۔ اور وفادار بھی۔ مالک پر جان قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اپنی قوم کا خیر اندیش نہیں۔ اس وجہ سے نجس قرار پایا۔

قومی حمیت بڑے درجہ کی چیز ہے۔ جس انسان میں قومی حمیت نہیں وہ بے غیرت ہو جاتا ہے۔ اور بے غیرت کسی مصرف کا انسان نہیں ہوتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

شجاعت

مردِ شجاع کیلئے امان بن جاتی ہے

چوروں کا ایک جتھا کردستان کے پہاڑوں میں رہزنی
کرتا تھا۔ ان کا بہادر سردار ابوعلی کردی بیان کرتا ہے کہ:۔

ایک دفعہ موسم حج کے دنوں میں ہم ستر آدمی سوار و پیادہ
پہاڑوں سے نکلے۔ اور خراسانیوں کا ایک قافلہ جو حج کو جا رہا
س کو آ کا جا روکا۔ اس قافلے میں ہمارا ایک جاسوس تھا۔
نے آکر خبر دی تھی۔ کہ قافلے میں ایک فرغانہ کا باشندہ ہے جس
پاس بارہ اونٹ ہیں۔ اور کجاوے میں ایک عورت بھاری
ری زیورات پہنے ہوئے ہے۔ ہم اس کی گھات میں لگے رہے
موقع تک کر اس پر پل پڑے۔ وہ اس وقت اس عورت کے
ہ عماری میں بیٹھا تھا۔ ہم نے اس کے اونٹوں کو ہانک لیا۔ اور
کو معہ مال و متاع کے کوہستان میں لے آئے۔ اور اتنی بڑی
ت پاکر خوشی سے پھولے نہ سمائے۔

اس شخص کے پاس کوئی دو سو درہم کا زرد ترکی گھوڑا تھا
۔اس نے ہمارا واپسی کا ارادہ دیکھا تو کہنے لگا۔ جوانمردو۔ یہ
ت تم کو مبارک ہو۔ لیکن میں گھر سے دور ہوں۔ حج کی نیت سے
ہوا ہوں۔ مجھے حج سے روک کر خدا کے غضب کا نشانہ نہ بنو
تو جانا آنا ہی رہتا ہے۔ مگر اس گھوڑے کے بغیر میرا گذارہ
ں۔ اس کو میرے لئے رہنے دو۔ اور اس مال غنیمت کے سامنے
س کی قیمت بھی کیا ہے۔ اس کی یہ باتیں سنکر ہم آپس میں مشورہ
نے لگے۔ ایک تجربہ کار بڈھے نے کہا:۔

گھوڑا اس کو مت پھیرو۔ اور اسی طرح بندھا ہوا اس کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ اگر اس کی عمر کچھ باقی ہوگی تو اللہ اس کی تسکین کے لئے کسی کو بھیج دیگا۔ میری اپنی بھی یہی رائے تھی۔ لیکن بعضوں نے کہا۔ یہ دو سو روپے کا ٹٹو چیز ہی کیا ہے۔ کہ اس کو ایک حاجی آدمی سے عزیز رکھا جائے۔ ان لوگوں نے باقیوں کے دلوں کو یہاں تک نرمایا۔ کہ ہم نے اسکی اجازت دیدی۔ اور اس کو کھول دیا گیا۔ اور ہم نے اس کے پاس سوائے ایک کپڑے کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ اس نے پھر کہا جوانمردو! تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ کہ میرا گھوڑا مجھ کو واپس کر دیا لیکن مجھے ڈر ہے۔ کہ راستے میں اس کو کوئی اور شخص نہ چھین لے۔ اس لئے التماس ہے کہ میری کمان اور میرے تیر مجھے عطا کر دو۔ تاکہ میں اپنی اور اپنے گھوڑے کی حفاظت کر سکوں۔

ہم نے کہا۔ ہم ہتھیار کسی کو واپس نہیں دیں گے۔ لیکن ہم میں سے بعض بول اٹھے۔ یہ دو درہم کی کمان مال ہی کیا ہے۔ اور ایسے شخص سے خطرہ بھی کیا ہو سکتا ہے؟ ہم نے اس کو اسکی کمان بھی دیدی اور تیر بھی دیدیئے۔ اور کہا۔ سدھاریئے۔ اس نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ ہمارے لئے دعا کی اور چلدیا۔ یہاں تک کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ہم ابھی روانہ بھی نہ ہوئے تھے۔ اور وہ عورت رو رہی تھی۔ کہ وہی شخص لوٹ کر آگیا۔ اور کہنے لگا۔ اے جوانو! میں تمہارا

خیرخواہ ہوں۔ اس لئے کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ جس نے مجھ پر واجب کر دیا ہے۔ کہ میں تمہارے احسان کے بدلے میں تمہیں نصیحت کر دوں۔

ہم نے کہا کیا ہے تمہاری نصیحت؟

اس نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے یہاں دھر دو۔ اور صحیح سلامت اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ اور یہ تمہارا شرف ہے کہ تم نے ایک تن تنہا پر احسان فرمایا ہے۔ اور میں تمہارے ستر آدمیوں پر احسان کر رہا ہوں۔ اتنے میں اس کے دیدے پلٹ گئے اور ہیجان میں آئے ہوئے اونٹ کی طرح اسکی باچھوں سے جھاگ نکل آئی۔

ہم نے اسکی ہنسی اڑائی اور زور سے ایک قہقہہ لگایا۔

اس نے پھر اپنی نصیحت کو دہرایا۔ اور کہا اے قوم۔ میں نے تم پر احسان کیا ہے۔ دیکھو تم مجھے اپنی جانوں پر رستہ نہ دو۔ یہ سنکر ہم غصّے سے جھلا اٹھے اور اس پر دھاوا بول دیا۔

اس نے پیچھے کو ہٹتے ہٹتے پانچ تیر چلا دیئے۔ جو اس کے ہاتھ میں تھے۔ جن کے لگنے سے پانچ ہی آدمی ہمارے کھیت رہے اس لئے پانچ تیر اور لے لئے اور چلا کر کہا:۔ اگر تم نے غنیمت دیکھا نہ کی۔ تو اسی طرح تمہاری ساری جماعت تیر اجل کا نشانہ بنکر رہیگی

ہماری طرف سے مدافعت اور اس کی جانب سے قتل کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے پچاس آدمی ڈھیر ہو گئے۔ اور ابھی اس کے ترکش میں تیر باقی تھے۔ پھر اس نے کچھ اور مرد قتل کئے۔ آخرکار ہم پیادہ ہو جانے پر مجبور ہو گئے۔ اس نے تنہا سارے مواشی اکٹھے کر کے ہانک لئے۔ اور تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آیا۔ اور بولا جو شخص اپنے ہتھیار ڈال دیگا۔ اسکو امان ہے اور جو نہ ڈالیگا۔ وہ اپنی حالت کو آپ خوب جانتا ہے۔

ہم نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔

اس نے کہا۔ بے خطر تشریف لے جایئے۔

اس نے سب چارپایوں اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ اور ہماری لوٹ اور سب گھوڑے ہتھیار جاتے رہے اور یہ خجلت جو مجھے اس سے حاصل ہوئی میرے لئے رہزنی سے تائب ہونے کا باعث بنی۔ اور میں آج تک اسی حال پر قائم ہوں۔

مٹ جائیگی وُہ قوم جو بیدار نہ ہوگی

(سید سکندر علی صاحب وجد بی۔ اے (عثمانیہ) ایچ۔ سی۔ ایس)

اے مردِ خدا اُٹھ ہے یہ ہنگامِ تگ و تاز
جنگاہ کی بنیاد ہلا دے تری آواز

بے کار نہ جائیگی تری شعلہ نوائی
تدبیر سے ہو جائیں گے، تقدیر کے دربانہ

پھر بزم میں اس رنگ سے مضراب زنی کر
نغمات کے شعلوں پہ مچلتا ہو دلِ ساز

درکار ہیں اس وقت وُہ پُر عزم نگاہیں
ہوں جن سے خجل بُرشِ شمشیر کے انداز

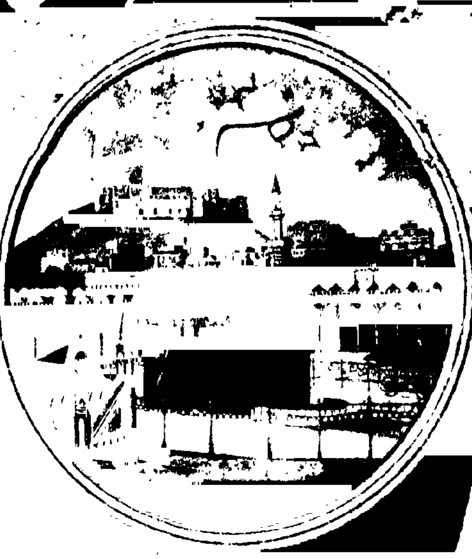
یہ کام نہیں لشکر و شمشیر و سناں کا
ہمت ہے جہانگیر، جہاں سوز، جہاں ساز

اک بارِ گراں روح پہ ہے قوتِ بازو
دل ہی میں نہیں جب خلشِ لذتِ پرواز

مٹ جائے گی وہ قوم جو بیدار نہ ہوگی
کٹ جائے گا جس ہاتھ میں تلوار نہ ہوگی

قدیر مند پرنٹر، واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد عمر د/ (ادنی) پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شہر لکھنو امرتسر سے شائع کیا

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

قریش

امرتسر

ایڈیٹر: محسن الملت محمد علی رضوی

قیمت سالانہ
روسا دے پانچ روپے
عوام حضرات سے تین روپے

فہرست مضامین القریش

[stamp] DELHI.

غیر مستطیع طلباء سے دو روپے
نمونہ کا پرچہ چار آنے
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۵ تاریخ

جلد ۲۷ | مطبوعہ جون سنہ ۱۹۴۰ء مطابق جمادی الاوّل سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۶

ایک ضروری گذارش

اشاعت و مطبوعات کیلئے کاغذ بمنزلہ روح کے ہے۔ اور یہی چیز اب قریباً نا پید ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے روزنامے کاغذ کی صعب ترین گرانی سے تنگ ہیں۔ کبھی چھوٹی اور کبھی بڑی تقطیع پر شائع ہونے لگے ہیں۔ القریش جو مخصوص مقاصد کا جریدہ اور ایک خاص قوم کا پرچہ ہونے کی وجہ سے اتنا کثیر الاشاعت نہیں کہ اس گرانی کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے مجبوراً اس کے حجم میں کمی کر دی گئی ہے۔ بہی خواہان قوم اس کی توسیع اشاعت کیلئے خاص توجہ مبذول فرمائیں تاکہ اس گرانجانی کا بوجہ احسن مقابلہ کیا جائے۔ اور آپ کا محبوب جریدہ پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا رہے۔

رونق

سادات قریش کی مرکزی جماعت

"ندوۃ القریش" کا اہم اعلان

آل انڈیا ریڈیو سٹیشن سے براڈکاسٹ ہوگا

اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ شہریار دکن کے فرمان اور ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند کے اعلان کے پیش نظر ۱۰ رجون کی شام کو "ندوۃ القریش" کا ایک خاص اجلاس بزیر صدارت درویش محمد علی صاحب رونق دفتر القریش میں منعقد ہوا۔ جس میں "ندوۃ القریش" کی ان تمام شاخوں سے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں خصوصاً اور جمیع قریشی برادران سے عموماً پرزور اپیل کی گئی۔ کہ ہر مقام پر گورنمنٹ انگلشیہ کی شاندار فتح و نصرت کے لئے بارگاہِ رب العزت میں دعائیں کریں۔ اور ہٹلرازم جو وحشیانہ طور پر دنیا کے امن و امان کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کی بیخ کنی کے لئے جان و مال سے حکومت برطانیہ کی امداد اپنا فرض سمجھیں۔ اور ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے اعلان کا تعمیل میں ہندوستان کی دفاعی کمیٹیوں میں شریک ہوں۔

ندوۃ القریش حکومت برطانیہ کی اس عالی ہمتی کا شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتی ہے۔ جو اس نے ہٹلر ازم کی لعنت سے رعایائے ہند کو مامون و محفوظ رکھنے کیلئے روا رکھی۔

سادات قریش کی مرکزی جماعت (ندوۃ القریش) کا یہ اعلان ایک دو روز میں آل انڈیا ریڈیو سٹیشن سے براڈکاسٹ ہوگا۔ مجھے وثوق کے ساتھ امید ہے۔ کہ ندوۃ القریش سے ملحقہ تمام شاخیں اور عام برادران قریش اس کی قدر کریں گی۔

شریف گنج امرتسر
۱۱ رجون سنہ ۱۹۴۰ء

اسلام الحق
بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

جلد ۲۰ —— نمبر ۶

ماہ جون سنہ ۱۹۴۰ء

جمادی الاول سنہ ۱۳۵۹ھ

شذرات

حضور نظام کی جنگی حمایت

شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ جنگی حمایت و اعانت کے سلسلہ میں اب تک ۱½ لاکھ پونڈ کا گرانقدر شاہی عطیہ برطانی وزارت پرداز کو دے چکے ہیں۔ اب اعلیحضرت کی حکومت نے ۱۶ ایمبولینس کاروں کیلئے برطانی ریڈکراس سوسائٹی کی شاخ حیدرآباد کو ۳۳۰۰ پونڈ کی رقم عطیہ عطا کی ہے۔ جو میدان جنگ کے زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ پر خرچ ہو گی۔

جہاں پناہ نے حال ہی میں ایک فرمان میں لکھا ہے۔ کہ موجودہ واقعات اور جنگ یورپ نے صورت حالات کو نازک بنا دیا ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کا اثر ہندوستان پر کیا ہو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ جرمنی جلد صفحہ ہستی سے مٹ جائے تاکہ دنیا کو اس آفت سے چھٹکارا ہو۔ میں ان حالات میں تمام لوگوں اور بالخصوص ریاست حیدرآباد میں بسنے والے تمام لوگوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ دوران جنگ میں شر انگیز تقریر اور قابل اعتراض مضامین کی اشاعت یا امن عامہ کو نقصان پہنچانے والے اقدامات سے پرہیز کریں۔ بلکہ انہیں چاہیئے کہ جس حکومت برطانیہ کے سایہ عاطفت میں انہوں نے صدیاں گذاری ہیں۔ اس کی امداد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں برطانیہ محض دنیا کے امن کے تحفظ کیلئے جنگ میں شریک ہوا ہے۔ بہرکیف موجودہ ساعت ایسی نہیں جس میں داخلی خلفشار اور بے فائدہ سرگرمیوں میں تضیع اوقات کیا جائے ہندوستان کے لوگ سمندر پار کے واقعات کا پوری طرح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اگر وہ جنگ کے واقعات دیکھ پائیں تو وہ غیر مفید سرگرمیاں ختم کر کے اپنی حفاظت کی تدابیر سوچیں۔

مسلمانان ہند کو اعلیحضرت حضور نظام سے قلبی عقیدت ہے اس لئے حضور کے اس اعلان کا عامۃ المسلمین پر گہرا اثر ہوگا اعلیحضرت جہاں پناہ نے گذشتہ جنگ عظیم میں برطانیہ کی بہت بڑی حمایت و اعانت فرمائی تھی۔ اس جنگ میں بھی آصف جاہ پوری توجہ اور سرگرمی سے امداد فرما رہے ہیں۔ عوام کا فرض ہے کہ وہ اپنے دلوں کے بادشاہ شہریار دکن کے فرمان کی قدر کریں۔ اور حفاظتی تدابیر سوچیں۔

جدید الشیوع قریشیوں کی مساعی

نواح لاہور کے مراثی اور اضلاع رہتک و حصار کے قصاب دنیوی ضرورتوں خصوصاً زرعی حقوق کے مد نظر

ہیں۔ اور دوسرے یہ صرف باہمی تعلقات کی ناشگفتگی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جو کسی فوری اشتعال انگیزی کی وجہ سے المناک شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن یو۔ پی کے کانگرسی وزیر اعظم شکلانے چاند پور بسواں کے معاملے کو محض اس لئے کہ اس میں اُن کا ایک ہم زبان دوست قتل ہو گیا تھا۔ سارے قصبے کے مسلمانوں کی گردن پر ڈال دیا۔ اور پھر ایک نہ دو، کل مسلم مرد آبادی کو گرفتار کر کے چھ بے گناہوں کو پھانسی کے تختے پر اور ۴۲ مسلمانوں کو انڈمان کے جزیرے میں پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ کیا انسانیت، شرافت، اخلاق، قومیت اور وطنیت کا یہی اقتضا تھا۔ جو شکلا نے انجام دیا۔ کیا اسی برتے پر مسلمانوں کو کانگرس اور اس کے ڈکٹیٹر پر اعتماد کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔

اس جبر پہ تو ذوقِ بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

سکھوں کی منافرت انگیزیاں

سکھ لیڈروں نے ۲۶ مئی کو "گھلو گھارا" کے نام سے ایک ڈے منانے کا اعلان کیا۔ اخبارات اور مقتدر حلقوں کا بیان ہے۔ کہ مہا سبھائی اور کانگرسی ہندوؤں کی انگیخت پر پاکستانی سکیم کے خلاف ایک بے پناہ شور پیدا کرنے کیلئے اس قسم کا ڈے برپا کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں اب ضلع لدھیانہ کے اکالی جتھیدار ویر سنگھ کا ایک مضمون اخبار "ملاپ" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ یہ ڈے ۱۵-۱۶ جون کو گوجروال کے اس مشہور مقام پر منایا جائیگا۔ جہاں ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ ابدالی اور سکھوں کے مابین جنگ ہوئی تھی۔ ویر سنگھ مذکور لکھتے ہیں۔ کہ

"گھلو گھارا یعنی ۱۷۶۲ء کی جنگ سکھ قوم کے لئے نئی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ اس سوال کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کیلئے سکھوں نے اپنے ۲۲ ہزار شہید میدان میں چھوڑے۔ لیکن دھرم آزادی اور غیرت کے نشان کو نیچے نہیں ہونے دیا۔"

۱۷۶۲ء کا ہنگامہ خیز الفاظ میں ذکر، احمد شاہ ابدالی کے حملے کا تذکرہ اور ۲۲ ہزار سکھ شہیدوں کی یاد اور پھر اسی مقام پر جہاں پر حادثہ پیش آیا تھا "گھلو گھارا" ڈے کے منانے کی تجویز مسلمانوں اور سکھوں کے تعلقات خراب کرنے کی باتیں نہیں تو کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں سکھ زعما نے مختلف مقامات پر جو اشتعال انگیز تقریریں کیں۔ ان سے صاف عیاں ہے کہ سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنے کی صورت میں پیدا کر کے صوبہ کے امن و سکون کو تباہ کرنے کے منصوبے گانٹھے جا رہے ہیں۔ سکھ کھلم کھلا کہتے ہیں۔ کہ پاکستان نہیں بننے دیں گے۔ بلکہ یہاں سکھ راج قائم کرینگے۔ اس سلسلہ میں سکھوں کی خفیہ جنگی تیاریوں کے متعلق بھی افواہیں گرم ہیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ کانفرنس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر خون ریزی اور جنگ و جدل کا دروازہ کھول دیا جائے۔ حکومت پنجاب کا فرض ہے کہ وہ ان کارروائیوں کا سدِ باب کرے۔ اور حالات پر قابو پانے کی تدابیر پر فوری توجہ دے۔

بصائر و عبر

انسان غم و غصہ میں عقل و خرد کھو بیٹھتا ہے۔ اور صحیح بات سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے شدید ترین اور ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ وقت جیسا بھی ہو گذر جاتا ہے۔ لیکن اس کے اثرات باقی رہ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسی بے گناہ کے قتل کا حکم دیا۔ بیگناہ نے ہوشمندی و جرأت سے کام لیتے ہوئے بارگاہ سلطانی میں عرض کیا۔ کہ

موجب خشمے کہ ترا بر من است آزار خود مجوے

کہ ایں عقوبت بیک نفس برمن برآید و بزہ آں بر تو جاوید بماند

اپنے غصہ کی وجہ سے اپنا آزار نہ ڈھونڈ، مجھ پر یہ عذاب دم زدن میں گذر جائیگا۔ لیکن اس کا گناہ عاقبت میں آپکے آزار کا موجب ہوگا۔

بادشاہ نے غم و غصہ سے خالی الذہن ہوکر تحمل کے ساتھ اس درخواست پر غور کیا۔ تو اس کے قتل سے درگذر کی۔

سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص غیر متوقع طور پر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔ تو اس کو بدحواس نہ ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ اپنے حواس کو قابو میں رکھ کر مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

کہتے ہیں کہ بادشاہ کی آمد کا غلغلہ تھا۔ شاہراہ صاف ہو رہی تھی۔ پولیس انتظام میں مصروف تھی۔ کہ ایک نابینا فقیر سڑک کے عرض میں لیٹ گیا۔ سپاہی کو یہ حرکت ناگوار ہوئی۔ اس نے غضب آلود لہجہ میں کہا "اے اندھے شرم نہیں آتی، کہاں لیٹا ہے چل دور ہو"۔ اندھے نے کہا "بہت اچھا سپاہی صاحب ابھی اُٹھ جاتا ہوں"۔ مگر اسی طرح لیٹا رہا۔ اتنے میں جمعدار آیا۔ اور اندھے سے مخاطب ہو کر کہا "میاں اندھے یہ بھی کوئی لیٹنے کی جگہ ہے، یہاں سے اُٹھ جاؤ"۔ اندھے نے جواب دیا "بہت اچھا جمعدار صاحب ابھی اُٹھ جاتا ہوں"۔ لیکن نہ اُٹھا، پھر تھانیدار آیا۔ اور اندھے سے مخاطب ہو کر کہا کہ "بڑے میاں یہ تو گذرگاہ ہے بیٹھنے کی جگہ نہیں، آپ کو نظر نہیں آتا۔ چلیئے میں آپ کو سڑک کے ایک کنارے پہنچا دوں"۔ اندھا "بہت اچھا تھانیدار صاحب" کہکر اُٹھ کر چلا گیا۔

ایک شخص نے جو اس تمام واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ اندھے سے دریافت کیا کہ حافظ صاحب! "آپ نے کیونکر پہچانا۔ کہ فلاں سپاہی ہے، فلاں جمعدار اور فلاں تھانیدار"؟ نابینا نے جواب دیا "آپ نہیں جانتے کہ شریف و رذیل نیک بد اچھے بُرے اور عالی ظرف و کم ظرف کی تمیز اس کے لب و لہجہ ہی سے ہو سکتی ہے"۔

فی الحقیقت لب و لہجہ ایک بڑی کسوٹی ہے۔ اور ہر شخص کی جبلت، طینت اور فطرت اس کی زبان کی نرمی و گرمی سے عیاں ہو جاتی ہے۔

صاحب فراست فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کم ظرف دعائی ارفی کا جائزہ لینا چاہو تو دوران گفتگو میں کوئی معمولی سا جملہ استعمال کرو۔ وہ اگر خوش مزاج ہے تو اس جملہ پر ہنس دیگا۔ لیکن اس سے ذرا کم درجہ کا آدمی چیں بجبیں ہوگا۔ اور تیوری چڑھا کر اپنے عدم رضامندی کا اظہار کریگا۔ اور اس سے کم ظرف کا شخص اسی جملہ پر غضب آلود ہو کر لڑنے جھگڑنے لگیگا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگیگی اور آستینیں چڑھا کر مرنے مارنے پر تل جائیگا۔ اور اسکا انتقامی جذبہ اس وقت تک فروش نہیں ہوگا۔ جب تک کہ وہ آغوش لحد میں نہ سوجائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ساری عمر باتیں کرتے رہیئے بغیر عمل کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ صرف گیری و فلسفہ چینی کی عمارت تو ریت محل بنا کر دیتی ہے۔ قومی و ملی خدمات کا حصہ سوسائٹی کی تشکیل پر نہیں قوت عمل پر ہے۔ بنجر زمین میں شگوفے پھوٹنے کی امیدیں عبث ہیں۔ کبھی کسی نے نمک سے دودھ کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ کوئی بے عمل فرد افراد جماعت اور سوسائٹی صحیح معنوں میں قوم و ملت کے آڑے نہیں آسکتی۔ صاحب نظر فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں زبانی جمع خرچ کرنے والے اکثر دیکھے گئے۔ لیکن میدان ہمیشہ خاموش طبائع کے ہاتھ رہا۔ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ بیکار باتوں سے اپنے تئیں ضائع نہ کرو نیک نتائج پیدا کرنے کیلئے اپنی توتیں صرف کرو۔ اور بدوں سے نیکی نہ کرو۔ کہ یہ نیکی نیکوں سے بدی کرنیکے مترادف ہے

زمین شور سنبل بر نیاید — در وتخم عمل ضائع مگرداں
نکوئی با بداں کردن چنانست — کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

جن لوگوں سے خلق خدا کو نفع نہ پہنچے، جن اشخاص کی حرکات مردم آزاری پر منتج ہوں۔ ان گدھوں اور بیلوں پر فضیلت نہیں رکھتے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کہتے ہیں تمام حیوانات کا سردار شیر ہے اور تمام جانوروں میں ذلیل گدھا۔ لیکن ہر شخص کو اتفاق ہے کہ ایسے شیر سے جو انسان کو پھاڑ ڈالتا ہے اور لوگوں کی زندگی اس کی وجہ سے معرض خطر میں ہو ذلیل گدھا بہتر ہے جو بوجھ اٹھاتا اور مخلوق کو نفع پہنچاتا ہے۔

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است — چوں بار ہمی برد عزیز است
گاواں و خراں بار بردار — بہ ز آدمیان مردم آزار

خدا پر بھروسہ کرو لیکن خدا کو آزماؤ نہیں۔ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ خدا کو آزمانے والا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ آزمائش کی صورت یہ ہے کہ تم ایک مکان میں مقفل ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اسباب سے قطع نظر کر لو۔ اور اس امید میں رہو کہ خدا تم کو روزی پہنچائیگا۔ اس آزمائش میں کئی دن گذار دو۔ بھوک کی تکلیف سے دم لبوں پر آجائے گا۔ اگر بدقسمتی سے کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو تمہارے ایمان میں تذبذب ہوگا۔ اور تم اپنی رہی سہی قوت ایمانی کھو بیٹھو گے۔ خدا پر بھروسہ کی صورت یہ ہے کہ دنیا کو دارالاسباب سمجھو۔ اور یقین رکھو کہ ایک ذرہ بھی کسی محرک اور سبب کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے وہ سب کچھ کرو۔ جو دنیا میں رہکر آدمی کو کرنا پڑتا ہے۔ محنت کرو۔ روزی حاصل کرو۔ غذا اور لباس قیمت دیکر بہم پہنچاؤ۔ اور اپنی سب کوششوں کا نتیجہ خدا کی مشیت اور فضل و کرم پر منحصر سمجھو۔ غور کرو کہ ان دونوں

صورتوں میں کونسی صورت زیادہ بہتر ہے۔ اور توکل کا حقیقی مفہوم کس میں پایا جاتا ہے۔ اگر تمہارا دماغ سُلجھا ہوا ہے۔ تو تمہارا دل پکار اُٹھے گا۔ کہ آزمائش سے بھروسہ بہتر ہے۔

برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

مُسلمان کی متاعِ عزیز

بلبل کو جس طرح کہ ہے صحنِ چمن عزیز
رنجور کو ہے جس طرح مُشکِ ختن عزیز

ہندو کو جس طرح کہ ہے گنگ و جمن عزیز
غُربت زدہ کو جسطرح اپنا وطن عزیز

مجنوں کو جسطرح سے کہ لیلیٰ سے پیار تھا
تھی "نل" کو جس طرح سے کہ اپنی "دمن" عزیز

یوسف سے جسطرح کہ زلیخا کو عشق تھا
شیریں کو جسطرح سے کہ تھا کوہکن عزیز

وامق کو جس طرح سے کہ عذرا عزیز تھی
اور طفلِ شیرخوار کو جیسے لبن عزیز

عاشق کو جسطرح کہ ہے چاہِ ذقن عزیز
اور رندِ مے پرست کو خمرِ کہن عزیز

منصور کو تھا ویسے ہی دار و رسن عزیز
مُسلم کو دیکھ ایسے ہے رنج و محن عزیز

(سیّد محمد انور)

تذکرۂ برادری

"القریش" کی روزافزوں ترقی، اور "ندوۃ القریش" کی شاخوں کا قیام بھی خوانان قوم کی بیش از بیش حوصلہ افزائی کا موجب ہو رہا ہے۔ گذشتہ سہ ماہی میں مختلف مقامات پر تین نئی قومی جماعتوں کے قیام کا ذکر اپریل کے افتتاحیہ میں کیا گیا تھا۔ دولتِ عباسیہ کے سرکاری مدارس میں القریش کے اجراء کا ذکر بھی اسی اشاعت میں تھا۔ ناظرین کرام میں سے وہ حضرات جو قوم کے جمود و خمود سے اتنے ہی مایوس ہو گئے تھے کہ بیداری کی اُمید کمترین وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ آج القریش کی خدمات کا فخریہ الفاظ میں اعتراف فرما رہے ہیں۔ خدائے قادر و توانا کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ خلوص، نیک نیتی اور عزم راسخ کے ساتھ ابتدا کی جائے۔ مشکلات کا تحمل و برداشت کے ساتھ مقابلہ ہو بدخواہوں کی زبان درازیوں اور کم عقلوں کی شرارتوں کا معاملہ احکم الحاکمین پر چھوڑ کر صراط مستقیم پر قدم بڑھائے جائیں۔ تو وقت آجاتا ہے کہ کامیابیاں اور فائز المرامیاں قدم بوس ہو جاتی ہیں۔

ہماری نہ یہ بساط تھی۔ اور نہ یہ بضاعت، تحمل و برداشت کی نعمتوں سے ہم تہیدست تھے۔ کوئی خوبی نہ تھی محض اللہ کا فضل، اور اس کے نتیجہ میں سلطان ابن سلطان والا دودمان شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ کی ذرہ نوازی، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے آج قوم کے متقدر رئیس، جاگیردار، اور سجادہ نشین حضرات "القریش" کی دل سے قدر کرتے اور اس کی آواز پر لبیک کہنا بہترین قومی فرض سمجھنے لگے ہیں۔ قوم میں احساس کی ایک بیدار روح کارفرما ہے۔ اور بعض مقامات پر از خود تنظیمی و اصلاحی اغراض کے پیش نظر قومی جماعتیں معرض وجود میں آ رہی ہیں۔ گذشتہ دنوں فیض آباد، شاہ گنج اور بہاولپور کے مقتدرین قریش نے قومی مفاد کے پیش نظر بلا کسی تحریص و ترغیب کے اصلاحی انجمنیں قائم کیں۔ اور ندوۃ القریش اور القریش کی خدمات کو تحسین آمیز الفاظ میں سراہا۔ اب تازہ ترین خط سے معلوم ہوا ہے کہ بھیرہ میں نوجوانان قریش نے اپنے بزرگان کے زیر ہدایت "جمعیۃ القریش" کے نام سے ایک انجمن قائم کی ہے۔ مکرمی پیر عالم شاہ صاحب سیکرٹری کا مکتوب مظہر ہے کہ یہ انجمن ندوۃ القریش ایسی مقتدر مرکزی جماعت کی حمایت میں قومی خدمات انجام دینا چاہتی ہے محترم سکرٹری صاحب نے بعض امور میں کچھ مشورے بھی طلب کئے ہیں۔ جن کا انہیں جواب دے دیا گیا ہے۔

اسی سلسلہ میں شائد ہم یہ نہیں بتا سکے کہ "جمعیۃ القریش" و "تنظیم القریش" اور بہچہ قسم ناموں سے مراسیوں، قصابوں اور بعض دیگر ایسی اقوام کی انجمنیں قائم ہیں جو محض زراعتی حقوق یا دیگر دنیوی مفاد کے پیش نظر قریشی بنی ہیں۔

سادات قریش کی واحد نمائندہ جماعت "ندوۃ القریش" ہے جو گذشتہ بارہ سال میں قوم کو قعر گمنامی سے ابھار کر گرم ترقی پر لا چکی ہے۔ حکومت سے اہم قومی حقوق حاصل کرنے کے ماسوا اپنی سعی و جہد سے ملک کے مختلف شہروں اور قصبوں میں دو درجن سے زائد جماعتیں قائم کر چکی ہے۔ مراسیوں، قصابوں اور دیگر نام نہاد جماعتوں نے بارہا زبان طعن دراز کی۔ ہمیں مد مقابل بنانے کی ناکام سعی کی۔ مگر نامراد باں انہیں آڑے ہاتھوں لیتی رہیں اور چند روزہ شورشیوں کے بعد وہ غریق مذلت ہو جاتی رہیں لہٰذا "جمعیۃ القریش" بھیرہ کے ارباب حل و عقد کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ "جمعیۃ القریش" کی بجائے "انجمن قریشیان" یا کوئی اور اسی قسم کا نام تجویز کر لیں۔ "ندوۃ القریش" حمایت و اعانت اپنا فرض سمجھے گا۔ بشرطیکہ اس کے مجوزہ قواعد کو پیش نظر رکھ لیا جائے۔

ہم بھیرہ کے قریشی نوجوانوں اور ان کے مخلص بزرگوں کے اس نیک اقدام کو قدر و عزت کی نظر سے دیکھتے اور کارپردازان انجمن کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر ان کے عزائم میں برکت دے۔ اور کامیاب کرے۔ آمین!

خطوط و مراسلات

۱۔ مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل قومی امور میں گہرا شغف رکھتے ہیں۔ القریش سے آپ کو قلبی انس ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی علالت کی خبر بے حد تردد و تفکر کا موجب ہوئی۔ الحمد للہ کہ اب آرام ہو چکا ہے دعا ہے کہ اللہ میاں آپ ایسے محسن القوم کو عمر نوح بخشے اور زندگی کے دن آرام سے گذریں۔

بہاولپور کے سرکاری مدارس میں "القریش" کا اجراء قابل صد فخر ہے۔ القریش کی موجودہ رفتار ترقی باعث طمانیت ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ (شکریہ)

آپ نے "بصائر و عبر" کے عنوان سے ایک مضمون ارسال فرمایا ہے جو بے وقت موصول ہونے کی وجہ سے آئندہ اشاعت پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ معذور سمجھیں گے۔

۲۔ مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی نے ایک گرامی نامہ میں قریشیوں کی تین نئی جماعتوں کے قیام اور ریاست بہاولپور میں القریش کی قدر افزائی پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا ہے جس کیلئے ہم آپ کے بدل مشکور ہیں۔

۳۔ مکرمی پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی، شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی، صوفی بشیر الدین صاحب ملتانی، میاں غلام حیدر صاحب عباسی سیکرٹری فرنٹیر قریش کانفرنس قریشی عبد الخالق صاحب علوی، قریشی محمد ایزد بخش صاحب انسپکٹر مولانا اشفاق حسین صاحب علوی بی۔ اے اور متعدد بہی خواہان القریش نے القریش کی اس قدر افزائی پر مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ ان تمام حضرات کی برادر نوازی کا ہم بصدق دل شکریہ ادا کرتے ہوئے امید کرتے ہیں۔ کہ کاغذ کی موجودہ صعب ترین گرانی کے پیش نظر مخلص معاونین اپنے قومی جریدہ کی توسیع اشاعت کی جانب توجہ فرما کر عند القوم مشکور ہوں گے۔

ندوۃ القریش کا اجلاس

۲۸ مئی بعد نماز عشاء "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ

کا اجلاس منعقد ہوا۔ ۲۹ ایگزیکٹو ممبران کے ماسوا ۱۳۲ عام برادرانِ قریش بھی شریک جلسہ تھے۔ یہ مجمع ایک شادی کی تقریب پر اتفاقاً ہو گیا تھا۔ جناب صدر نے اس جلسہ کو ایک عام جلسہ قرار دے کر کھلے اجلاس میں کارروائی کی اجازت دے دی۔ سکرٹری صاحب نے گذشتہ ڈیڑھ سال کی رپورٹ کارگذاری پیش کی۔ حاضرین پر ندوۃ القریش "کی غیر معمولی رفتار ترقی پر گہرا اثر ہوا۔ رپورٹ نہایت سکون اور مسرت انگیز طریق پر سنی گئی۔ اور سامعین نے کارپردازان "ندوۃ القریش" کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی۔

۱۔ سکرٹری صاحب نے گوشوارہ آمد و خرچ پیش کرنے کے بعد اعداد و شمار سے بتایا کہ اضلاع حصار، رہتک، فیروزپور گورداسپور اور امرتسر کے ۲۳ ایسے برادرانِ قریش کی قانونی امداد کی گئی۔ جو قریشی ہونے کے باوجود زراعتی حقوق سے استفادہ سے محروم تھے۔ اور وہ تمام کے تمام بفضل خدا اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔ سیکرٹری صاحب نے اسی سلسلہ میں بتایا کہ ۲ ایسے نوجوانوں کو قومیت کی مصدقہ سندات دی گئی ہیں۔ جنہیں مختلف محکموں میں ملازمت کی غرض سے ایسی تصدیقات مطلوب تھیں۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ الحمدللہ! دو درخواستیں عدم ثبوت کی بنا پر مسترد کی گئیں۔

۲۔ فلاح القریش فیض آباد اور انجمن قریشان شاہ گنج کی درخواستہائے الحاق بمعہ رپورٹ سیکرٹری پیش ہونے پر ان کا باقاعدہ الحاق منظور ہوا۔ "فلاح القریش بہاولپور کا خیر مقدم کیا گیا۔ ہر سہ جماعتوں کے کارکنان کی حمیت قومی کو بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔

۳۔ تجویز ہوا کہ "جمعیۃ القریش" وغیرہ ناموں سے کام کرنے والی جماعتوں کی مفسدانہ کارروائیوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا جائے۔

۴۔ انجمن جامع القریش علاقہ میوات کی آمدہ کارروائی، رپورٹ جوائنٹ سیکرٹری او خط و کتابت متعلقہ فنانشل کمشنر پیش ہونے پر تجویز ہوا۔ کہ کارروائی جاری ہے۔ نتیجہ پر پہنچنے کے بعد اسے شائع کیا جائے۔ جامع القریش کی کارگذاری کی تعریف کی گئی۔

۵۔ "قریشی شیر علی صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر (شریف گنج امرتسر) شیخ عبدالخالق صاحب علوی منشی فاضل انبالوی۔ مولانا اشفاق حسین صاحب علوی بی۔اے۔ (آنرز) صوفی بشیرالدین صاحب ملتانی اور میاں غلام حیدر صاحب عباسی کی درخواست ہائے رکنیت منظور ہوئیں۔ اور پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی فیروزپوری۔ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی۔ قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل کنوی کے اسمائے گرامی اعزازی ممبران میں منتخب ہوئے۔

۶۔ اخیر پر حاضرین نے اتفاق رائے اور قلبی مسرتوں کے ساتھ عالیجناب میجر شمس الدین صاحب بی۔اے بالقابہ وزیر تعلیم گورنمنٹ بہاولپور اور جناب خان لقا محمد خان صاحب انسپکٹر مدارس کی اس معارف نوازی پر جو ممدوح الصدر حضرات نے "القریش" کو سرکاری مدارس میں اجراء کے فرمائی ہے۔ دلی شکریہ کے ساتھ ریزولیوشن منظور کیا گیا۔ اور جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔

انجمن فلاح القریش بہاولپور

۱۰ مئی ۱۹۴۰ء حفیظ لاج بہاولپور میں پیرزادہ کریم بخش صاحب وکیل کی صدارت میں مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سابقہ جلسہ کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد حسب ذیل تجاویز باتفاق رائے منظور کی گئیں۔

۱۔ قواعد و ضوابط کی ترتیب و تدوین کیلئے تین ممبران پر مشتمل ایک سب کمیٹی منتخب ہوئی۔

۲۔ تجویز ہوا کہ ضروریات دفتر کیلئے کاغذات اور مواہر تیار کرائی جائیں۔

۳۔ قومی جریدہ "القریش" کی خریداری سرکاری مدارس میں منظور کرنے پر افسران تعلیم کا بصد قدل شکریہ ادا کیا گیا۔ اور جناب صدر کی تجویز پر قرار پایا۔ کہ عالیجناب وزیر تعلیم اور جناب انسپکٹر صاحب سررشتہ تعلیم بہاولپور کی اس معارف نوازی پر انکی خدمات میں سپاس و تشکر کے خطوط ارسال کئے جائیں۔

۴۔ تجویز ہوا۔ کہ ریزولیوشن نمبر ۲ منظور کردہ افتتاحی اجلاس منعقدہ ۵ راپریل کی تعمیل میں سردست دس برادران قریش کے نام القریش جاری کر دیا جائے پانچ حضرات کے موصولہ چندے بذریعہ منی آرڈر آج ہی ارسال کر دیئے جائیں (بشکریہ موصول ہو گئے ہیں۔ ایڈیٹر)

۵۔ تجویز ہوا کہ ریاستی قریشی برادری میں احساس بیداری پیدا کرنے اور معززین برادری کو انجمن میں شامل کرنے کے مخصوص و موثر ذرائع عمل میں لائے جائیں۔

۶۔ تجویز ہوا کہ ریاست میں اعلیٰ حضرت جہاں پناہ والئے بہاولپور خلد اللہ ملکہٗ کی وفاداری کے جذبات پیدا کرنے کیلئے سعی کی جائے۔ تاجدار بہاولپور کے حق میں دعائے خیر کے بعد جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔

محمد سلیم اسلم ایم۔ اے جنرل سیکرٹری

انجمن قریشیان صوبہ بہار

۱۹ مئی ۱۹۴۰ء ، قریشیان صوبہ بہار کی مرکزی جماعت کا غیر معمولی اجلاس انجمن کے دفتر میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ اور حسب ذیل قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی۔

" انجمن قریشیان صوبہ بہار کا یہ اجلاس سررشتہ تعلیم بہاولپور کے معارف نواز افسران تعلیم کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ جن کی علم دوستی سے ہمارے قومی جریدہ "القریش" کا اجرا سرکاری مدارس کیلئے منظور ہوا ہے۔ یہ جلسہ اس کامیابی پر کارپردازان القریش کی خدمت میں بہ مسرت ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔"

تجویز ہوا کہ رزولیوشن بذریعہ موقر جریدہ القریش افسران تعلیم بہاولپور کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ (جنرل سیکرٹری)

انجمن قریش شاہ گنج

قریشی فضل الرحمن صاحب بی۔ اے (آنرز) تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بہاول پور میں " انجمن فلاح القریش " کا قیام اور دولت عباسیہ کے سرکاری مدارس میں قومی جریدہ القریش کا اجرا دونوں روح افزا خبریں انتہائی مسرت کے ساتھ سنی گئیں۔ اراکین انجمن میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ القریش کی کامیابی قومی کامیابی ہے۔ ۲۶ راپریل کو ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں عالی جناب وزیر تعلیم اور انسپکٹر تعلیم بہاولپور کی علم دوستی اور القریش نوازی کا شکریہ ادا

کیا گیا۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل روز افزوں ترقی عطا کرے آمین!

فلاح القریش فیض آباد

پیر فصیح الدین صاحب (منشی فاضل) ناظم انجمن مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ بہاولپور میں "فلاح القریش" کا قیام فیض آباد کے "فلاح القریش" کیلئے تائید غیبی سمجھنی چاہیئے۔ ۵ اپریل کا بڑا مبارک دن تھا۔ اسی روز فیض آباد کی قریشی برادری نے "فلاح القریش" کی بنیاد رکھی۔ اور اسی روز بہاولپور کی مقتدر برادری نے "فلاح القریش" کی طرح ڈالی ہے۔ اس لحاظ سے فیض آباد والوں کا بہاولپوری حضرات سے ایک خاص رشتہ قائم ہوگیا ہے۔ جو بالکل قدرتی اور فطرتی ہے۔ الحمد للہ

جامع القریش میوات

قاضی عرفان الحق صاحب منشی فاضل جوائنٹ سیکرٹری کا تازہ مکتوب مظہر ہے۔ کہ انجمن کی طرف سے ۲۶ فروری کو فنانشل کمشنر پنجاب کی خدمت میں بدیں مطلب ایک مراسلت ارسال کی گئی تھی۔ کہ قریش کی شاخیں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی عباسی وغیرہ کو اسی طرح قریشی تسلیم فرمایا جائے جس طرح راجپوت اور جاٹ وغیرہم اقوام کی شاخوں کو تسلیم کیا جاتا ہے اس کے جواب میں فنانشل کمشنر کے ریونیو سیکرٹری نے بذریعہ مکتوب نمبری 1423-R مجریہ ۲ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء تحقیقات کا وعدہ فرمایا ہے۔

قاضی عرفان الحق صاحب نے اس کارروائی کی نقل ہمیں ارسال کرتے ہوئے خواہش کی ہے۔ کہ سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" اور اس سے ملحقہ تمام جماعتیں اس حق کے حصول کیلئے متفقہ کارروائی کریں۔ اور نتیجہ پر پہونچنے کیلئے فنانشل کمشنر پنجاب سے استدعا کریں۔ کہ وہ یہ اعلان کر دیں۔ کہ قریش کی مندرجہ شاخیں بھی قریشی ہیں۔ تاکہ ریونیو افسران غلط فہمی اتلاف حقوق کا موجب نہ ہوں۔

"جامع القریش" کی یہ کارروائی اور رپورٹ اسسٹنٹ سیکرٹری "ندوۃ القریش" کے سپرد کر دی گئی تھی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں حکومت سے خط و کتابت کا تواتر جاری ہے۔ ہنوز کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوا۔ فنانشل کمشنر پنجاب کی منشا ہے۔ کہ قریش کی شاخیں زیر دفعہ ۸۰ کارروائی کر کے اپنے آپ کو قریش کی شاخیں ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ آئندہ اشاعت تک اگر کوئی نتیجہ برآمد ہوا تو تفصیلی کارروائی شائع کر دی جائے گی۔ ہم جامع القریش کی کوشش کو قدر و وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں

محترم قاضی امان الحق صاحب اور میں

مولانا اشفاق حسین صاحب علوی بی۔ اے تحریر فرماتے ہیں کہ "عرف عام" کے تجویز کے متعلق اپریل کے "تذکرہ برادری" میں میں نے اپنے کمزور خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اپنی عقل و فکر کے مطابق جو بات درست سمجھی کہہ دی۔ مئی کے تذکرہ برادری سے معلوم ہوا کہ اخی المکرم "قاضی امان الحق صاحب بی۔ اے کو میرے الفاظ کچھ کھٹکے اور انہوں نے نہایت خلوص قلبی کے ساتھ مافی الضمیر کا اظہار فرمادیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے الفاظ سے میرے ایک مقتدر بھائی کو جو قومی امور میں مجھ سے کہیں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں ملال ہوا۔ میں قاضی صاحب کی نیک نیتی اور خلوص دلی کا جس کا انہوں نے اپنے الفاظ مندرجہ میں ثبوت دیا ہے دل کی گہرائیوں سے اعتراف کرتا ہوا ان سے برادرانہ محبت و اخوت کی امید کرتا ہوں۔ میرے ان الفاظ کو بذریعہ القریش محترم بھائی تک پہونچا دیں۔ وجزاک اللہ فی الدارین خیرا

(ایڈیٹر)

"رسم و ملّت"

(جناب ابوالاسرار رمزی - اٹاوی)

(۱)

ہو گئے ہیں سخت اتنے دنیوی رسم و رواج حکم و قانون الٰہی سے بھی بالاتر ہیں آج
رسم کی خاطر اُتر جاتے ہیں سلطانوں کے تاج رسم سے برباد ہوتے ہیں شہنشاہوں کے راج

رسم ہے کفر و بغاوت، حکمِ قدرت کے خلاف رسم ہے انکارِ حق، پیغمبروں سے انحراف
رسم ہے اک مستقل لعنت زمانے کے لئے اپنا مطلب اور کام اپنا بنانے کے لئے
رسم ہے زندہ جنازہ مذہبی احکام کا. رسم سے اڑتا ہے خاکہ ملّتِ اسلام کا
گر تمہیں ناموسِ دینِ مصطفےٰ کا پاس ہے کچھ تمہیں اپنی مذلت کا اگر احساس ہے
رسم کے بندو! یہ طرز کافرانہ چھوڑ دو!
چھوڑ دو! رسم و رواجِ مشرکانہ چھوڑ دو!!

(۲)

ساز و سامان و ہجوم و اہتمام و رنگ و بُو دعوتِ شیر و شکر کے گرم چرچے کُو بکُو
یہ ترانے، شادیانے، یہ مزیّن محفلیں ان سے آتی ہے مجھے "افلاسِ مستقبل" کی بُو

لے گیا خاوند دعت و زن کے زیور بہرِ رہن یہ کھُلا رازِ فغان و ماجرائے ہاؤ ہُو

رسم سے جلتا ہے عشرت خانۂ مسرّف میں روشنی کے دیوں میں مردِ مومن کا لہُو
سود خواروں کے قدم پر مردِ مومن کی جبیں آج یوں ارزاں ہے دینِ ہاشمی کی آبرو
اے کہ تو پیمانہ بردارِ رسولِ پاک ہے توڑ دے رسموں کے شیشے اور رواجوں کے سبُو

شبنمِ بے مایہ کی اس ہیچ مقداری پہ بھی پھول کر لیتا ہے اس کے ایک قطرہ سے وضو

غیر کا تیری طرح شرمندۂ منت نہیں　　ہے خودی سے وہ تبسم آشنا و سرخرو

تو ابھی کر رہ گیا رسم و رواج دہر میں　　جائیگا کس منہ سے غافل! اب خدا کے روبرو
وہ نشیمن کیا ہوا؟ طرز نشیمن کیا ہوئی؟؟　　بجلیاں جس کیلئے رہتی تھیں صرف جستجو

آہ تیرے دل سے وہ سوز یقیں جاتا رہا!
عشق ملت کا شرار دلنشیں جاتا رہا!!

توڑ یہ زنجیر باطل، قید سے آزاد ہو　　اپنی ملت کی بہشت سادہ میں آباد ہو

یہ رواج و رسم ہے "شیطان کی جادوگری"!
اور مذہب ہے سرود و نغمۂ پیغمبری"!!

القریش کی رفتار اشاعت

قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی توجہ سے جن حضرات نے اپنے قومی جریدہ کی معاونت قبول فرمائی۔ ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں۔

انجمن "فلاح القریش" بہاولپور کی طرف سے پانچ خریداروں کی قیمتیں موصول ہوئیں۔

۱۔ سید رفیع الدین صاحب
۲۔ صاحبزادہ خدا بخش صاحب عباسی۔
۳۔ سردار محمد ذاکر خانصاحب۔
۴۔ شیخ امیر مشتاق علی صاحب
۵۔ جنرل سیکرٹری صاحب انجمن

حسب ذیل احباب نے براہ راست خریداری منظور فرمائی

۱۔ قریشی محمد سعید صاحب
۲۔ سید محمد علی شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس۔
۳۔ سید صادق حسین شاہ صاحب مدرس
۴۔ قریشی محمد اشرف محمد اکرم صاحبان
۵۔ سید فیض احمد شاہ صاحب انجینئر
۶۔ حکیم سید محمد بخش صاحب ہاشمی
۷۔ میاں نور محمد صاحب ہاشمی ذیلدار
۸۔ شیخ محمد اظہر صاحب ہاشمی رئیس
۹۔ میاں فضل احمد صاحب گورنمنٹ پنشنر
۱۰۔ قریشی جلال الدین صاحب (بیرسٹر) رئیس اعظم
۱۱۔ مولانا غلام غوث صاحب فاروقی مولوی فاضل صدر مدرس
۱۲۔ قریشی عبدالکبیر صاحب فنانس ڈیپارٹمنٹ۔

بہی خواہان قوم اپنے اپنے حلقہ احباب سے دو دو خریدار بہم پہنچا کر کاغذ کی صعب ترین، پریشان کن گرانی کے اثرات سے عہدہ برآ ہونے کا موقعہ دے کر عند القوم مشکور ہوں۔

معارف القرآن

قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

یہ فقرہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ یہ فقرہ جس قدر مختصر ہے۔ اسی قدر اس کا مفہوم اور اسکی فردیت وسیع ہے۔ یہ فقرہ نہ صرف اخلاقی رنگ ہی رکھتا ہے۔ بلکہ یہ اخلاقی فلسفہ کا بھی ایک زبردست اصول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ "تم جو کچھ کہو۔ جو بات کرو وہ مضبوط اور بے لاگ ہونی چاہیئے۔ جس دنیا یا جس کائنات میں ہم رہتے ہیں وہ کیا ہے۔" اقوال اور افعال کی دنیا۔

دوسرے الفاظ میں حرکات اقوال اور افعال کی دُنیا۔ اگر یہ تینوں ارکان نہ ہوں۔ تو یہ دنیا دنیا نہ رہے گی۔ بلکہ کچھ اور بن جائے گی۔ فرض کرو انسان نہ حرکت کرے اور نہ بولے اور نہ کوئی فعل اس سے سرزد ہو تو اس دنیا یا اس کائنات انسانی کی کیفیت اور حالت کیا کچھ ہو گی۔ اگر ایک گھر یا ایک مجلس میں چند گونگے بہرے جمع کر دیئے جائیں تو اس کی جو کچھ کیفیت اور حقیقت ہو گی وہی اس صورت میں ہماری اس دنیا کی بھی کیفیت ہو گی۔

حرکات اقوال اور افعال تینوں پر ہمارے تمدن ہماری ترقیات اور ہماری ہستی کا مدار ہے اور ان سب میں سے قول کی زیادہ حکومت ہے۔ حرکت بھی ایک قول ہے اور قول بھی ایک حرکت ہے یا یہ کہ حرکت ہی سے قول بھی شروع ہوتا ہے۔ افعال کی بنیاد بھی قول ہی ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ شروع میں قول ہوتا ہے اور بعد ازاں فعل۔

آدمی منہ سے بھی کچھ نکالتا اور کہتا ہے۔ لیکن اس میں سے چند باتیں ہی خصوصیت سے قیمت اور وزن رکھتی ہیں۔ اس آیت میں قول سے مراد اگرچہ عام بول چال بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اصل مراد اُس قول یا اُس بات سے ہے۔ جو باعتبار اپنی تاثیر اور گرفت کے تمدنی سیاسی اور اخلاقی رنگ میں کوئی حقیقت اور کوئی کیفیت رکھتی ہو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان معاملات میں وہی بات کہو جو وزنی اور مضبوط ہو اور جس کا اثر ایک قیمت رکھے ایسی بات نہ کہو۔ جو کوئی قیمت نہ رکھتی ہو۔ سدید سے ایسا قول مراد ہے۔ جو بجائے خود راست اور وزنی ہو اور جس سے انسانی کاروبار میں ایک مفید اور وزن دار اور تاثیر پیدا ہوتی ہو۔ ایسی بات منہ سے نہ نکالو جو باعتبار اثر اور قیمت کے فضول اور کم درجہ رکھتی ہو۔ کیونکہ دنیا کی ضروری باتوں کا مدار زیادہ تر اقوال سدیدہ پر ہی ہے فضول باتیں ہوا میں اُڑ جاتی ہیں اور وزنی باتیں اور وزنی اقوال مدتوں ایک خاص اثر لیئے ہوئے زندہ اور قائم رہتے ہیں۔

اقوال سدیدہ سے مراد نہ صرف معمولی کاروبار کی باتیں ہی ہیں۔ بلکہ وہ باتیں اور وہ اقوال بھی جو علمی رنگ رکھتی ہیں۔ ہر علمی قول اور ہر علمی بات بجائے خود ایک سدید قول اور سدید بات ہے اس سے یہ بھی نکلا۔ کہ ہر شخص کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ اقوال سدیدہ کہتا رہے۔ یعنی علمی رنگ میں مشغول رہے اور علمی باتوں اور علمی اقوال سے محبت رکھے نہ صرف کوئی اچھی بات کہنا ہی بلکہ کسی اچھے مضمون پر کچھ کہنا اور سننا بھی ایک قول سدید ہے اور اس آیت کے تحت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علمی امور کی جانب توجہ کرے۔ اس آیت میں حکم ہے کہ ہمیشہ قول سدید کہو۔ گویا تاکید ہے کہ علم و فن حاصل کرو۔ اور آنحضرت نے طلب العلم فریضۃ کہا ہے

سلطان احمد

واقعات و حوادث

جنگ، اثرات جنگ

ہٹلر کی طاغوتی حرکتوں نے دنیا کے امن کو بدامنی و بے چینی، تباہی و بربادی کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔ نازیت سلامتی کی شروع سے دشمن چلی آئی ہے۔ اور یہ جنگ فتنہ سامانی اسی جبلّت و طینت کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میدان جنگ سے بہت دور واقع ہے لیکن اس کے اثرات و نتائج سے اس کا دامن بھی محفوظ نہیں رہ سکا۔ تاجروں نے جلب زر کا ایک موقع پایا اور چیزوں کی قیمتوں میں ناقابل برداشت اضافہ کر دیا۔ حکومت اگر بروقت اعلان نہ کر دیتی اور مناسب تدابیر عمل میں نہ لاتی تو حریص تاجروں کے دندانِ آز اور بھی تیز ہو جاتے۔

غلط خیالات، بیہودہ و بے حقیقت افواہوں کے پیش نظر بعض دوکاندار اور دوسرے لوگ نوٹ لینے سے انکار کرتے لگے اگر حکومت ہند اپنے ایک بیان سے بے بنیاد شبہات کا ازالہ نہ کر دیتی تو خرید و فروخت میں بے انتہا دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اگرچہ اب بھی لوگ نوٹوں کا زر بدل وصول کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے مناسب انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں تاجروں، سیونگ بنکوں، خزانہ کے کلرکوں وغیرہ کے نام خاص احکام جاری ہونے اور انکی خاص نگرانی کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ حکومت اس ضرورت کی اہمیت پر خاص توجہ معطوف کرے گی۔

ہندوستان کا فرض.

وائسرائے ہند کا خیال ہے۔ کہ یورپ کی تاریخ کے اس نازک ترین لمحے میں ہنگامی حالات کچھ اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ ہر ایک ہندوستانی کا یہ فرض ہو گیا ہے۔ کہ وہ اتحادیوں کی امداد کرے۔ اور امداد اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ مختلف جماعتیں اپنے تمام اختلافات بھول کر ایک ہی مرکز پر جمع ہو جائیں۔ وائسرائے نے ہندوستانیوں کے اس جذبے کو احترام کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ جس سے مختلف جماعتوں نے حکومت برطانیہ کی امداد کا اظہار کیا ہے۔ سرگرم ہونے کیلئے آپ نے چند مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ اور توقع یہ کی جاتی ہے۔ کہ ہندوستان کے شہروں میں بسنے والے بھی فوراً ان تجاویز کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

وائسرائے کی تجویز کے مطابق اس وقت ہندوستان کے ہر ضلع میں جنگی کمیٹیوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ ان جنگی کمیٹیوں کی صوبہ وار تنظیم کی جائے گی۔ اور عوام کو جنگ کی امداد کے نقطہ نگاہ سے ایک ہی مرکز پر لانے کی کوشش کی جائیگی ان جنگی کمیٹیوں کے ماتحت شہری گارڈیں مقرر کی جائینگی اس وقت عمل کیلئے وائسرائے کی یہ تجویز بہت سودمند ثابت ہو گی۔ کیونکہ شہر شہر میں مختلف رضاکارانہ جماعتیں خدمتِ خلق کیلئے بے تاب تھیں۔ اور اس قسم کے نیشنل ملیشیا کا قیام چاہتے تھے۔ جو موجودہ جنگی دور میں عوام کا اضطراب دور کر سکے۔ ان جنگی کمیٹیوں کا مقصد یہ بھی ہوگا۔ کہ جنگ

کے متعلق عوام کو واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ اور نیشنل ڈیفنس سیونگ تحریک کی حمایت کی جائے۔ ہوائی حملوں سے بچنے کی تعلیم کا کام بھی انہی کے سپرد ہونا چاہیئے۔ چند ماہرین ان کو تعلیم دیں اور عوام تک پہنچائیں۔ ہر روز حکومت کی طرف سے ان کے نام ہدایات جاری ہوا کریں۔ اور وہ جماعتیں جو اس کام کیلئے از خود اپنی خدمات پیش کر رہی ہیں۔ ان میں فرقہ وار امتیاز کہیں بھی نہ رکھا جائے۔ چونکہ اس وقت ہندو مسلمان اور سکھ سب ہندوستان کے دفاع کیلئے بیقرار ہیں۔ اور امن کو برقرار رکھنے کیلئے بیتاب ہیں۔ اس لئے شہری گارڈیں ملی جلی ہونی چاہئیں۔ تاکہ ان ہنگامی حالات میں فرقہ وار مناقشات کا جو تصور پیدا ہو گیا ہے وہ بھی جاتا رہے۔

سب سے بڑی بات یقین کی ہے۔ اس وقت جو ہراس انگیز افواہیں پھیل رہی ہیں۔ ان کا دور کرنا ضروری ہے۔ اور پنجاب میں اکالی پارٹی کے سیاسی منصوبوں سے کون آگاہ نہیں۔ اور پھر لوٹ مار سے کون خوفزدہ نہیں۔ اس موقع پر بعض اصحاب اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے منتظر ہیں۔ اس قسم کے تمام غیر خوشگوار عناصر کا حکومت کے تعاون کے ساتھ شہری گارڈوں کے ذریعے قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر پورے اتحاد اور وحدتِ خیال کے ساتھ اس کام کو سرانجام نہ ہونے دیا گیا تو بہت سی رکاوٹیں حائل ہو جائیں گی۔ جن کے نتائج معلوم!

اتحادی اور جنگ

فلانڈرز کی پسپائی ایک تاریخی واقعہ ہے جب بلجیم کی فوجوں نے اتحادیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو وہ انتہائی مصیبت میں گھر گئیں۔ تین طرف جرمن فوجیں تھیں اور ایک طرف رود بار انگلستان، بلجیم کی امداد کے لئے اتحادیوں کی کثیر تعداد وہاں جمع ہو گئی تھی۔ لیکن بلجیم کی غداری نے انہیں ایسی شکل میں ڈال دیا جس سے نجات بالکل ناممکن نظر آتی تھی ماہرین جنگ کا خیال ہو چلا تھا کہ اس وقت اتحادی فوجیں بلجیم میں ہولناک طریقے پر گھری ہوئی ہے۔ اور جرمن فوجیں انہیں تباہ کرنے میں ایسی مثال چھوڑیں گی۔ جو تاریخ میں نرالی ہوگی لیکن اتحادی فوجیں لڑتی بھڑتی ساحل تک پہنچ گئیں۔ اور وہاں سے بیحد کامیاب طریقے پر بلجیم کی حدود سے باہر نکل گئیں اور اتحادیوں کی بہت کم تعداد میدان جنگ میں ہلاک ہوئی۔

اس پر یورپ بھر میں اظہار مسرت کیا گیا۔ لیکن اتحادیوں نے جو سامان جنگ پیچھے چھوڑا تھا۔ وہ ایسا زیاں تھا۔ کہ اس نقصان کی تلافی مشکل ہو گئی۔ مسٹر چرچل نے اپنی مفصل اور بےلاگ تقریر میں اس پسپائی کا حال بیان کیا۔ کثیر تعداد فوجوں کی جانیں بچ گئیں۔ یہ یقیناً ایک کامرانی تھی۔ لیکن جس قدر سامان جنگ نازیوں کے قبضہ میں آگیا۔ وہ یقیناً ایک نقصان عظیم تھا۔ بہرصورت اتحادیوں کا یہ اخراج قابل تعریف خیال کیا جانے لگا۔ اور نازی فوجوں کے یہ ارادے کہ وہ اتحادی فوجوں کو بالکل نیست و نابود کر دیں گے۔ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔

اب صرف مغربی محاذ رہ گیا تھا۔ جہاں جرمن فوجیں حملہ آور ہو سکتی تھیں۔ ان کے سامنے ساحل انگلستان بھی تھا۔ جہاں پر دشمنوں کے طیارے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ لیکن بلجیم سے نکلی ہوئی برطانوی فوج ساحل انگلستان پر حفاظت کے لئے کھڑی تھی۔ اور ہر طریقے سے ساحل کو محفوظ کر لیا گیا تھا اور ہٹلر اس بات سے بےخبر نہ تھا۔ چنانچہ جرمن فوجیں انگلستان پر حملہ آور ہونے سے ہچکچا گئیں۔ باوجودیکہ وہ کیلے سے

براہِ راست حملہ کر سکتی تھیں۔ جرمن فوجوں نے فرانس پر حملہ کیا۔ پچھلے ہفتے سے جرمن فوجیں فرانس پر یلغار کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح پیرس پر قابض ہو جائیں غالباً ان کو گمان یہ بھی ہے۔ کہ یورپ بھر میں اس وقت صرف فرانس کا محاذ باقی رہ گیا ہے۔ اس پر غلبہ پا لینے کے بعد سارا یورپ ان کے رحم پر ہو گا۔ اور پھر انگلستان پر حملہ کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔

برطانوی فوجیں تازہ دم ہو چکی ہیں۔ اور فلانڈرز کے محاذ پر جنگی سامان کے نقصان کی تلافی بھی بہت جلد ہو جائیگی کیونکہ امریکہ اتحادیوں کی پوری امداد پر تلا ہوا ہے۔ اور یہ سکیم بنائی جا رہی ہے۔ کہ امریکہ اتحادیوں کیلئے ایک ہزار طیارے روزانہ تیار کرے۔ اور دیگر سامان جنگ بھی ان کیلئے مہیا کرے امریکہ کی اس حوصلہ افزائی سے وہ مایوس کن فضا جو فلانڈرز کی پسپائی کے بعد پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ معدوم ہو گئی ہے۔

ادھر فرانسیسی فوجیں بیحد کامیابی کے ساتھ جرمن حملوں کا جواب دے رہی ہیں۔ پچھلے ہفتے چھ سات میل کے قریب جرمن فوجیں آگے بڑھیں۔ لیکن اس وقت فرانسیسی فوجیں ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ اور اتحادی فوجوں نے بعض مقامات پر دشمن کے ٹینکوں کو آگے بڑھنے دیا ہے۔ تاکہ اس کے بعد آسانی کے ساتھ ان کے گرد گھیرا ڈال کر تباہ کیا جا سکے۔ پچھلے دو دنوں سے اتحادیوں نے جس استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اب جنگ کا رخ بہت جلد پلٹنے والا ہے۔

اطالیہ اور جنگ

فلانڈرز کی پسپائی کے بعد مسولینی کا رویہ تہدید آمیز ہوتا گیا۔ اسے اپنی کامرانی کے خواب ستانے لگے۔ چنانچہ اسی بنا پر اس نے بحیرۂ روم میں جنگ چھوڑ دینے کا تہیہ کر لیا۔ اطالیہ نے یہ بہانہ تراشا کہ گذشتہ جنگ عظیم میں اطالیہ کے ساتھ بحیرہ روم کے مقبوضات کے سلسلے میں انصاف نہیں کیا گیا۔ اطالیہ بحیرہ روم میں مکمل اقتدار چاہتا ہے۔ بحیرۂ روم کے مکمل اقتدار کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام بلقانی ریاستیں اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جائیں اور یورپ کی دوسری طاقتوں کو بحیرۂ روم میں سے گذرنے کیلئے اطالیہ کا دست نگر ہونا پڑے۔

تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اطالیہ بھی خطرات جنگ مول لینے کیلئے مجبور ہوا ہے۔ ماہرین جنگ کا خیال ہے۔ کہ اطالیہ کا یہ اقدام اس کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہوگا۔ کچھ عجب نہیں کہ اس کا نام و نشان صفحۂ یورپ سے مٹ جائے۔ اطالیہ صرف فرانسیسی اور برطانیہ فوج سے جنگ آزما ہوگا۔ مصر، یوگوسلافیہ، سوئٹزرلینڈ۔ ترکیہ اور یونان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ لیکن اس اعلان کا اعتبار نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اعلان اس نے محض اسلامی حکومتوں کی مخالفت کے خوف سے کیا ہے۔ لیکن ان باتوں سے کون آگاہ نہیں۔ بہر حال اب تو جبکہ اطالیہ نے جنگ شروع کر دیا ہے۔ بحیرہ روم کے اقتدار کا تحفظ اسلامی سلطنتوں پر لازم ہو گیا ہے۔

ہندوستان و پنجاب

ہندوستان کا آئینی تعطل بدستور ہے۔ مسٹر راجگو پال اچاریہ بعض دیگر کانگرسی لیڈر پھر سے کانگرسی وزارتیں قائم کرنے کی فکر کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں معطل شدہ وزیر اعظموں

سکا ایک اجلاس دہلی کے مقام پر منعقد ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر خان سرحدی دہلی پہنچ گئے ہیں۔ مسلمانان ہند کے منہ بولے غمگسار مسٹر گاندھی بیدر کے انفرادی جھگڑے کو فرقہ دارانہ رنگ چڑھانے اور حکومت آصفیہ کے انتظامی امور میں مداخلت کی راہ پیدا کرنے کیلئے کئی شاطرانہ چالیں چل رہے ہیں۔ ہندو مسلم فساد کوئی نئی چیز نہیں۔ بے شک بنیاد گاندھی جی کی رکھی ہوئی ہے مختلف مقامات پر سخت سے سخت فسادات ہوئے۔ لیکن گاندھی جی کی رگ حمیت مسلمانوں کیلئے کبھی نہیں پھڑکی۔ لیکن بیدر میں فساد ہوتا ہے تو گاندھی جی بلبلا اٹھتے ہیں۔ اور اپنے "ہریجن" میں ولولہ انگیز بیانات شائع کرتے ہیں۔ آپ کی مہاسبھائی ذہنیت بے نقاب ہو رہی ہے۔ پنڈت نہرو سرحد، کشمیر پنجاب اور مختلف علاقوں کا دورہ کرکے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اور اسلامی ریاستوں اور اسلامی حقوق پر ایک کاری ضرب لگانے کیلئے حیلے تلاش کر رہے ہیں۔

گاندھی نے وائسرائے کے بیان سے ناراض ہو کر نیا پہلو بدلا۔

ملک کے طول و عرض میں ستیہ گرہ کمیٹیوں کا دفتر کھول دیا گیا۔ ہر طرف ستیہ گرہی بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ اشتراک عمل کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ چرخے کاتے جا رہے ہیں۔ ہر ایک کانگرسی "سپاہی" کیل کانٹے سے لیس ہو رہا ہے۔ ستیہ گرہیوں کیلئے قواعد و ضوابط مرتب کئے جا رہے ہیں۔ گاندھی جی ہر ایک ضلع اور صوبے میں اپنی ہدایات بھیج رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گاندھی جی ابھی ستیہ گرہ شروع کر دیں گے۔ قیاس کے گھوڑے دوڑانے والے بھی یہی کہہ رہے تھے۔ کہ کانگرس ابھی ستیہ گرہ شروع کرنے والی ہے لیکن یہ توفیق نہ تھی۔ اس لئے اعلان کر دیا۔ کہ موجودہ صورت حالات میں میں انگریزوں کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ گویا آپ نے بڑا احسان کر دیا۔ سکھ "پنتھ" پاکستانی سکیم کے خلاف اپنی پوری قوتیں صرف کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ وغیرہم سکھ مسلمانوں کے خلاف سکھوں کے جذبات مشتعل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں اکالیوں نے نئی فوج بنانا شروع کر دی ہے۔ اور انہوں نے اب بارہ سکیں بنائی ہیں۔ جس کے تحت ان کا فوجی نظام کام کریگا۔ ۱۱ جون کو راولپنڈی میں اکالی سینا اور شکتی دل نے فوجی وردیاں پہنکر بینڈ کے ساتھ فوجی پریڈ کی۔

کرنسی کے متعلق غلط افواہوں سے عوام پر بڑا اثر ہوا۔ اور لوگ نوٹ کو سونے اور چاندی میں بدلنے لگے۔ اس کے متعلق حکومت ہند نے ایک اعلان میں عوام کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ کہ اسوقت ہندوستان کی مالی حالت سوائے امریکہ کے دنیا بھر کے ممالک سے مستحکم ہے اور کرنسی کے ناکام ہونے کا خفیف ترین بھی خدشہ نہیں۔ ریزرو بنک آف انڈیا کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اسوقت ۲۰۷ کروڑ روپے کے کرنسی نوٹ رائج ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں اگر سونے کا کم سے کم نرخ لگایا جائے تو ریزرو بنک کے پاس ۴۴ کروڑ روپے کا سونا ہے اور سونے کے موجودہ بھاؤ کے مطابق تو ریزرو بنک کے پاس ۸۰ کروڑ روپے کا سونا ہے۔

خاکساروں اور حکومت پنجاب کی باہمی آویزش سے جو خطرناک صورت حالات پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کیلئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہوگی۔ خاکسار خواہ مخواہ اپنی

نعت

(ابوالاعجاز پیر شبیر محمد صاحب شوکت صدیقی سکرٹری "ڈسٹرکٹ بودلہ قریش کمیٹی" فیروزپور)

لب لعلین کی آب و تاب پر لعلِ یمن صدقے
چمک پر گوہرِ دنداں کے سب دُرِّ عدن صدقے

عیاں ہے سورۂ والشمس سے شانِ رُخِ سرور
ضیائے مہر کی ہے آپ پر ہر اک کرن صدقے

ہیں تبلیغ اشاعت دینِ حق میں کیا ہے صدمے
اُٹھائے آپ نے ہیں سینکڑوں رنج و محن صدقے

یہ چشمِ سُرمگیں یہ نیچی نظریں ہیں قیامت کی
فدا ہے نرگس شہلا غزالانِ ختن صدقے

ہیں ارواحِ رسولانِ زمن شیدا اداؤں پر
ہے مفتوں حبشی عربی تو ہیں اہلِ یمن صدقے

گُلِ شبّو گُلِ نسرین گُلِ رعنا گُل طبری
گُلِ رخسارِ سرور پر ہیں کرتے جان و تن صدقے

محمد مرتضےٰ و فاطمہ حسنین پر واری
خدا نے نور سے اپنے بنائے پنجتن صدقے

شبِ اسرا گئے جو سیر کرنے کو بہشتوں میں
کئے جنت کے تختوں کے گلوں نے پیرہن صدقے

ثنائے شاہ میں جب زمزمہ پرواز ہوتا ہوں
مرے اشعار سُن کر ہوتے ہیں اہلِ سخن صدقے

عجب شیرینیِ گفتار تھی سایہ نہ تھا قد میں
رہا کرتا تھا بادل آپ پر سایہ فگن صدقے

شبِ اسرا ملائک انبیاء غوث و ولی کی سب
دل و جاں سے مرے آقا پہ تھی ہر انجمن صدقے

سواری جب شبِ معراج نکلی شاہ والا کی
فدا طوبیٰ فدا رفرف ہوا چرخِ کہن صدقے

ثنائے عارضِ شہ سے نہ ہو کیوں ناز شوکت کو
فدا ہیں صوفی و صافی تو ہیں اربابِ فن صدقے

دُنیائے اسلام

سعودی حکام اور عراقی وفد کے مابین پرخلوص اور دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے ہیں۔ طرفین اپنی سرحدوں پر حکام مقرر کرینگے۔ گذشتہ دس سال میں ایران نے زبردست ترقی کی ہے۔ تمام ملک میں ریلوے کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور پختہ سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ افغانستان کی وزارت جنگ لشکر کے ساز و سامان کی فراہمی اور ضروری امور کی تکمیل میں مصروف ہے۔ نوجوانوں کی عسکری تعلیم کیلئے مدارس جاری کر دیئے گئے ہیں۔ مصر کے خلاف اٹلی نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ ترکی جنگ میں بشرط ضرورت برطانیہ سے شامل ہوگا برطانیہ اور ترکی کے تعلقات بہت استوار ہیں۔ سیلاب زدگان اناطولیہ کیلئے حکومت ترکی مکانات کی تعمیر کا انتظام کر رہی ہے۔ دردانیال میں ترک فوجی انتظامات کر رہے ہیں۔ حکومت افغانستان نے افغان نیشنل بنک لندن کا اعلیٰ عہدہ ایک ہندو کو تفویض کیا ہے۔

مصر

قاہرہ۔ دنیا کی جنگی صورتِ حالات کے پیش نظر حکومت مصر نے اطالوی مصری سرحد کی آبادی کو دوسرے مقامات میں منتقل ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ یہ لوگ طرابلس الغرب کی طرف سرحد لیبیا پر آباد ہیں۔

ہز میجسٹی شاہ فاروق والی مصر نے شاہ عراق کو ان کی پانچویں سالگرہ پر ایک بیش قیمت اور خوبصورت موٹر تحفۃً بھیجی۔ جب مصری نمائندہ نے یہ تحفہ شاہ عراق کی خدمت میں پیش کیا۔ تو خورد سال بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور شاہ فاروق کی خدمت میں شکریہ کے ساتھ سلام بھیجا۔

مصری پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے علی مہر پاشا وزیر اعظم مصر نے کہا۔ کہ آج برطانیہ اور مصر کے درمیان جو تعاون ہے۔ پیشتر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ برطانی مصری معاہدہ کے مطابق مصر برطانیہ کا ساتھ دے گا۔

اطالیہ کے اعلان جنگ سے اسلامی ممالک خدشہ میں ہیں بحیرہ روم کے کناروں پر اکثر بلاد اسلامیہ آباد ہیں۔ مراکش الجزائر۔ ٹیونس طرابلس۔ مصر۔ شام۔ شرق اردن فلسطین اور ترکیہ سب اس کی زد میں آتے ہیں۔ اس لئے وہ وقت آگیا ہے۔ کہ تمام اسلامی طاقتیں ایک ہی مرکز پر جمع ہو کر اٹلی کی فرعونیت کو کچل دیں۔ یہ یقینی امر ہے۔ کہ اطالیہ اسلامی ممالک پر حملہ آور ہو۔ اس لئے ترکی نے اس کا کاسۂ سر توڑنے کی تیاری کر لی ہے۔ ترکی نے اطالیہ سے تجارتی تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اور ترکی فوجیں ساحل پر جمع ہو رہی ہیں۔ اسلامیان عالم کی نگاہیں اس وقت ترکی پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر اطالیہ نے ترکی پر حملہ کیا۔ تو یہ رہنمائے اسلام کو چیلنج ہوگا۔ اس صورت میں ہندوستان کے مسلمان بھی خاموش نہیں رہ سکتے۔ کیا مسلمانانِ ہند گوارا کرینگے۔ کہ اطالیہ جرمنی کی طاقت کے سہارے ترکی پر حملہ آور ہو؟ جرمن اور اطالیہ کی طاغوتی طاقتوں کا قلع قمع اجتماعی قوتوں سے کرنا پڑے گا۔

مختصرات

——— جنرل اوڈوائر کے قاتل اودہم سنگھ کو عدالت نے موت کی سزا دیدی ہے۔

——— مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ دوسرے مقدمہ میں بھی بری کر دیئے گئے ہیں۔

——— ۱۰ جون سے شمسہ سے باہر ہندوستان ہی میں جانیوالے پرائیویٹ پارسل خطوط اور تاروں پر مقامی سنسر بٹھا دیا گیا ہے۔

——— حکومت بمبئی نے اعلان کیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص غلط افواہیں پھیلاتا ہوا پایا گیا۔ تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ جس کی سزا پانچ سال تک سزائے قید اور جرمانہ ہو گی۔

——— ۱۰ جون کو ملتان کے ایک بزاز کو اس لئے گرفتار کر لیا گیا۔ کہ اس نے پانچ روپے کے کرنسی نوٹ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک اور شخص گرفتار کیا گیا۔ جو نوٹ کے روپے دینے کیلئے ۲ ر لیا کرتا تھا۔

——— اٹلی نے اعلان جنگ کر دیا۔ مگر مصر پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔

——— فرانس میں ہٹلر نے جو کچھ حاصل کیا۔ اس سے زیادہ کھو بیٹھا ہے۔

——— جنگ میں جرمن عورتیں بھی کام کر رہی ہیں۔

——— ایک اخباری اعلان مظہر ہے۔ کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کی سیاسی صورت حالات بہتر بنانے کیلئے ایک اہم اعلان کرنے والی ہے۔

——— پولیس اور سرحدی فوج نے بنوں کے قریب ایک موضع پر چھاپہ مارا۔ وہاں ہتھیار، گولہ و بارود بنانے کی ایک فیکٹری تھی۔

——— ہندوستان کی تمام ریاستوں نے حکومت برطانیہ کی فراخدلی کے ساتھ جنگی امداد شروع کر دی ہے۔

——— شملہ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ہز ایکسیلنسی گورنر جنرل نے مرکزی اسمبلی کی میعاد میں یکم اکتوبر سے ایک سال کی توسیع کا فیصلہ کیا ہے۔

——— مسٹر بورن ڈپٹی کمشنر لاہور نے ایک اعلان میں بتایا ہے۔ کہ عنقریب لاہور میں فضائی حملے سے تحفظ کے سلسلہ میں مکمل بلیک آؤٹ کیا جائیگا۔ آپ نے پبلک سے تعاون کی اپیل کی ہے۔

——— لندن کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ جرمن فوجیں فرانس کے دارالحکومت پیرس میں داخل ہو گئیں۔

——— جدہ سے صحرا اور مکہ معظمہ سے عرفات تک کی سڑک مراحل تکمیل طے کر رہی ہے۔ اکتوبر تک مکمل ہو جائے گی۔

——— سر عبداللہ ہارون صدر سندھ مسلم لیگ نے سندھ کے مسلم لیگی وزراء کو حکم دیا ہے۔ کہ چونکہ میر بندے علی خاں کی وزارت توقعات کے مطابق ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ وزارت سے مستعفی ہو جائیں۔

——— ۱۴ جون کو سر اکبر حیدری وزیر اعظم دولت آصفیہ کی اہلیہ

وزیر ہند پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی تدون پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف پورہ امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی تدوق)

سادات قریش کا واحد اصلاحی مجلہ



اَلنَّاسُ تَبعٌ لِقُرَیشٍ فِی الخَیرِ وَالشَّرِّ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر: مُحسن القوم

قیمت سالانہ
رؤسا سے پانچ روپیہ
عام حضرات سے تین روپے

فہرست مضامین القریش امرتسر

غیر مستطیع طلباء سے ۲؍
نمونہ کا پرچہ ۴؍
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷-

جلد ۲۷ | مطبوعہ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۷

سنئے

اخباری کاغذ بیحد گراں ہو رہا ہے۔ پانچ پیسے کا کاغذ سات آنے میں دستیاب نہیں ہوتا۔ اخبارات حجم گھٹا کر بلکہ معمولی اور پیکٹ باندھنے کا کاغذ استعمال کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ حکومت ہند نے اس گرانی سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ایک کنٹرولر آف پرنٹنگ اینڈ سٹیشنری مقرر کر دیا ہے۔ یہ افسر تمام سرکاری دفاتر میں اس امر کی جانچ پڑتال کرے گا۔ کہ دفتروں میں ضرورت سے زیادہ کاغذ استعمال تو نہیں ہو رہا۔ کاغذ کی اس صعب ترین گرانی نے جبکہ حکومتوں کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بخصوص مقاصد کے جرائد و رسائل جو اپنی محدود دالاشاعتی کی وجہ سے مالی حالت تسلی بخش نہیں رکھتے کی حالت معلوم، القریش کی اشاعت اور مالی حالت کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ کاغذ کی اس گرانجانی سے عجب شکمکش میں مبتلا ہے، حجم گھٹا دینے کے باوصف خسارہ ہو رہا ہے کیا ایسی حالت میں بہی خواہان قوم کا فرض نہیں کہ وہ اسکی توسیع اشاعت میں تا بحد امکان اعانت کریں اور ہر ممکن امداد سے موجودہ پریشانی کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیں۔

صاحب ثروت اور اہل دل حضرات دست اعانت بڑھائیں۔ اور معقول رقوم کی ترسیل سے اپنے قومی آرگن کو زندہ رکھنے کی سعی سے عند القوم مشکور ہوں۔ امید ہے کہ یہ صدا صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ وباللہ التوفیق!

رونق

مختصرات

—— اعلیٰحضرت حضور نظام نے وائسرائے کے جنگی فنڈ میں مزید پچاس ہزار پونڈ عطا کیا ہے۔ اب تک آپ دو لاکھ پونڈ عطا کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے حکومت برطانیہ کو پچاس لاکھ تین سالہ قرضہ کے سلسلے میں دیئے ہیں۔

—— حکومت ہند اخبارات کا کاغذ ہندوستان میں تیار کرنے پر غور کر رہی ہے۔

—— اس جنگ میں جرمن کے ۲۵۰۰ طیارے تباہ ہو چکے ہیں۔

—— لکھنؤ میں فساد ہو گیا۔ شہر میں کرفیو آرڈر نافذ ہے ڈیڑھ صد اشخاص گرفتار ہوئے۔

—— کابل میں ایک شخص کان نہیں رکھتا۔ لیکن ہر ایک بات اچھی طرح سنتا ہے۔

—— بمبئی میں ۲ کروڑ کے سرمایہ سے ایک مشترکہ کمپنی موٹر کاریں بنانے کا کارخانہ جاری کرنے والی ہے۔

—— پنجاب یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے۔ کہ بی۔ اے بی ایس۔ سی اور دیگر امتحانات سال میں دو بار ہوا کریں گے۔

—— طغیانی کی طغیانی سے کٹک کے علاقہ کے پانچ ہزار خاندان بے گھر ہو گئے۔ پانی چڑھ رہا ہے۔

—— سرگودہا میں سکھوں کی دراز دستی سے مسلمانوں سے فساد ہو گیا۔ سرکاری بیان مظہر ہے۔ کہ زیادتی سکھوں کی طرف سے ہوئی۔

—— ابتداء جنگ سے اب تک بیالیس کروڑ روپیہ کے سکے ریزرو بنک سے برآمد ہوئے ہیں۔ حکومت ہند ایک ایک روپیہ کے نوٹ جاری کرنے پر غور کر رہی ہے۔

—— ریزرو بنک آف انڈیا نے اعلان کیا ہے کہ پچاس روپے کی مالیت کے نوٹوں کے نقد رقم بلا حیل و حجت دیئے جائیں گے۔ زیادہ رقم کیلئے وجہ بتانی ہوگی۔

—— ہندوستان کے ہر صوبہ ہر ضلع ہر ریاست ہر شہر میں جنگی کمیٹیاں بن گئی ہیں۔ اور وار فنڈ میں فراخ دلی سے چندہ دیا جا رہا ہے۔

—— خاکساروں کے بڑے مقدمہ کی سماعت جاری ہے

—— شدید آندھی سے رنگون کے علاقہ میں ۷ مکانات منہدم ہو گئے۔

—— ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتاریاں کی جا رہی ہیں۔

—— سر سکندر حیات وزیراعظم پنجاب حزب اللہ کانفرنس کے جلسہ میں شرکت کے لئے جلال پور (جہلم) تشریف لے گئے۔

—— پنجاب اسمبلی کا خفیہ اجلاس ۱۵ر جولائی کو منعقد ہوا۔

—— شملہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ قومی حکومت کے قیام کا اسی ہفتہ اعلان ہو جائیگا۔

—— ترکی نے اعلان کیا ہے کہ ہم ملک و قوم کی حفاظت کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہادیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

جلد ۲۷ ——— نمبر ۷

ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ

شذرات

قرآن کریم کی ایک ایک آیت، آیت کا ایک ایک جزو حکمت و موعظت، رشد و ہدایت اور بصائر و عبر کا درس دیتا ہے قرآن کریم کا صاف و صریح اور واضح حکم ہے۔

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

یعنے، جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تفسیر القرآن میں لکھا ہے۔ کہ

"حمایت و حفاظت دین کیلئے جبکہ وہ خطرہ میں ہو، جہاد و قتال اور مال کا خرچ کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ لیکن مدافعت کے پورے ساز و سامان اور مصالح و ضروریات کے تہیہ کئے بغیر خطرہ میں نہ پڑ جانا چاہیئے۔ اور کسی فرد یا جماعت کو جان بوجھ کر اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ جس سے عہدہ برآ ہونے کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ عام اس سے کہ معاملہ مذہبی ہے یا غیر مذہبی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مثلاً اگر ایک مسلمان کو ایک زبردست طاقت اسلام سے انکار کرنے پر مجبور کرے۔ تو چونکہ وہ اس طاقت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلام ہی سے انکار کر دینا چاہیئے۔ نہیں یہ تو اسلام اور اعلیٰ ایمان کے شان کے خلاف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ زور کی کمزوری سے مقاومت نہ کرے۔ اور جہاد و قتال پر آمادہ نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ممکن ہے کہ مدافعت سے دستبردار ہو کر حق کی خاطر مظلومانہ جور و ظلم سہتے سہتے مخلصی ہو جائے۔ دشمنوں سے الگ، اور دور رہ جانے کی کوئی تدبیر نکل آئے۔ یا خدا ان کے دلوں میں کچھ رحم ڈال دے اور وہ اس کے جان و ایمان کے خواہاں نہ رہیں۔ اور دونوں بچ جائیں۔ حکم شریعت بھی یہی ہے۔ اور فرزانگی بھی یہی کہ جہاں تک ہو سکے۔ ایمان اور جان دونوں کو بچایا جائے۔ اور جب ایمان بچتا نظر نہ آئے۔ تو پھر جان ایمان پر قربان کر دے اور ایمان کو آنچ نہ آنے دے۔ مگر جان دینے کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ باہمہ کمزوری زبردست طاقت کے مقابلہ میں آجائے یا مظلومانہ جان دے۔ پہلی صورت بے بس کو اختیار نہ کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ حمایت

ومدافعت کا اثر نہ اصل حق پر ہوتا ہے اور نہ حق کا اثر دوسرے کے دلوں پر ہی کچھ پڑتا ہے۔ برخلاف اس کے مظلومانہ مارے جانے کا اثر ہوتا ہے۔ اور دشمنوں کے دل بالعموم کی حق پسندی بسا اوقات وہ کام کر جاتی ہے، جو کہ کمزوری کی مدافعت ہرگز نہیں کر سکتی۔ یہی حال دنیاوی امور میں مقاومت کا سمجھو۔ زبردست طاقت سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بغیر مقاومت خدائی قانون کے خلاف ہے جس کی سزا تباہی ہے۔

خاکساروں کو مشورہ

خاکسار جماعت محض خدمت خلق کا اہم فریضہ انجام دینے اور عامۃ الناس میں اخوت و ایثار اور مروت و ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کتم عدم سے عالم شہود میں آئی تھی۔ دس سال کی طویل مدت تک اس جماعت نے اپنا مفوضہ فرض نہایت تندہی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ ملک کی سیاسی جماعتوں کی باہم آویزی سے بارہا فضا مسموم ہوئی۔ فرقہ وارانہ فسادات نمودار ہوئے۔ ہندو مسلم تصادم سے خونریزیاں ہوئیں۔ لیکن خاکساروں کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ مشرقی کے غلط عقیدہ کی بناپر علمار نے پوری قوت کے ساتھ خاکساریت کے خلاف آواز اُٹھائی۔ کفر کے فتوے صادر کئے لیکن خاکساروں کی تنظیمی مساعی مشکور ہوئیں۔ اور جماعت غیر معمولی طور پر پھلتی پھولتی گئی۔ حتیٰ کہ کئی ہند و نوجوان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ مسلمان ایک ایسی تحریک کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ جو تفریق و تشتت کا طلسم توڑ کر ایک نظام کے تحت شیرازہ بندی کا فرض انجام دے، خاکساریت میں بظاہر یہ خوبی پائی جاتی تھی لہذا عوام بھی اس کے ہمنوا ہوتے گئے۔

حکومت پنجاب نے اپنی مصلحتوں کے پیش نظر گذشتہ فروری میں کم و بیش اٹھارہ ہندو مسلم جماعتوں پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں۔ اور فوجی پریڈ و قواعد ممنوع قرار دے دی۔ سترہ جماعتوں نے حکومت کے اس اعلان کو صبر و سکون کے ساتھ سنا۔ لیکن خاکساروں نے وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کے فرمان کو پس پشت ڈال کر ایک ایسی طاقت سے ٹکر لگائی، جس کی زد سے عہدہ برآ ہونے کی وہ توفیق نہ رکھتے تھے۔ اس غیر مآل اندیشی کے نتیجہ میں بہت سے فرزندان توحید مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بیکار ہو گئے۔ عوام کی وہ تمنائیں جو اسلامی تنظیم سے متعلق خاکساروں سے وابستہ تھیں فنا ہو گئیں۔ تحریک کچلی گئی۔ ہم گذشتہ اشاعت میں خاکسار نوجوانوں کو دیانتداری کے ساتھ مشورہ دے چکے ہیں۔ کہ وہ سردست اپنی سرگرمیاں روک دیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ دین و ایمان خطرہ میں نہیں۔ اسلام کے کسی رکن کے ضیاع کا خوف لاحق نہیں۔ حکومت کی طاقت سے متصادم ہو کر خواہ نخواہ اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ تحریکیں امن وسلامتی کے ساتھ اور آئینی سعی و جہد کے ساتھ پنپ سکتی ہیں۔ بحالات حاضرہ دین و اسلام کی خدمت کا اقتضا یہ ہے کہ خاکسار جماعت آیۂ متبرکہ کی تعمیل میں ایسے عزائم سے احتراز کرے۔ جو جانی و مالی ضیاع کا موجب ہونے والے ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پنڈت نہرو اور حکومت آصفیہ

کانگرسی مہا پرشوں خصوصاً پنڈت جواہر لال نہرو

نے دولتِ آصفیہ کے خلاف ہرزہ سرائی اور فضول نکتہ چینی اپنا ایک اہم فریضہ قرار دے رکھا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ حکومت نظام کا نظم ونسق قابل صد تبریک اور لائق تقلید ہے پنڈت نہرو کا دل خود اس حقیقت کا معترف ہے۔ لیکن تعصب مذہبی کا جنون ان کے سر پر سوار ہے۔ اور وہ ژاژ خوائی کے لئے مجبور،

پیشتر ازیں حکومت دکن کے خلاف پنڈت نہرو نے جتنی بار بھی زبان طعن دراز کی، اتنی بار مُنہ کی کھائی۔ "القریش" اور ملک کے دیگر مقتدر جرائد اس مسئلہ پر بیشتر مضامین شائع کر چکے ہیں۔ اور صاحبان فہم و فراست خوب جانتے ہیں۔ کہ حکومت آصفیہ کا نظام کیسا ہے۔ تاجدار دکن کے اصول جہاں بانی پر رعایا کس قدر مطمئن ہے۔ لیکن پنڈت جی ہیں کہ اپنے درد کی دوا اسی لغویت میں تلاش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں پنڈت جی نے اپنے ایک بیان میں کہا۔ کہ

"حیدرآباد ایک پرانی قسم کی جاگیر ہے۔ اور سر اکبر حیدری (وزیر اعظم) قرون وسطیٰ کے نظام پر قانع ہیں"

پنڈت جی ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے اپنے ہردے (دل) سے اس کا جواب لیں۔ تو انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ حیدرآباد کے موجودہ نظام سے بہتر نظام کا قیام ناممکن ہے۔ کانگرسی حکومتوں کو دو اڑھائی سال نظام ملک داری کا موقع میسر آیا تو وہاں کیا ہوا۔" "چاندور بسوا" کا انسانیت سوز واقعہ اور اس پر ناگپور ہائی کورٹ کا فیصلہ ہمارے سامنے ہے۔ اس قسم کے بیسیوں اور حوادث دنیا کے سامنے ہیں۔ آپ کی نمائندہ حکومتوں کے ورنہ نظام کے کشتوں کے جانبر ہونے کی کوئی توقع ہی باقی نہیں۔

حکومت حیدرآباد زمانہ کے پہلو بہ پہلو مدارج ترقی طے کر رہی ہے۔ اصلاح دیہات، مفت تعلیم۔ صنعتی ترقی، زرعی پیداوار کی فروخت، انجمن ہائے امداد باہمی کا قیام۔ رسل ورسائل کا بہترین انتظام، دادرسی، آب پاشی کی شاندار سکیموں پر عمل، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، مذہبی آزادی، سٹیٹ ریلوے کی ترقی، تعلیم بالغان، ہر شعبہ بطریق احسن اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ جہاں تک مالیات کا تعلق ہے شاید ہی کوئی ایسا وزیر ہو جو سر اکبر حیدری کے برابر کام کر سکے۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ "حیدرآباد ایک پرانی قسم کی جاگیر ہے۔ اور سر اکبر حیدری قرون وسطیٰ کے نظام پر قانع ہیں۔ رقابت مذہبی نہیں تو کیا ہے،

حضور نظام کی جنگی اعانت

اعلیحضرت حضور نظام تاجدار دکن اپنی فوج اور اس کے اخراجات کے ماسوا ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرما چکے ہیں۔ اب سر اکبر حیدری صدر اگزیکٹو کونسل حکومت آصفیہ اور مسٹر سی ایچ اپنے صدر ہرکین فنڈ نے ایک اپیل میں لکھتے ہیں۔ کہ ایسے نازک ترین موقعہ پر برطانیہ کو امداد دینے کے سلسلہ میں انفرادی طور پر ہندوستان اور سارے برطانوی مقبوضات کی طرف سے جس فیاض دلی کا ثبوت دیا گیا ہے ہم اس سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ برطانیہ اور ہندوستان کی قسمتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں حضور نظام کی حکومت نے اس سلسلہ میں برطانوی وزارت فضائیہ کو ایک لاکھ پچاس ہزار رسٹرلنگ عطا فرما کر اپنا زبردست فرض ادا کیا ہے

لیکن یہ امداد کافی نہیں ہے۔ چونکہ ہریکین کلاس کے طیارہ کے لئے تین لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں انفرادی طور پر بھی اس میں حصہ لینے کی اشد ضرورت ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس اپیل پر عام وخاص پر گہرا اثر ہوا ہے۔ اور امدادی فنڈ میں معقول رقوم کی وصولی شروع ہو گئی ہے۔

حضور نظام کی حکومت نے گذشتہ جنگ عظیم میں بھی حکومت برطانیہ کی امداد و اعانت میں شایان شان حصہ لیا تھا۔ زر وسیم کی تھیلیوں کے علاوہ فوجی ساز و سامان اسلحہ اور کثیر تعداد میں سپاہ پیش کی تھی۔ اور تا اختتام جنگ اس کا تمام بار اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ امید ہے کہ اس جنگ میں بھی برطانیہ کی فتح و نصرت میں دولت آصفیہ کا نمایاں ہاتھ ہوگا "یار وفادار دولت برطانیہ" نے ہر موقع پر حق دوستی ادا کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ زندہ باد حضور نظام ، فرخندہ باد دولت آصفیہ ،

دولت عباسیہ اور جنگ

اعلحضرت نواب صاحب بہاولپور جنگ سے متعلقہ امور پر خاص توجہ معطوف کر رہے ہیں۔ ریاست میں وار کمیٹیوں کے قیام کا اعلان ہو چکا ہے۔ تشویشناک اور ہیجان خیز خبروں کی نشر و اشاعت پر کڑی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ کرنسی نوٹ قبول نہ کرنے پر سزائیں دیجاتی ہیں۔ پولیس افسران ان امور کی دیکھ بھال کیلئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ خان بہادر نبی بخش محمد حسین صاحب وزیر اعظم اور میجر شمس الدین صاحب وزیر تعلیم ہٹلریت کی بیخکنی کیلئے مخصوص ذرائع و تدابیر سے کام لے رہے ہیں۔ اسلامی ریاستیں نازیت اور ہٹلریت کے خلاف دولت برطانیہ سے ہر ممکن طریق پر تعاون کر رہے ہیں لہذا عامۃ المسلمین کا فرض ہے کہ وہ بھی اس نازک موقع پر برطانیہ کی امداد و اعانت میں امکانی مساعی عمل میں لانے سے دریغ نہ کریں۔

مسٹر چرچل کا بیان

مسٹر چرچل نے ایوان عام میں جو بیان دیا ہے۔ اس کا وہ حصہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں انہوں نے جنگ کے متعلق برطانیہ کی پوزیشن کو واضح کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:-

کوئی گفت و شنید جاری نہیں صلح کیلئے کوئی مذاکرات نہیں ہو رہی۔ برعکس اس کے ہم جنگ کو برابر جاری رکھیں گے۔ اور ان تمام وسائل سے کام لیں گے۔ جن سے ہم کام لے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسی صلح ہو جائے۔ جو حق و انصاف پر مبنی ہو۔ اور جس کے لئے ہم جنگ میں کر رہے ہیں

اس کا روشن ثبوت یہ ہے کہ برطانیہ نے فرانس کے بحری بیڑے کو جرمنی کے قبضے میں جانے سے روکنے کے لئے موثر تدابیر اختیار کیں۔ اور بایاں کارروائی اس کے بیشتر حصے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

مسٹر چرچل نے افسوں کو استقامت و جرأت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کی تلقین کرنے کے بعد اعلان کیا ہے۔ کہ ہمارے پاس اسوقت بجو مستحکم اور مسلح فوج موجود ہے وہ اس تمام فوج کو تباہ کر سکتی ہے۔ جسے جرمنی فضائی چھتریوں کے ذریعہ سے برطانیہ میں اتار سکتا ہے۔ اور جرمنی کا بحری بیڑا پہلے کے بہ نسبت زیادہ طاقتور ہے یہ حالات امید افزا معلوم ہوتے ہیں۔ اب ضرورت اسی بات کی ہے کہ تمام جمہوریت پسند عناصر اعدائے جمہوریت کی قوت او ظلم و ستم کی شکست کیلئے منظم ہو جائیں اور برطانیہ کو ہر ممکن امداد دیں۔

تذکرۂ برادری

موقت الشیوع جرائد بالتخصیص مخصوص مقاصد کے رسائل کے لئے یہ بڑا نازک وقت ہے۔ جنگ کی وجہ سے کاغذ بیحد گراں اور نایاب ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہی خواہانِ القریش، قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات صفحہ ۲ کا نوٹ "سنئیے" بغور ملاحظہ فرماویں۔ اور اپنے قومی جریدہ کی اس پریشان کن کاغذی گرانی سے عہدہ برآ ہونے میں فراخ دلی کے ساتھ اعانت کرکے عندالقوم مشکور ہوں۔ اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ صاحب ثروت حضرات مالی اعانت کریں اور دیگر حضرات اپنے حلقہ احباب میں توسیع اشاعت کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ وباللہ التوفیق!

ندوۃ القریش

۱۔ مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مینجنگ کمیٹی کے دو اجلاس ۲۷ مئی اور ۱۰ جولائی کو یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔ جولائی کا اجلاس شدت گرمی کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔

۲۔ ملحقہ انجمنوں میں سے صرف انجمن "فلاح القریش" بہاولپور کے علاوہ کسی کی کارروائی ابھی تک موصول نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہی درج کی جاتی ہے۔ بعد میں موصول ہونے والی رپورٹیں آئندہ اشاعت میں درج کی جائینگی۔

انجمن فلاح القریش بہاولپور

۳۔ مکرمی پیرزادہ محمد اسلم صاحب اسلم ایم۔ اے ایل ایل۔ بی، جنرل سکرٹری انجمن "فلاح القریش" بہاولپور تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۵ جولائی (جمعہ) کی شام کو انجمن کا ایک خاص اجلاس زیر صدارت پیرزادہ کریم بخش صاحب وکیل حفیظ لاج بہاولپور میں منعقد ہوا۔ کارروائی حسب ذیل ہوئی۔

الف۔ اعلیٰحضرت حضور سرکار عالی فرمانروائے دولت عباسیہ خلد اللہ ملکہٗ کے فرمان "پیام صادق" اور ساداتِ قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کے اس اہم اعلان کی جو آل انڈیا ریڈیو سٹیشن سے براڈکاسٹ ہوا۔ تائید میں حکومت برطانیہ کی فتح و نصرت اور ہٹلرازم کی تباہی کیلئے دعا کی گئی۔

ب۔ ریاست بہاولپور کے قریشی حضرات سے پر زور اپیل کی گئی۔ کہ چونکہ ہٹلرازم کی طاغوتی حرکتوں نے دنیا کے امن و امان کو فتنہ سامانی و بے چینی کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔ وہ جمہوری اصولوں کے خلاف اور مذہب کا دشمن ہے۔ نازیت امن و سلامتی کی یکسر مخالف ہے۔ اور فتن و فساد اس کی فطرت و طینت ہے۔ اس لئے اسکی بیخ کنی کیلئے حکومت برطانیہ کی جان و مال سے امداد کریں۔ کیونکہ یہی حکومت جمہوریت کے زریں اصولوں کی حامل ہے اور آئین ہند کو کامل جمہوریت کی جانب لے جارہی ہے۔

ایک قابل ذکر شادی

ج۔ شادی کی تقاریب پر بالعموم مراسم قبیحہ بڑے شد و مد اور کر و فر سے انجام دی جاتی ہیں۔ اسراف

بے جا ہیں ہزاروں روپے برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ اصلاح کی ضرورت تو سب محسوس کرتے ہیں۔ لیکن وقت آنے پر یہ تمام باتیں طاقِ نسیاں پر رکھدی جاتی ہیں۔ اور خلاف شریعت محفلیں گرما کر دادِ عیش دی جاتی ہے۔ جس سے ملت کے مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ نام و نمود کے اس دور میں مبارک ہیں وہ لوگ جو قدرت و استطاعت رکھنے کے باوجود میانہ روی سے کام لیکر عوام کے لئے ایک مثال پیدا کردیتے ہیں۔ اور اپنے ہاں کی تقاریب نہائت سادگی کے ساتھ شرعی احکام کے تحت انجام دینے میں فخر و مباہات خیال کرتے ہیں۔

عزت نشان محسن الملک مولانا مولوی غلام حسین صاحب ریٹائرڈ ہوم منسٹر بہاولپور کے فرزند عالیجناب میجر شمس الدین صاحب قریشی ہاشمی وزیر تعلیم بہاولپور کے برادر اصغر مولوی نظام الدین حیدر صاحب بی۔ اے اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل بہاولپور گورنمنٹ کی شادی خانہ آبادی کی تقریب ۱۴ جون کو نہائت تزک و احتشام کے ساتھ سرانجام ہوئی۔ ارکان دولت، عہدہ داران حکومت اور شرفائے شہر شریک تقریب تھے۔ میزبانوں نے پرتکلف مگر سادہ طریق پر مہمانوں کی خاطر و مدارات کا فرض انجام دیا۔ اور شادی کے جملہ لوازم شرعی امور کے تحت انجام دینے کا پوری پابندی کے ساتھ لحاظ رکھا۔ برات میں وزراء امرا اور رؤسا شامل ہوئے باجہ گاجہ و آتشبازی اور لہو و لعب سے احتراز قطعی روا رکھا گیا۔ مسٹر عطا محمد چشتی، جناب محترم مسٹر عبدالقادر مسٹر سراج الدین اور ماسٹر عبدالرحمن صاحب آزاد و دیگر شعراء نے قابل داد سہرے پڑھے۔

حاجی شیخ عبدالغنی صاحب وزیر جنگ بہاولپور کے ہاں برات کا شایان شان استقبال ہوا۔ شام کو آپ کی صاحبزادی سے نکاح کی سنت انتہائی سادگی کے ساتھ سرانجام ہوئی۔ اور مہمانوں کی پرتکلف کھانوں سے تواضع کی گئی۔ خداوند کریم مسلمانوں کو اپنے ہاں کی تقاریب نہائت سادگی اور شرعی احکام کے تحت انجام دینے کی توفیق عطا کرے دعا ہے کہ اللہ عزوجل یہ شادی خانہ آبادی مبارک کرے

میں انجمن فلاح القریش بہاولپور کی طرف سے بخلوص دل اس تقریب کے بخیر و خوبی سرانجام ہونے پر عالی مرتبت وزیر تعلیم اور اُن کے والد بزرگوار کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوا اس شاندار تقریب پر مراسم قبیحہ سے محترز و مجتنب رہنے پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں۔

(پیرزادہ)

محمد اسلم سلیم ایم۔ اے، جنرل سکرٹری انجمن فلاح القریش

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مکرمی پیر شیر محمد صاحب شوکت (بودلہ) صدیقی سیکرٹری بودلہ قریش کمیٹی فیروز پور کے ایک خط سے یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ پیر عطا محمد صاحب (بودلہ) رئیس جنڈ والہ کے برادر اصغر اور شوکت صاحب کے داماد پیر علی محمد صاحب نے طویل علالت کے بعد ۳ مئی سنہ ۱۹۴۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم انڈر گریجوایٹ اور فہمیدہ انسان تھے۔ آپ کی وفات سے خاندان کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ دعا ہے کہ غفور الرحیم مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

بصائر و عبر

تختِ زمیں سینکڑوں آئے چلے گئے

عہدِ فاروقی میں بنی غسان کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم دارالسلطنت بلقاء میں تختِ حکومت پر متمکن ہے۔ شاہانہ طمطراق پورے شباب پر ہے۔ دادِ عشرت دل کھول کر دی جاتی ہے۔ دَورِ نشاط چلتا ہے۔ رقص و سرود کی محفلیں گرمائی جاتی ہیں۔ اور

نازک مزاج شاہاں تابِ سخن ندارند

کا معاملہ ہے۔ کیف و سرور اور نمود و نمائش کے اس عالم میں ناگاہ جبلہ کے کان اسلامی فتوحات کے اس ہیبتناک ذکر سے آشنا ہوتے ہیں۔ حالات کا مطالعہ کرنے پر جبلہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ سارے قبائلِ عرب نے علمِ اسلام کے آگے سر جھکا دیا ہے۔ اور کل شرفائے عرب مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ لیکن یہ معلوم کر کے کہ حجاز کی دینی حکومت کی سطوت ایران و روم کی صدیوں کی عظمت و جبروت کو پامال کئے ڈالتی ہے۔ تو خود بھی دینِ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

مسندِ خلافت پر فاروقِ اعظمؓ جلوہ فرما ہیں۔ جبلہ بن ایہم کا ایلچی بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہو کر بصد ادب بایں مفہوم درخواست پیش کرتا ہے۔ کہ

"میں چاہتا ہوں۔ کہ خود مدینہ حاضر ہو کے پیغمبر آخرالزمان پر ایمان لاؤں"

دربارِ فاروقی میں مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ کیونکہ انہیں فرمانروائے بنی غسان اور تاجدارِ بلقاء کے ایمان لانے کی جتنی خوشی ہو سکتی تھی۔ قیصرِ روم کے دینِ اسلام قبول کرنے پر ہو سکتی تھی۔ اور نہ خسرو عجم کے مسلمان ہونے پر۔ جناب فاروقؓ نے اسے جواب میں خوش ہو کر تحریر فرمایا۔

"شوق سے آؤ، ایمان لانے کے بعد تم کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ و تمہارے فرائض بھی وہی ہو جائیں گے۔ جو ہمارے فرائض ہیں"

اس جواب سے جبلہ کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ سر پر غرور جھک گیا اور اسلامی مساوات نے اس کے دل و دماغ پر قابو پا لیا چنانچہ پانچ پُرشوکت سواروں کے ساتھ وہ مدینہ طیبہ میں آیا۔ سرِ منزل پونچکر اس نے اپنے جلوس کے تمام سواروں کو زرتاری دار زربفت کی قبائیں پہنائیں اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کا سارا لشکر سونے کے دریا میں غرق ہے۔ بیچ میں اپنا مرصع زرّیں تاج سر پر رکھے اور مرصع و مغرق کپڑے پہنے خود تھا اور اس کے سونے کے تاج میں اور جواہرات کے ساتھ اس کی دادی ذات القرطین کے دونو مشہور گوشوارے بھی آویزاں تھے۔

اس کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو تمام اہلِ مدینہ تماشا دیکھنے یا استقبال کیلئے شہر کے باہر گئے۔ اور بچے اور گھروں کی بیٹھنے والی عورتیں تک اس کے جلوس کی آن بان دیکھنے کے شوق میں گھروں سے باہر نکل پڑیں۔ اور اس سے پہلے مدینہ میں کبھی ایسی دھوم دھام نہیں نظر آئی تھی۔ غرض بڑے جلوس اور ٹھاٹھ کے ساتھ جبلہ مدینہ میں داخل ہوا حضرت عمرؓ سے آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ اسی قدر نہیں چند روز بعد موسم حج آیا تو اُس نے

حضرت فاروق کے ہمراہ حج کرنے کے شوق میں مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی حج کے زمانہ میں ایک دن خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ عرب کے دنیا پرست امراء کی پرانی وضع یہ تھی۔ کہ ازار تہمت ایسی باندھتے جو بہت نیچی ہوتی۔ اور اُس کے دونوں سرے زمین پر لوٹتے جاتے جس کی حدیث میں سخت ممانعت آگئی ہے۔ جبلہ بھی اسی وضع میں تھا۔ اور شاید اس کے ابھی ابھی مسلمان ہونے کے خیال سے لوگوں نے اس کی یہ متکبرانہ وضع گوارا کر لی تھی۔ اتفاقاً اُسی وقت بنی فزارہ کا ایک معمولی شخص بھی مصروف طواف تھا۔ نادانستگی سے اس کا پاؤں جبلہ کی ازار کے اس کونے پر پڑ گیا۔ جو زمین پر لوٹ رہا تھا۔ ساتھ ہی جبلہ نے بے دیکھے قدم آگے بڑھایا تو ازار کھل گئی۔ جبلہ کا سا مغرور فرماں روا بھلا اس کی تاب لا سکتا تھا اس فزاری شخص کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مار دیا۔ کہ ناک کا بانسہ پھوٹ گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ فزاری نے آکے حضرت عمر سے شکائت کی۔ اور آپ کے دربار عدالت سے دادخواہ ہوا۔ آپ نے آدمی بھیج کے جبلہ سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے اس بے گناہ شخص کو تھپڑ کیوں مارا ہے؟ اُس نے کہلا بھیجا۔ "اس شخص نے بڑی گستاخی کی۔ کہ میری ازار پر اس طرح پاؤں رکھ دیا۔ کہ وہ کھل گئی۔ اور یہ تو طمانچہ ہی تھا مجھے اگر حُرمت کعبہ کا پاس نہ ہوتا۔ تو میں اُس کا سر اڑا دیتا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔" خیر جو ہوتا وہ تو ہوتا۔ مگر آپ نے اپنا یہ جرم تو قبول کر لیا۔ کہ اسے تھپڑ مارا ہے۔ اب یا تو جس طرح بنے اُسے راضی کیجئے۔ ورنہ بحکم شریعت غرار (والجروح قصاص) میں اس فزاری کو مجاز کردونگا۔ کہ ویسا ہی تھپڑ آپ کو مارے یہ سُن کے جبلہ کو حیرت ہوگئی۔ بولا" مجھ سے اور قصاص! میں ایک فرماں روا ہوں اور وہ ایک ادنےٰ درجہ کا بازاری شخص ہے"۔

جناب فاروق نے فرمایا۔" مگر اسلام نے تمہیں اور اسکو برابر کر دیا ہے۔ اب سوا نیکوکاری کے کوئی مایۂ فضیلت نہیں ہو سکتا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" جبلہ نے کہا" میں تو سمجھتا تھا کہ اسلام لانے سے میری عزت بڑھ جائے گی۔ نہ کہ جو کچھ آبرو ہے وہ بھی ڈوب جائے"۔ جناب عدالت پناہ نے فرمایا" بیشک عزت بڑھ گئی اور وہ یہی باہمی مساوات اور اخوت دینی ہے"۔ اس پر بگڑ کے جبلہ بولا۔" یہی حال ہے تو میں پھر عیسائی ہو جاؤنگا"۔ حضرت فاروق نے فرمایا۔" اور تم مرتد ہو گئے تو میں تمہارا سر اُڑا دونگا"۔ جناب فاروق کی زبان سے یہ کلمہ سُن کر جبلہ کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ اور دلیلیں سوچنے لگا کہ کیا کروں۔

اب یہاں یہ حالت ہو رہی تھی۔ کہ ایک طرف بنی فزارہ کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا تھا۔ کہ ہمارے قبیلہ والے کے ساتھ ناانصافی نہ ہونے پائے۔ دوسری طرف جبلہ کے سوار دست بہ شمشیر تھے۔ کہ ہمارے تاجدار کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ ہو جائے۔ آخر جبلہ نے حضرت عمر سے کہا" تو پھر مجھے سوچنے کیلئے کل تک کی مہلت دیجئے۔ جو کچھ مناسب ہوگا کل کرونگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔" منظور ہے"۔ اس کے بعد جب رات کو اندھیرا اچھا ہو گیا۔ جبلہ اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ مکہ سے بھاگ کھڑا ہوا اور ایسا دہشت زدہ اور خائف تھا کہ گو اپنے ملک و وطن ہی میں سے ہو کے گذرا۔ مگر وہاں بھی دم نہ لیا۔ آگے بڑھ کے قلمرو روم میں داخل ہوا۔ اور وہاں بھی اطمینان نہ ہوا۔ تو بھاگتے بھاگتے خاص قسطنطنیہ میں داخل ہوا۔ اور ہرقل سے ملا۔ ہرقل شہسواران اسلام کی متواتر فتحوں کی خبریں سُن کے سہما ہوا تھا جب دیکھا کہ عربوں میں ہی کا ایک سردار بلکہ تاجدار اُن سے رُوٹھ کے میرے پاس چلا آیا ہے تو بہت خوش ہوا۔ بڑی

قدر و منزلت سے پیش آیا۔ حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کی۔ اور بہت بڑی جاگیر دی۔ کہ اطمینان و فارغ البالی اور شاہانہ تمکنت سے زندگی بسر کر سکے۔ بہت سے غسانی لوگ اس کے ساتھ ہی چلے گئے۔ بہت سے بعد جا پہنچے۔ جو لشکر روم میں اعلیٰ درجہ کے سپہ گروں کا کام دیتے تھے۔

چند روز بعد حضرت فاروق اعظم نے ہرقل کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا۔ اُسے دین اسلام کی تبلیغ کی اور اپنے خط میں بتایا۔ کہ اسلام میں کیسی کیسی خوبیاں ہیں۔ ہرقل نے دین اسلام کے قبول کرنے سے انکار تو کیا۔ مگر جزیہ اور شرائط پر صلح کر لی۔ کیونکہ بغیر صلح کئے اُسے اپنی سلطنت نہایت ہی خطرناک حالت میں نظر آتی تھی۔ ہرقل جب حضرت عمر کے خط کا جواب لکھنے کو بیٹھا۔ تو اُسے خود بخود ملک غسان جبلہ کا خیال آیا۔ اور جناب فاروق کے ایلچی سے پوچھا "تم اپنے اس ملکی و قومی بھائی سے بھی ملے۔ جو ہمارے دین کا گرویدہ ہو کے یہاں آیا ہے۔ اور ہمارا مہمان ہے؟" اس نے کہا "نہیں" بولا "تو اس سے جا کے مل آؤ۔ جب تک میں خط کا جواب لکھتا ہوں"

خود اس ایلچی کا بیان ہے۔ کہ قیصر کے قصر سے نکل کے جب میں جبلہ بن ایہم کی ڈیوڑھی پر پہنچا تو وہاں بھی مجھے ویسے ہی ٹھاٹھ اور ویسی ہی شان و شوکت نظر آئی جیسی کہ خود ہرقل کے دروازے پر تھی۔ دربانوں اور حاجبوں کا ہجوم۔ غلام زرق برق کپڑے پہنے اور فوجی لوگ ہتھیار لگائے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ اور ملنا درکنار جبلہ کو آنے کی اطلاع کرانا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ بڑی دشواریوں سے میں نے اپنی اطلاع کرائی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے باریابی کا موقعہ ملا۔ اندر جا کے اس کی صورت دیکھی تو پہچان نہ سکا۔ اس لئے کہ جب مدینہ میں آیا ہے اسکی ڈاڑھی مونچھیں سیاہ تھیں۔ اور اب سفید ہو گئی تھیں۔ اتنے میں اس نے ایک خادم کے ہاتھ سے سونے کا بُرادہ لے کے داڑھی پر چھڑک لیا۔ اور اس کے چہرے کے تمام بال سنہرے ہو گئے اور داڑھی سونے کے سہرے کی طرح جگمگا اُٹھی۔ وہ ایک شیشہ کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے پایہ آبنوس کے تھے۔ اور ان میں سونے کی پچی کاری تھی۔ سر پر ایک مرصع تاج پہنے تھا۔ جس کی چوٹی پر صلیب تھی۔ مجھے پہچانتے ہی اس نے کھینچ کے اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا۔ اور مسلمانوں کے حالات پوچھے۔ میں نے کہا "الحمد للہ کہ سب خیریت سے ہیں۔ اور ان کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے۔ جب آپ نے دیکھا تھا۔ اُس سے اب بدرجہا زیادہ بڑھ گئے ہیں" پوچھا۔ "عمر بن الخطاب کیسے ہیں؟" میں نے کہا "وہ بھی بہت اچھے اور مع الخیر ہیں" یہ سنتے ہی میں نے دیکھا۔ کہ اسکا چہرہ مکدر ہو گیا۔ مجھے اس کی یہ حرکت ایسی بُری معلوم ہوئی۔ کہ تخت سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے متعجب ہو کے کہا۔ "میں تو تمہاری قدر و منزلت کرتا ہوں۔ اور تم اس سے بھاگتے ہو؟" میں نے کہا ایسے تخت پر بیٹھنے سے ہمیں رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہے" بولا "ہاں انہوں نے منع کیا ہے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ مگر میں تو کہتا ہوں اپنا دل پاک و صاف رکھو اور جیسے فرش اور تختوں پر چاہو بیٹھو" اس کو جناب رسول خدا پر درود بھیجتے سُن کے میرے دل میں حوصلہ پیدا ہوا۔ اور میں نے کہا "جبلہ افسوس تم ایمان نہیں لاتے۔ آخر اس میں تامل کیا ہے؟" بولا "ان سب باتوں اور اپنے مرتد ہونے کے بعد بھی کیا میں مسلمان ہو سکتا ہوں؟" میں نے کہا "بیشک بنی فزارہ ہی میں کا ایک شخص مرتد ہو گیا تھا۔ تم سے زیادہ اس نے مسلمانوں سے دشمنی کی۔ ان کے مونہوں پر تلواریں ماریں

لیکن اب خدا کے ہدایت کرنے سے دین اسلام قبول کر لیا۔

جبلہ نے اس گفتگو کو ٹال کر کے اپنے ایک خادم کی طرف کچھ اشارہ کیا۔ جو فوراً تعمیل حکم کو دوڑا۔ اور چند لمحوں کے بعد خدام نے آ کے دسترخوان بچھا دیا۔ اور طرح طرح کی نفیس غذائیں سونے کی بادیوں میں اور چاندی کی رکابیوں میں لا کے چنی گئیں۔ جب سب کھانا آگیا۔ تو اس نے مجھ سے کہا "کھاؤ" میں نے ہاتھ روکا اور کہا "جناب رسالتمآب صلعم نے سونے چاندی کے ظروف میں کھانے سے منع فرمایا ہے" یہ سن کے چرپیلے کی طرح بولا۔ ہاں انہوں نے منع فرمایا ہے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ مگر میں تو کہتا ہوں دل پاک و صاف رکھو اور جیسے برتنوں میں جی چاہے کھاؤ" آخر میرے مٹی کے برتنوں میں اور اس نے اپنے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھایا۔ جب غذا سے فراغت ہوئی تو چاندی کی سلفچی میں سونے کے آفتابہ سے ہاتھ دھلائے گئے۔ اور دسترخوان بڑھایا گیا۔

اب اس نے پھر اپنے خادم کو اشارہ کیا۔ اور دم بھر میں دس مرصع طلائی کرسیاں داہنی طرف اور دس بائیں طرف لا کے بچھا دی گئیں۔ چند دقیقہ نہ گزرے ہوں گے۔ کہ دونوں جانب ان کرسیوں پر نہایت ہی حسین و مہ جبین۔ گل رخسار و جادو نگاہ و نازک اندام میں مغرق و مرصع لباس سے آراستہ سر سے پاؤں تک زیور سے لدی اور دلہن بنی ہوئی آ کے اُن کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ میں نے زندگی بھر میں کبھی ایسی پری جمال و نازک اندام مہ وشیں نہیں دیکھی تھیں۔ میں انہیں بیس نازنینوں کی ہر ہر ادا پر فریفتہ ہو رہا تھا۔ کہ ناگہاں ایک اور گل رخسار حسینہ آئی۔ جس کا حسن و جمال سب سے بڑھا ہوا تھا۔ بے اختیار زبان سے نکلا۔ "تبارک اللہ احسن الخالقین" اس گل اندام کے سر پر ایک زریں تاج تھا۔ اس کی چوٹی پر ایک سفید طائر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں مشک و عنبر سے بھرا ہوا جام تھا۔ اور بائیں ہاتھ میں گلاب کا کٹورا۔ اس حسینہ کا فوراً جبلہ کے سامنے لب سے ٹھہر کے سیٹی بجائی۔ فوراً وہ طائر اس کے تاج سے اڑ کر نیچے آیا۔ اور گلاب کے جام میں لوٹنے اور غوطہ لگانے لگا۔ اس کے بعد اس نے پھر سیٹی بجائی۔ تو وہ اڑ کے جبلہ کے تاج کے گرد چکر لگانے اور اس کے تاج کی صلیب پر گلاب چھڑکنے لگا۔ میں تو یہ تماشہ دیکھ کے متحیر تھا۔ مگر جبلہ مارے خوشی کے ہنس پڑا اور دانت جڑ تک کھل گئے۔

اب یہ نازنین تو ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ اور جبلہ نے داہنی جانب والی نازک اندامون سے کہا۔ اب تم ذرا مجھے خوش کر دو۔ فوراً انہوں نے اپنے چنگوں کے تار کھینچ کے اور سر ملا کے چند اشعار گائے۔ جن میں پہلا یہ شعر تھا؎

للہ در عصابۃ نادمتہم   یوماً بجلق فی الزمان الاول

ان اشعار میں اس کے خاندان کی خوبیاں اور اس کی عظمت بتائی گئی تھی اور ان کی فیاضی و دریا دلی کی مدح تھی ان اشعار کا نغمہ سن کے وہ پھر اسقدر ہنسا کہ مسوڑھے کھل گئے اور میری طرف دیکھ کے کہا "جانتے ہو یہ اشعار کس کے طبعزاد ہیں؟ میں نے کہا۔ نہیں"۔ بولا "یہ حسان بن ثابت کے شعر ہیں جو محمد (صلعم) کے مداح خاص ہیں"

اس کے بعد اس نے بائیں طرف والی مہ جبینوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا۔ اب تم مجھے ذرا رُلا دو حکم کے ساتھ ہی ان گل اندامون نے اپنا ساز درست کیا۔ اور چند اشعار گائے جن کا مطلع تھا۔

لمن الدار اقفرت بمعان   بین اعلی الیرموک فالجمان

یہ اشعار نہ تھے بلکہ دراصل فرمانروایان بنی غسان کے قصر شاہی کے اجڑنے کا مرثیہ تھا۔ جس میں اس کے محل کے گرد کی سینری دکھائی گئی تھی۔ اس کو سن کے جبلہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آنکھوں سے آنسو پونچھ کے مجھ سے پوچھا "اور جانتے ہو یہ شعر کس نے کہے ہیں؟" میں نے کہا "نہیں" بولا "یہ بھی حسان بن ثابت ہی کے شعر ہیں" اس کے بعد اس نے چند شعر خود پڑھے جس میں دوسرا شعر یہ تھا۔

رَجعتُ الی الاَمرِالذّی قال لی عُمر   فیا لیت امی لم تلدنی وَلیتنی

ان شعروں میں اُس نے اپنے تھپیڑ مارنے اور اپنی ضد پر قائم رہنے پر پچھتا کے اپنی جلا وطنی پر اظہار اندوہ وملال کیا تھا جبلہ بن ایہم کس سطوت وجبروت اور شان وشکوہ کا تاجدار تھا۔ مگر ایسے

تختِ زمیں پہ سینکڑوں آئے چلے گئے
فاعتبروا یا اولی الابصار

۴۸۶

نعت شریف

بھائی رونق۔ ہدیہ سلام مسنون۔ چند شعر کی نعت ارسال کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ پھر دوسری اشاعت کیلئے کچھ ارسال کرونگا۔ طبیعت وہ نہیں رہی، لاکھ چاہتا ہوں کہ پھر دل غم دیدہ کام دے۔ مگر ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا (شاکر صدیقی)

اے فروغ خاکیاں و نوریاں   دُور کب ہونگی یہ میری دُوریاں؟
مجھکو تیری چشم کوثر ریز نے   دو جہاں کی بخشی ہیں مخموریاں
روند ڈالیں تیرے پائے خلق نے   سرکشوں کی ایک دم مغروریاں
ذاتِ حق نے روزِ محشر کے لئے   دیں شفاعت کی تجھے منظوریاں
تیرے دم سے خاکیوں کو رشک سے   دیکھتے ہیں چرخ پر سے نوریاں۔
دور یثرب سے شکستہ بال و پر   دیکھ! اے آقا مری مجبوریاں
لوٹنا چاہا جو حوروں نے انہیں   تیری زلفوں میں چھپیں کستوریاں

نذر لایا ہے تری سرکار نے
بہرہ ور شاکر کی ہوں معذوریاں

شاکر

معارف القرآن

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسُ

ہم دنیا والوں کے درمیان زمانے کو اسی طرح اُدلتے بدلتے رہتے ہیں۔ ہمارے انقلاب کا ہاتھ یوں ہی حرکت کرتا رہتا ہے اور ہم قوموں کو اسی طرح اٹھاتے اور گراتے رہتے ہیں۔

" زمانہ بہ سرعت تمام بدلتا رہتا ہے۔ یہ تبدیلیاں کبھی زلزلوں اور خوفناک سیلابوں اور کبھی حکومتوں کے تصادم اور جنگ وجدل کی صورت میں وقوع میں آتی رہتی ہیں۔ کوئٹہ اور بہار کی دنیا زلزلوں نے بدل دی۔ اناطولیہ کا زمانہ تباہ کن سیلاب و زلزلہ نے بدل دیا۔ یورپ میں جنگ کی قہرمانیاں برسرکار ہیں اس سلسلہ میں " تلک الایام نداولہا بین الناس " کے تحت معاصر "مدینہ" نے ایک عبرت انگیز مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جو ناظرین " القریش " کی واقفیت کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے "

جنگ کیوں ہوئی ———— ؟ اس سوال کے جواب میں عموماً اسلحہ کی زیادتی اور نازیت اور فسطائیت کی ہوس ملک گیری کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جنگ کی یہ وجہ محض سطحی اور ظاہری ہے۔ اصل وجہ وہ ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

ہم دنیا والوں کے درمیان زمانے کو اسی طرح ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ ہمارے انقلاب کا ہاتھ یوں ہی حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور ہم قوموں کو اسی طرح اٹھاتے اور گراتے رہتے ہیں۔

کیوں ———— ؟

کیا یہ قانون تفریح ہے۔ کوئی کھیل ہے یا کوئی تماشا ہے جس میں قدرت اپنے کو مشغول رکھتی ہے ؟ ہرگز نہیں، معاذ اللہ ! قدرت کسی کے ساتھ تمسخر نہیں کرتی، وہ کسی کے ساتھ نہیں کھیلتی، وہ کسی کو بے وجہ نہیں چھیڑتی، وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی ———— لیکن قدرت کے قانون اٹل ہیں اس کے اصول پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین اور سمندروں سے بھی زیادہ ذخار ہیں۔ جب تک کوئی فرد یا قوم راہ راست چلتی ہے اور قدرت کے اصولوں کی پیروی کرتی رہتی ہے۔ قدرت اسکا ساتھ دیتی رہتی ہے۔ وہ قوم اُٹھتی چلی جاتی ہے۔ بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔ برابر اوپر ہی اوپر چڑھتی چلی جاتی ہے ——
لیکن ناگاہ ایک گوشے سے شیطان اپنا سر نکالتا ہے۔ اور حسین وخوشنما لفظوں میں ایک حسین وخوشنما منظر دکھاتا ہے۔ اس کے دامن میں ایک نظر فریب جنت اور ایک دھوکے میں مبتلا کردینے والی بہشت ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں موسیقی و نغمے کے ہزاروں ساز ہوتے ہیں۔ پاؤں کے خلخال میں ہزاروں ترنم ریز گھنگرو اور ہر گھنگرو میں لحن داؤدی کی ایک عشرت خیز دنیا پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے مستی چھلکتی ہے۔ جسم کے ہر ہر رگ و ریشے سے کیف و سرمستی برستی ہے۔ وہ ایک ادائے دلربا اور ایک انداز

ساحری کے ساتھ کامیاب قوم کے کامیاب افراد کی طرف نگاوٹ کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ اور ان سے کہتا ہے کہ قدرت کے بے مزہ، روکھے پھیکے مگر اٹل قانون کی پیروی میں وہ لذت نہیں جو ان سے الگ ہٹ کر چلنے میں ہے۔ قوم یہ سنتی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ہولیتی ہے۔

——— پھر نتیجہ وہی ہوتا ہے۔ جو آج تک ہوتا آیا ہے۔ قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ لیکن قدرت کا قانون بدستور باقی رہتا ہے۔ اور اس قوم کی جگہ۔

"خدا ایک دوسری قوم کو اپنے احکام کا حامل و امین بنا کر بھیجدیتا ہے" (قرآن)

آ تجھ کو بتاؤں میں، تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رُباب آخر!

ابتدائے آفرینش سے آج تک قوموں کی تاریخ یہی رہی ہے۔ اور آج سے قیام قیامت تک یہی رہے گی۔ فلسفہ تاریخ کے سب سے پہلے امام ابن خلدون نے لکھا ہے۔ کہ ایک قوم کے عروج کا زمانہ زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ صدی ہوتا ہے اس کے بعد اس میں عیش پرستی، جاہ پسندی اور بداخلاقی و بداعمالی کے جراثیم راہ پا جاتے ہیں۔ اور اس کا جسم جگہ جگہ سے سڑنے اور عفونت دینے لگتا ہے۔ اور آخر کار دنیا کو اُس کی عفونت سے بچانے کیلئے قدرت کے انقلاب کا آہنی ہاتھ جنبش میں آتا ہے۔ اور وہ قوم تاریخ کے صفحات کی زینت بنکر رہجاتی ہے۔

پچھلی قومیں

دنیا کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالئے اور پھر دیکھئے کہ جاہ و جلال، عظمت و شان اور شوکت و تمکنت کے کیسے کیسے حیرت انگیز مناظر نظر آتے ہیں۔ اللہ اللہ بابل کا تخت جس کو دیکھنے سے نظریں خیرہ ہوتی تھیں، جس کے پرچم اقبال کے آگے اقبال ہمیشہ سر جھکائے کھڑا رہتا تھا ——— لیکن آج وہ کہاں؟ صرف تاریخ کے صفحوں پر اور تاریخ جاننے والوں کے اوراقِ دل پر!!

رومۃ الکبریٰ کے جاہ و جلال کو دیکھئے، جمشید و پرویز کے زرنگار و مرصع جگمگ جگمگ کرتے ہوئے تخت کو دیکھئے۔ ہرقل و مقوقس کے ایوانوں کی چہل پہل پر نگاہیں ڈالئے۔ فراعنۂ مصر کے محلوں کی طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھئے ہندوستان میں اشوک اعظم، چندر گپت، پٹھان، لودھی اور مغل سلاطین کے رُعب و داب کا معائنہ کیجئے ——— جہاں اقبال ایک ادنیٰ خادم، ایک حقیر نوکر اور ایک دست بستہ غلام کی طرح ہر وقت چاپلوسی کرتا تھا۔ اور باش و با ادب باش کی صداؤں سے زمین آسمان گونج رہے تھے ——— لیکن آج یہ سب کہاں ہیں؟

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

قدرت کا قانون

قدرت کے نزدیک سب انسان برابر ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ کوئی قوم، کوئی فرد یا کوئی شخص محض اس لئے قدرت کا محبوب نہیں ہے کہ وہ کسی خاص خطّہ زمین میں پیدا ہوا ہے یا اس کا سلسلہ نسب کسی خاص شخص سے ملتا ہے۔ جو شخص یا جو قوم قدرت کے اصولوں کی پیروی کریگی قدرت اس کو عزیز رکھیگی۔ جو ایسا نہ کریگا قدرت اس کو دھکا دے گی۔ قدرت نے دُنیا کی لذتوں کو دنیا پر چلنے والے ہر ذی روح کے فائدے کے لئے بنایا ہے۔ قدرت کا اصول سب کو ان سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن

انسان کیا کرتا ہے؟ انسان یہ کرتا ہے کہ جب اسے موقع ملتا ہے تو وہ قدرت کے اس قانون کے خلاف عیش و عشرت کو صرف اپنے لئے مخصوص کرلینا چاہتا ہے۔ وہ شیطان کی مدد سے غیر قدرتی اور غیر نظری قانون بناتا ہے۔ اور قدرت کے منشائے صریح کے خلاف انسانوں انسانوں میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ قدرت کی نظر میں سرمایہ و مزدور کا فرق نہیں۔ وہاں شہنشاہیت و محکومیت کا وجود نہیں۔ وہاں ہمیشہ کیلئے حاکم رہنے والی اور ہمیشہ کیلئے محکوم رہنے والی قوموں کا تصور نہیں۔ لیکن آج انسانوں نے یہ سب کچھ کر لیا ہے آج شہنشاہیت کے بازو دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان گنت انسانوں کو دبوچے ہوئے ہیں۔ سرمایہ داری اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ اور خدا کی بے شمار مخلوق کو دبائے ہوئے ہے ——— لیکن قدرت نے ان چیزوں کو نہ کبھی برداشت کیا ہے۔ اور نہ کبھی کرے گی۔ روم کے پادریوں نے جب مذہب کے نام پر شہنشاہیت قائم کی تو لوتھر پیدا ہوا۔ اور دنیا نے پراٹسٹنٹ کا نام سنایا۔ فرانس میں جب پادریوں نے رئیسوں کے ساتھ ملکر عیش و عشرت کو اپنی جاگیر بنانا چاہا تو انقلاب فرانس کی صداؤں سے دنیا گونجنے لگی۔ روس میں جب زار نے اپنی سطوت و شوکت کے نیچے دنیا کو چھپا لینا چاہا۔ تو شوشلزم کی آندھیاں اُٹھنے لگیں۔

غرض قدرت سب سے بڑی منصف ہے۔، سب سے بڑی عدل پرور و عدل نواز طاقت ہے ——— اور آج جو کچھ نظر آرہا ہے۔ وہ بھی اس کی اسی عدل پروری و انصاف نوازی کا کرشمہ ہے۔

— ع —

یاد دہانی

۱۔ جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ از رہِ حمیتِ قومی سال آئندہ کے زر چندہ کی ترسیل سے مشکور فرمادیں۔

۲۔ جن حضرات کی خدمت میں القریش نمونتہً حاضر ہو رہا ہے وہ منشائے خریداری، عدم خریداری سے مطلع کر کے مشکور کریں۔ بصورت خاموشی وی۔پی ارسال ہوگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا۔

"مینجر"

واقعات و حوادث

رفتار جنگ

عارضی صلحناموں کے بعد جنگی میدان کسی قدر سرد پڑ گئے ہیں۔ برطانوی طیارے جرمنی اور جرمنی کے مقبوضات پر اور جرمنی طیارے انگلستان۔ سکاٹ لینڈ اور ویلز پر بم باری کرتے رہے ہیں۔ ڈوبنی کشتیوں نے بھی فریقین کے جہازوں کو ڈبویا ہے۔ علاوہ ازیں برطانیہ اور جرمنی میں اور کوئی خاص لڑائی اب تک نہیں ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ متوقع جنگ کب شروع ہو گی۔

رومانیہ سے جو خبریں اب تک موصول ہوئی ہیں۔ انکا خلاصہ یہ ہے کہ بیسارابیہ اور بکووینیا پر روس کا قبضہ مکمل ہو گیا۔ جو روسی فوجیں غلطی سے آگے بڑھ گئی تھیں۔ وہ مقررہ حدود پر واپس آگئی ہیں۔ بلغاریہ اور ہنگری کے مطالبات ابھی تک باقی ہیں۔ لیکن ان دونوں ملکوں کی حکومتیں امن پسندانہ گفتگو کے ذریعہ مسائل طے کرنے کی خواہشمند ہیں۔ اس لئے مستقبل قریب میں کسی خطرہ کا امکان نہیں۔ مگر ان دونوں ملکوں کو مایوسی ہوئی تو پھر حالات جیسی اجازت دیں گے۔ کارروائی کی جائے گی۔ رومانیہ کی حکومت نے استعفیٰ دیدیا تھا۔ اب نئی حکومت بن گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رومانیہ نے خطرات کی صورت میں جرمنی کی فوجی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جرمنی نے انکار کر دیا۔

جاپان کے طرز عمل نے مشرق بعید میں جو حالات پیدا کر دیئے ہیں ان کے سلسلہ میں یہ اطلاعات ملی ہیں۔ کہ ہانگ کانگ سے عورتوں اور بچوں کو منیلا بھیجدیا گیا ہے۔ برطانوی بیان ہے کہ یہ کارروائی کسی فوری خطرہ کے پیش نظر نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ احتیاطی طور پر عمل میں آئی ہے۔ جاپان نے برطانیہ کو جو نوٹ بھیجا تھا۔ اس کا حکومت کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ ابھی تک حکومت اس نوٹ پر غور کر رہی ہے۔ جاپان کی فوجیں اب فرنچ انڈوچائنا کی سرحد تک پہنچ گئی ہیں۔ تاکہ وہ چنگ کنگ کی حکومت کو جو مال سپلائی ہوتا ہے۔ اس کی کڑی نگرانی کر سکیں۔ جاپانیوں کا خیال ہے کہ امریکہ اور برطانیہ دونوں جاپان کے خلاف کوئی خفیہ معاہدہ کر رہے ہیں۔

عارضی صلحناموں کی شرائط میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں کہ فرانس کا بحری بیڑہ جرمن اور اطالوی نگرانی میں فرانس کی بندرگاہوں پر غیر مسلح کر دیا جائیگا۔ جس کو جرمن اور اطالیہ اپنے لئے استعمال نہ کریں گے۔ اور فرانس کا کوئی شخص جرمنی یا اطالیہ کے خلاف جنگ نہ کریگا۔ اور نہ ان دونوں ملکوں کے مخالفوں کو کسی قسم کی مدد پہنچائیگا حکومت برطانیہ چونکہ اطالیہ اور جرمنی کے وعدوں پر اعتبار نہیں کرتی۔ اس لئے اس کو خطرہ پیدا ہوا۔ کہ فرانسیسی بیڑا اس جنگ میں اس کے خلاف جرمنی اور اطالیہ استعمال کریں گے۔ اس لئے حکومت برطانیہ نے ان فرانسیسیوں کی

سرقت جو آجکل لندن میں ہیں فرانسیسی بیڑے کو یہ ہدایات بھجوائے کہ وہ برطانی بندرگاہوں میں پہنچ جائے۔ لیکن کہا کوشش میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس پر حکومت برطانیہ نے فرانس کے ان تمام جہازوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جو برطانی بندرگاہوں میں لنگرانداز تھے نیز اُن جہازوں کے متعلق جو شمالی افریقہ کے بندرگاہوں میں تھے یہ کارروائی کی کہ اپنے بیڑے کی قوت پر ان کے سامنے چند ایسی شرطیں رکھیں جن کی معنی یہ تھے۔ کہ وہ یا تو برطانی حکومت کے قبضہ میں آجائیں یا دنیا میں ان کا کوئی وجود باقی نہ رہے کہا جاتا ہے کہ اوران اور امیر الکبیر کی بندرگاہوں کے فرانسیسی جہازوں نے اپنی حکومت کے مقابلہ میں برطانی حکومت کے احکام ماننے سے انکار کر دیا جس پر برطانی بیڑے نے حملہ کر دیا۔ اس حملہ کا نتیجہ برطانی اطلاعات کے مطابق یہ ہوا۔ کہ فرانس کے بیڑے کو شدید نقصان پہنچا۔ کچھ جہاز بچ کر طولون کی بندرگاہ پہنچ گئے۔ برطانیہ کی اس کارروائی پر اطالویوں کو بہت غصہ ہے۔ اور انہوں نے برطانیہ کو چیلنج کیا ہے۔ کہ وہ ایسی ہی کارروائی کسی اطالوی کسی اطالوی بحری مرکز میں کرے۔ ہر ہٹلر نے فرانس کی حکومت سے کہا ہے کہ ہر فرانسیسی جہاز برطانی جہازوں کا مقابلہ کرے۔ اور اگر وہ بچ کر نہ نکل سکے تو اپنے آپ کو ڈبو دے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسکندریہ کے فرانسیسی بحری بیڑے کے متعلق بھی اسی قسم کی اطلاعات موصول ہونے والی ہیں۔

جرمنی کا نیا ہتھیار

لندن۔ (بذریعہ ڈاک) لیج (بلجیم) کے ایک قلعہ پر قبضہ کرنے کیلئے نازیوں نے جو ہتھیار استعمال کئے ہیں اُن میں سے ایک کے متعلق اب انکشاف ہوا ہے۔ کہ یہ ایک قسم کا شعلہ بار ہے جس سے ۴۶ سوڈگری فارن ہیٹ گرمی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہتھیار قلعہ کے شگافوں کو اڑانے کے لئے کام میں لایا جا رہا ہے اور وہ قلعہ کی توپوں کو بیکار بنا دیتا ہے

رود بار انگلستان کے جزیرے

رود بار انگلستان کے مغربی حصے میں جہاں آبنائے ڈوور واقع ہے انگلستان و فرانس کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے لیکن جیسے جیسے مغرب کی طرف بڑھتے جائیں۔ فاصلہ بڑھتا جاتا ہے بحر اوقیانوس کی طرف سے رود بار میں داخل ہوں۔ تو فرانس کے ساحل سے قریب جرسی گورنسی، ایلڈرنی، سارک اور ہوم جزیرے صدیوں سے انگلستان کے قبضے میں چلے آتے ہیں۔ ان تمام جزیروں کا رقبہ ۷۵ مربع میل اور آبادی ۹۳۰۷۱ ہے ان جزیروں میں پہلے بھی کوئی قلعہ بندیاں نہ تھیں۔ یہ ساحل فرانس سے بہت قریب ہیں۔ ساحل انگلستان سے کافی دور ہیں۔ مثلاً بعض جزیرے فرانس سے صرف ۹ میل اور انگلستان سے کم از کم اسی میل ہیں۔ اب ان کو بڑی حد تک خالی کر دیا گیا ہے۔ اور انہیں کھلے جزیرے قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جرمنوں نے ان پر ہوائی حملے کئے اور بیدردی سے گولہ باری کر کے کئی جانیں ہلاک کر ڈالیں۔

ترکی اور شام

استنبول سے ۲۸ جون کو لندن میں اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ شام اور ترکی میں ایک اہم معاہدہ ہوا ہے۔ جس کی رو سے ترکی نے اپنی فوجوں کے تین ڈویژن جن میں دو مشینی دستے بھی شامل ہیں۔ شام اور روس کی سرحد پر تعینات کر دیئے ہیں اس معاہدہ کے مطابق دونوں ملکوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ

مشرقی بحیرہ روم میں موجودہ پوزیشن برقرار رکھیں گے۔

صوفیہ کے اخبار "پوسنیا" نے لکھا ہے۔ کہ مسٹر سراج اوغلو وزیر خارجہ ترکی نے جرمن سفیر مقیم انقرہ ہرفان پاپن کو مطلع کیا ہے۔ کہ ترکی یہ اجازت نہیں دیگا۔ کہ جرمنی اور اٹلی شام کی موجودہ پوزیشن تبدیل کریں۔

شام و برطانیہ

لندن کی ایک اطلاع ہے۔ کہ برطانی حکومت نے فرانس کے علاقہ شام کو یقین دلایا ہے۔ کہ اگر اٹلی یا جرمنی نے اس پر حملہ کیا یا اسے ہڑپ کرنے کی کوشش کی۔ تو برطانیہ ان کا مقابلہ کریگا۔ برطانیہ کی اس کارروائی پر ترکی میں تسلی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

ترکی کے فوجی استحکامات

مسٹر ہیری گرتیس بلقان اور مشرق قریب کے مسائل کے بہت ماہر ہیں۔ پچھلے دنوں وہ ان علاقوں میں آٹھ ہفتے دورہ کر کے آئے ہیں۔ ان کا ایک مضمون ولائتی اخباروں میں چھپا ہے جس کا مفاد یہ ہے:۔

جدید ترکی میں ریلوے ٹرینیں دوڑ رہی ہیں۔ پارچہ بافی کے دستی کرگوں کی جگہ عظیم الشان کارخانے کھڑے ہیں۔ اور تعلیم عوام کے مرکز جابجا قائم ہیں۔

ترکی میں فولاد کی صنعت کا یہ حال ہے۔ کہ اس وقت وہاں تین "بلاسٹ" بھٹیاں کام کر رہی ہیں۔ جو دو سو ٹن لوہے کا کام روزانہ انجام دے رہی ہیں۔ ایک "سیمن مارٹن" بھٹی ہے۔ جو اسی ہزار ٹن فولاد سالانہ ڈھال رہی ہے۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے کئی کارخانے ہیں۔ جن میں ایک لاکھ ٹن سالانہ کا کام ہو رہا ہے۔ ان تمام کارخانوں میں جو کچی دھات استعمال ہو رہی ہے۔ وہ ترکی کانوں سے برآمد ہوتی ہے۔ جدید ترکی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف ہے۔ لہٰذا ترکی اتحادیوں کے ساتھ ہے وہ جنگ میں شامل ہو یا نہ ہو محض اس کی دوستی ہی ہمارے لئے جنگ کی طوالت کو کم کر دے گی۔

بری بحری ہوائی طاقت

اگر بلقان میں کسی طرف سے جارحانہ اقدام کیا جائے۔ تو چند گھنٹے کے نوٹس پر ترک دو لاکھ کا ایک لشکر جرار بحیرہ اسود اور بحیرہ ایجیین کے پار پہنچا سکتے ہیں۔ ترکی کے پاس تمام بلقانی ریاستوں کی نسبت ہوائی جہاز زیادہ ہیں۔ ایک ہزار جہاز تو بالکل جدید قسم کے اور کیل کانٹوں سے لیس موجود ہیں۔ اور ہوائی جہازوں اور ان کے ناخداؤں کی ایک بھاری تعداد محفوظ ہے۔

ترکی ستر لاکھ پاؤنڈ کے خرچ سے بحیرہ مارمورا کے مقام غلوک پر ایک عالیشان بحری مستقر تیار کر رہا ہے۔ بحیرہ اسود میں روس کا سب سے بڑا جہاز "پرسکایا کا مونا" ہے۔ لیکن ترکی کا "یادوز" دنیا بھر میں صرف ایک جنگی جہاز ہے۔ جو اس روسی جہاز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

ترکی فوج اناطولیہ کے کسانوں پر مشتمل ہے۔ جو پیدائشی جنگجو سپاہی ہیں۔ اور جن کی بہادری اور جفاکشی مسلم ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ انہیں کل اسلحہ سے بہت دلچسپی ہے۔ اور وہ جدید ترین ہتھیاروں کو نہائت سہولت سے استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن اتحادیوں کے لئے ترکی کی بری، بحری اور ہوائی طاقت ہی باعث تقویت نہیں۔ بلکہ اس کی اہمیت کے عناصر یہ ہیں۔ کہ وہ آبناؤں کا محافظ ہے۔ مشرق ادنیٰ میں اتحادی تیل کے چشموں کا پہرے دار ہے۔ بے شمار سیاسی معاہدوں کا مرکز ہے۔ جن کے ماتحت افغانستان، عراق، ایران، یونان

سب اس کے دوست ہیں۔ اور وہ بلقان کیلئے سب سے بڑا سہارا ہے۔

ترکی در دانیال پر قابض ہے۔ روس خوب جانتا ہے کہ در دانیال اور سیبسٹوپول اور اوڈیسا کی قلعہ بند بندرگاہیں اور ماورائے قفقاز کے تیل کے چشموں کیلئے کیا معنی رکھتی ہیں۔ اس لئے اسٹالین ترکی پر حملہ کرنے میں ذرا تامل سے کام لیگا۔ اس کے علاوہ ترکی سرحد سے روسی سرحد پر حملہ بے حد آسان ہے۔ اور یہ بات بھی روسیوں کے اچھے طرز عمل کی ایک ضمانت ہوگی۔

بلغاریہ

بلقان میں ایک بلغاریہ ہی ہے۔ جو کسی نازک وقت میں خطرے کا باعث ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کی سرحد ترکی سے ملی ہوئی ہے۔ اور ترک کہتے ہیں کہ اگر بلغاریہ کسی بلقانی ریاست پر حملہ کرے۔ تو ہم تین ہفتوں کے اندر بلغاریہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک کچل کر رکھ دیں گے۔

یونان

یونان بھی ترکی کا حلیف ہے۔ اور ان دونوں ملکوں کی سرحدیں بھی ملی ہوئی ہیں۔ اگر اٹلی نے مشرق کا رخ کیا۔ تو ترکی فوجیں سالونیکا کی بندرگاہ کو اتحادیوں کی خاطر محفوظ رکھنے کیلئے یونان کی مدد کریں گی۔ رومانیہ کی بڑی بندرگاہ کونسٹنزا ترکی سے ۱۹۵ میل دور سمندر پار واقع ہے۔ اور رومانیہ کو یقین ہے۔ کہ اگر رومانیہ پر حملہ ہوا تو ترکی فی الفور اس کی مدد کو پہنچیگا۔

ڈوڈیکینیز

باقی رہے جزائر ڈوڈیکینیز جن پر ہوائی جہازوں کے اڈے اور دوسرے استحکامات تعمیر کرنے میں اٹلی نے بیشمار روپیہ خرچ کیا ہے۔ ترکوں کا قول یہ ہے۔ کہ انہوں نے جزیرہ روڈس سے دس یا پندرہ میل دور ساحل پر لمبی مار کرنے والی توپیں نصب کر رکھی ہیں۔ جن سے روڈس کے ہوائی اڈوں اور استحکامات کو آسانی سے برباد کیا جا سکتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر حملہ آور یقیناً شکست کھائے گا۔

پنجاب و ہندوستان

کچھ روز ہوئے مسٹر گاندھی نے "ہر انگریز کے نام" کے عنوان سے ایک اپیل شائع کی تھی۔ جس میں جنگ کے معاملہ میں لڑائی بند کرنے اور اہنسا اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ

> "میں چاہتا ہوں کہ آپ ہتھیاروں کے بغیر نازیوں سے لڑیں۔ اگر میں فوجی اصطلاح کو قائم رکھوں تو آپ اہنسا کے ہتھیاروں سے جنگ کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہتھیار ڈالدیں۔ جو آپ کو یا انسانیت کو نہیں بچا سکتے۔ آپ ہٹلر اور مسولینی سے کہیں کہ ہمارے ملکوں سے تم جو کچھ لینا چاہتے ہو وہ آ کر لے لو۔ وہ اپنے خوبصورت جزیرے اور بہت سی خوبصورت عمارتوں پر ان کو قبضہ کرلینے دو۔ مگر اپنی روح کو اور ذہن پر ان کا قبضہ نہ ہونے دو۔ اگر یہ شریف لوگ آپ کے گھروں پر قبضہ کرنا چاہیں تو آپ گھروں کو خالی کر دیجئے۔ اگر وہ لوگ باہر آنے کا کھلا راستہ نہ دیں۔ تو اپنے مردوں عورتوں اور بچوں کو قتل ہو جانے دیجئے مگر اطاعت قبول نہ کیجئے۔ اس عمل یا طریقہ کو میں اہنسا پر مبنی عدم تعاون کہتا ہوں۔"

گاندھی جی کے اس مضحکہ خیز بیان کو عوام ابھی سمجھ نہیں سکے

سبھاش چندر بوس کی گرفتاری پر بنگال میں مظاہرہ کیا گیا۔

مسٹر ستیہ مورتی اور بعض دیگر کانگرسی نمائندے کانگرسی صوبائی حکومتوں کے قیام کیلئے بیتاب ہیں۔ پچھلے دنوں مسٹر گاندھی مسٹر جناح اور مسٹر ساورکر نے علیحدہ علیحدہ وائسرائے ہند سے ملاقاتیں کیں۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے گاندھی جی کی ملاقات کے بعد دہلی میں ایک اہم اجلاس منعقد کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس ملاقات کا نتیجہ کانگرس کے حسب دلخواہ نہیں ہوا۔ خاکساروں نے حکومت پنجاب سے تصفیہ کرنے کا اختیار مسٹر جناح کو دیدیا ہے۔ اور ۲۷ نومبر تک اپنی سرگرمیاں ملتوی کر دی ہیں۔ سکھوں کی فتنہ انگیز و فساد خیز سرگرمیاں جاری ہیں۔ جس سے عامۃ الناس پر خوف و ہراس طاری ہے۔ اس غرض کے پیش نظر سکھوں نے کئی مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ ترنتاارن میں سکھ کثیر تعداد میں جمع رہتے ہیں بھاولوالہ ضلع سیالکوٹ میں سکھوں نے نہتے مسلمانوں پر منظم حملہ کیا۔ سرگودھا میں پرامن شہری مسلمانوں پر تیزاب پھینکا گیا۔ اور شدید چلایا گیا

حفظ امن کیلئے حکومت کو ان کارروائیوں کے سدِّ باب کیلئے فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بنگال میں ہالوں یادگار (بلیک ہول) مٹانے کے سلسلہ میں سبھاش چندر بوس کی سرکردگی میں ستیہ گرہ کی مہم جاری ہے۔ ۴۴ ستیہ گرہی گرفتار ہو چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت بنگال نے ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن شورش پسندوں نے مہم شروع کر دی۔ گرمی کی شدت سے ملتان راولپنڈی، سرگودھا، یوسف والا اور کئی مقامات پر کئی جانیں تلف ہو گئیں۔ ملک بھر میں ہوائی حملوں کی حفاظت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اور بورڈ بھی کثرت سے بن رہے ہیں۔ عوام سوک گارڈ میں انتہائی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور برطانیہ کی حمائت کے لئے متحدہ طور پر تجاویز سوچی جا رہی ہیں۔

ایک اہم گذارش

کاغذ کی خلاف توقع گرانی اور عدم دستیابی کی وجہ سے جہاں منقول ترین اردو انگریزی اخبارات حجم گھٹانے پر مجبور ہوئے ہیں۔ القریش کی ضخامت بھی ۱۶ صفحہ کے قریب کم ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے بڑے بڑے ضروری، اہم اور نتیجہ خیز مضامین رہ جاتے ہیں۔ اختصار سے کام لینے میں ترتیب رسالہ میں وہ لطف نہیں رہا۔ ناظرین کرام ہمیں معذور خیال فرمائیں۔ کچھ عرصہ کے لئے اسی پر اکتفا کریں۔ اور توسیع اشاعت کی کوشش سے ہماری اعانت کریں۔ اس سلسلہ میں دفتر سے کچھ خطوط بھی جاری ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ بہی خواہانِ القریش توجہ دیں گے۔

رونق صدیقی

ہم اور ہمارے اسلاف

موازنۂ اعمال

مسلمان عاقبت نا اندیش ہیں، ان میں اتفاق نہیں اتحاد نہیں، اخلاق و آداب، نہیں، اخوت و محبت نہیں مسلمان نکمے ہیں۔ تن آسانی اور عیش پسندی ان کا شیوہ ہے۔ اس لئے ہر میدان میں اور ہر موقعہ پر وہ مُنہ کی کھاتے ہیں، یہ الفاظ ہیں۔ جو آج ہر مسلمان کے منہ سے سنے جاتے ہیں۔ اور بیان کرنے والا اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہ گویا اسے مسلمانوں سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ وہ کسی دوسری کمیونٹی سے متعلق ہے اور وہ مسلمانوں کی اس حالت پر دردمندانہ اظہار تاسف کر رہا ہے۔ کہنے والے اگر کہنے اور تشنیع آمیز الفاظ زبان پر لانے کی بجائے ذرا اپنی حالت، اپنے اعمال و افعال پر ایک نظر ڈالیں اور اپنے اسلاف کے طرز عمل سے اسکا موازنہ کرنے کی زحمت گوارا کریں۔ تو مسلمانوں کے ملی درد کا بطریق احسن علاج ہو سکتا ہے۔ ہر شخص اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پائے۔ اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کرے تو ان کی یہ کمزوریاں بلا تکلف دور ہو جائیں۔ اور اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمان ہر میدان میں کامیاب و فائز المرام ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ذیل کی سطور ناظرین کی خاص توجہ کی محتاج ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضؓ ایک روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے مسلمانو میں تمہارا امیر ہوں۔ میری اطاعت تم پر فرض ہے۔ لیکن بتاؤ کہ اگر میری کوئی بات خلاف شریعت ہو۔ تو تم کیا کرو گے؟

مجمع پر خاموشی طاری ہوگئی۔ لوگ تلملا گئے۔ ایک شخص اٹھا اور نیام سے تلوار کھینچ کر بے جھجک پکار اٹھا کہ اے عمرؓ، ہم کیا کریں گے! اگر تمہاری کوئی بات خلاف شریعت پائیں گے۔ تو اس تلوار سے تمہارے بل نکال دیں گے یہ جرأت ایمانی تھی۔ کہ ایک عام فرد خلیفۃ المسلمین کو یوں بیباکانہ چیلنج کر رہا ہے۔ مگر اب جرأت ایمانی کیا ہے۔ ماتحت اپنے افسروں کے حضور کتنی آزادی رکھتے ہیں؟ ایک ملازم صراحتاً دیکھتا ہے۔ کہ اس کا آقا شریعت کے خلاف آئین و اصول کے خلاف عمل کرتا ہے۔ مگر وہ دم نہیں مار سکتا۔ اور ملازمت کے لالچ میں جی حضوری ہے۔ زبان بند ہے۔ امراء و رؤساء کے درباروں میں جاکر دیکھو۔ بڑے بڑے مدعیان شرافت و ایمان محض روٹی کے لالچ میں کیسی ایمان فروشیاں کرتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ آقا خدا و رسول کے خلاف ہے خوشامدانہ ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ اس کی تائید کیلئے قرآن و حدیث کی تحریف سے بھی نہیں چوکتے

امیر حمص خلیفہ ثانی کے حضور حاضر ہوئے تو حضرت نے دریافت کیا کہ اے امیر کہ تمہارے ہاں دنیوی شان و شوکت کا کیا کیا سامان ہے۔ امیر حمص نے عرض کی کہ حضرت ایک لاٹھی، جس پر تکیہ کرتا ہوں۔ ایک توشہ دان۔ جس میں کھانا رہتا ہے۔ ایک پیالہ جس میں کھاتا ہوں۔ ایک لوٹا جس میں پینے اور وضو کیلئے پانی رکھتا ہوں۔ دنیا کی تمام چیزیں انہیں کے تابع ہیں۔ امیر کبیر اور یہ سامان! اللہ اکبر! بخلاف اس کے

لُٹ گیا ہے، عالیشان محل، قیمتی سے قیمتی قالین کا فرش، چاندی و سونے کی کرسیاں، بلوریں میزیں جھاڑ و فانوس اور بجلی کے قمقمے، عیش و عشرت کا سامان، قوالوں اور طوائفوں کی محفلیں، آرائشوں اور زینتوں کا عالم، تکبّر و رعونت کی فراوانی، مذہب سے نفور، عقیدہ کے لحاظ سے معجون مرکب۔ کبھی بولیں تو نہایت ہلکی پھلکی اور باریک آواز سے، معشوقانہ انداز، انا للہ۔

حضرت قیس بن عاصم کیلئے لونڈی نے حسب معمول ایک سیخ کباب تیار کئے، پیش کر رہی تھی۔ کہ ہاتھ لرز گیا۔ اور سیخ گر کر حضرت کے صاحبزادے پر پڑی۔ بچہ زخمی ہوا اور زخموں کی تاب نہ لاکر راہیٔ ملک بقا ہوگیا۔ لونڈی مارے خوف کے بے حال ہو رہی تھی۔ حضرت کی جبیں پر بل تک نہ آیا۔ اور لونڈی کو آزاد کر دیا۔

حضرت امام حسن رح کا مشہور واقعہ ہے۔ کہ آپ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ لونڈی گرم شوربے کا پیالہ لائی۔ ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت کے لباس پر گرا۔ جامہ مبارک خراب ہوجانے کے علاوہ شوربے کی گرمی سے جسد مبارک کو کوفت ہوئی۔ لونڈی سہم گئی۔ آپ نے ازرہ ترحم خسروانہ اُسے آزاد فرمادیا۔

اب ہمارا برتاؤ اپنے ملازموں اور زیردست انسانوں سے کیا ہے؟ بلاتقصیر سزائیں دینا فیشن قرار پاگیا ہے۔ معمولی سی غلطی پر جہالت کی تمازت کئی درجے بڑھ جاتی ہے۔ اور خادم کی شامت آجاتی ہے۔ بدکلامی و ترش زبانی کی انتہا ہو جاتی ہے۔ نوکروں اور ماتحتوں کو چھوڑ کر دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ عام طور پر جو سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ وہ آپ روز دیکھ رہے ہیں۔ فوجداری عدالتوں میں جائیے اور مسلمانوں کے عفو و حلم کا نقشہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ابراہیم اطروش رح فرماتے ہیں کہ صوفی کی ہتھیلی اس کا پیالہ ہے۔ ہاتھ اس کا تکیہ ہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ اس کا خزانہ ہے۔ حضرت عبداللہ رح مجلس میں بیٹھے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت فقیری کسے کہتے ہیں۔ آپ ذرا متامل ہوئے اور اُٹھ کر اندر چلے گئے۔ واپس آئے۔ تو فرمایا کہ میرے پاس چار دانگ چاندی تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے فقیری کے متعلق گفتگو کرنے میں مجھے شرم محسوس ہوتی تھی۔ لہذا خیرات کرکے آیا ہوں۔ تاکہ فقیری کا ذکر کرسکوں۔ لیکن اب کا صوفی ریشمی لباس پہنتا ہے۔ ایرانی و استنبولی قالینوں پر بیٹھتا ہے۔ امیرانہ محلوں میں رہتا ہے۔ شاہانہ ساز و سامان رکھتا ہے۔ عطروں میں بسا رہتا ہے۔ املاک و جائداد کا مالک ہوتا ہے۔ خوبصورت مسہریوں پر برقی پنکھوں کی ہوا میں سوتا ہے۔ دسترخوان رنگا رنگ نعمتوں سے چنا جاتا ہے۔ امراء سے ملتا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبوں پر دنیاداروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

جہاں مسلمانوں کی یہ حالت ہو۔ وہاں ملت کی بگڑی پر رو رو کر تقریریں کرنا رونے اور آنکھیں کھولنے کے مترادف نہیں تو کیا ہے۔ مسلمان جب تک صراط مستقیم پر چلنے کی سعی نہ کریں گے۔ عروۃ الوثقیٰ تھام کر اسلاف کے نقش قدم چلنے کی توفیق نہ پائیں گے۔ بگڑی نہیں بن سکتی، خدا مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

سیاسی بدحواسیاں

معیان فہم وتدبر کی بدحواسیں عجب دلچسپ ہوتی ہیں، کانگرس کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی آزادی کے جنون میں اتنے بدحواس ہو چکے ہیں۔ کہ وہ ہر مسئلہ اہنسا (عدم تشدد) سے طے کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اعلان میں انہوں نے کہا کہ "میں عدم تشدد سے پاکستانی سکیم کو روکونگا۔" اب انہوں نے انگریزی حکومت کو مشورہ دیا ہے۔ کہ "وہ دشمن کا عدم تشدد کے ہتھیاروں سے مقابلہ کرے۔ اور جو کچھ وہ مانگے اسے دیدیا جائے۔" پچھلے دنوں فارورڈ بلاک کے ایک ممبر نے صوبائی کورٹ کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی کرسئ عدالت پر عارضی قبضہ کرکے اپنی بدحواسی کا مظاہرہ کیا۔ افسر خزانہ سے چابیوں کا مطالبہ کیا۔ اور اسسٹنٹ کمشنر کو عدالت خالی کردینے کو کہا۔ اس مجنون پر یہ بدحواسی اس وقت تک طاری رہی جب تک پولیس نے گرفتاری کا نسخہ نہ سنگھا دیا۔ شرومنی پربندھک کمیٹی کے ہمہ دان صدر ماسٹر تارا سنگھ جو تعصب اور شر انگیزی میں کھڑک سنگھ سے بھی دوچار ہاتھ آگے ہیں۔ اور پاکستانی سکیم کے مقابلہ میں خالصستانی سکیم کے محرک اول ہیں آج بدحواسی میں کہہ رہے ہیں۔ کہ "خالصستان کی سکیم کسی بیوقوف شخص نے گھڑلی ہے۔ اسکا سکھوں میں کوئی وقار نہیں۔" کانگرس کے صدر مولانا آزاد نے مسٹر جناح کو لکھا کہ "قومی حکومت ایک ایسی کابینہ ہوگی۔ جو کسی ایک پارٹی پر مشتمل نہو۔ لیکن کیا لیگ کی پوزیشن یہ ہے۔" مسٹر جناح نے اس بدحواسی کے جواب میں لکھا۔ کہ "میں آپ سے کوئی مذاکرات جاری نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے اسلامیان ہند کا اعتماد کھو دیا ہے۔ کیا آپ یہ احساس نہیں رکھتے۔ کہ آپ کو ایک دکھاوے کا مسلمان "کٹھ پتلی" پریزیڈنٹ بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ ممالک غیر کو دھوکا دینے کیلئے کانگرس کو قومیت کا رنگ دیا جاسکے۔ آپ نہ تو مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور نہ ہندوؤں کی۔ اگر آپ میں خودداری ہے تو فوراً مستعفی ہو جائیے۔" امید ہے کہ اس جواب سے آزاد صاحب کی بدحواسی کا ازالہ ہوجائیگا۔ جمعیۃ العلماء کے اجلاس کے ایک اشتہار میں انتہائی بدحواسی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ علمائے کرام کی اس جماعت نے اپنے جلسہ کے دعوت نامہ کو خالص ہندی بھاشا سے پُر کرنے کی کوشش کی ہے یعنی اردو زبان کی بجائے گاندھوی بھاشا سے کام لیا گیا ہے آپ شروع سے اخیر تک پڑھ جائیے۔ خاک سمجھ نہیں آئیگی کہ مشتہرین کیا کہتے ہیں۔ قصاب برادری کی "جمعیۃ القریش" کی طرف سے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ "ملک کی موجودہ اضطراب انگیزی اور مسائل دقیقہ اور متنازع فیہا کی پیچیدگی کے قابل اطمینان حل کیلئے نواب صاحبزادہ خان بہادر حاجی شیخ محمد رشید الدین رئیس میرٹھ سے درخواست کی گئی ہے۔" گویا ملک کی سیاسی بیماری کا صحیح علاج خان بہادر صاحب ہیں۔ اِلّا ماشاءَ اللہ!

یہ گویا بڑے بوڑھوں کی باتیں ہیں مَنْ نُعَمِّرهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ عمر رسیدہ کی طبعی حالت اُلٹی ہو جاتی ہے۔

ہندو مندر پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی زرونتی پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر الافشا، تعزیہ لف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی زرونتی)

سادات قریش کا واحد اصلاحی جریدہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

ماہنامہ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر: محسن القوم محمد علی

مقر تبلیغ امرت سر — اگست سنہ ۱۹۴۰ء

قیمت سالانہ
رؤساسے پانچ روپے ۵
عوام حضرات سے تین روپے ۳

غیر مستطیع طلباء سے عہ
نمونہ کا پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷

فہرست مضامین القریش امرتسر

جلد (۲۷) مطبوعہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء مطابق رجب سنہ ۱۳۵۹ ھجری نمبر (۸)

یاددہانی

کاغذ کی پریشان کن گرانی کے پیش نظر عام اپیل کے ماسوا مخصوص مخیر حضرات سے بذریعہ خطوط خاص اپیل کی گئی تھی۔ خلاف توقع اب تک خاموشی ہے۔ انجمن قریشیان صوبہ بہار اس پریشانی میں ہاتھ بٹانے کی تجویز کی ہے۔ دیگر حضرات فوری توجہ معطوف کریں۔ ان حضرات سے جو ہر آڑے وقت اپنے اصلاحی آرگن کی اعانت فرماتے رہے ہیں۔ توقع ہے۔ کہ وہ توجہات خصوصی سے جلد از جلد مشکور کریں۔ وباللہ التوفیق،

رونق

سلام بحضور خیر الانام

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

سلام اُس پر کہ جو تھا ابنِ عبد اللہ بطحائیؔ
سلام اس پر کہ بخشی حق نے جسکو شانِ یکتائیؔ

سلام اس پر کہ جو دنیا میں سب نبیوں کے بعد آیا
سلام اس پر کہ شاہ انبیا جس نے لقب پایا

سلام اس پر کہ جس کو احمدِ مختار کہتے ہیں
سلام اس پر کہ جس کو یثربی سرکار کہتے ہیں

سلام اس پر کہ دنیا میں کوئی ثانی نہیں جس کا
سلام اس پر کہ تھا پیغام بر روح الامیں جس کا

سلام اس پر کہ جس کو ہادیٔ برحق کہا سب نے
سلام اس پر کہ فرمایا جسے خیر البشر رب نے

سلام اس پر کہ جو تھا بانیٔ آزادیٔ انساں
سلام اس پر کہ ہے ممنون جسکا طبقۂ نسواں

سلام اس پر کہ کہتے ہیں شہِ ہردوسرا جس کو
سلام اس پر کہ سب سے مرتبہ اونچا ملا جس کو

سلام اس پر کہ جو بن کر انیس بیکساں آیا
سلام اس پر کہ جس کو سب نے اپنا مہرباں پایا

سلام اس پر کہ جس کے خُلق کا ہے معترف خالق
سلام اس پر کہ کہتے ہیں جسے سب مخبرِ صادق

سلام اس پر کہ جو آیا تھا مردِ باخدا بن کر
سلام اس پر کہ جو چھایا تھا رحمت کی گھٹا بن کر

سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں پر بھی نہ کی سختی
سلام اس پر کہ جس کا اُمتی ہونا ہے خوش بختی

سلام اس پر کہ جو تھا پیشوا و رہبرِ عالم
سلام اس پر کہ کہتے ہیں جسے پیغمبر اعظم

سلام اس پر کہ جو حق کا پیامِ آخری لایا
سلام اس پر کہ جس نے قوت باطل کو لرزایا

سلام اس پر کہ جو تھا افتخارِ نسلِ انسانی
سلام اس پر کہ بے سایہ تھا جسکا جسمِ نورانی

سلام اس پر کہ جو دیتا تھا آزادی اسیروں کو
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی دی فقیروں کو

سلام اس پر کہ تھا دردِ دو عالم جسکے سینے میں
سلام اس پر کہ اب جو محوِ راحت ہے مدینے میں

سلام اس پر کہ جو رسمِ اخوت کا ہوا بانی
سلام اس پر کہ کہتے ہیں جسے محبوب رحمانی (صلی اللہ علیہ وسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

جلد ۲۷ ـــــــ نمبر ۸

ماہ اگست ۱۹۴۰ء
رجب ۱۳۵۹ھ

افتتاحیہ

حضور نظام کی ہندو رعایا نوازی

اسلامی ریاستوں کے خلاف ہندو پریس اور ہندو لیڈروں کی شورہ پشیوں کسی صراحت کا محتاج نہیں۔ دولت آصفیہ کے خلاف یہ جاننے کے باوجود کہ ریاستی ہندوؤں کو مذہبی مراعات ضرورت سے زیادہ حاصل ہیں۔ ساورکر، مونجے اور نہرو وغیرہ جو زہر چکانیاں کرتے رہے ہیں حق و انصاف اور صداقت و دیانت ہمیشہ اس سے لرزہ براندام رہی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حکومت آصفیہ کے محکمہ امور مذہبی کی طرف سے ۱۲۸۷۰ روپے کی سالانہ امداد کے علاوہ ۳۷ لاکھ روپے سالانہ آمدن کی زرخیز اراضیات ہندو مندر کے نام وقف ہیں۔ ریاستی ہندوؤں کے مذہبی تہواروں پر حکومت کی طرف سے خاص اہتمام ہوتے ہیں۔ ملازمت کے سلسلہ میں ان سے وہی سلوک روا رکھا جاتا ہے جس کے بہ تقاضائے انصاف وہ مستحق ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دنوں اعلیٰحضرت نے اپنی قلمرو کے ایک معزز عہدہ "ایجنٹ اول" پر ایک سردتیکا بھاراؤ کو مقرر فرما کر اپنی بے تعصبی اور نصفت شعاری کا ثبوت دیا ہے حیدر آباد میں وہ سب کچھ موجود ہے جو عدل گستر حکومت میں ہونا چاہیئے۔ مگر تعصب آنکھ کو دکھائی نہیں دیتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

پچھلے سال ہندوؤں نے اپنی مسلم آزار جبلت و طینت کی وجہ سے ریاست حیدر آباد کے خلاف منظم یورش کی۔ آریہ سماج ہندو سبھا اور کانگرس کے تمام نمائندے بیک زبان زہرافشانی کرنے لگے۔ تو ریاست کے مقتدر ہندوؤں نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا۔ کہ "نظام حکومت نہائت منصفانہ ہے۔ ہمیں مذہبی آزادی کما حقہٗ حاصل ہے۔ بیرونی ہندوؤں کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کر کے ریاستی مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات خراب کرنے کی کوشش کریں"۔ حق کی اس آواز پر مفسدہ پردازوں نے کان نہ دیئے۔ اور وہ برابر اپنی قوم پرستی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ پنڈت نہرو نے تو اپنی نامرادیوں سے تنگ آ کر یہاں تک کہہ دیا تھا۔ کہ

"حیدر آباد ایک پرانی قسم کی جاگیر ہے۔ اور سر اکبر حیدری (وزیر اعظم) قرون وسطیٰ کے نظام پر قانع ہے"۔

لیکن بخلاف اس کے اب ڈاکٹر مونجے ایسا کٹر ہندو، ہندو پولیٹیکل کانفرنس منعقدہ حیدر آباد کی صدارت کرتے ہوئے حضور نظام کی خدمت میں خراج تحسین ادا کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ سرکار عالی نے آزادی کے متعلق رعایا کے جذبات کا خیال رکھا ہے

آئینی اصلاحات جاری کر دی ہیں۔ ڈاکٹر مونجے کے خیال میں یہ اصلاحات ذمہ دار حکومت کی طرف پہلا قدم ہے۔ اور ان سے لوگوں کے کئی مطالبات پورے ہو گئے ہیں۔ مسلم ریاست کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر مونجے نے کہا کہ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ اس ریاست کی بنیاد ایک مسلمان نے رکھی تھی تو بجا ہے۔ لیکن حیدر آباد کی ریاست کو مسلم ریاست کہنا اتنا ہی بے معنی ہے۔ جتنا برطانوی ہند کو نصرانی ہند کہنا۔ ڈاکٹر مونجے نے سر اکبر حیدری کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا کہ

"یہ ریاست کی خوش بختی ہے کہ ایسا مدبر اور ذمہ دار سیاستدان ریاست کے نظم و نسق کا نگران ہے"

امید ہے کہ متعصب ہندو خصوصاً پنڈت نہرو ڈاکٹر مونجے کے ان الفاظ کو آویزۂ گوش ہوش بنائیں گے۔ اور مسلم آزار حرکتوں سے اجتناب کریں گے۔

آخر میں ڈاکٹر مونجے نے ریاست کے ہندوؤں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی شکایات کو نہایت پرامن طریقہ سے اعلیحضرت کی بارگاہ تک پہنچایا کریں۔ آپ نے یقین ظاہر کیا۔ کہ بارگاہ خسروی کی طرف سے ان پر ضرور توجہ دی جائے گی۔ امید ہے کہ ریاستی ہندو اپنے صدر کی اس ہدایت پر عمل کریں گے۔

نگار کی بے دینی

کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ رسالہ "نگار" لکھنؤ کے مدیر نیاز فتحپوری نے اپنی ملحدانہ تحریروں کی وجہ سے گڑگڑا کر توبہ کی تھی۔ اور عامۃ المسلمین سے اپنی شرمناک قلم کاریوں کے لئے معافی مانگی تھی۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس کا جنون پھر عود کر آیا ہے۔ اور وہ اپنے رسوائے عالم رسالہ میں بے حجابانہ کہہ رہا ہے کہ "کلام مجید کلام الٰہی نہیں ہے" لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس کفر پرور توبہ شکن شخص کی یہ ہرزہ سرائی و ژاژ خائی دیدہ دلیری و بے حیائی فرزندان توحید کے قلوب کو اس طرح مجروح کر رہی ہے کہ وہ ان کفریات و ہفوات کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے۔ لہذا حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسے دل آزار جریدہ اور اس کے مدیر کو قرار واقعی سزا دے عامۃ المسلمین کا فرض ہے۔ کہ وہ اس شخص سے اظہار بیزاری کیلئے اسلامی تعلقات منقطع کر لیں۔

۱۲ اگست کو لاڑکانہ میں اس بنا پر کہ ہندوؤں نے قرآن کریم کے اوراق کی بے حرمتی کی تھی شدید طور پر ہندو مسلم کشیدگی ہو گئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اصلاح حالات کیلئے مناسب تدابیر اختیار کیں۔

مسلمان اپنے مذہب، بانئے مذہب حضرت احمد مجتبٰے محمد مصطفےٰ ؐ اور قرآن کریم کے متعلق کوئی ایسی بات سننا گوارا نہیں کر سکتا جس میں گستاخی کا ذرا سا پہلو نکلتا ہو۔ لیکن خدا کی شان فتن و فساد کے اس دور میں نیاز ایسے لوگ بھی مسلمان کہلاتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد وحید ہی اسلام پر حرف گیری کرنا قرار پا چکا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ضرورت ہے کہ اسلامی جرائد اور اسلامی ادارے اور انجمنیں اس دریدہ دہنی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے اس قسم کے الحاد و ارتداد کے ان زہریلے جراثیم کے کما ینبغی انسداد کیلئے حکومت سے اپیل کریں۔

شذرات

سیاست ہند

سیاسیات ہند عجیب پُر خار وادیوں اور کٹھن مرحلوں سے گذر رہی ہے۔ آزادی اور حکومت خود اختیاری کے لئے متفقہ سعی و عمل اور متحدہ کوششوں کی بجائے تفریق و تشتت اور بغض و عناد کی خلیج وسیع تر کرنے کے وسائل شد و مد سے بہم پہنچائے جا رہے ہیں۔ ہندو مہاسبھائی ہو یا کانگرسی مسلم آزاری اس کا پیدائشی حق قرار پا چکا ہے۔ اور اسی میں وہ فلاح وطن کا راز مضمر پاتا ہے۔

شاطرانہ چالیں

مسٹر گاندھی مسلمان کو یقین دلاتا ہے۔ کہ وہ اس کا خیر اندیش اور باوفا دوست ہے۔ اس کا محافظ۔ اور اسلام کا بہی خواہ ہے۔ (۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء) لیکن ہندو کے کان میں کہہ دیتا ہے۔ کہ وہ ہندو ہی نہیں جو مسلمان کی زبان (اردو) استعمال کرے۔ جو قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ آزادی کے اس دیوتا نے نئی زبان کی ایجاد و ترویج کی آڑ میں اسلامی تہذیب۔ کلچر کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کیلئے غیر محسوس طریقہ پر وُہ ناشدنی کام کئے۔ جن کے نتائج فتن و فساد اور فرقہ دارانہ بغض و عناد کی شکل میں آج ہمارے سامنے ہیں۔

مہاسبھائی سیاست اس سے بھی دس بیس قدم آگے ہے۔ ساورکر اور اس کے حواری کہتے ہیں۔ کہ "مسلمانوں کو ہندوستان میں صرف ہندوؤں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ ہندو سبھا کا نصب العین ہندوستان میں قطعی طور پر اور خالص انداز میں ہندو راج قائم کرنا ہے۔ مسلمان اس ملک میں رہنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو ہندوؤں کی رعایا بن کر رہنا پڑے گا"

ہندو پریس کانگرس اور مہاسبھا دونوں کا حق نمائندگی ادا کرتے ہوئے ہنگامہ آرائی اور فتنہ سامانی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتا۔ اس کے نتیجہ میں ہندو سکھ مسلمان سے نبرد آزما ہونے کیلئے تیر و تفنگ، تیزاب و کرپان اور اینٹ و پتھر سے مسلح ہو رہا ہے۔ مسلمان اگرچہ غیر منظم اور غیر مسلح ہے۔ لیکن وقت آنے پر مدافعت کیلئے مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ماحول ہے جس میں اصل مقصد فوت ہو کے رہ گیا ہے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ہمسایہ قومیں دست و گریبان ہیں۔ فرقہ پرستی کے غلغلہ میں ایک طوفان بے تمیزی بپا ہے۔ صندوکد کے بازار میں عقل و خرد کی متاع لٹ چکی ہے۔ اور بازیافت کی توقع عبث ہے۔

سیاسی مسلمان

مسلمانوں کا ایک جزو اپنی مصلحتوں اور دنیوی نفع مندیوں کے پیش نظر سواد اعظم سے کٹ کر گاندھی کو "منزہ عن الخطا" سمجھ چکا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ گاندھی پر اعتماد روحانی و جسمانی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان نہیں بلکہ قوم پرست مسلمان کہنے میں نجات ابدی خیال کرنے لگے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے تبحر علمی میں کلام نہیں … قرآن وحدیث کی شرح وبسط اور اشاعت اسلام میں … قیمتی اور بیشتر حصہ صرف کرچکے ہیں۔ گاندھوی سمانوں … شریک ہونے سے پیشتر آپ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ کہ

"اے فرزندان ابراہیمؑ! اٹھو اور ان ہیکلوں کو جنہیں سنگ مرمر کے انسانی بُت کہتے ہیں توڑ ڈالو، اور صنم آباد عالم کے صنم کبیر (وطن) کو جس کو تمہارے باپ ابراہیمؑ نے اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ کہ وہ اپنے بندوں کو "معبودان صغار" کی تباہی کا فسانہ نہ سنا چکے سب سے پہلے توڑ دو۔ قوت وضعف کا سوال نہ کرو۔ کہ تم پشہ سے کمزور تر ہو اور وہ نمرود سے قوی تر" (الحریۃ فی الاسلام)

… آج وہی مولانا آزاد پرستاران صنم کبیر (وطن) کے صدر … نے پر معزز ومفتخر ہیں۔ آہ!

وفا آموختی از ما بکار دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثار دیگراں کردی

… لانا بر سرِ ممبر بہانگ دہل فرمایا کرتے تھے۔ کہ

"ہم تو خود مسلمانوں کی سب سے غلطی سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ انہوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے یا گورنمنٹ پر اعتماد اور یا ہندوؤں اور کانگرس کی شرکت۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل واعتقاد کیلئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لئے **مشرک** ہے۔ اسلام اس سے بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے۔ کہ اس کے پیروؤں کو اپنی پولیٹیکل پالیسی قائم کرنے کیلئے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ دوسروں کی پولیٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں۔ ان کو کسی جماعت میں **شامل** ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود دنیا کو اپنی راہ پر چلانے والے ہیں۔ (الہلال ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء)

لیکن آج مولانا کا اپنا عمل کیا ہے؟ اور اس انقلاب عظیم کا سبب کیا؟ کیا کوئی کانگرسی اخبار (مدینہ) یا قوم پرست عالم سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس کا صحیح جواب دے سکتا ہے؟

نہیں!

مولانا اب کانگرس میں شریک بلکہ اس کے صدر ہیں ہندوؤں کے پالیٹکس کے علمبردار اور وطن کے صنم اکبر کے پرستار بھی ہیں۔ کونسی بات ہے جو باقی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ گاندھی پر آپ کو پرخلوص اعتماد ہے۔ اور مسلمانوں کو اعتماد کی تلقین فرماتے ہیں۔ اسی اعتماد میں آپ نے خداداد قابلیت سے کلام مجید کی ایک ایسی تفسیر بھی لکھ دی ہے جس میں مذاہب عالم پر تبصرہ کرتے ہوئے نص قرآنی کے خلاف کہہ دیا ہے۔ کہ تمام مذاہب برابر ہیں۔ اور اسلام کو کوئی فوقیت نہیں۔ خدا کا ٹھیرایا ہوا دین تو ایک ہی ہے۔ (۱) خدا کی پرستش اور (۲) نیک عملی کی زندگی وغیرہ۔

ایک نکتہ

ایک قانون دان دیدہ دانستہ قانون شکنی کا مرتکب

ہو۔ تو عوام کی نسبت وہ زیادہ سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شارع، ایک مفسر، ایک مبلغ، ایک حامل قرآن، قرآن کے مطالب و معانی کو اعتقاد تبدیل کر دے۔ جو اسلام کے اصل الاصول پر شدید حملہ کے مترادف ہوں۔ اور آئندہ نسلوں کو گمراہی کی جانب لے جانیوالے ہوں۔ اور اس سے بازپرس نہ ہو۔ بلکہ اس کے متعلق حق گوئی کو تہذیب و شرافت کے منافی سمجھا جائے۔ مسٹر جناح نے مولانا کے ایک تار کے جواب میں صاف بیانی اور صداقت و دیانت سے کام لیتے ہوئے کہدیا۔ کہ "آپ مسلمانوں کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ آپ نہ ہندوؤں کے نمائندہ ہیں اور نہ مسلمانوں کے۔ لہذا میں آپ سے متوجہ نہیں ہونا چاہتا" اس صاف بیانی پر نیشنلسٹ مسلمانوں اور قوم پرست علماء نے شور محشر برپا کر دیا ہے۔ اور مسٹر جناح کو بے نقط سنائی جا رہی ہیں۔

ہندوستان کی موجودہ سیاست میں چرخہ اور عدم تشدد کو بہت زیادہ دخل ہے۔ اور اسی کے بل بوتہ پر نظام مملکت داری اور انصرام جہانداری چلانے کی فکر ہے۔ لیکن اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھتا ہے۔ ہر شخص بجائے خود ایک سیاستدان لیڈر اور ہمہ دان رہنما ہے۔ ہر جماعت زمام حکومت ہاتھ میں لینے کیلئے پیش پیش نظر آتی ہے۔

وطن کا دشمن

وائسرائے ہند مختلف اعلانوں اور ملاقاتوں میں وعدہ کر چکے ہیں۔ کہ خاتمہ جنگ پر ہندوستان کا مطالبہ آزادی پورا کر دیا جائیگا۔ لیکن کسی نے اس پر توجہ نہیں دی۔ کانگرسی کوششوں کے مسلم آزار رویہ کے پیش نظر وائسرائے ہند نے اعلان کیا کہ جملہ جماعتوں کے اتحاد عمل کے بعد مطالبات پر ہمدردانہ غور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کانگرس مسلمانوں کے قدرتی حق کو تسلیم کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں۔ ہر دانشمند سیاستدان کہتا ہے۔ کہ مختلف قوموں کے اشتراک عمل ہی سے وطن آزاد ہو سکتا ہے لہذا ہندو مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیئے۔ لیکن متحدہ قومیت کے جنون میں گاندھی جی اس مسئلہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے اگر مسلمانوں کو حقیقت نفس الامری کے عین مطابق کانگرس جداگانہ قوم تسلیم کرے تو افتراق و تشتت کی تمام راہیں آج بند ہو سکتی ہیں۔ لیکن گاندھی جی یہ نہیں چاہتے وہ اکثریت کے زعم میں وہی کچھ چاہتے ہیں۔ جو ہندو مہاسبھا کے متعصب صدر مسٹر ساورکر کی خواہش ہے۔

مجلس احرار کا رُخ

مجلس احرار کانگرس سے ملحق ہے۔ لیکن جنگی حالات کے پیش نظر وہ حکومت کا ساتھ دینا ممنوع نہیں سمجھتی۔ مسلمانوں کی یہ جماعت قوم پرست مسلمانوں کی جماعت "آزاد کانفرنس" کی طرح مسلم لیگ کی سخت مخالف ہے۔ اور اسے پنپتا نہیں دیکھ سکتی۔

جرائد کا رویہ

اخبارات و جرائد اپنی اپنی لکیر پیٹتے جا رہے ہیں۔ قومی و ملی مفاد ذاتی اغراض کی نظر ہو چکے ہیں۔ برعکس ہمنام زنگی کافور "مدینہ" بجنور کانگرسیوں اور گاندھیوں کے عشق میں ملت اسلامیہ کے مخصوص مفاد کو کند چھری سے ذبح کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ حقائق کا سینہ نوک قلم سے چھیدنے میں اسے مہارت تامہ حاصل ہے۔ اور اسی میں نجات اُخروی کا راز پنہاں سمجھتا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ہندو جرائد سر سکندر حیات خاں اور مولوی فضل حق کے خلاف بےحد ژاژ خائی کر چکے ہیں۔ اپوزیشن کو ابھارنے اور خلاف واقعات الزام تراشنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی سے ان کا مقصد وحید مسلم صوبائی حکومتوں کو بدنام کرکے ناکام کرنا تھا۔ لیکن جب وہ نامراد و ناکام رہے تو مسلم لیگ میں افتراق و انشقاق ڈالنے کیلئے مختلف النوع حربے استعمال کئے جانے لگے۔ اب اسی سر سکندر کو قوم پرست اور وطن دوست اور حریت و آزادی کا دیوتا کہا جا رہا ہے۔ قدم قدم پر دھوکا اور بات بات میں فریب۔ خدا، بچائے نہ ان کی دوستی بھلی اور نہ دشمنی اچھی

ہم نشیں اغیار کی مہماں نوازی پر نہ جا
یہ منافق شیر دیتے ہیں ملا کر زہر میں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ (یہود و مشرکین ایمان والوں کے سخت دشمن ہیں (قرآن کریم)

نتیجہ

ان پرہول حالات میں ہندوستان رہتی دنیا تک شاہد مقصود سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ سیاست کی پیچیدگیاں مذہبی رقابت میں کبھی حل نہیں ہو سکتیں۔ لہذا یہ کشمکشیں عبث ہیں۔

اک چاک ہو تو سی لیں ظالم گریباں اپنا
ظالم نے پھاڑ ڈالا ہے تار تار کر کے

اسلامی کلچر کے محافظ

جولائی کی اشاعت میں "سیاسی بدحواسیاں" کے زیر عنوان ہم نے لکھا تھا کہ

"علمائے کرام کی جماعت (جمعیۃ العلماء) نے اپنے جلسہ کے دعوت نامہ کو خالص ہندی بھاشا سے پُر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنے اردو زبان کی بجائے گاندھوی بھاشا سے کام لیا گیا ہے۔ شروع سے اخیر تک پڑھ جائیے۔ خاک سمجھ نہ آئیگی کہ مشتہرین کیا کہتے ہیں؟"

اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے، جون سنہ ۱۹۴۰ء میں جمعیۃ العلماء کا بارہواں سالانہ جلسہ جونپور کے مقام پر منعقد ہونیوالا تھا۔ اس جلسہ میں شریک ہونے والوں کو جس زبان میں مدعو کیا گیا، اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

آپ کو جان کر بڑی خوشی ہوگی۔ کہ ہمارے شہر میں جمعیۃ العلماء ہند کا بارہواں سالانہ جلسہ اوپر لکھت تاریخوں میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی صدارت میں ہوگا۔ جس میں دیش کے سب ہی بڑے بڑے مسلم نیتا آویں گے۔ یہ آپ کو بھلی بھانتی گیات ہے کہ جمعیۃ علمائے ہند ایک ایسی سنستھا ہے۔ جس نے سرودا ر (؟) کانگرس کا آزادی کی لڑائی میں ساتھ دیا ہے۔ اور اب بھی دیش کی آزادی کیلئے مسلم جاتی کی نیتری تو کر رہی ہے۔ اب آپ سے سن رودھ پرارتھنا ہے کہ اسی سمیلن کو سپھل بنانے کیلئے اس میں بڑی سے بڑی تعداد میں ایک ترت ہو کر سمیلن کو سپھل کیجئے۔

پروگرام غیر لکھت ہے

۷ جون کو چار بجے جونپور سٹیشن سے سبھا پتی کا جلوس نکلے گا۔ ۸ جون سہ پہر سہ کال آٹھ بجے اٹالہ مسجد میں کھلا اجلاس ہوگا۔ ۸ جون صبح ۸ بجے احرار سوراجیہ سیوک سمیلن ہوگا۔ ۸ بجے کھلا اجلاس ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

یہ ہیں ملت اسلامیہ کے مذہبی رہنما۔ یہ ہے وہ جمعیۃ العلماء جو ہندوستان میں اسلامی کلچر کی حفاظت کی مدعی ہے۔ اور جسے دعویٰ ہے۔ کہ سوراج ملنے پر ایک ایسا شعبۂ حکومت قائم کریں گے۔ جس کا منصب اسلامی کلچر کا تحفظ ہوگا۔ انا للّٰہ

علمبرداران توحید و شریعت سواد اعظم سے کٹ کر دنیوی مفاد کے پیش نظر غیر مسلموں میں مدغم ہوئے۔ تو انہی کے سے ہو گئے۔

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد

خدا ان نیشنلسٹ علمائے کرام و فقیہان عظام کو قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ 18/ 104-103 (کہو کہ آؤ ہم تمہیں خبر دیں کہ وہ کون ہیں جو اپنے کاموں میں سب سے زیادہ نامراد ہیں۔ وہ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں۔ وہ اس دھوکے میں پڑے رہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ بہت ٹھیک ہے) پر غور کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

آئندہ مردم شماری اور زبان

ہندی و اردو کے قضیہ نے ہندوستانی اقوام ملل میں اسقدر نفرت و کدورت پیدا کر دی ہے۔ کہ الاماں! تمام ہنگامہ خیزیاں اور خونریز فسادات اسی قضیہ کا نتیجہ ہیں۔ علمبرداران متحدہ قومیت کی تمام کوششیں اس بات پر مرکوز ہیں۔ کہ ہندوستان کی یہ مشترکہ زبان (اردو) صفحۂ ہستی سے مٹا دی جائے۔ اور اس کا نام لیوا تک باقی نہ رہے۔

گذشتہ مردم شماری کے وقت جو ۱۹۳۱ء میں ہوئی تھی۔ اردو ہندی قضیہ نے اسقدر بھیانک شکل اختیار نہ کی تھی اس لئے حامیان اردو نے زبان کے مسئلہ کو کوئی خاص اہمیت نہ دی، یہی وجہ ہے کہ آج یہ کہنے کی گنجائش پیدا کر لی گئی ہے کہ اردو کوئی زبان ہی نہیں۔ ثبوت میں مردم شماری کی گذشتہ رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔ جس میں مشرقی ہندی اور مغربی ہندی دو نام دیئے گئے ہیں۔ اور مغربی ہندی کی ایک قسم "ہندستانی" بتائی گئی ہے۔ جو دراصل اردو ہے۔

آئندہ مردم شماری جو غالباً مارچ ۱۹۴۱ء میں ہونے والی ہے۔ کیلئے حکومت ہند کی طرف سے انتظامات ہو رہے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر بھی اردو والوں نے اسی تساہل اور اسی تغافل و لاپرواہی سے کام لیا۔ تو ہندی اور ہندوستانی والوں کو یہ کہنے کیلئے اور موقعہ مل جائیگا۔ کہ ہندوستان میں کسی کی مادری زبان اردو ہے ہی نہیں۔ اور اس طرح ایک ایسی شستہ و فصیح اور ایسی زبان پر ایک ضرب لگیگی۔ جو ہندو مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے۔ اور مطالب و معانی اور مختلف مروجہ زبانوں کی ترجمانی کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس سے قبل اسی سلسلہ میں ہم انہی صفحات میں ایک مقالہ سپرد قلم کر چکے ہیں

قدردانان مشترکہ زبان اور علمدوست حضرات کا فرض ہے کہ وہ آئندہ مردم شماری کے وقت زبان کے خانہ میں اپنی زبان اردو لکھانے میں خاص احتیاط سے کام لیں۔ تاکہ ہندی بھاشا...... اور ہندستانی زبان کے شیدائیوں کو ایک عجوبۂ زبان کو رائج کرنے کا موقعہ نہ مل سکے

واقعات و حوادث

حالات جنگ

لندن سے آئی ہوئی اور ریوٹر ایجنسی کی خبریں جو اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہٹلر کی بربریت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور رفتہ رفتہ جنگی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایشیائی ممالک کی رفتار روز بروز تیز ہوتی جاتی ہے۔

روس کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ روس کی پارلیمنٹ نے لیٹویا، اسٹونیا، اور لتھوانیا کی حکومتوں کی درخواست کا شرف قبولیت عطا کر دیا۔ یعنی اب یہ تینوں حکومتیں سلطنت جمہوریہ روس کا ایک جزو بن گئیں۔ بیسارابیا اور بکووینا کو بھی ایک علیحدہ حکومت کی صورت میں سلطنت روس میں شامل کر لیا گیا۔ دوسری اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ روس اور امریکہ اور روس اور برطانیہ میں تجارتی معاہدوں پر گفتگوئیں ہو رہی ہیں۔ امریکہ اور روس کا معاہدہ تو مکمل ہو گیا ہے۔ صرف دستخط ہونے باقی ہیں۔ لیکن برطانیہ و روس کی گفتگو ابھی ابتدائی منازل سے آگے نہیں بڑھی ہے۔

رومانیہ و ہنگری اور رومانیہ و بلغاریہ کے باہمی مسائل کا فیصلہ ابھی کچھ نہیں ہوا۔ جرمنی اور اٹلی کی انتہائی کوشش یہ ہے۔ کہ یہ مسائل امن کے ساتھ جلد از جلد طے ہو جائیں۔ چنانچہ دونوں ملک اگرچہ گفتگو میں شریک نہیں ہیں۔ مگر ان کی کوشش یہی ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ رومانیہ۔ بلغاریہ اور ہنگری پر اطالیہ و جرمنی کا کتنا اثر ہے۔ تو یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ کہ معاملات آسانی کے ساتھ ختم ہو جائینگے۔

لیکن اگر یہ امر سامنے رکھا جائے۔ کہ رومانیہ کو ٹرانس سلوانیا اور ڈیروجا دینے کے بعد اپنی سلطنت کس حد تک کم کر دینا ہوگی۔ تو رومانیہ کی رضامندی ایک مشکل مسئلہ بن جاتا ہے بالخصوص ایسی صورت میں کہ رومانیہ کو ان قربانیوں کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔

ریاستہائے بلقان کے جرمنی اور اطالیہ کے زیر اثر آجانے کے بعد سے ترکی ان پابندیوں سے تو آزاد ہو گیا ہے جو معاہدۂ بلقان کی رو سے اس پر عائد ہو گئی تھیں۔ لیکن ان حالات نے ترکی کے حالات کو کسی نہ کسی درجہ میں تشویش انگیز بھی بنا دیا ہے۔ سلطنت برطانیہ کی حمایت کی پالیسی سے ظاہر ہے کہ اطالیہ اور جرمنی کو ترکوں کا دوست باقی نہیں رکھا اور جب ریاستہائے بلقان ان دشمنوں کے زیر اثر آجائیں۔ تو ترکوں کیلئے پریشانی پیدا ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے موسیو مولوٹوف کی تقریر نے روس کے رویہ کو بھی مشتبہ بنا دیا ہے۔ اسی طرح فرانس کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد شام کا اطالیہ و جرمنی کے زیر اثر آجانا بھی موجب پریشانی ہو سکتا ہے۔ عارضی معاہدہ کی شرائط پر عمل درآمد کرانے کے لئے اطالیہ اور جرمنی کا وفد شام کے لئے روانہ ہو گیا ہے یہ حالات ایسے ہیں کہ ترکوں کی موجودہ پالیسی کے سلسلہ میں ترکوں کا مختلف الرائے ہونا حیرت انگیز نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ لندن کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ترکی میں ایسی

قسم کے خفیف سے آثار پائے جاتے ہیں۔ دوسری طرف جرمنی کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ جن کا منشا یہ ہے۔ کہ ترکی اور برطانیہ کے اتحاد کو ختم کرا دیا جائے۔ بہرحال ترکی اس وقت تک برطانیہ کا دوست ہے۔

مشرق بعید سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جاپان پر جنگ کا نشہ بُری طرح سوار ہے۔ انگریزوں اور جاپانیوں میں باہمی نفرت پیدا ہوگئی ہے شنگھائی اور چین کے دوسرے علاقوں سے برطانوی فوجوں کو واپس بلا لیا گیا ہے۔ جاپان اور برطانیہ کے تعلقات کی خوشگوار کو پیش نہیں کرتے۔ جاپان کے آئندہ ارادوں کا علم اس حقیقت سے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جاپان نے فرنچ انڈو چائنا کی حکومت سے فرنچ انڈو چائنا میں جاپان کے فوجی اڈے بنانے کی اجازت طلب کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جاپان نے اپنا زبردست بحری بیڑہ جس میں ہر قسم کے جنگی جہاز شامل ہیں۔ جزیرۂ فارموسا اور جزیرہ ہینان میں لاکھڑا کیا ہے۔ دوسری طرف جنوبی چین نے فرنچ انڈو چائنا کی حکومت کو مطلع کیا ہے کہ اگر فرنچ انڈو چائنا نے جاپان کو اس قسم کی کوئی رعایت بھی دی۔ تو جنوبی چین کی حکومت حملہ کر دیگی۔ چنانچہ جنوبی چین کی فوجیں فرنچ انڈو چائنا کی شمالی سرحد پر اسی مقصد کے لیئے جمع کر دی گئی ہیں۔ ان پیچیدہ حالات کے پیش نظر فرانس کی نئی حکومت نے فرنچ انڈو چائنا کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ وہ اپنی پالیسی اور نظام میں کسی قسم کے رد و بدل کی اجازت نہ دے۔ اور ہر حملہ آور کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ چنانچہ فرنچ انڈو چائنا نے اس سلسلہ میں تیاری کر لی ہے۔ جاپان کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جاپان نے جنوبی چین میں لڑنے والی فوجوں کے ایک بڑے حصہ کو ساحل کی طرف واپس بلا لیا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ اطلاع بھی ملی ہے۔ کہ جاپان کے بہت سے ہوائی جہازوں نے جنوبی چین کی حکومت کے دارالسلطنت چنگ کنگ پر بے پناہ بمباری کی۔ بہر حال مشرق بعید کے حالات پیچیدہ تر ہو گئے ہیں۔

اب لندن سے بھی اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ جرمنی نے انگلستان پر بڑا حملہ کرنے کی زبردست تیاری کی ہے اور یہ حملہ اگرچہ اکتوبر کے آخر تک کیا جا سکتا ہے۔ تاہم امید ہے کہ ایک دو ہفتہ کے اندر ہی اندر ہو جائیگا۔ لندن والوں کا خیال ہے کہ بلقانی ریاستوں کے مسائل کے پُرامن طریقہ پر طے ہو جانے کی جرمن و اطالوی کوششوں کے علاوہ روس سے ہر قسم کے اختلاف سے جرمنوں کا گریز اس امر کی قوی شہادت ہے۔ کہ ہٹلر انگلستان پر زبردست حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ جرمنوں کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ جرمنوں نے بحر بالٹک میں اپنے فوجیوں کو بحری جہازوں پر جلد جلد چڑھنے اور اترنے کی مشق کرائی ہے۔ رودبار کے فرانسیسی ساحل پر لمبی مار کی توپیں نصب کر دی گئی ہیں۔ بلجیم اور فرانس کی سرحد پر فوجوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ اور جرمنوں نے اس علاقہ کے تمام خبر رساں تار کاٹ دیئے ہیں۔ تاکہ نقل و حرکت راز میں رہے اسی طرح ناروے کے مغربی ساحل پر جرمن اور اطالوی فوج جمع کر دی گئی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہٹلر نے پوری تیاریاں کر لی ہیں۔ اور وہ اس جنگ میں لمبی مار کی توپیں، تیز چلنے والی موٹر تارپیڈو کشتیاں، آبدوز، چھتری والی فوج، فوج لیجانے

والے ہوائی جہاز۔ لڑنے والے ہوائی جہاز، جھپٹ کر حملہ کرنے والے ہوائی جہاز، بحری سرنگیں، غرض ہر جدید ہتھیار استعمال کریگا۔ اس حملہ کے متعلق لندن والوں کی رائے ہے کہ اول تو ہٹلر کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ برطانیہ نے ہر قسم کے حملہ کا مقابلہ کرنے کیلئے تیاریاں کر لی ہیں۔ لیکن اگر ہٹلر کی فوجیں انگلستان پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گئیں۔ تو ان سب کا پہنچتے ہی خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ ان فوجوں کو امداد یا سامان رسد وغیرہ نہیں پہنچایا جا سکیگا۔ بہر حال یہ تمام باتیں آئندہ سے متعلق ہیں جو چند دنوں میں از خود آئینہ ہو جائینگی۔ اس لئے ہم اب اس بڑے حملہ کا تذکرہ کرتے ہیں جو جرمنوں نے تیز چلنے والی موٹر تار پیڈو کشتیوں اور چار سو ہوائی جہازوں سے کیا جن میں لڑنے والے اور جھپٹ کر حملہ کرنے والے ہوائی جہاز شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے۔ یہ حملہ سب سے بڑا حملہ تھا۔ جو جمعرات کے دن ۱۴ گھنٹہ تک مسلسل جاری رہا۔ لندن کی اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ اس لڑائی میں جرمنی کے ۴۵ ہوائی جہاز اور ایک کشتی ضائع کر دی گئی اور برطانیہ کے ۱۷ ہوائی اور ۵ بحری جہاز تباہ ہوئے۔ برطانیہ کے ہوائی محکمہ کا بیان ہے کہ ۸ و ۹ اگست کی درمیانی شب میں جرمنوں نے آبنائے ڈوور، رود بار برسٹل، اور شمالی مغربی انگلستان پر بم گرائے جن سے معمولی نقصان ہوا۔

مغربی بحر روم سے ایک بحری جنگ کی اطلاع ملی ہے۔ جو اطالیہ اور برطانیہ کے مابین ہوئی۔ لیکن اس کی تفصیلات موصول نہیں ہوئیں۔ یروشلم کی اطلاع ہے۔ کہ حیفہ پر اطالوی طیاروں نے پھر حملہ کیا۔ لیکن کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ اطالیہ اور برطانیہ کی جنگ کے سلسلے میں سب سے اہم اطلاع یہ ہے کہ اطالویوں نے برطانی سمالی لینڈ پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ ایک فوج اوڈوینا کی طرف بڑھی۔ دوسری ہرگیسا کی جانب اور تیسری نے گراگرا کا رُخ کیا اوڈوینا ابی سینیا سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور ہرگیسا ۵۰ میل کے فاصلہ پر یہاں سے بندرگاہ بربرا ۱۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی غیر مناسب نہیں ہے کہ برطانی سمالی لینڈ کا رقبہ ۶۸ ہزار مربع میل ہے اور یہاں تین لاکھ ۴۴ ہزار ۷ سو آبادی ہے۔ اس علاقہ پر برطانیہ نے اب سے ۶۵ برس پہلے قبضہ کیا تھا۔

تازہ اطلاعوں سے معلوم ہوا ہے کہ اطالوی فوجوں نے اوڈوینا ہرگیسا، بندرگاہ زیلا اور گراگرا پر قبضہ کر لیا ہے گویا اب اطالوی فوجیں میدان ہاڈ میں ہیں۔ اور ان کے سامنے ۴ ہزار سے ۵ ہزار فٹ تک کی بلندی کی پہاڑیاں ہیں جہاں انگریزی فوج نے مقابلہ کا انتظام کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اطالوی فوجیں ان پہاڑیوں کو عبور نہ کر سکینگی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اطالویوں کا اس حملہ سے مقصد خلیج عدن پر قبضہ کرنا ہے۔ لیکن اگر وہ تمام برطانی سمالی لینڈ پر قابض بھی ہو جائیں۔ تب بھی خلیج عدن پر انکا قبضہ نہیں ہو سکتا کیونکہ برطانی بحری طاقت انہیں ایسا نہ کرنے دیگی۔ ایک اہم اطلاع یہ بھی ہے کہ لیبیا کی سرحد پر بھی اطالویوں نے بہت سی فوجیں جمع کر دی ہیں۔ اور وہ بہت جلد مصر اور اینگلو مصری سوڈان پر حملہ کرنے والی ہیں۔ یہاں برطانی طاقت بھی بہت زیادہ ہے۔ اور مقابلہ یقیناً سخت ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اطالیہ کی اتنی زیادہ فوجی سرگرمیوں کا مقصد یہ ہے کہ برطانی بحری بیڑہ بحر روم میں اُلجھ جائے۔ اور جرمنی کو انگلستان پر بڑا حملہ کرنے میں آسانی ہو۔ گویا اطالیہ کی ان سرگرمیوں سے افریقہ میں بھی برطانیہ کو غیر معمولی توجہ صرف کرنا پڑے گی۔ اور اس سے جرمنی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

خدائے تبارک و تعالیٰ عز اسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے "القریش" کی خدمات کا ہر طبقہ قوم کی طرف سے بطیب خاطر اعتراف ہو رہا ہے۔ القریش کی آواز قوم میں ایک تاثر پیدا کر رہی ہے۔ اور افراد قوم کی سعی و جہد سے اصلاحی و تنظیمی منزلوں کے پیش نظر اصلاحی جماعتیں معرض وجود میں آ رہی ہیں۔ مکرمی پیر غلام فرید صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ گذشتہ دنوں شاہ کوٹ کے مقام پر بہی خواہان قوم کا ایک اجتماع ہوا۔ اہم مسائل پر بحث و تمحیص کے بعد بالاتفاق قرار پایا۔ کہ مرکزی جماعت (ندوۃ القریش) کے زیر ہدایت ایک اصلاحی جماعت قائم کی جائے۔ آمدہ مراسلات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ میر مرتضےٰ احمد صاحب کی توجہ سے احمد آباد میں اور قاضی الطاف الرحمٰن کی کوشش سے بنگلور میں سادات قریش کی اصلاحی انجمنیں قائم کی جا رہی ہیں۔ اور "القریش" کی خدمات کے اعتراف میں توسیع اشاعت کی جانب خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ تفصیل کا انتظار ہے۔

۲۔ مکرمی خانصاحب پیر علی اصغر صاحب ہاشمی ڈپٹی کلکٹر نہر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بہی خواہان قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ اس وقت اپنے محبوب جریدہ کی بیش از بیش امداد سے حمیت قومی کا ثبوت دیں۔ میری طرف سے سردست پیر علی اکبر شاہ صاحب ہاشمی کے نام وی پی جاری کر دیں۔ (شکریہ - ایڈیٹر)

۳۔ محترمی قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار رقمطراز ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ بوجہ مصروفیات آپ کو آپ کی تکالیف کے دوران میں لکھ سکا۔ آپ کی قومی خدمات کا ہر شخص کو اعتراف ہے۔ آپ کام کرتے جائیں۔ آنے والی نسلیں آپ کو یاد کرینگی۔ حرف گیری کا خیال نہ کریں۔ تمام کرنے والوں پر نکتہ چینیاں ہوتی رہی ہیں۔ وی پی لے لیا گیا ہے۔ توسیع اشاعت کیلئے کوشش کرونگا

۴۔ پیر سید غلام الثقلین صاحب گورنمنٹ پنشنر تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے مفید قومی جریدہ کے جو قوم کیلئے بمنزلہ روح کے ہو، دینی و دنیوی رہنمائی کا فرض انجام دیتا ہو۔ اس آڑے وقت میں امداد نہ کرنا پرلے درجہ کی بے حسی ہے ایک ایک خریدار سے اگر القریش کاغذ کی گرانی کی مشکلات سے نجات پا سکتا ہے تو عین راحت ہے۔

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

پندرہ روپیہ کی حقیر رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال ہو رہی ہے۔ رسیدگی سے مطلع کریں۔

۵۔ "ندوۃ القریش" کے کسی گذشتہ اجلاس نے جن بہی خواہان قوم کو اصلاحی امور میں دلچسپی لینے کی وجہ سے مجلس عاملہ کا اعزازی ممبر منتخب کیا تھا۔ ان میں مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل کا نام نامی بھی تھا۔ قاضی صاحب ایک مکتوب میں ندوۃ القریش کی اس کارروائی کو قدردانی و قدر افزائی پر محمول کرتے ہوئے اراکین ندوہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور قومی امور میں بیش از بیش حصہ لینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ خدا انہیں توفیق عطا کرے۔ آمین۔

۶۔ شیخ عبدالخالق صاحب علوی انبالوی، مولانا اشفاق حسین صاحب بی۔ اے صوفی بشیرالدین صاحب ملتانی اور میاں غلام محمد صاحب عباسی نے مرکزی جماعت کی مجلس عاملہ کی اعزازی رکنیت بخوشی قبول کرتے ہوئے کارپردازان ندوۃ القریش کی خدمت میں شکریہ کے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ اور ہر قومی امور میں حصہ لینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ فی الدارین۔

انجمن قریشیان صوبہ بہار کا احساس

سیکرٹری صاحب انجمن قریشیان صوبہ بہار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ کاغذ کی گرانی کی اپیل کے سلسلہ میں جناب صدر کے حکم سے ۲۸ جولائی کو انجمن کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں القریش کی شاندار قومی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے جناب صدر نے حاضرین سے "القریش" کی مالی اعانت اور توسیع اشاعت میں تابحد امکان امداد کے لئے پرزور اپیل کی۔ پانچ معززین برادری نے اپنے قومی جریدہ کی اعانت قبول فرمائی جن کی قیمتیں اسی وقت وصول ہوگئیں۔ اور گیارہ حضرات نے وی پی وصول کرنے کا وعدہ فرمایا۔ پیر احمد شاہ صاحب زمیندار نے حاضرین کو امدادی چندہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے اپنی طرف سے پانچ روپے پیش کئے اور کہا کہ کم از کم ایک سو روپے کی رقم جمع کرکے انجمن کی طرف سے القریش کو بھجوائی جائے۔ یہ تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی۔ اور تجویز ہوا کہ فراہمی چندہ کا فرض مولوی فدا حسین صاحب پیر صاحب موصوف کی معیت میں انجام دیں۔ اور جلسہ برخاست ہوا

کارپردازان القریش محترم برادران کی اس توجہ فرمائی پر ان کی خدمت میں بخلوص دل ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں

امید ہے کہ دیگر جماعتیں اور صاحب ثروت حضرات اس توجہ پر جبکہ گرانئے کاغذ نے طباعت و مطبوعات کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ توجہات خصوصی معطوف فرما کر عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور ہوں گے۔

شاخہائے قریش اور زرعی حقوق

ضلع حصار، رہتک اور گوڑگانوں کے صدیقی، فاروقی بایں سبب حقوق زراعت سے محروم ہیں۔ کہ کاغذات مال کے خانہ قومیت میں ان کی قومیت شیخ صدیقی شیخ فاروقی وغیرہ درج ہے۔ اس سلسلہ میں انجمن جامع القریش میوات کی طرف سے فنانشل کمشنر پنجاب کی خدمت میں ایک مراسلت ارسال کی گئی تھی۔ کہ قریش کی شاخیں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی اور عباسی وغیرہ کو اسی طرح قریشی تسلیم کیا جائے۔ جس طرح راجپوت اور جاٹ وغیرہم اقوام کی شاخوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسکے جواب میں فنانشل کمشنر کے ریونیو سکرٹری کی طرف سے بالفاظ ذیل چٹھی نمبری ۱۴۲۳ آر موصول ہوئی۔

Sir,

With reference to the memorial No: 3, dated the 26th February 1940, received through you from the Joint Secretary, Anjuman Jama-ul-Qureish, Ferozepur Jhirka Mewat, requesting that Siddiqis, Faruqis and Usmanies of the Gurgaon Dist:

may be treated of as the Qureshis who form an agricultural tribe under the Punjab Alienation of Land Act in that District, I am directed to state that when Government notified the Qureshis they meant those persons shown as Qureshi in the revenue records. I am to add that enquiries are being made whether Siddiqis, etc., as clans by themselves need the protection of the Punjab Alienation of Land Act.

"ندوۃ القریش" کی طرف سے بھی فنانشل کمشنر کی خدمت میں بطور یاددہانی ایک مراسلت ارسال کی گئی تھی۔ لیکن معلوم نہیں ہو سکا کہ محکمہ نے اس بارہ میں کوئی کارروائی کی۔ یا نہیں، مکرر یاددہانی کرائی جا رہی ہے۔

یاددہانی

تحفظ القرطاس (گرانئے کاغذ) کے سلسلہ میں دفتر کی طرف سے چند مختص حضرات کی خدمت میں خطوط ارسال کئے گئے اور بعض حضرات کی خدمت میں ارسال ہوں گے۔ جو حضرات اعانت فرمائیں گے۔ ان کے اسمائے گرامی آئندہ اشاعت میں بشکریہ درج کئے ہیں۔ احباب تاخیر نہ فرمائیں۔

سادات قریش کی جنگی امداد

ہمیاٹی (پونچھ) کی ایک خاص اطلاع مظہر ہے۔ کہ عباسی سرداران ہمیاٹی حکومت کی جنگی امداد ہر ممکن طریق سے انجام دے رہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سردار محمد اکبر خاں صاحب عباسی جاگیردار آف ہمیاٹی اگورنمنٹ کنٹرکٹر نے فوجی بھرتی کے سلسلہ میں راولپنڈی کے مقام پر ۷۰ رنگروٹ رنگروٹنگ افسر کی خدمت میں پیش کئے۔ ۲۰ جولائی کو پھر آپ نے رنگروٹنگ افسر کی معمولی اور تنگ وقت میں دی ہوئی اطلاع پر ایکہزار رنگروٹوں کی جمعیت پیش کی۔ اور تمام رنگروٹوں کو اپنی جیب خاص سے چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ بدخواہ اور مخالفین آپ کی اس مساعی اور ایثار پر زبان طعن دراز کرتے رہے۔ لیکن آپ حکومت کی امداد پوری مستعدی سے انجام دے رہے ہیں۔ سردار صاحب موصوف کی اس کوشش میں آپ کے برادر حقیقی سردار فضل داد خاں صاحب عباسی ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس بھی شریک رہے ہیں۔ سردار صاحب کا اپنے علاقہ باغ میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک معمولی اطلاع پر آپ نے ایک ہزار جوان بھرتی کے لئے پیش کر دیئے۔ اور آپ بشرط ضرورت زیادہ سے زیادہ بھرتی دے سکتے ہیں۔

سردار فضلداد خاں صاحب موصوف "انجمن عباسیہ پونچھ" کے صدر ہیں۔ اور اپنی برادری میں خاص اثر رکھتے ہیں آپ نے ایک اعلان میں عباسی سرداران پونچھ سے اپیل کی ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کی فتح و نصرت کیلئے ہر امکانی مساعی سے کام لیں۔ امید ہے کہ یہ اعلان نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔ افسوس ہے کہ قلت گنجائش کی وجہ سے یہ اعلان شائع نہیں ہو سکا۔

بصائر و عبر

انسان کی دنیوی ترقیوں اور اُخروی فلاح کا راز اس کے اعمال پر منحصر ہے۔ حق گوئی اور راست روی، اس کی کامرانی و فائز المرامی کا زینہ قرار پا چکا ہے۔ حق اللہ و حق العباد کی ادائیگی سے وہ ہر کٹھن منزل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ عبور کر سکتا ہے۔ غریب و امیر، زیردست و زبردست، محکوم و حاکم، رعایا و راعی سب اسی راہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ پیدا کنندہ کون و مکان کی مقرر کی ہوئی سیدھی راہ ہے۔ اور اس میں کوئی خطر نہیں۔

لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

لیکن ظلمت و طغیان کے اس دور میں لوگوں نے دجل و فریب اور مکر و ریا کو ذریعہ نجات اور وسیلہ کامیابی قرار دے رکھا ہے۔ دین سے بیگانہ رہنے میں وہ دنیوی ترقیوں کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ حق و باطل میں تمیز فیشن کے خلاف ہے۔ حکمت و موعظت کو دقیانوسیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ساری دنیا سیاسی نظر آتی ہے۔ زن و مرد، بچہ بوڑھا، عالم و جاہل، بینا و نابینا، جوان و نوجوان، گرداب سیاست میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک ہر فریب سیاست اور ہر ظلم و ستم عین سیاست ہے۔

اک فریبِ مستقل ہے رنگ و بوئے گلستاں

نور الابصار میں حضرت امام حسین رضہ سے روایت ہے کہ ایک دن طوائف کے چند شرفا حضرت والد (سیدنا حضرت کرم اللہ وجہہ) بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نصیحت کی خواہش کی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا۔ سنو اور غور سے سنو۔ اسی میں دینی و دنیوی فلاح کا راز مضمر ہے۔

لَا شَرَفَ مَعَ الْمَکْرِ وَلَا ثَنَاءَ مَعَ الْکِبْرِ وَلَا رَاحَةَ مَعَ الْحَسَدِ وَلَا صَوَابَ مَعَ تَرْكِ الْمَشْوَرَةِ وَلَا ظَفَرَ مَعَ الْبَغْیِ وَلَا شَرَفَ مَعَ سُوْءِ الْاَدَبِ وَلَا لِبَاسٌ اَحْسَنُ مِنَ الصِّدْقِ وَلَا خَیْرٌ اَجْمَلُ مِنَ الْعَافِیَةِ وَلَا دَاءٌ اَخْبَثُ مِنَ الْجَهْلِ۔

مکر و فریب کے ساتھ کوئی بزرگی نہیں، اور غرور و نخوت کے ساتھ کوئی تعریف نہیں اور حسد کے ساتھ راحت نہیں اور مشورہ نہ لینے کے ساتھ بھلائی نہیں۔ اور بغاوت کے ساتھ حقیقی کامیابی نہیں۔ اور بے ادبی کے ساتھ بزرگی نہیں اور تقویٰ کے لباس سے بہتر کوئی لباس نہیں۔ اور صحت و عافیت سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں اور جہالت سے بڑھکر کوئی مرض نہیں

نوجوانانِ ملت کا فرض ہے کہ ان زرّیں اصول کو آویزۂ گوش ہوش بنائیں۔ اور سن شعور کو پہنچ کر اپنی تمام مساعی ظلم و طغیان اور دجل و فریب کے طاغوتی پردوں کو تار تار کرنے پر صرف کر دیں۔ تاکہ زمان و زمانیاں اس سراب سے نجات پا کر فلاح دارین کی صحیح راہ پر گامزن ہونے کے اہل ہو جائیں۔ و باللہ التوفیق۔

۶۸۶

ملوکیت اور اسلام

"الحکم للہ العظیم الکبیر"

ظہور اسلام سے قبل دُنیا میں سلاطین پرستی اور ملوکیت نوازی کا جو طوفان برپا تھا۔ وہ محتاج تشریح نہیں۔ دُنیا کے ہر حصے میں اُمراء و سلاطین "اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" بنے ہوئے تھے۔ روم کا قیصر، فارس کا کسریٰ، چین کا سلطان، مصر کا تاجدار یہ سب اگر خدا نہیں تو خدا کے نائب ضرور سمجھے جاتے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بادشاہ ہر عیب و نقص سے پاک اور ہر تقدیس سے متصف ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کے ہر حکم پر "امنّا" کہنا اہم ترین فرض سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کے سامنے بیٹھنا ممنوع، اس کا نام لینا بے ادبی اور اس کی کسی رائے کی مخالفت کرنا موجب قتل تھا۔ ایک حکمران جو چاہتا تھا۔ وہ کرتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اُس کی رائے میں دخل دے سکے۔

جب دُنیا میں باطل پرستی کا اسقدر زور تھا۔ تو حق تعالیٰ نے ایک مصلح اعظم کو مبعوث فرمایا۔ جن کا نام پاک محمدؐ رسول اللہ ہے۔ حضور اقدسؐ نے جلوہ افروز ہو کر حق پرستی کی دعوت دی اور فرمایا۔

اے انسانو! تم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو کہ اپنے ہی ہمجنس لوگوں کے آگے سر جھکاؤ اور اُن کی پرستش کرو بلکہ تمہاری تخلیق کی غائت یہ ہے۔ کہ تم اپنے خالق و مالک کی عبادت کرو، اور اُسی کے آگے سر جھکاؤ۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

نظام حکومت اسلامیہ اسلام کے داعیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو بتلایا کہ حکومت نام ہے جمہور کی متحدہ طاقت کا اور امیر یا خلیفہ صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جس کو قوم منتخب کرے اور وہ ہر معاملے میں قوم کی رائے اور مشورے کا پابند ہو۔ اور ان کے حقوق کا ہر لحہ احترام کرتا ہو۔ اسلام میں شخصی حکومت اور انسانی جبّاریت کوئی چیز نہیں۔ اسلام اس بات کو جائز قرار نہیں دیتا کہ حکومت کسی خاص شخص کی ملکیت میں دے دی جائے۔ اور اس کو مالک و مختار بنا دیا جائے۔ دیکھو قرآن مجید کے چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ اپنے رسول کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ اور اے رسول حکومت کے معاملات میں تم مسلمانوں سے مشورہ لیا کرو۔

اس حکم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امور حکومت میں "شوریٰ" نہائت ضروری ہے اور حاکم یا امیر عامۃ الناس سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ مستند حدیثوں اور معتبر تاریخوں سے ثابت ہے۔ کہ آپ ہر معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور کبھی کسی معاملہ میں مساوات حقوق کو نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ حضور اکرم کے مبارک زمانے کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں ماخوذ ہو کر حضور کی خدمت میں

آئی۔ چونکہ یہ قبیلہ نہایت عظیم المنزلت تھا۔ اس لئے بعض لوگوں نے یہ چاہا۔ کہ حضور اکرم اس عورت کو معاف کردیں اور سزا نہ دیں۔ حضرت اُسامہ جو حضور کے مخلص اور محبوب خادم تھے۔ ان کے ذریعہ سے سفارش کی گئی۔ جب حضور نے سفارش کو سنا۔ تو آپ کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

اے مسلمانو! تم سے پہلے بہت سی قومیں اس وجہ سے ہلاک کی گئیں۔ کہ جب انہیں کا کوئی معزز آدمی کسی جرم کا مرتکب ہوتا تھا۔ تو وہ اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی غریب آدمی کوئی جرم کرتا تھا۔ تو اس کو سزا دیا کرتے تھے۔ یاد رکھو اگر قبیلہ مخزوم کی عورت کی بجائے فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔ (طبقات ابن سعد)

یہ ہے اسلام کی فرمانروائی کی اصل تصویر یہ ہے۔ وہ طرزِ عمل جس سے مساوات حقوق کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی نظر امیر و غریب معزز و حقیر اور ادنٰے و اعلیٰ سب مساوی الرتبہ ہیں۔

خلفائے راشدین کا تقرر و انتخاب تاریخ شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب امیر اور خلیفہ کے تقرر و انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو سب مسلمان مقام بنو ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور حضرت عمر کی تحریک اور عامتہ المسلمین کی تائید سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے سب سے پہلی تقریر مسجد نبوی میں کی اور اس نے کہا۔

اے مسلمانو! تم نے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے۔ لیکن میں تم سے بہتر اور برتر نہیں ہوں بلکہ تم ہی میں سے ایک فرد ہوں۔ اگر میں صحیح راستہ اختیار کروں۔ تو میری مدد کرو اور اگر میں غلط راستہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔"

(طبقات ابن سعد)

حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار کی تحریک اور عامتہ المسلمین کی تائید سے حضرت عمر خلیفہ منتخب ہوئے اور انہوں نے بھی خلیفہ منتخب ہونے کے بعد یہ تقریر کی۔ کہ اے لوگو! میں تم ہی کا ایک شخص ہوں۔ تم سے افضل اور بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تمہیں مشورہ دوں تو اس کو قبول کرو۔ ورنہ اس کو ردّ کردو۔ اور میری خلاف شریعت خواہشوں کا اتباع نہ کرو (طبقات)

حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں مساوات حقوق کا جتنا لحاظ رکھا اور جذبات عامتہ کا جتنا احترام کیا اُس کی حقیقت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر سے اور ابی بن کعب سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ ابی بن کعب نے حضرت زید بن ثابت کی عدالت میں جو اُس وقت مدینے کے قاضی تھے۔ مقدمہ دائر کیا۔ اور حضرت زید نے حضرت عمر کو طلب کیا۔ جب وہ وہاں آئے تو حضرت زید نے تعظیماً ان کے جگہ خالی کردی حضرت عمر نے کہا۔ اے ابن ثابت یہ پہلی بے انصافی جو تم نے اس مقدمہ میں کی پھر اپنے فریق کے پاس بیٹھ گئے (طبقات)

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جو عہد فاروقی میں نظر آتی ہیں۔ لیکن ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ غرض حضرت عمر کے شہید ہونے کے بعد ایک مجلس نیابی کی تحریک اور عامہ مسلمین کی تائید سے حضرت عثمان خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور ان کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کی تحریک اور عام مسلمانوں کی تائید سے حضرت علی خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان

بزرگوں میں سے ایک نے بھی تخت خلافت کے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور اپنے بیٹے کو اپنا جانشین نہیں بنایا بلکہ صاف صاف کہا کہ حکومت تمام قوم کی ملک ہے۔ وہ جس کو چاہے اپنا خلیفہ اور امیر منتخب کر سکتی ہے۔ ان بزرگوں کے بعد افسوس ہے کہ نظام حکومت اسلامیہ درہم برہم ہو گیا۔ اور بعض لوگوں کی نفس پرستی کی وجہ سے مسلمان پھر غلامی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔

اسلامی تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ نے نظام حکومت اسلامیہ کے خلاف جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین اور ولی عہد بنایا تو مسلمانوں میں ایک غیر معمولی جوش و ہیجان پیدا ہوا اور جب مدینے کے عامل نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا۔ اور یہ کہا کہ امیر معاویہ نے حسب سنت ابو بکرؓ و عمرؓ اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ تو خود حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے کھڑے ہو کر نہایت سخت لہجے میں کہا۔ کہ اے عامل! تو جھوٹا ہے۔ اسلام کو اس ملوکیت سے کیا تعلق؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ابوبکر نے اپنے بیٹے کو اور عمر نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے

ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر جب ہم سردار رضا خاں موجودہ والئی ایران کے اعلان شہنشاہیت اور جناب تقدس مآب ابن سعود کے اعلان ملوکیت اور لقب "ملک الحجاز" پر غور کرتے ہیں۔ تو باللہ العظیم ہمارے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ اور ہم مسلمانوں کی بدبختیوں پر ماتم کرتے ہیں۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن
نعرہ لا پیش نمرودے بزن (اقبالؒ)

تعارفات

بعض بہی خواہان "التریش" کے مشورہ پر ناظرین کرام کے غائبانہ روابط و ضوابط کے لئے یہ مفید سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ کاغذ کی گرانی اور عدم دستیابی کی وجہ سے عارضی طور پر اسے ملتوی کرنا پڑا۔ چند بہی خواہان قوم کے مختصر حالات زندگی اور فوٹو دفتر میں محفوظ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقت آنے پر انہیں بالالتزام شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ لہٰذا احباب استصواب کی زحمت نہ کریں۔

رونق

ضمیر کی صدا

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

یہ اُس الہامی کتاب کا فقرہ ہے جو ملک عرب کے ایک برگزیدہ شخص عظیم الفطرت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور ۱۳ سو سال سے ایک ہی نہج پر بلا کسی تغیر و تبدل اور تحریف و کمی و بیشی کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلی آتی ہے۔ اور جو بمصداق وَنَحْنُ لَهُ لَحَافِظُونَ اپنے نازل کرنے والوں کی حفاظت میں ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ جتایا گیا ہے۔ کہ ہم نے انسان کے ضمیر یا انسان کے قلب میں یہ قوت رکھ دی ہے کہ وہ۔

وہ بدی اور نیکی میں تمیز اور شناخت کر سکے۔ قدرت کی جانب سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے ضمیر یا قلب نہ دیا گیا ہو۔ ہر شخص ضمیر رکھتا ہے۔ اور ہر متنفس کے پہلو میں دل موجود ہے۔ اس آیت اور اس فلاسفی کی تصدیق ہر دل اور ہر ضمیر سے ہو سکتی ہے۔ کوئی ضمیر اور کوئی دل ایسا نہیں۔ جو اس کی تصدیق نہ کرے۔

صادق۔ کاذب۔ سارق۔ متدین۔ خائن۔ امین۔ بدچلن۔ نیک چلن۔ دونوں اس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں اگرچہ ان کی تصدیق کا رنگ کسی حد تک جداگانہ ہو۔ ہر چور یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ جب وہ چوری کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اُس کا ضمیر اور اس کا دل اسے کیا کچھ کہتا ہے۔ ہر کاذب اسی طرح اپنے ضمیر کی آواز سن سکتا ہے۔ ہر خائن اور ہر بدچلن بھی

اپنے ضمیر کی آواز سُن سکتا ہے۔ ہر خائن اور بدچلن بھی اپنے ضمیر کی صدا سنتا ہے۔ سنتا ہی نہیں بلکہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے۔ درست نہیں۔ وہ ایک بُرائی اور ایک عیب ہے۔ دیکھو ایک چور باوجود ضمیر کی تنبیہ کے بھی جب چوری کرتا اور پرایا مال متاع پاکر اپنی اغراض کے ماتحت خوش ہوتا اور اپنی فارغ البالی کا اُسے ایک ذریعہ جانتا ہے۔ تو جب خود اس کے ہاں کوئی چوری کرتا ہے یا اس کی نقدی اور مال چراتا ہے۔ تو اُس کے دل پر جو دوسرے کی چوری پر جو فتویٰ دے چکا تھا۔ ایک صدمہ ہوتا ہے۔ وہ پولیس کی جانب دوڑتا ہے اور ہر شخص پر شبہ کرتا ہے۔ اس کی بیوی اور اس کے بچے اور بچیاں افسوس کرتی ہیں۔ کہ کیوں اُن کے ہاں چوری ہوئی۔ اور کیوں اُن کا مال چلا گیا۔ اگر چوری بُری عادت اور بُرا رویہ نہیں تو چاہیئے تھا کہ ایک چور جو دوسروں کے ہاں رات دن چوری کرتا ہے۔ اپنی چوری سے خوش ہوتا۔ اسکا دل افسردہ نہ ہوتا کیونکہ جو فعل وہ خود کرتا ہے۔ وہی فعل اس کے ساتھ بھی کیا گیا ہے۔ لیکن ایسا شخص کڑھتا اور افسوس کھاتا ہے۔ اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ وہ ہر جگہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ میرا مال چلا گیا اور میرے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ چوری ایک بُرا فعل ہے

ورنہ چور اُسے بُرا نہ جانتا۔ کیونکہ وہ اُسے اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ ایک گالی دینے والا جب اپنی نسبت کسی سے گالی سنتا ہے تو اس کا دماغ پھر جاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں لال ہوجاتی ہیں۔ اُس کے دل میں مارے جوش کے ایک اُبال آجاتا ہے۔ اگر گالی یا گالی دینا بُرا نہیں تو کیوں ایسا شخص جو روز اوروں کو گالیاں دیتا ہے اس پر ناخوش اور ناراض ہوتا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک تو گالی دینا کوئی بُری عادت اور دُکھ دینے والی بات نہیں تھی۔ ثابت ہوا کہ گالی دینا بُری عادت ہے کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا اور ایسی عادت رکھتا ہے۔ وہ ہی اس سے نفرت کرتا ہے۔

ایک مسخرہ دوسروں سے ہر روز مسخری اور ٹھٹھا کرتا ہے۔ لیکن جب کوئی اس سے مسخری کرتا ہے۔ تو بیزار ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بے جا مسخری ایک تکلیف دہ بات ہے

ایک رشوت خوار ہر روز مقدمہ والوں سے بخوشی رشوت لیتا تھا۔ ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہلکار نے اس سے بھی رشوت مانگی تو بُرا مانا۔ اہلکار نے کہا حضور! تو یہ وہی کام ہے جو آپ بھی روز کرتے ہیں۔ اگر لیتے ہو تو دو بھی۔

جو شخص دوسرے کا منہ چڑاتا ہے۔ اپنے منہ چڑائے جانے پر کیوں ناراض ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ روش فی الحقیقت بُری ہے۔

جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے۔ اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ اور وہ اس طریق عمل میں ایک طمانیت پاتا ہے صرف اس وجہ اور اس باعث یہ طمانیت ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی دوسرا اس سے نیکی کرتا ہے۔ تو اس کا دل خوش ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نیکی فی الواقعہ اور فی نفسہ ایک اچھا عمل اور نیکی ہے۔ ایک پُرانا مقولہ ہے:۔

"ہر کہ بر خود نپسندی و دیگراں ہم مپسند"

ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور وقت پر جتاتا ہے

ہر ضمیر اور ہر دل کا جو فرض ہے وہ پورا کرتا ہے۔ سننے اور غور کرنے کے واسطے کان چاہیئے۔ سمجھنے کے لئے دل بینا۔ ضمیر کی یہ صدا ہے کہ اگر تم سلامتی کی راہ دیکھنا چاہتے ہو۔ تو میری سنو اور میری آواز دل پر غور کرو۔ اور کان دھرو۔

طرفہ حرف ست ایں کہ زلف یار می گوید بمن
از بلا گرمے گریزی؟ در پناہ من بیا

خدا نے انسان کو مردہ دل اور بے حس ضمیر نہیں دیا۔ اس میں ایک زندگی اور ایک حس رکھی گئی ہے۔ ایسی زندگی اور ایسی حس جو اس کو زندہ کرتی اور اس میں غیر فانی اور روشن روح پھونکتی ہے۔ اس روح کا نام سرشتی یا فطرتی شریعت بھی ہے یہ وہ روح ہے۔ جو ہر ذی روح کو بایں اوصاف حاصل ہے یہ پورا کرتی ہے۔ اس نوشتہ الہامی کو کہ خدائے قدیر نے انسان کو اپنی کل مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ بنایا ہے۔ اور اس امر کو بھی کہ دنیا میں بُرائی اور نیکی دونوں معمول ہیں۔ اور دونو کی نسبت ضمیر نوٹس دیتا ہے۔ اگر کسی کی روح اور فطرت مُردہ نہیں ہو چکی تو تقوے اور فجور کی بابت ہر زندہ ضمیر صدا دیتا اور اعلان کرتا ہے۔

دیکھو ایک شخص کسی بے گناہ کو دُکھ دے کر پیچھے اپنے دل میں ہی پچھتاتا اور شرمندہ ہوتا ہے۔ اُس حس اور اُس ضمیر کا اثر ہے جو اس کی سرشت میں اور اس کے پہلو میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس سے شریعت اور احکام شریعت کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے۔ اور انسان غور کے بعد یہ کہنے لگتا ہے۔ کہ

"انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں"۔ اور "جو کچھ کہتے ہیں"۔ وہ عین برحق ہے۔ یہ ضروری تھا کہ ضابطہ ضمیری کے مقابلہ میں ایک ضابطہ ظاہری بھی ہو اور یہی پیمانہ ہے صداقت اور تائید حق کے۔ واسطے چونکہ دین اسلام ایک فطرتی دین ہے اور شریعت اسلامی عین فطرت کے مطابق ہے اس واسطے اس آیت میں یہ ارشاد ہوا۔ یہ آیت ضمیری رنگ میں گویا شریعت اسلامیہ کی ایک تائیدی اور تصدیقی شہادت ہے۔ ضمائر اور دلوں پر غور کرو۔ اور ان کی آوازیں سنکر ان کے معنی لگاؤ۔ ضمیر اور دل پر غور کرنا اور اس کی صداؤں پہ کان دھرنا بجائے خود ایک عبادت اور ایک ریاضت ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

(سلطان احمد پنڈ دادنخان)

بینامی ایکٹ اور غیر زراعت پیشہ اقوام

زراعت پیشہ اقوام کو غیر زراعت پیشہ لوگوں کی سرمایہ دارانہ دستبرد سے محفوظ کرنے کیلئے سنہ ۱۹۰۱ء میں ایکٹ انتقال اراضی کا نفاذ عمل میں آیا۔ تو سود خوار لالاؤں کی طرف سے شور و شیون کی انتہا ہوگئی۔ غیر زراعت پیشہ ایسوسی ایشنیں معرض وجود میں آئیں جماعتی و انفرادی طاقتیں بروئے کار آنے لگیں۔ لیکن ایک قانون تھا۔ جو رائج ہوگیا۔ اور زراعت پیشہ اقوام کا حق محفوظ ہوگیا۔ مگر سرمایہ دار غیر زراعت پیشہ اقوام نے ناجائز طریق پر جلب منفعت کی اس میں بھی ایک راہ نکال لی۔ یعنی کسی زراعت پیشہ شخص پر ڈورے ڈالے۔ اسے دوستی کے جال میں پھنسایا۔ روپیہ اپنا لگایا۔ اور انتقال اس نام نہاد دوست کے نام کروا دیا۔ یہ طریق عمل صریح ناجائز تھا۔ اس لئے حکام نے اسے بینامی قرار دیدیا۔ اور جہاں کہیں اس ناجائز کارروائی کا سراغ چلا ثبوت ملنے پر اسے منسوخ کر دیا۔ یونینسٹ حکومت نے زرعی قوانین کے ساتھ بےنامی ایکٹ کا اجراء نفاذ بھی ضروری سمجھا۔ جس کی رو سے اس قسم کے ناجائز مفاد کی راہیں مسدود ہوگئیں۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ اپنی دھن کے آدمی ہیں۔ وہ اس قانون کو غیر آئینی قرار دینے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ اتفاق سے سردار ہرنام سنگھ سب جج سیالکوٹ کی عدالت کا ایک فیصلہ ان کے ہاتھ آگیا ہے جس کی آڑ میں وہ اپنے دعویٰ کی دلیل تلاش کرنے کیلئے معاملہ ہائیکورٹ اور فیڈرل کورٹ تک لے جانیکی کوشش کر رہے ہیں۔ ملاپ نے الہ آباد ہائیکورٹ کے کسی فیصلہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ چونکہ کوئی نیا قانون کسی پرانے قانون پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے بے نامی ایکٹ غیر آئینی اور بے اثر ہے۔ حالانکہ بے نامی طریق پر افادہ قانون شکنی کے مترادف ہے۔ اور یہ ایکٹ انتقال اراضی کا ایک لازمی جزو ہے۔ اور بے نامی انتقالات سے قانون کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس اراضی سے منافع کا حصول اسی طرح کا ایک جرم ہے جس کی پاداش میں زمینداروں کو ایکٹ آبیانہ کے خلاف نقلی نگا کر پانی حاصل کرنے پر سزا مل سکتی ہے۔ ملاپ اور نارنگ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ایکٹ انتقال اراضی کا اصل منشا ہی یہ ہے کہ غیر زراعت پیشہ اقوام کسی طریق پر بھی زراعت پیشہ اقوام...

...مضمون نگار صاحب کریں۔ اسپیشل ... فیصلے کے تحت قانون کے منشا اور زمینداران کے حقوق کا تحفظ ملحوظ رکھا گیا۔

"مسلمانِ عالم!"

(از جناب ماہر القادری)

مشعلِ راہِ ہدایت ، وارثِ علمِ نبیؐ
اس جہاں سے اُس جہاں تک روشنی ہی روشنی

گمرہوں کے واسطے اللہ کی روشن دلیل
حاملِ ناموسِ وحدت، صاحبِ عزمِ خلیلؑ

جس کی سیرت سطوتِ فاروقؓ و فقرِ بوترابؓ
دین و دنیا کی کسوٹی جس کی چشمِ انتخاب

جس کی بزمِ دل کی رونق سوزِ صدیقؓ و بلالؓ
مصلحت اندیشیوں سے پاک ہے جس کا خیال

زینتِ محرابِ منبر ، گرمیٔ بدر و حنین
بوذرؓ و سلماںؓ کا ایماں جرأتِ قلبِ حسینؓ

احمدؒ حنبل کی حق گوئی کی دُنیا میں نظیر
فکرِ عمادؒ و غزالیؒ بوحنیفہؒ کا ضمیر

جس کا دل پاتا ہے مشکوٰۃ نبوّت سے فروغ
جذب کرسکتا نہیں جس کو سیاست کا دروغ

حاملِ قرآں حدیثِ مصطفےٰؐ کا رازداں
منزلِ علم و ہدایت کا امیرِ کارواں

جس کے ایماں کی نظر میں ہے بس اک مشتِ غبار
ابنِ رُشد و بوعلی سینا کی عقلِ غم کار

جس کی ایمانی فراست کے ہیں یہ ادنےٰ غلام
منطق و فنِّ معانی، فلسفہ، علم کلام

جو مفسّر ہیں جہاں میں دین کے احکام کا
جو مبلّغ ہے خدا کے آخری پیغام کا

جسکی دنیا صرف "قال اللہ اور قال الرسولؐ"
جو بنا سکتا ہے ظلم و جہل کے کانٹوں کو پھول

جسکی ٹھوکر پہ نچھاور افسری و سروری
سر سے پا تک اتباعِ سنّتِ پیغمبری

جو ہے مستغنی عنایاتِ وزیر و شاہ سے
جسکی امیدیں ہیں وابستہ فقط اللہ سے

بے نیازِ جاہ و منصب، صاحبِ ملکِ یقیں
جسکے سینے کی چمک ہموار کرسکتی نہیں

انقلاباتِ جہاں جس کو ڈرا سکتے نہیں
قیصر و کسریٰ بھی جس کا سر جھکا سکتے نہیں

دہر کا آقا ، غلامِ رحمتہ اللعلمینؐ
پیکرِ خلق و مروّت ، واقفِ اسرارِ دیں

موت آنے پر بھی وہ مردِ نکو مرتا نہیں
بانٹتا ہے علم کو، سوداگری کرتا نہیں

مختصرات

—— ۲۰ اگست کو اعلیٰحضرت حضور نظام کی ۵۶ ویں سالگرہ کی تقریب سرانجام ہوئی۔

—— اعلیٰحضرت حضور نظام جنگی امداد میں ایک کروڑ سے زائد روپیہ دے چکے ہیں۔

—— ایک روپیہ کے نوٹ چھوٹے سائز کے جاری ہو گئے ہیں

—— والیٔ قلات نے جامع مسجد میں ایک اعلان کیا کہ ریاست کا ہر مسلمان باقاعدگی سے نماز پنجگانہ ادا کرے۔ غفلت کرنے پر قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

—— گذشتہ دنوں گوجرانوالہ اور سرگودہا میں فرقہ وارانہ فسادات ہو گئے۔

—— نرائن گنج (ڈھاکہ) کی پولیس نے ایک پرانی مسجد میں داخل ہونیے ایک ہزار مسلمانوں کو روکدیا۔ گولی چلنے سے ایک شخص شہید اور ایک مجروح ہوا۔

—— حکومت ہند نے ہندوستان کی رضاکار پارٹیوں اور جماعتوں کو فوجی قسم کی وردی پہننے اور فوجی ڈرل کرنے کی ممانعت کر دی۔ اس حکم سے ۲۰۰ پارٹیاں جن کے افراد کی تعداد ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ متاثر ہونگی۔

—— کلکتہ سے ۹۷ میل کے فاصلہ پر ریل گاڑی کے حادثہ سے ۴۳ اشخاص ہلاک اور ۹۰ مجروح ہوئے۔ انجن اور پانچ بوگیاں تباہ ہو گئیں۔

—— دریائے راوی کے سیلاب کی وجہ سے ۴۱ دیہات کو سخت نقصان پہنچا۔

—— ائرمیل پوسٹ کارڈوں کا نرخ چھ آنے سے چار آنے کر دیا گیا ہے۔

—— سنٹرل ماڈل سکول لاہور کے ایک طالب علم نے اپنے وظیفہ کا جمع کیا ہوا ۱۹۲ روپیہ جنگی فنڈ میں دے دیا۔

—— وادی کانگڑہ میں شدید بارش کی وجہ سے مکانات اور پن چکیاں بہ گئیں۔ درخت سیلاب کی نذر ہو گئے۔

—— کوئٹہ میں اب بھی کبھی کبھی زلزلے کے جھٹکے آجاتے ہیں۔

—— لاہور کے قریب ہندوستانی افسروں کو ہوا بازی کی تعلیم کا سکول کھول دیا گیا ہے۔

—— دریائے جہلم میں طغیانی کی وجہ سے قریب کے دیہات خطرہ میں ہیں۔

—— مانڈلے سے رنگون آنے والی گاڑی پٹڑی سے اتر گئی۔

—— قائد اعظم نے ۱۴ اگست کو ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند سے پھر ملاقات کی۔

—— ضلع لاہور کا مالیہ ادا کرنے سے انکار کرنے پر عدالت میں چالان ہو گیا ہے۔

—— کانگرسی رضاکاروں نے کانپور میں ایک جلوس کے سلسلہ میں فوجی قسم کی پریڈ کر کے قانون شکنی کی۔

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

۹-۷۶

علی

ایڈیٹر: محسن

قیمت سالانہ
روٴسا سے۔ پانچ روپے
عوام حضرات تین روپے

غیر مستطیع طلباء سے دو روپے
نمونہ کا پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ ۱۷، ۱۷

فہرست مضامین القریش امرتسر

جلد ۲۷ | مطبوعہ ستمبر ۱۹۴۰ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ | نمبر ۹

"اعتذار"

القریش خلاف معمول چار دن کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں عزیزہ کئی روز شدید ترین بخار میں مبتلا رہی اور پریشانی میں کوئی کام نہ ہو سکا۔ امید ہے کہ احباب اس مجبوری کے لئے ہمیں معذور سمجھیں گے۔

روحی

صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

چوں از زمیں خیرالبشر "سوئے فلک شد جلوہ گر" فخرِ رُسل رشکِ قمر
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

شد سرنگوں دیکِ نظر "کفر از جہاں زوبسر" آں پادشاہِ بحر و بر
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ حضرت محمد مصطفیٰ آں شافعِ روزِ جزا
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

فرمودۂ حق برملا دار و لقرآں اے ضیا بہرِ شہ ہر دوسرا
صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

(مفتی) ضیاء الدین ضیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفریش

جلد ۲۲　نمبر ۹

ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء
شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ

شذرات

حضور نظام کی جنگی اعانت

یار وفادار سلطنت برطانیہ، اعلیحضرت تاجدار حیدرآباد دکن نے گذشتہ جنگ عظیم میں برطانیہ عظمیٰ کو جو گرانقدر امداد دی تھی۔ وہ کسی وضاحت وصراحت کی محتاج نہیں، موجودہ جنگ کے آغاز ہی سے جہاں پناہ نے شاہانہ امداد شروع فرمادی تھی۔ چنانچہ گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں اعلیحضرت تقریباً ۲ ۱/۲ لاکھ پونڈ کی خطیر رقم وزارت پنجاب کو دے چکے ہیں۔ اور چار ہزار پونڈ سے انجمن نشانِ احمر کی امداد فرما چکے ہیں۔

سر اکبر حیدری مدارالمہام ریاست حیدرآباد نے اپنی ایک براڈ کاسٹ تقریر میں سلطنت آصفیہ کی بیشقدر امداد پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی تھی۔ کہ ریاست حیدرآباد دکن اس وقت حکومت برطانیہ کی آدمیوں اور زر نقد سے امداد کر رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نظام عالی مقام کی شاہانہ امداد سے فضائی دستہ (نظام سکوڈرن) تیار ہو کر میدان کارزار میں مصروف عمل ہے۔ اور اس نے جو اہم جنگی خدمات انجام دی ہیں۔ ملک معظم نے بذات خود اس کا اعتراف فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اعلیحضرت حضور نظام کو ملک معظم کی طرف سے شکریہ کا تار بھی موصول ہوا ہے۔ اور مسرت کے ساتھ فرمایا ہے۔ کہ حیدرآباد سکوڈرن نے دشمن کے ہم ہوائی جہاز گرائے ہیں،

امدادی چندے جمع کرنے کے علاوہ دولت آصفیہ کی طرف سے قابل قدر انفرادی امداد بھی دی جارہی ہے۔ اور غلط افواہوں کی روک تھام پوری طاقت کے ساتھ کی جارہی ہے۔ مالی اور جانی امداد کے علاوہ روحانی امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور جا بجا برطانیہ کی فتح وظفر کی دعائیں کی جارہی ہیں۔

حیدرآباد دکن سے حال میں جو روپیہ چیکوں کی صورت میں بھیجا گیا تھا۔ اس سے خریدکردہ طیاروں کے دستہ کا نام "جاگیردار فلائٹ" رکھا جائے گا۔ کیونکہ یہ روپیہ حیدرآباد دکن کے جاگیرداروں نے دیا تھا۔ دستہ مذکور کے طیاروں کے نام جُدا جُدا "حیدرآباد سٹی" "سکندرآباد سٹی" "پائیگاہ سالار جنگ" وغیرہ

برطانیہ کے "یار وفادار" اور ان کی وفا شعار اس گرانقدر امداد پر مستحق مبارکباد ہیں۔ نیز وہ نظام سکواڈرن کے کارناموں پر جتنا فخر کریں بجا ہے۔

والئے بہاولپور کا فرمان

"صادق الاخبار" بہاولپور کی غیر معمولی اشاعت مورخہ ۷ ستمبر میں ہز ہائنس نواب بہاولپور کا ایک فرمان شائع ہوا ہے

جس میں ممدوح الشان نے برطانیہ کی حق پرستی، انصاف دوستی اور جمہوریت نوازی کے پیش نظر رعایائے ریاست سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے عبادت خانوں میں موجودہ جنگ میں ہندوستان کی برطانیہ کی شکست اور برطانیہ عظمیٰ کی فتح وظفر کے لئے پر خلوص دعائیں کریں۔

نواب بہاولپور پیشتر ازیں بیشقدر جنگی امداد دے چکے ہیں۔ اور متوقع ہیں کہ برطانیہ آخر فتح یاب ہوگا۔ اور ہٹلر کو وہی انجام دیکھنا پڑے گا۔ جو گذشتہ جنگ عظیم میں قیصر ولیم کو دیکھنا پڑا تھا۔ آپ نے وائسرائے ہند کے جنگی فنڈ میں ایک لاکھ روپیہ کی رقم منظور دی ہے۔ علاوہ بریں آپ نے اتنی ہی رقم ایک جنگی طیارے کی خرید کیلئے دی۔ اور وعدہ فرمایا کہ جنگی امداد کے لئے ۵ ہزار روپیہ سالانہ چندہ دیا کرینگے اس کے علاوہ ایک ایمبولینس سیکشن لڈز امپیریل سمیت تحفۃً پیش کیا ہے۔ جس کے سالانہ مصارف کیلئے آپ ۴۰ ہزار روپیہ ادا کریں گے۔ ہز ہائینس کو تاج برطانیہ کے ساتھ اتنی عقیدت اور محبت ہے۔ کہ انگلستان اور ملتان میں آپ کے جتنے مکانات ہیں۔ وہ سب حکومت برطانیہ کے حوالے کر دیئے ہیں۔ مندرجہ بالا امداد کے علاوہ ہز ہائینس نے موجودہ ہولناک جنگ میں برطانیہ کو فوجی امداد دینے کا بھی حکم دیدیا ہے۔ اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے۔ کہ فسٹ بہاولپور انفنٹری یعنی پہلے دستہ فوج کو ریاست سے باہر فوجی خدمت پر جانے کے احکام کر دیئے گئے ہیں۔ اور ریاست کے اندرونی انتظام اور قیام امن کیلئے سیکنڈ سٹیٹ انفنٹری کو مکمل بٹالین بنادیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ریاست کے فوجی مصارف میں ۷۰ ہزار روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اعلیٰحضرت نے جنگی سرمایہ میں ۲۵ ہزار روپیہ اور ایمبولینس کار کے دستے کیلئے ۵۴ ہزار روپیہ سالانہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ نواب صاحب بہاولپور کی یہ امداد کئی پہلوؤں سے بے حد قیمتی اور قابل فخر ہے۔ اپنے فرمانروا کے اقدامات اور مالی جانی قربانیوں پر جتنا بھی فخر کرے بجا ہے۔

مخلوط تعلیم کا ہولناک نتیجہ

معزز معاصر "حمایت اسلام" نے آریہ اخبار "پرکاش" کے حوالے سے ایک نوٹ شائع کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے غیور طبائع عرق ندامت میں پانی پانی ہو جاتی ہیں۔

تہذیب حاضر کے فیشنوں میں مخلوط تعلیم بھی ایک فیشن قرار پاگیا ہے۔ مخلوط تعلیم کی مخالفت کرنے والوں پر آوازے کسے جاتے ہیں۔ اور انہیں پرانی لکیر کا فقیر بنا کر غیر مہذب کہا جاتا ہے۔ بے حجابی و بے پردگی ترقی کا انتہائی زینہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اور مستور رہنے والی جنس لطیف کو منظر عام پر لانا انتہائی مروج و کمال خیال کر لیا گیا ہے۔ بحالیکہ اس کے دور رس نتائج سوسائٹی کے لئے اسقدر خطرناک اور تباہ کن ہوتے ہیں۔ کہ پھر ان کا چارہ کار نہیں ہو سکتا۔

ذیل کا واقعہ مخلوط تعلیم کے حامیوں اور پردہ کا مذاق اڑانے والوں کی عبرت کیلئے اپنے اندر درس بصیرت رکھتا ہے۔ اخبار پرکاش کا نامہ نگار لکھتا ہے۔

"ایک روز راستہ میں مجھے ایک کمزور اور مریل سی عورت ملی۔ جو بھیک مانگ رہی تھی۔ اس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ جسے دیکھ کر میرا دل رحم سے بھر گیا۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے اپنی درد بھری داستان اس طرح سنانی شروع کی۔ جب میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تو کالج کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا خیال ہوا۔ لیکن ہمارے

شہر کے کالج کی پڑھائی اچھی نہ تھی۔ اس لئے قریب کے ایک شہر میں میری تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔ جہاں میری رہائش کا انتظام کالج ہوسٹل میں ہوا۔ کالج میں ایک نوجوان میرا کلاس فیلو تھا (جو اس بچے کا ناجائز باپ ہے) وہ بہت پسندیدہ صورت۔ خوش باش، اور ماہر کھلاڑی تھا۔ آہستہ آہستہ وہ میری طرف مائل ہوا۔ اس کی باتوں میں غیر معمولی کشش تھی۔ جس نے اپنی مقناطیسی قوت سے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔ میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ آخر اس نے ایک دن میرے سامنے اپنا دلی مدعا ظاہر کر دیا۔ پہلے تو مجھے اس کی باتوں سے خوف پیدا ہوا۔ لیکن اس کی باتوں میں ایسا جادو تھا۔ کہ جس نے میرے دل کو مسخر کر لیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ہم نے بی۔ اے پاس کرنے کے بعد شادی کا فیصلہ کیا لیکن ابھی ہم تھرڈ ایر میں ہی تھے۔ کہ ہوسٹل میں میرے ہاں یہ ناجائز بچہ پیدا ہو گیا۔ جس نے سنا مجھ پر لعنت بھیجی۔ اور ہر ایک کو مجھ سے نفرت پیدا ہو گئی۔ آخر مجھے "ہوسٹل" سے باہر نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ میں اس وقت درد سے تڑپ رہی تھی یہ قصہ بیان کرتے وقت وہ لرزہ براندام تھی۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ کہ میری طرف دیکھنا پاپ (گناہ) سمجھا جاتا تھا۔ میرے "پتا" کو تار دیا گیا۔ جس کا فوراً جواب موصول ہوا۔ کہ میں اس بدکار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ نہ اس سے کوئی واسطہ رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں ڈوب کر مر جائے تو اچھا ہے

یہ ایک ایسی لڑکی کی داستان ہے۔ جو مخلوط تعلیم اور بے پردگی کی لعنت کا شکار ہو گئی۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جو ظاہر نہیں ہوتے۔ بے پردگی اور مخلوط تعلیم کے غرضمند حامی لڑکیوں کی بربادی کا موجب بن کر یا انکی زندگی لے لیتے ہیں یا انکی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ جنکی صرف ایک مثال بطور مشتے نمونہ از خروارے اوپر درج کر دی گئی ہے۔

عہد حاضر کے مسلمان

ہندوستان کا مسلمان آزادی کی بھول بھلیاں میں شعائر اسلام اور مذہبی احکام کو پس پشت ڈالتا ہوا ایسی راہ پر گامزن ہے۔ جو سرتاسر گاندھی و نہرو ایسے کفر پرور لوگوں کی تجویز کردہ ہے۔ یہی بیخودی ہے جس میں وہ مسلمان جو تبلیغ اسلام اور تلقین حق و صداقت کیلئے پیدا ہوا تھا۔ اور جسے فرزند توحید ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اور جو نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کو دنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا واحد ذریعہ خیال کرتا تھا۔ اور وہ فرزندان توحید جو مسلمان اور صرف مسلمان کہلانے میں دُنیا و جہان کی آزادیاں و کامیابیاں مضمر سمجھتے تھے آج آزاد مسلمان کانگرسی مسلمان اور مسلم لیگی مسلمان کہلانا موجب افتخار سمجھتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کانگرسی مسلمان جنہیں صحیح معنوں میں گاندھوی مسلمان کہا جا سکتا ہے، لیگی مسلمانوں کو دشمن وطن خیال کرتے ہیں۔ اور جی بھر کر گالیاں دیتے ہیں۔ لیگی مسلمانوں کے قریب گاندھوی مسلمان دشمن ملت ہیں۔ اس لئے یہ انہیں نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں۔ آزاد مسلمان نہ مذہب و ملت کے اور نہ وطن و ملک کے، نہ اِدھر کے اور نہ اُدھر کے، جدھر مطلب براری کی کوئی صورت نظر آئی اُدھر کے ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

گاندھوی مسلمانوں میں موہوم آزادی کے پردہ میں جمہور اسلام کو گالیاں دینے میں "مدینہ" بجنور سب سے پیش پیش ہے۔ اس کے قرین دری صحیح العقیدہ اور راسخ الاعتقاد

مسلمان ہو سکتا ہے۔ جگانہ ہی کو سنو من انحطاط سمجھے اور کانگرس اس کا مذہب ہو۔ غیر کانگرسی مسلمان اور اسلام ہیں۔ لہذا گردن زدنی ہیں۔ مدینہ نے مولانا آزاد کی تار کے جواب کے سلسلہ میں مسٹر جناح کو بُرا بھلا کہنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مسلم لیگیوں کو جو محض ہندوستان میں اسلامی وقار قائم رکھنے کے لئے اپنی جداگانہ ہستی تسلیم کرانا چاہتے ہیں کوسا۔ اب آپ نے " قائد اعظم اور امام اعظم " کے عنوان سے ایک جگر خراش مضمون کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ اور اس میں فرزندان توحید یعنے مسلم لیگیوں کو اس قدر بے نقط سنائی جا رہی ہیں۔ کہ الامان والحفیظ۔

۹ ستمبر کے مدینہ نے " کدہر ——؟ " کے عنوان سے ایک فرضی سوال کے جواب میں ایک طویل افتتاحیہ سپرد قلم کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

> "اس کے جواب کیلئے ہر شخص کو اپنے دل کی گہرائیوں کو ٹٹولنا چاہیئے۔ کسی دوسرے سے نہیں۔ بلکہ خود اپنے دل سے۔ اپنے ایمان وضمیر سے اپنے نفس ملکی سے اور اپنی قوت فیصلہ سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کیا چاہتا ہے کس قسم کی دنیا چاہتا ہے۔ اور کس قسم کی سیاست چاہتا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ کو انگریز سرپرستی کا طعن دیتے ہوئے طویل وعظ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ملک کی آزادی کا راز " متحدہ قومیت " ہی میں پنہاں ہے۔ لہذا " محض اس لئے مسلم لیگی نہ بنیئے۔ کہ ایک یا چند ہندوؤں نے آپ کی ذات کو نقصان پہنچایا ہے۔ " مسلم لیگ اور کانگرس کا سوال کفر و ایمان کا سوال نہیں۔ لہذا کانگرس کے ہندو مسلمانوں کو کوسنے پیٹنے کے بجائے آزادی ہند کے حصول کے لئے قدم بڑھایئے۔ وغیرہ۔

مسلم لیگ اور مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر جناح صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو " متحدہ قومیت " کے چکر میں فنا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ خداوند کریم نے " ملت اسلامیہ " کے نام سے ایک جداگانہ قوم بنایا ہے۔ لہذا اس کی جداگانہ ہستی تسلیم کی جائے۔ اور " ہندی قوم کی بجائے " " ہندو مسلم " کہا جائے۔ لیکن کانگرس یہ نہیں چاہتی۔ اور وہ اس لئے نہیں چاہتی۔ کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اسی " آواگون " کے گرداب میں دھکیل دیا جائے۔ مسلم لیگ کا یہ مطالبہ نہایت آسان اور نہایت معمولی ہے۔ کانگرس اگر آزادی وطن کی متمنی ہے تو اسے ہٹ اور ضد کو بیکدم ترک کر کے مسلمانوں کے اس مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ تاکہ آزادی کی راہ جلد از جلد اور آسانی کے ساتھ طے ہو جائے لیکن کانگرس کی نیت میں فرق ہے۔ وہ اکثریت کے دریا میں اقلیتوں کو غرق کر دینے کے درپے ہے۔ کانگرس کی نیت بخیر ہوتی۔ تو وہ زبان کے مسئلہ میں کیوں الجھتی۔ ہماری کلچر و تہذیب پر کیوں ہاتھ ڈالتی۔ اسلامی ریاستوں کے درپے آزار کیوں ہوتی۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ آزادی کا ایک ڈھونگ ہے۔ جو ہندوستان میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے کانگرس نے رچایا ہوا ہے۔ اگر نہیں تو کانگرس کو کہیئے کہ وہ مسلم لیگ کا آسان ترین مطالبہ تسلیم کرے تمام اختلافات آج مٹ جاتے ہیں۔ مدیر مدینہ اپنے دل کی گہرائیوں کو ٹٹولے اور ایمان وضمیر سے جواب لیکر قوت فیصلہ پر زور ڈالے گا۔ تو کانگرسی ارباب حل وعقد کی نیت

عریاں ہو کر اس کے سامنے آجائے گی۔

رہا یہ کہ ہمیں کس قسم کی سیاست چاہیئے۔ مسلمان کو قرآنی اور اسلامی سیاست کے سوا کسی دوسری سیاست کی تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کفر و اسلام کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ لہذا اسے وہ راہ اختیار کرنی چاہیئے جس کی اسوہ حسنہ سے رہنمائی ہوتی ہے۔

مسلم لیگ انگریز پرست نہیں۔ اگر ہو بھی تو وہ اس لئے بجا ہے کہ ان ہندوؤں اور کانگرسیوں سے انگریز ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جو اسلامی کلچر و تہذیب کے دشمن ہیں۔ اور مختلف النوع حیلوں سے خدا پرستی سے بت پرستی و گوسالہ پرستی کی طرف لیجانا چاہتے ہیں۔

لہذا کانگرس کا سوال کفر و ایمان کا سوال ہے کانگرسی مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ آزادی جو مذہب کا دیوالہ دینے کے بعد حاصل ہو ہزار غلامی سے بدتر ہے۔ کوئی راسخ العقیدہ مسلمان ایسی آزادی کا خواہاں نہیں ہو سکتا۔ جس میں ایمان خطرہ میں ہو۔ کانگرسی مسلمان اگر طلب منفعت اور دنیوی مفاد کے لئے صراط مستقیم سے پھسل گئے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ عامۃ المسلمین کو ان کے تتبع کے لئے مجبور کیا جائے۔

اخیر میں ہم مدیر "مدینہ" سے اسلام کے نام پر درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان میں تفرقہ کی خلیج وسیع کرنے کی بجائے اتحاد بین المسلمین کی کوشش کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ کہ آزادی و فلاح کی یہی اولین و آخرین منزل ہے۔ و باللہ التوفیق!

ترانہ صبحگاہی

(از خواجہ فیض صاحب لودھیانوی۔ لاہور)

وقتِ سحر ہے مسلم! وقفِ نماز ہو جا
گردن جھکا کے خود بھی گردن فراز ہو جا

اظہارِ عجز کر کے خالق کے آستاں پر
دنیا کے سرکشوں سے تو بے نیاز ہو جا

صف بندیوں میں پنہاں ملت کی زندگی ہے
صف میں شریک ہو کر ملت نواز ہو جا

پھر غزنوی جلالت تیرے جلو میں ہوگی
اٹھ جوشِ بندگی میں رشکِ ایاز ہو جا

ذوقِ سجود میں ہے ذاتِ خدا کا جلوہ
جویائے راز بن کر دانائے راز ہو جا

تارِ نفس سے نکلیں نغمے عبودیت کے
سوزِ جگر کے دم سے مانندِ ساز ہو جا

آیاتِ آسمانی ترتیل سے سنا کر
پتھر کو موم کر دے فطرت گداز ہو جا

جاری ہے فیض اسکا جو چاہے سو طلب کر
بہرِ دعا سراپا دستِ دراز ہو جا

۶۸۶

شب برات

بارگاہِ رب العلمین میں ایک درد بھری دُعا

یہ سیل نور۔ یہ منظر۔ یہ جلووں کی فراوانی
یہ غنچوں کا تبسم اور یہ تاروں کی درخشانی
نہا کر نور میں یثرب کی جانب سے ہوا آئی
صمیم قلب سے اللہ اکبر کی صدا آئی
دعا کی آج دل کو خود بخود تحریک ہوتی ہے
کہ اس شب ذاتِ احدیت بہت نزدیک ہوتی ہے
مرادیں چاہنے والے۔ دعائیں مانگنے والے
جو چاہیں آج کی شب پائیں آمیں مانگنے والے

الٰہی! آج کی شب بابِ رحمت کھولنے والے
تمنّاؤں کو میزانِ دُعا میں تولنے والے
ترا فضل و کرم میرے شریکِ حال رہتا ہے
یہ بندہ نعمتوں سے تیری مالا مال رہتا ہے
مجھے ہر ایک نعمت تو نے دُنیا میں عطا کی ہے
مری ہر ایک حاجت اپنی رحمت سے روا کی ہے
مرا دل سیر ہے کوئی ضرورت اب نہیں باقی
ترے فضل و کرم سے کوئی حاجت اب نہیں باقی
ترے دربار میں بس اک ضرورت لیکے آیا ہوں
ترے محبوبؐ کی اُمّت کی حاجت لیکے آیا ہوں
یہ امت جس کا فخر و نازِ عالم آشکارا ہے
جسے خود تو نے بھی خیر الامم کہہ کر پکارا ہے
مجھ عاجز کی زباں سے آج اس کی اے خدا سُن لے
محمدؐ کے وسیلے سے اس اُمّت کی دُعا سُن لے

مسلمانوں کو یارب پھر نویدِ ارجمندی دے
محمدؐ کے غلاموں کو جہاں میں سربلندی دے

(وقار انبالوی)

۵۶

سیادتِ قریش

عنوان بالا سے مئی کے القریش میں مولانا پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی مولف تاریخ جلیلہ کا ایک پُرمغز مضمون شائع ہوا تھا جس میں عقلی و نقلی دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا تھا کہ "ہر سید قریشی ہے" اور ہمارے آباد نے اپنے اعمال سے دُنیا کی تاریخ کو بدل دیا تھا۔ نامی صاحب کا یہ مضمون ۱۲ صفحات پر مشتمل تھا جو ناظرین القریش اور قریشی جماعتوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ذیل کا مضمون جو اسی سلسلہ میں مولانا حکیم سید قربیا احمد صاحب بہاری کی عرقریزی کا نتیجہ ہے۔ خاص معلومات کا حامل ہے۔ اس میں اس بات کا ثبوت قطعی بہم پہنچایا گیا ہے کہ "شیخ" ایک ایسا مشترکہ لقب ہے جس میں عربی، عجمی، نومسلم سب شامل ہیں اس لئے قریش کو اس لقب سے ملقب کرنا غلطی ہے۔ قریش کے تمام بطون سادات ہیں۔ ان کا شمار "شیخوں" میں کرنا ان کے حقوق کو برباد کرنا ہے جو بڑا ظلم ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون بیحد کارآمد ہوگا۔ کتابی شکل میں بقیمت ۲ر علیحدہ بھی مل سکتا ہے۔ "رونق"

لقب سید کے متعلق یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ یہ کس قبیلہ اور خاندان کا لقب ہے۔ اور لقب شریف کو ان میں سے کون سے گھرانہ کے ساتھ خصوصیت ہے۔ جہاں تک تاریخی و عربی لغت کی کتابیں دیکھی گئیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سید عمومی شان رکھتا ہے۔ جو تمام قبیلہ قریش کا لقب ہے۔ اور شریف خصوصی جو سادات بنی ہاشم کا لقب ہے۔ قریش کی زبان چونکہ فصاحت و بلاغت میں ارفع و اعلیٰ شان رکھتی ہے۔ کلام پاک ان کی زبان میں نازل ہوا۔ اس لئے یہ زبان تمام خوبیوں کی جامع ہو گئی۔ ان کے یہاں سید کے بہت سے معنی آتے ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:-

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں۔ السودد والشرف معروف۔ یعنی سیادت و شرافت مترادف المعنی الفاظ ہیں جن کے معنی سرداری اور بزرگی کے ہیں۔ محتاج بیان نہیں۔ مگر قریش کی یہ اصطلاح ہوگئی تھی۔ کہ شریف سادات بنی ہاشم کو کہتے تھے۔ اور سید ہر قریشی کو۔ آگے لکھتے ہیں۔ السید یطلق علی الرب والمالک والشریف والفاضل والحلیم محتمل اذی قومہ و الزوج والرئیس والمقدم۔ یعنی سید رب اور مالک کو کہتے ہیں۔ اور شریف۔ فاضل۔ بردبار کو بھی کہتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اپنی قوم کی تکالیف برداشت کرے۔ نیز شوہر، رئیس، مقدم کو جیسا محل ہوتا ہے۔ اسی کے موافق اس کے معنی لئے جاتے ہیں۔ کلام پاک میں ہے۔ والفیا سیدھا لدی الباب۔ یہاں سید کے معنی شوہر کے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وعلی نبینا وسلم اور حضرت زلیخا علیہا السلام دونوں دروازہ کے نزدیک حضرت زلیخا کے شوہر سے ملے نیز حضرت یحییٰ صلی اللہ علیہ وعلی نبینا وسلم کی بابت ارشاد ہے۔ سیداً وحصوراً یہاں سید کے معنی

فاضل اور مقدم کے ہیں۔ کیونکہ آپ عفت اور پرہیزگاری میں اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ بزرگ اور مقدم تھے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ جب حضرت عائشہ ام المومنین علیہا السلام کی خدمت میں ایک شخص نے غضب کا مسئلہ دریافت کیا تھا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کان سیدی رسول اللہ یکرہ یعنی میرے شوہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند فرماتے تھے۔ دوسری جگہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حدثنی سیدی ابوالدرداء یعنی میرے شوہر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فلاں حدیث بیان کی۔ ان دونوں موقعوں پر سیّد کے معنی شوہر کے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جس کو صاحب "لسان العرب" نے نقل کیا ہے۔ کہ ایک صاحب حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ حضور اقدس سید ما قریش ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہاں سیّد صرف خدا کی ذات ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ حضور چونکہ قریش میں افضل و اعظم ہیں۔ اس لئے سیّد ہیں۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ مجھ کو اسطرح سید مت کہو۔ جیسے اپنے رئیسوں کو کہتے ہو۔ مجھے رسول اللہ کہو۔ اسی خطاب سے جناب باری عز اسمہٗ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔

ابومنصور اس حدیث کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا۔ کہ آپ کے سامنے کوئی تعریف کے طور پر القاب سے یاد کرے۔ چونکہ قریش کی زبان میں سیّد اللہ تعالیٰ کو بھی کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے حضور نے بھی اسی طرف اس کو منسوب فرمایا۔ اور وہ صاحب سیّد کے دوسرے معنی لے رہے تھے۔ یعنی مقدم اور بزرگ کے۔ حضور کا یہ ارشاد اس حقیقت کے خلاف نہیں۔ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں قوم انصار کو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا تھا۔ قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔ یہاں سیّد کے معنی رئیس کے ہیں۔ اسی طرح حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر یعنی میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سیّد ہونگا۔ یہ کوئی فخر یہ نہیں کہتا۔ بلکہ اظہار انعام خداوندی ہے۔ کہ سب سے پہلے حضور شفاعت فرمائیں گے۔ یہاں سیّد کے معنی مقدم کے ہیں۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے قیامت کے دن آپ اس بات میں مقدم ہونگے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ھذا ابنی سید لیصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین یعنی یہ میرے نواسے حضرت امام حسن صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی نبینا سیّد ہیں کیونکہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں خداوند عالم ان کے ذریعہ سے صلح کرائیں گے۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی درست ہوئی اور آپ نے باہم مسلمانوں میں اس طرح صلح کرادی۔ کہ ہزاروں مسلمانوں کے خون بہنے سے بچ گئے۔ یہاں سیّد کے معنی علیم کے ہیں۔ کیونکہ صلح کرانے کا کام بردبار ہی کرسکتا ہے۔

یہ حدیث بھی "لسان العرب" میں نقل ہے۔ کہ ایک صاحب نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ سیّد کون ہے۔ آپ نے فرمایا "سیّد حضرت یوسف بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحٰق بن حضرت ابراہیم صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا وعلیہم اجمعین ہیں۔ کہ آپ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کی امت میں کون سیّد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم جس شخص کو مال و دولت عطا فرمائے اور وہ سخاوت کرے

اور خدا کا شکر گذار ہو۔ اور لوگ اس کے کم شاکی ہوں۔
وہ سید ہے۔ یہاں سید کے دو قسم کے معنی معلوم ہوئے۔
کہ سخی و کریم دوسرے پاکباز اور عالم شریعت اور امام وقت
اسی طرح ایک بدوی عرب جو اکثر حضور کی خدمت میں حاضر
ہوا کرتے تھے۔ ان کیلئے حضور نے ارشاد فرمایا۔ ھذا سید اھل
الوبر یعنی یہ جنگل کے لوگوں کے سردار ہیں (رضی اللہ عنہ) یہاں سید
کے معنی افضل کے ہیں۔ ایسے ہی سید الایام یوم الجمعۃ
سید الطعام اللحم۔ یہاں بھی سید کے معنی افضل کے
ہیں۔ اور حدیث میں ہے۔ ان ثنیۃ من الضان خیر من
سید من المعز یعنی دو سالہ بھیڑ بوڑھے بکرے سید سے
افضل ہے۔ یہاں سید کے معنے بڑے کے ہیں۔ صاحب لسان
العرب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے
تھے۔ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر کوئی سید ہے۔ تو
وہ حضرت امیر معاویہؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) لوگوں نے عرض کیا۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا ہاں وہ ان سے بہتر تھے
مگر سید اصل میں حضرت امیر معاویہؓ ہی ہیں۔ یہاں سید
کے معنی حلیم اور سخی کے ہیں۔ کیونکہ آپ کا دسترخوان بہت
وسیع تھا۔ اور سادات قریش کو بکثرت انعام واکرام دیتے تھے
اور حلیم ایسے تھے۔ کہ لوگ منہ پر سخت سست کہتے تھے۔ اور آپ
سب کچھ سن لیتے تھے۔

اب میں ان حضرات صحابہ واہل بیت کا ذکر کرتا ہوں
جن کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید کے خطاب سے یاد فرمایا
ہے۔ جناب حضرت امیر حمزہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
شان میں یہ ارشاد ہوا تھا۔ سید الشہداء حمزۃ۔ حضرت
عبدالرحمن بن عوف قرشی رضی اللہ عنہ کی شان میں ارشاد
ہوا تھا۔ ھذا سید من سادات المسلمین یہ مسلمانوں کے
سرداروں میں سے ایک سردار ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت
فاروق اعظم سلام اللہ علیہما کی بابت ارشاد فرمایا تھا۔ سیدا
کھول اھل الجنۃ ابوبکر و عمر یعنی ابوبکر اور عمر ادھیڑ
جنتیوں کے سردار ہیں۔ (علیہما السلام) حضرات سبطین کریمین
علیہما السلام کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ سیدا شباب اھل
الجنۃ الحسن والحسین یعنی جنتی جوانوں کے سردار
حسن اور حسین ہیں۔ سلام اللہ علیہما حضرت عباس عم النبی
اور حضرت علی کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ انتما سیدا العرب
تم دونوں عرب کے سردار ہو۔ صلوات اللہ علیہم۔ ام المومنین
حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کی بابت ارشاد ہوا تھا۔
سیدۃ نساء اھل الجنۃ خدیجۃ یعنی جنتی بیبیوں
کی سردار حضرت خدیجہ ہیں۔ ایسے ہی حضرت سیدہ کی بابت
ارشاد ہوا تھا۔ سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ یعنی
جنتی بی بیوں کی سردار حضرت فاطمہ ہیں۔ صلوات اللہ علیہا
جس وقت حضور سرور عالم روحی فداہ نے یہ ارشاد فرمایا
ہے۔ صاحب اصابہ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدہ علیہا السلام
نے عرض کیا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت آسیہ اور حضرت
مریم علیہا السلام کی بابت بھی تو یہی ارشاد ہوا ہے۔ حضور
نے فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے زمانے کی جنتی بی بیوں
کی سردار ہونگی۔ یہاں سید کے معنی سردار کے ہیں۔ نیز حضرت
جعفر طیار علیہ السلام کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ سید فتیان
اھل الجنۃ ابوسفیان جوانان اہل جنت کے سردار
ابوسفیان ہیں جناب حضرت مولی مرتضیٰ کی بابت ارشاد
ہوا تھا یا علی انت سید فی الدنیا وسید فی الآخرۃ

یعنی اے علی آپ دنیا میں بھی سید ہیں اور آخرت میں بھی سید ہوں گے۔ سلام اللہ علیہ آل حضرت عبد المطلب کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ ونحن بنو عبد المطلب سادات اھل الجنة یہاں سید کے معنی سردار کے ہیں۔ جناب حضرت فاروق اعظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ تفقھوا قبل ان تسودوا۔ یعنی شادی سے پہلے تم کو چاہیئے۔ کہ عالم ہو جاؤ۔ تسودوا کے معنی تزویج کے ہیں۔ حضرت ابوعبید کا قول ہے۔ تعلموا العلم ما دمتم صغارا قبل ان تصیروا سادة یعنی تم کو چاہیئے۔ کہ بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرو قبل اس کے کہ سید ہو۔ کیونکہ جب تم بڑے ہو جاؤ گے۔ تو اپنے سے چھوٹوں سے علم حاصل کرتے ہوئے شرماؤ گے۔ یہ قول بالکل حضرت عبداللہ بن عمر علیہما السلام کے قول کے مطابق ہے۔ جو آپ نے فرمایا تھا کہ وہ لوگ ہمیشہ اچھی حالت میں رہیں گے۔ جو بڑوں سے علم حاصل کریں گے۔ یہاں سید کے معنی بڑے کے ہیں۔ یہ جو کچھ لکھا گیا کلام اللہ۔ حدیث رسول اللہ اور آثار صحابہ سے نقل ہوا۔ اب اہل لغت کی تحقیق لکھی جاتی ہے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں۔ کہ سید کے معنی دراصل رئیس کے ہیں۔ بعض شعرائے عرب ایسے محرور المزاج شخص کو جسے قومی حمیت بہت ہو سید کہتے ہیں۔ ابن سہیل کا قول ہے کہ سید اس شخص کو کہتے ہیں جو مالداری میں اور سمجھ میں اور دل سے ممتاز ہو۔ عکرمہ کے نزدیک سید وہ شخص ہے۔ جو مغلوب الغضب ہو۔ قتادہ کا پایہ بلند ہے انکی تحقیق میں جو شخص عابد وزاہد پرہیزگار اور حلیم ہوگا وہ سید ہے بقول شخصے ؎

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را + اوست سید جملہ موجودات را

بفحوائے کلام اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اصمعی کا بیان ہے کہ سید اس مقہور اور مغلوب کو کہتے ہیں۔ جو بوجہ حلم کے لوگوں کے ظلم سہے۔ بعض اہل لغت کے نزدیک سید کریم کو کہتے ہیں۔ فراء کی تحقیق یہ ہے۔ کہ سید بادشاہ کو کہتے ہیں۔ نیز رئیس قوم اور سخی کو "سید العبد" اس کا آقا ہوتا ہے۔ "سید المراۃ" عورت کا شوہر ہوتا ہے۔ صاحب [illegible] لکھتے ہیں۔ سید کل شئی اشرفہ وارفعہ یعنی ہر چیز کا سید وہ ہوتا ہے جو سب سے بزرگ اور مرتبہ بلند رکھتا ہو۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ عربی زبان میں سید کے بہت سے معنی آتے ہیں۔ سید اللہ تعالیٰ کو بھی کہتے ہیں۔ آقا کو بھی، رئیس ومقدم، نیز حلیم وکریم کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا محل ہوگا ویسے ہی معنی لئے جائیں گے۔ اس تمام تحقیق سے حضرات ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ سید کا لقب ایسے ہی لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو سب سے اعلیٰ وارفع ہوں۔ پس حسب ونسب کے اعتبار سے دنیا کی تمام قوموں میں قوم قریش سے بڑھکر کوئی قوم نظر نہیں آتی۔ اگرچہ بنی اسرائیل کی بابت بھی ارشاد ہوا ہے۔ کہ تمام لوگوں میں ہم نے تم کو بزرگی دی۔ مگر قوم قریش میں چونکہ نبی آخر زمان کا وجود باجود ہوا جن کی بابت ارشاد ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ ظاہر ہے کہ حضور جب تک اپنی قوم قریش کو خداوندی [illegible] مرتبہ پر نہ پہونچا دیں گے۔ راضی نہیں ہونگے [illegible] اعتبار سے یہ قوم تمام قوموں سے اشرف ہو گئی۔ اس لئے اس کی سیادت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی قوم حقیقی معنی میں سید کہلانے کی مستحق ہے۔ چنانچہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سیادت کو تمام اقوام پر

ایک حدیث میں ظاہر فرمایا ہے۔ جس کو صاحب امتاع الراغبین نے بروایت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ فضل اللہ قریشاً بسبع خصائل یعنی قریش کو تمام اقوام عالم پر جو فضیلت اور سیادت عطا ہوئی ہے۔ اس کی سات وجوہات ہیں۔

(۱) یانی منھم یعنی میں ان میں سے ہوں۔ اللہ اکبر! یہ کس قدر بڑی فضیلت اس قوم کو حاصل ہے۔ کہ حضور سرور عالم نبی آخر الزمان جن کی آمد آمد کی خبر تمام انبیاء اولوالعزم صلی اللہ علیہم اجمعین دیتے آئے ہیں۔ وہ اسی قوم قریش کے مایہ ناز فرزند تھے۔ اس قوم کی شان چونکہ تمام اقوام سے ارفع اور اعلیٰ تھی۔ اسی وجہ سے حضور خاتم النبیین کو ان میں سے پیدا کیا۔ حضور کے وجود باجود سے اس قوم کے شرف میں اور چار چاند لگ گئے۔ اسی شان کا اظہار حضور فرماتے ہیں کہ میں ان میں سے ہوں۔ بہت ممکن تھا۔ کہ یہ فرما دیتے۔ کہ میں بنی ہاشم میں سے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ یہ فرما دیتے۔ کہ میں بنی کلاب میں سے ہوں۔ مگر حضور نے اس موقع پر قریش کی سیادت کو ظاہر فرمایا کہ میں ان میں سے ہوں۔ ظاہر ہے۔ کہ جس قوم میں سردار انبیاء ہزاروں ہزار اجلال کے ساتھ مبعوث ہوئے ہوں۔ اس قوم کی سیادت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں اگر بجے تو حق بجانب ہے۔

(۲) وان النبوۃ فیھم یعنی نبوت ان میں سے ہے۔ نبوت بھی وہ جس کے بعد یہ دروازہ بند ہو گیا۔

(۳) وان الحجابۃ فیھم دربانی بیت اللہ ان کے سپرد ہے

(۴) والسقایۃ فیھم حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ان کے سپرد ہے۔

(۵) ونصرھم اللہ علی الفیل اصحاب فیل جیسی جابر اور قوی قوم پر خداوند عالم نے ان کی مدد فرمائی۔ اگر یہ قوم محبوب درگاہ نہ ہوتی۔ تو ان کی حفاظت کا اتنا انتظام کیوں ہوتا۔

(۶) وعبدوا اللہ عشر سنین لا یعبدہ غیرھم انہوں نے دس سال کامل ایک خدا کی عبادت کی۔ حالانکہ تمام دنیا شرک سے بھری ہوئی تھی۔

(۷) وانزل فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلف قریش خدا نے ان کے متعلق ایک کامل سورت اتاری جس میں سوائے ان کے کسی اور کا ذکر نہیں۔ وہ سورت "لایلف قریش" ہے۔ ان کی پرورش اور ان کی سفر کی آسانیاں ایسی محبت اور قدر افزائی سے کیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی سیادت کا اظہار اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور سب سے فخر یہ ہے کہ اپنا کلام پاک انہیں کی زبان میں نازل فرمایا اسی قوم کے دس اشخاص کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدی تھی۔ حضرت ابابکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابوعبیدہ بن جراح حضرت سعد بن وقاص حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عبد الرحمن بن عوف حضرت سعید بن زید صلواۃ اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین یہ سب حضرات سادات قریش میں سے ہیں۔ انہیں سادات میں حضرت خالد بن ولید سیف اللہ تھے رضی اللہ عنہ۔ انہیں میں حضرت عباس بن عبد المطلب تھے۔ سلام اللہ علیہ جن کے ذیل کے الفاظ سے اسی وقت مینہ برسا تھا۔ قد تجھد القوم لی الیک یعنی خداوندا میری قوم (سادات قریش) نے مجھ کو

تیرے دربار میں وسیلہ قرار دیا ہے۔ اس کی لاج رکھ لے۔ اس دعا کے بعد ہی بارش شروع ہو گئی تھی۔ اور سحابہ نے حضرت عباسؓ کے دست مبارک چومے تھے۔ اسی بنا پر حضور سرور کائنات روحی فداہٗ فرماتے ہیں۔ الناس تبع القریش فی ھذہ الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم یعنی تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔ امارت اور امامت انہیں کا حق ہے۔ مسلمان ان کے مسلمانوں کے امیر ہیں۔ اور کافر کافروں کے۔ مگر خدا کی مہربانی سے آخر تمام سادات قریش اسلام کے دائرہ میں آگئے۔ ان لوگوں کی ہمیشہ شرافت و سیادت میں بحالت اسلام کوئی کمی نہیں ہوئی جیسے پہلے سید تھے۔ اسلام میں بھی سید رہے۔ اسی وجہ سے ایک بی بی قریشیہ بنی تیم کی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ علیہا السلام کے پاس تھیں جنہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اور ان کی دوسری بہن کو ذبیح اللہ صلی اللہ علیہ وعلی نبینا وسلم کی اولاد میں ہیں۔ انہیں کی سیادت برقرار رکھنے کیلئے حضور نے فرمایا ہے من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ یعنی جو شخص سادات قریش کے ذلیل کرنے کا ارادہ بھی کریگا۔ خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ نیز ایک صریح حدیث میں حضور نے فرمایا ہے۔ الملك فی قریش والقضا فی الانصار والاذان فی الحبشة والامانة فی الازد۔ یعنی امارت اور بادشاہت وسیادت قریش میں۔ اور قضا انصار میں اور اذان حبشہ میں اور امانت ازد میں ہے۔ قریش کی سیادت کی بنا پر حضور نے فرمایا تھا۔ لیس لھم مولیٰ دون اللہ ورسولہ یعنی خدا و رسول کے سوا ان کا کوئی سردار نہیں۔ اسی وجہ سے حضور نے فرمایا ہے۔ لایزال ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احدٌ الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین یعنی خلافت ہمیشہ قریش میں رہیگی

جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا۔ خدا اس کو اوندھے منہ گرادیگا جب تک یہ انصاف پر قائم رہیں گے۔ اس قوم کی محبوبیت خداوندی دربار میں اسقدر تھی۔ کہ جب اور جس وقت بھی کسی قسم کی ضرورت ان کو ہوتی تھی۔ فوراً پوری کردی جاتی تھی۔ سب قسم کے کھانے کا انتظام ہو جاتا تھا۔ صبح ہوئی اور عمدہ عمدہ تر و تازہ ترکاریاں ان کیلئے آگئیں۔ تمام عرب ان کی سیادت کے باعث ان کی اسقدر عزت کرتا تھا۔ کہ جب اور جہاں چاہیں بے تکلف سفر کر سکیں۔ اور لوگ تو سوائے اشہر حرم کے بغرض تجارت سفر نہ کر سکتے تھے۔ اور ان کا بچہ بچہ جہاں چاہتا تھا۔ چلا جاتا تھا۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ اسی وجہ سے خداوند عالم جل جلالہ نے خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اطعمھم من جوع وامنھم من خوف بعض صوفیائے کرام نے رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے۔ کہ یہ لوگ روحانی غذا سے سیراب ہوتے رہتے تھے۔ اور خوف کی حالت میں ایسے رہتے تھے۔ جیسے کوئی امن کی حالت میں رہتا ہے۔ یعنی بھوک سے ان کی غذا اور خوف میں ان کا امن تھا۔ یہ ان کی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم قریش کو نوازا اور ان میں سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تو یہ کہنے لگ کہ اسلام لانے سے کہیں ہماری سیادت نہ چھن جائے۔ جناب باری نے صاف ارشاد فرمایا۔ اولم نمکن لھم حرما اٰمنا۔ یجبیٰ الیه ثمرات کل شیء رزقاً من لدنا ولکن اکثرھم لایعلمون۔ یعنی کیا ہم نے ان کیلئے ایسا ٹھکانا مقرر نہیں کیا۔ جو حرم ہے امن کی جگہ کہ تمام پھل پھلاد طرح طرح کے اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ ہماری طرف سے رزق ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔ دوسری

جگہ ارشاد ہوا ہے۔ اولم یروا انا جعلنا لھم حرماً آمناً کیا ہم نے سادات قریش کے لئے امن والا ایک حرم نہیں بنایا یہ خداوند عالم کا ان پر احسان ہے۔ کہ خاص بیت اللہ کی حفاظت کیلئے اس قوم کو منتخب کیا۔ جب یہ آئت نازل ہوئی ہے وانذر عشیرتک الاقربین تو حضور نے تمام بطون قریش کو آواز دی تھی۔ یا بنی فہر۔ یا بنی عدی۔ یا بنی عبد مناف اور خاص اپنے گھر والوں کو بھی بلایا تھا۔ یا بنی عبد المطلب یا عباس بن عبد المطلب یا فاطمہ بنت محمد یا صفیہ بنت عبد المطلب ظاہر ہے کہ حضور کی اقربیت تمام بطون قریش سے تھی۔ اسی وجہ سے آنحضرت نے سب کو ندا فرمائی تھی۔ حبر امت امام المفسرین سیدنا و مولانا حضرت سید عبد اللہ بن عباس سلام اللہ علیہ اس آئت کی تفسیر قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ اے میری قوم میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ بلکہ اس تعلق اور رشتہ داری کا جو مجھ کو تم سے ہے۔ تم کو میری قرابت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ قریش کا کوئی بطن نہ تھا جو ذوی القربیٰ میں نہ آتا ہو۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قریش قرابت دار تھے۔ اور آنحضرت کے ساتھ سیادت میں سب شریک تھے چنانچہ جناب ابو طالب نے آخری وقت قریش کو جمع کر کے جو خطبہ دیا ہے وہ قابل غور ہے۔ یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وانتم قلب العرب یعنی اے گروہ قریش تم خدا کی مخلوق کے خلاصہ ہو اور برگزیدہ ہو۔ تم تمام عرب کے دل ہو یعنی سادات عرب و عجم ہو اسی وجہ سے جیسا کہ اوپر ہم لکھ آئے ہیں۔ حضور نے فرمایا تھا۔ کہ جو

شخص قریش کو ذلیل کرنا چاہیگا۔ خدا اس کو ذلیل کرے گا۔

آجکل ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان سادات کو بجائے سید لکھنے کے لوگ شیخ لکھتے ہیں۔ یہ ایسا مشترک لقب ہے۔ جس میں عربی۔ عجمی۔ نومسلم غرضیکہ سب شامل ہیں۔ حالانکہ اسلام نے جو کفو کا قانون جاری کیا ہے۔ اس کے یہ بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ قریشیوں کے دیگر اقوام کے لوگ کفو نہیں۔ اگر کسی قریشی خاتون کا نکاح کسی شخص سے ہوجائے جو قریشی نہیں ہے۔ تو شرعی حکم ہے۔ کہ اس نکاح کو توڑا جا سکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی میں یہ بحث بسط طریقہ سے درج ہے۔ اور خود آپس میں قریش کی بابت توضیح فیصلہ ہے۔ کہ قریش بعضھم اکفاء لبعض آپس میں قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ان کا نکاح محض کفو کی بناء پر رد نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔ لاتفاضل فیما بینھم من الھاشمی والنوفلی والتیمی والعدوی وغیرھم ولھذا تزوج علی علیہ السلام وھو ھاشمی ام کلثوم بنت فاطمہ علیھا السلام لعمر علیہ السلام وھو عدوی (قھستانی) یعنی قریش میں باہم کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ چاہے وہ ہاشمی ہو یا نوفلی، تیمی ہو یا عدوی، یا دیگر بطون قریش میں سے ہو اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم علیہا السلام کو جو جناب سیدہ علیہا السلام کے بطن اطہر سے تھیں۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا تھا۔ اگرچہ حضرت مولیٰ مرتضیٰ ہاشمی تھے۔ اور حضرت امیر المومنین عدوی۔ مگر تھے سادات قریش میں سے اور ان کے کفو تھے۔ اور اس سے آگے یہ عبارت ہے۔ ولو تزوجت ھاشمیۃ قرشیا غیر ھاشمی لم یرد عقدھا وان تزوجت عربیا غیر قرشی لھم

مودۃ کتزویج العربیۃ عجمیاً (زجر) یعنی اگر کسی ہاشمی سیدانی کا عقد کسی قریشی سید سے ہوگیا۔ جو ہاشمی نہیں ہے تو یہ نکاح کفو کی بنا پر روا نہ ہوگا۔ اور اگر کسی عربی سے ہوگیا جو قریشی سید نہیں ہے۔ تو روا ہوسکیگا۔ جیسا کہ کوئی عرب غیر قریشی کسی قریشیہ سیدانی سے نکاح کرے تو وہ توڑا دیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ قریشی اور ہاشمی ایک ہیں۔ اور یہ سب سادات ہیں۔ ان کا شمار شیخوں میں کرنا ان کے حقوق کو برباد کرنا ہے۔ جو بڑا ظلم ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اور اس ملک میں کہ سب ہندی الاصل نومسلم اقوام اپنے تئیں شیخ اور قریشی اور صدیقی لقبوں سے نامزد کرتی ہیں۔ اور سادات قریش کو بدنام کرتی ہیں۔ اس لئے اس پرآشوب زمانے میں تمام قریش کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے وقار قومی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے ناموں کے ساتھ سید ضرور لکھیں۔ جیسے سید صدیقی سید فاروقی۔ سید عثمانی۔ سید زبیری وغیرہ جیسے کہ ممالک اسلامی میں قریشی سید لکھے اور کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ مصر کے شیخ الاسلام سید توفیق پاشا بکری اور ہندوستان میں اعلیٰ حضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ میر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور ترکستان میں یہ لوگ میر اور سید کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ اب ان سادات میں وہ لوگ جن پر صدقہ کا مال حرام ہے یا ہے وہ کیسے ہی محتاج ہوں۔ اور خمس کے حقدار ہیں۔ اور آل محمدؐ کا جن پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہ آل عباس اور آل ابی طالب ہیں۔ ان کے القاب میں سید کے ساتھ شریف کا لقب گورنمنٹ نے بطور امتیاز (یعنی حرمت صدقہ وغیرہ) کے ان کو دیا تھا تاکہ ان کے حقوق قائم رہیں۔ اور بوجہ ذریۃ رسول واخوان رسول اور آبائے رسول

ہونے کے جو ان لوگوں کو فضیلت حاصل ہے۔ اس لقب سے ظاہر ہوجائے۔ چنانچہ تمام تاریخی کتابوں میں ان حضرات کے ناموں کے ساتھ سید و شریف یا محض شریف لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ جیسے السید الشریف الحسینی، السید الشریف العباسی السید الشریف العلوی السید الشریف الحسنی، السید الشریف الحسینی، السید الشریف جعفری، السید الشریف العقیلی صاحب فتاویٰ شامی لکھتے ہیں۔ ثم هاشم اعقب اربعۃ انقطع نسل کل الا عبد المطلب فانہ اعقب اثنا عشر تصرف الزکوٰۃ الی اولاد کلھم اذا کانوا مسلمین فقراء الا آل عباس وآل ابی طالب من علی وجعفر وعقیل یعنی جناب ہاشم جد اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرزند ہوئے سب کی نسل منقطع ہوگئی۔ سوائے حضرت عبد المطلب کے جن کے بارہ فرزند ہوئے۔ ان سب کی اولاد کو مال زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے اگر یہ مسلمان اور محتاج ہوں سوائے آل حضرت عباس اور آل ابی طالب کے یعنی حضرت علی حضرت جعفر اور حضرت عقیل کی اولاد کے نیچے پر چاہے کیسے ہی محتاج ہوں مال صدقہ و زکوٰۃ حرام ہے۔ یہاں تک کہ ان کے غلاموں پر بھی چنانچہ حضرت ابو رافع کی مشہور حدیث ہے۔ کہ جب انہوں نے صدقات پر عامل ہونے کی بابت عرض کیا ہے۔ تو حضور نے فرمایا تھا۔ کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر یہ حرام ہے۔ اور قوم کا غلام انہیں میں سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابو رافع حضرت عباس کے غلام تھے۔ ان کا بھی شمار سادات میں ہی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ من اصطنع صنیعہ الی احد من ولد عبد المطلب فلم یجازیہ فانا اجازیہ یوم القیامہ

اذا لقینی یعنی اگر کسی شخص نے آل عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ دنیا میں احسان کیا۔ اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو قیامت میں میں اس کا بدلہ دونگا جب وہ مجھ سے ملیگا۔ نیز اوّل من اشفع من امتی اهل بیتی ثمّ الاقرب من قریش یعنی اول اپنی امت میں سے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کرونگا۔ پھر جو ان سے قریب ہوں گے۔ قریش میں سے۔ پس اول حضور سرورِ عالم اپنے ابا و اخوان و ذریۃ کی اولاد کے شفیع ہوں گے۔ ان کے بعد سادات قریش کی ان کے اہل بیت علاوہ ازواج مطہرات کے وہ حضرات ہیں جن پر کسا ڈالی گئی جیسے حضرت علی، حضرت امام حسن حضرت امام حسین، حضرت سیدہ فاطمہ۔ دوسری حدیث میں اصحاب ذیل پر کسا ڈالی تھی۔ وہ حضرات درج ذیل ہیں حضرت عباس حضرات عبد اللہ بن عباس حضرت عبد الرحمن بن عباس حضرت عبید اللہ بن عباس حضرت قثم ابن عباس صلواۃ اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ اور ارشاد ہوا تھا هؤلاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم بملاتی هذا۔ یعنی خدا وندا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو دوزخ کے عذاب سے ایسے ہی ڈھانپ لینا جیسے میں نے ان کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا ہے۔ جس وقت حضور نے یہ دعا مانگی تھی۔ چاروں طرف سے آمین کی آوازیں آرہی تھیں۔ پس آل حضرت عباس اور آل ابی طالب کی جو قرابت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ کہ ان حضرات کی بابت بار بار ارشاد ہوتا تھا۔ العلی منی وانا منہ، العباس منی وانا منہ اس بنا پر سادات قریش نے ان کے القاب پر شریف کا لقب زیادہ کردیا تھا۔ اسلئے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ ہر قریشی سید ہے چاہے وہ ہاشمی ہو یا تیمی یا عدوی۔ لیکن ہر ہاشمی جو آل ابی طالب یا آل حضرت عباس میں سے ہو وہ سید و شریف ہے۔

معارف القرآن

قرآن منزل من اللہ ہے

یعنی قرآن مجید کو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے نہیں بنایا۔ بلکہ یہ ایک خاص فیضان الہی تھا۔ جو بذریعہ ایک قوت خاص کے جسے اصطلاح شرع میں روح القدس حضرت جبرئیل فرشتہ اور ناموس اکبر کہتے ہیں۔ نازل ہوا۔ اور اس طرح کے نزول کو وحی کا آنا یا نازل ہونا بولتے ہیں۔ گورکھپور میں ایک جلسہ علماء کا ہوا جس میں کئی علماء نے اس مضمون پر تقریریں کیں۔ لیکن ان کی تقریریں منجملہ چار دلائل کے جن کا ذکر آئندہ ہوگا۔ زیادہ تر صرف دلیل دوئم پر محدود تھیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ علمائے سابق کو ان لوگوں سے واسطہ ہوتا تھا جنہیں قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اور اسلئے انہیں اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس کے متعلق یکجا کسی مبسوط بیان لکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی جو متاخرین کیلئے عام طور پر باعث رہنمائی ہو۔ اس جلسہ میں میں بھی شریک تھا۔ اور اسوقت مجھے خیال پیدا ہوا۔ کہ اس مضمون پر کوئی مختصر تحریر لوگوں کے جاننے کے لئے ضرور شائع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام کی بنیاد اس اعتقاد پر ہے۔ کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ قرآن کو ہم منزل من اللہ مانینگے تو اسی کے حکم کے بموجب ہم اللہ کو ایک اور محمد کو اللہ کا رسول بھی سمجھیں گے۔ ممکن ہے کہ توحید کا یقین ہمیں اور طور پر بھی ہو جائے۔ لیکن رسالت کا یقین تو بغیر قرآن کو منزل من اللہ مانے ہوئے ہو نہیں سکتا۔ رسالت کیا ہے؟ احکام الہی یعنی قرآن مجید کا اللہ کی طرف سے بندوں کی طرف پہنچا دینا۔ اگر قرآن (نعوذ باللہ) اللہ کی جانب سے نہیں ہوا۔ تو رسالت بھی باطل ٹھیری۔

علمائے قدیم نے قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق یہ تحریریں مختلف مقامات پر مختلف زمانہ میں لکھی ہیں۔ سب پر یکجائی نظر ڈالی جائے۔ تو ماحصل یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کے صرف چار دلائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دلیل کے بیان کرنے کیلئے ایک یا کئی جدا جدا کتابوں کے لکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن بالاختصار ہر ایک دلیل کے متعلق کچھ کچھ بیانات لکھ دیئے جاتے ہیں۔ ان سے ناظرین اصول دلیل سمجھ جائیں گے۔ اور پھر وہ خود سوچ کر یا کتابیں دیکھ کر اپنے معلومات بڑھا سکیں گے۔

وہ چار دلائل یعنے وہ وجوہ جن کے سبب سے زمانہ ماسبق میں لوگوں نے قرآن کو برحق جانا اور آئندہ جانیں گے یہ ہیں:۔

۱۔ آنحضرت محمد اور ان کے تابعین کے ساتھ خوش اعتقادی
۲۔ الفاظ قرآن کی فصاحت و بلاغت
۳۔ مضامین قرآن۔
۴۔ احکام قرآن۔

امر اوّل۔ آنحضرتؐ کے اور آنحضرتؐ کے تابعین کے

ساتھ جو خوش اعتقادی لوگوں کو تھی۔ اس نے معتقدین سے قرآن کو منزل من اللہ کہلوایا۔ آنحضرتؐ کے ابتدائی زمانہ میں بہت ہی کم معدودے چند ایسے لوگ تھے جنہوں نے قرآن کو منزل من اللہ اس لئے بغیر سمجھے سوچے مان لیا کہ آنحضرتؐ کو وہ سچا یقین کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کی خوش اعتقادی کی بنا ہماری بیان کردہ دیگر تین دلائل ہے جو ابھی مجملاً بیان کئے گئے ہیں اور آئندہ مفصلاً بیان کئے جائیں گے۔ ضرور مدد پہنچی ہوگی۔ اسی مد میں وہ مسلمان ہیں۔ جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور اپنے بزرگوں اور استادوں پر اعتبار کر کے قرآن کو منزل من اللہ مانتے ہیں۔ مگر یہ امران مسلمانوں کے لئے جن کے خیالات غیروں کی صحبتوں سے خراب ہوگئے ہیں۔ اور نیز غیر مذہب والوں کے لئے بالکل تسکین بخش نہیں ہے۔ اور یہ فی الواقع قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل بھی نہیں ہے۔ بلکہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اسطرح بھی لوگوں نے قرآن کو منزل من اللہ مانا ہے۔ اور دنیا ہے آئندہ بھی مانتے رہیں گے۔

امر دوم۔ الفاظ قرآن کی فصاحت و بلاغت بھی ایک دلیل قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی شروع سمجھی گئی تھی یعنے بہت سے لوگ قرآن پر اسلئے ایمان لائے تھے۔ کہ وہ اس کے الفاظ سنکر متحیر ہوتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ یہ کلام بشر نہیں ہے زمانہ رسولؐ میں عام طور پر مسلمان غیر مسلمانوں سے کہتے تھے۔ کہ اگر قرآن کلام بشر ہے۔ تو تم بھی کوئی سورہ یا آیۃ ایسی ہی بنا کر لاؤ۔ خود قرآن میں بھی اسی مضمون کی قریب قریب ایک سورۃ ہے۔ آج تک اسلام کا دشمن کفار عرب سے بڑھکر کوئی پیدا نہیں ہوا یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کفار نے بہت زور لگایا لیکن قرآن کی آیتوں کی مثل وہ ایک آیت بھی لکھ نہ سکے۔ بالآخر مجبور ہو کر ان منکروں نے یہ کہا۔ کہ سحر کے ذریعہ سے آنحضرت آیات قرآنی بیان کرتے ہیں۔ سحر کا لفظ وہ لوگ معمولی قوت بشر کے علاوہ ایک دوسری غیر معمولی قوت کیلئے استعمال کرتے تھے۔ اگر آجکل کی سی تعلیم ان میں ہوتی تو بجائے سحر کے وہ تائید غیبی یا تائید ربانی بولتے۔ اور پھر مسلمانوں میں اور ان میں کچھ اختلاف باقی نہ رہتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب اس زمانہ میں قرآن کے مثل کچھ کہنا طاقت بشری سے باہر سمجھا گیا تھا۔ تو اب بدرجہ اولیٰ باہر ہے۔ کیونکہ اب نہ تو اس وقت کی سی فصیح زبان بولنے والے موجود ہیں۔ اور نہ اس زمانہ کے سے سخت مخالفت کرنے والے۔ کہ دل توڑ کر سعی کریں۔ اب کسی سے یہ کہنا کہ قرآن مجید کو تم اس لئے منزل من اللہ مانو کہ جس وقت یہ قرآن اترا تھا۔ اس کی فصاحت و بلاغت پر لوگ متحیر ہو کر رہ گئے تھے۔ اشاعت اسلام کی غرض کیلئے کچھ بہت مفید نہیں ہے۔ گو مسکت فریق ثانی ضرور ہے۔

امر سوم۔ مضامین قرآن بجائے خود ایک دلیل اور بہت مضبوط دلیل قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ہے۔ آنحضرتؐ امی محض تھے۔ نہ تو کتب آسمانی پڑھے ہوئے تھے۔ اور نہ غیر ملکوں میں جا کر علمائے دین کی صحبت میں رہنے اور قصص متعلق مذہب سننے کا آپ کو موقع ملا تھا۔ قریش مکہ سوائے جہالت اور بے دینی کے کچھ اور جانتے نہ تھے۔ کہ اُن سے تبادلۂ خیالات کیا جاتا۔ ایسی حالت میں قرآن ایسی کتاب کا آنحضرت کیلئے اپنے دل سے بنا لینا غیر ممکن تھا۔ قرآن پاک میں ان اصول مذاہب کا ذکر ہے جن پر تمام دنیا کی مہذب قومیں متفق چلی آئی تھیں۔ قرآن مجید نے اصولی باتوں میں تمام دیگر کتب آسمانی سے اتفاق کیا ہے۔ عیسائیوں اور موسائیوں

کے طرزِ عمل اور عقائد سے جہاں اختلاف کیا گیا ہے۔ وہاں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ تعلیمِ قرآن ان کے کتبِ مقدسہ کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ خود ان کے اعمال مخالف ہیں۔ گذشتہ واقعات کے ایسے ایسے قصص قرآن میں ہیں۔ جن سے باشندگانِ عرب کے کان نا آشنا تھے۔ اور علمائے یہود اور نصاریٰ ان کی صحت تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ اگر قرآن منزل من اللہ نہ تھا تو یہ مضامین قرآن کے لئے کہاں سے آئے۔ جو کچھ یہاں مذکور ہوا ہے۔ گو اس سے کہیں زیادہ دیباچہ قرآن مجید بزبان اردو میں لکھا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی بالکل ناکافی ہے۔ مفصل بیان کیلئے ایک دفتر چاہیئے۔ یہاں لکھنے سے صرف یہ مقصود ہے۔ کہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے مختلف دلائل پر غور کرتے ہوئے لوگ مضامین قرآن کو بھی ایک بڑی دلیل تصور کریں اور اس پر بھی غور و فکر کرتے رہیں۔

امر چہارم۔ احکام قرآنی کا تمام ادیان کے احکام سے بہتر ہونا بھی قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ایک دلیل اور سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہی وہ دلیل ہے کہ دنیا کی تعلیم یافتہ لوگ جب اپنے ملکوں کے احکام کو خواہ وہ آسمانی کتاب کے ہوں یا واضعانِ قانون کے بنائے ہوئے ہوں۔ قرآن مجید کے اوامر و نواہی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ تو سر بگریباں ہو کر اعتراف کرتے ہیں۔ کہ جس مذہب کے ساتھ یہ قانون تھا۔ اسے وہ حیرت انگیز ترقیاں کرنا لابدی تھا۔ جو اس نے کیں۔ لیکن افسوس ہے کہ احکام قرآنی کی پابندی ہم نے چھوڑ دی۔ اس بہترین مجموعہ دستور العمل کو ہم محض جھاڑ پھونک اور تعویذ کی ایک کتاب سمجھنے لگے اور اس کا جو نتیجہ ہوا ظاہر ہے۔

دیباچہ قرآن مجید بزبان اردو کے اخیر میں بہت سی باتیں ایسی گنوا دی گئی ہیں۔ جو مطابق احکام قرآن ہیں۔ اور آجکل کے عیسائیوں کی زیر عمل ہیں۔ مگر مسلمان اس سے بے خبر ہیں۔ "الاسلام" میں بہت سے احکام قرآنی کا دیگر مہذب اقوام کے دستور اور قوانین سے مقابلہ کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے۔ کہ جن باتوں میں آجکل کی مہذب قوموں نے احکام قرآنی کی پیروی نہیں کی ہے۔ ان میں وہ کس درجہ گمراہی یا قابل افسوس غلطی میں ہیں۔ میرے کہنے کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے۔ کہ میں نے تمام احکام قرآنی پر پوری نظر ڈالی ہے۔ جہاں تک میں اپنی علمی بے بضاعتی کے ساتھ غور کر سکا۔ مذکورہ بالا کتابوں میں تحریر کیا۔ یہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ مجھ ایسے شخص کے لئے اس کی تہ تک رسائی کا دعویٰ قابلِ مضحکہ ہے۔ لیکن اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو کوئی شخص اشاعت اسلام کیلئے کوشاں ہے۔ اور سچے دل سے کوشاں ہونا ہے اسے اپنے آپ کو احکام قرآنی کی خوبیوں کے سوچنے اور ان کو مسلم اور غیر مسلم گروہ کے سامنے بیان کرنے کیلئے وقف کرنا چاہیئے۔ اور جس کو اس طرف پوری توجہ ہو گی۔ وہ اس بیان کو چھوڑ کر قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی دیگر دلائل کی طرف زیادہ غور اور فکر کرنے کے لئے مہلت یا وقت نہ پائیگا۔ آجکل تعلیم نے خیالات میں آزادی دی ہے۔ ہر شخص نیک اور بد سوچنے کی طرف مائل ہے۔ ایسی حالت میں کہ بازار میں جواہرات کے خریدار پھر رہے ہیں۔ ہمیں جواہرات کو گھروں سے نکال کر بازار میں لانا چاہیئے۔ صندوقوں میں انہیں پوشیدہ رکھنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ ہمیں دکھانا چاہیئے کہ احکام قرآنی میں کیا کیا ایسی خوبیاں ہیں۔ جو دوسرے ادیان اور مراسم قومی میں نہیں ہیں۔ اور لوگوں سے کہنا چاہیئے کہ "بھائیو! ان احکام قرآنی کو جو تیرہ سو برس کے تجربہ کے ...

بصائر و عبر

تذکرۃ العارفین

ایک عارف باللہ تن تنہا ایک صحرا میں بیٹھا تھا۔ کہ چانک ایک بادشاہ کا اس طرف گذر ہوا۔ فقیر اپنے حال میں مست جوں کا توں بیٹھا رہا۔ اسے خیال تک بھی نہ آیا۔ کہ کون گذر گیا ہے۔ بادشاہ کو فقیر کی اس لاپرواہی پر ملال ہوا۔ اس نے فقیر کے اس طریق عمل کو گستاخی پر محمول کر کے وزیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ایں طائفہ خرقہ پوشاں امثال بہائم اند،
اہلیت و آدمیت ندارند"

یہ گدڑی پوش لوگ چوپایوں کی مانند ہیں، یہ کسی قسم کی اہلیت و آدمیت نہیں رکھتے، وزیر یہ جملہ سنکر فقیر کے نزدیک آیا۔ اور کہا کہ " اے جوانمرد، سلطان عالم نے تجھ پر کرم کیا۔ اور تجھے مخاطب کیا۔ لیکن تونے ذرہ بھر پرواہ نہیں کی۔ نہ شرائط آداب بجالایا۔ اور نہ ان کی کوئی خدمت کی۔ درویش نے یہ سنکر سر اٹھایا اور وزیر سے مخاطب ہو کر کہا

"سلطان را بگو تا توقع خدمت از کسے دارد
کہ توقع بر نعمت او دارد، دویگر آں بر آں
کہ ملوک از بہر پاس رعیت اند، نہ رعیت از
بہر طاعت ملوک"

کیا جامع اور صاف صاف جواب ہے اور کس جرأت کے ساتھ کہدیا گیا ہے۔ کہ بادشاہ کو ایسے شخص سے خدمت کی امید رکھنی چاہیئے۔ جو اس کی نعمت کی توقع رکھتا ہو۔ اور نیز یہ کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لئے ہیں۔ نہ کہ رعیت بادشاہوں کی خدمت کیلئے۔

وزیر نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فقیر کے خیالات پیش کئے اور عرض کیا کہ حضور فقیر حقیقت شناس اور تبعہ اس شخص معلوم ہوتا ہے۔ اسے حق گوئی میں ذرہ بھر باک نہیں یہ سنکر بادشاہ فقیر کے پاس آیا، اور فقیر سے نصیحت کی خواہش کی۔

درویش نے بادشاہ سے کہا۔ کہ " یہ دنیا کا رنگ ہے کہ ایک کامیاب نظر آتا ہے اور دوسرا ناکام ہے۔ او ناکامیوں نے ان کے دل کو زخمی کر رکھا ہے۔ لیکن چند دن کے بعد اس دنیاوی عزت اور ذلت کی حقیقت تجھے معلوم ہو جائے گی تیرا وہ دماغ جس میں غرور کا نشہ ہے کچھ روز کے بعد خاک میں مل جائیگا۔ بادشاہی و امیری کا فرق اسی دنیا تک رہتا ہے جب میت آتی ہے تو امیر اور غریب دونو یکساں جاتے ہیں۔ امیر کبھی موت سے چھٹکارا نہیں اور غریب بھی موت سے نہیں بچ سکتا۔ امیر کبھی خاک میں ملنا پڑتا ہے اور غریب کو بھی۔ یہ تمام غلامی اور شاہی کے امتیازات زندگی ہی تک ہیں۔ خاک میں ملنے کے بعد دونوں خاک ہو جاتے ہیں اور دونوں کی خاک اگر کسی شخص کے سامنے رکھدی جائے تو وہ دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا۔

درویش کی درد اور صداقت میں ڈوبی ہوئی اس گفتگو سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ اور دشمنی کے بجائے دوستی کا دم بھرنے لگا۔ اور خواہش ہوئی۔ کہ وہ درویش

کی کچھ خدمت کرے۔ اس جذبہ کے تحت بادشاہ نے کہا کہ میری آپ سے تمنا یہ ہے کہ مجھے دوبارہ اس قسم کی روحانی تکلیف میں مبتلا نہ کیا جائے بادشاہ نے یہ سنکر فقیر سے اور نصیحت کی خواہش کی۔

فقیر نے کہا۔

دریاب کنوں کہ نعمتت دست بدست

کیں دولت و ملک میرود دست بدست

اس وقت عدالت تیرے ہاتھ میں ہے اس کے صحیح مصرف کو پہچان کیونکہ یہ تیری میراث نہیں۔ ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج تیرے پاس ہے کل کسی اور کے پاس ہوگی۔ یہ وقت ہے حقداروں کے حق پہچان اور زیردستوں پر لطف کر۔

اس واقعہ میں حضرت سعدی رح نے دنیا کی عارضی شان و شوکت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو دنیاوی اعزاز پر مغرور ہیں۔ ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ دنیاوی عزت ایک خواب ہے۔ جسے موت کا پیام ختم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آتا ہے۔ جب امیر وغریب اچھے برے سب یکساں رہتے ہیں۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے۔ کہ ایک عاقبت اندیش اور بیدار مغز تاجدار خلوص کے ساتھ اپنی رعیت کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور حق رسی کے لئے تجسس وتردد کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ رعایا کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس قصہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے۔ کہ درد و صداقت، راست روی اور حق پسندی ہی وہ جوہر ہے۔ جس میں دنیوی و اخروی کامرانیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔ خدا ہمیں اپنے فرائض پر غور کرنے کی توفیق دے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

—٥—

نقد و نظر

دس نظمیں

خواجہ فیض لدھیانوی ان پاکیزہ خیال شعرا میں سے ہیں۔ جو اپنے اسلوب بیاں سے قوموں اور ملتوں کی تقدیریں پلٹ دینے پر قادر ہوتے ہیں۔ القریش کی کسی گذشتہ اشاعت میں آپ کی "قیمتی باتیں" پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ جن حضرات کو وہ کتاب دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے کلام میں کس قدر روانی اور جذب وتاثر موجود ہے۔ زیر تبصرہ کتاب "دس نظمیں" ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پکے جوانوں سے خطاب، تہذیب جدید۔ فریب کاران ملت تجارت، ہمدردی، بیداری کا راگ اور تجدید عمل وغیرہ پر دلچسپ اور نتیجہ خیز نظمیں درج ہیں۔ کتابت وطباعت پاکیزہ سرورق رنگین خوشنما اور کاغذ باوجود گرانی کے عمدہ لگایا گیا ہے۔

قیمت فی نسخہ ۲ر، ریاض بک ڈپو محلہ داراشکوہ لاہور سے منگائیے کارآمد چیز ہے۔

۴۸۶

نعت شریف

(شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کے قلم سے)

چلیں گے سر کے بل ہمدم یہاں سے اب مدینے میں
کہ ہر دم سامنا ہے موت کا دوری کے جینے میں

محمدؐ ہے کیا کندہ جو اُس پر دستِ رحمت نے
ہے اُس سے تاب میری خاتمِ دل کے نگینے میں

خدا پر ہے مرا تکیہ مجھے طوفاں سے ڈر کیوں ہو
بلا سے گر نہیں ہے، ناخدا میرے سفینے میں

کرشمہ دیکھئے عشقِ نبیؐ کی دلنوازی کا
ہوئے ہیں داغ دل بھی باغ اُس کے میرے سینے میں

اگرچہ ایک عالم در بدامن اُس سے ہی ہر دم
وہی رونق مگر باقی ہے رحمت کے خزینے میں

پھرو کیونکر نہ میں مستِ تصور روز شب میں
مئے حُبِّ نبی ہے میرے دل کے آبگینے میں

دھرے ہیں سلسبیل و کوثر و تسنیم کے ساغر
غمِ احمد میں رو رو کر لہو کے گھونٹ پینے میں

تھی اس کے سامنے مشکِ ختن بھی محض بے نکہت
بسائی تھی وہ خوشبو حق نے حضرت کے پسینے میں

یہ فیضِ عشقِ احمدؐ ہے کہ شاکر ہو گیا شاکر
وگرنہ کوئی بھی خوبی نہیں تھی اس کمینے میں

دولتِ آصفیہ کا یوم خود مختاری

سکندرآباد میں عظیم الشان پیمانہ پر منایا گیا

سکندرآباد ۸ر ستمبر۔ سرپرستی جمعیت مسلم نوجوانان سکندرآباد بتاریخ ۲۹ر رجب المرجب بروز سہ شنبہ بعد نماز مغرب بمقام مدگٹہ سکندرآباد بسلسلہ جشن یوم خود مختاری سلطنت آصفیہ ایک جلسہ بصدارت مولوی محمد حسام الدین خاں صاحب غوری صدر جمعیت مسلم نوجوانان سکندرآباد منعقد ہوا۔ خطبہ افتتاحیہ میں جناب صدر نے یوم خود مختاری کی اہمیت اور جشن منانے کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مولوی محمد جعفر صاحب نے یوم خود مختاری سلطنت آصفیہ کی تاریخ بیان کی جناب محمد عبد اللہ صاحب مددگار گورنمنٹ ہائی اسکول بلارم نے آصف جاہ اول کی حیات پر روشنی ڈالی۔ ابوالارشاد مولوی سید خواجہ برہان اللہ صاحب بی۔اے نے ہز مجسٹی اعلحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن کا خطبہ دو صد سالہ اعلان خود مختاری پڑھنے کی عزت حاصل کی۔ مولوی محمد حسام الدین خاں صاحب غوری نے اپنے خطبہ صدارت میں سلطنت اسلامیہ آصفیہ کی تاریخ اور حیدرآباد کے سیاسی موقف پر روشنی ڈالی۔ اور حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ملک و قوم کی ترقی تیغ و تبر تیر و تفنگ سے نہیں بلکہ شجاعت اچھے عادات اور صحیح رجحانات پر منحصر ہوتی ہے۔ اس صداقت کے ثبوت میں تو تاریخ عالم کے بے شمار واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہماری ترقی اپنے ماضی کا بار دوش امروز پر لئے رہی آج کے مبارک دن کی اہمیت و عظمت پر حیدرآبادی کے لئے قابل فخر و ناز ہے۔ اور اس پر ناز کرتے اپنے ہی سے نوجوانان دکن کا دنیا بھر میں اونچا رہ سکتا ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ جس دن بھی نوجوانان دکن کو اپنی اس قدیم عظمت و اہمیت کا حقیقی معنیٰ میں احساس ہوگا اسی دن ہم اپنا اصلی مقام حاصل کریں گے۔ اس کے بعد ہز مجسٹی کے درخشاں دور کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ پرچم آصفی ہی ہماری سچی عزت و عظمت کا واحد نشان ہے۔ اس کی حفاظت ہر نوجوان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ خطبہ صدارت کے بعد مولوی سید خواجہ برہان اللہ صاحب بی۔اے نے نہایت خشوع و خضوع سے تاجدار دکن کی درازی عمر اور ترقی اقبال، سلطنت اسلامیہ آصفیہ کے عروج اور تاج برطانیہ کی موجودہ جنگ میں کامیابی کے لئے دعا کی۔ آخر میں آصف جاہ اول کی فاتحہ خوانی ہوئی اور مدرسہ شبینہ جمعیت مسلم نوجوانان سکندرآباد کو شیرینی تقسیم کی گئی۔

تذکرۂ برادری

سپاس و تشکر

کاغذ کی گرانی کے سلسلہ میں اعلان کے علاوہ ناظرین کرام میں سے مختص حضرات کی خدمت میں بذریعہ خطوط توسیع اشاعت کے لئے اپیل کی گئی تھی۔ خلاف توقع احباب اس وقت تک خاموش ہیں۔ ہمارے ایک محترم معاون نے (جنہیں نام کی اجازت نہیں) جو پیشتر ازیں بیسیوں دفعہ بیشقدر رقوم کی ترسیل سے القریش کی اعانت کر چکے ہیں مبلغ چالیس روپے کا منی آرڈر ارسال فرمایا ہے۔ جو بشکریہ وصول ہو گیا ہے مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی جن کی قومی دملی خدمات کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ اور جو القریش کی معاونت اپنا عین فرض سمجھتے ہیں۔ کی طرف سے دس روپے کا منی آرڈر موصول ہوا ہے۔ مکرمی سردار فضل دادخانصاحب صدر انجمن عباسیہ کی توجہ سے ایک خریدار کا اضافہ ہوا ہے۔ انجمن قریشیان صوبہ بہار امکانی مساعی عمل میں لا رہے ہیں۔ ہم ان تمام معاونین کرام کی خدمت میں بصدق دل سپاس و تشکر کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اور جمیع قارئین و ناظرین کرام سے بزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ قوم کے اصلاحی امور کے پیش نظر اپنے اپنے حلقہ احباب سے ایک ایک خریدار بہم پہنچانے کی سعی کریں، وقت بڑا نازک ہے۔ کاغذ کی گرانی سے اخراجات ناقابل برداشت ہو رہے ہیں۔

ہمارا یہ مطالبہ ایسا مطالبہ نہیں جس کا پورا کرنا ناگزیر ہو۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اس معمولی مطالبہ کا ہمیں بار بار اعادہ کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔

ندوۃ القریش کا جلسہ

یکم ستمبر مجلس منتظمہ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس دفتر "القریش" میں منعقد ہوا۔ سابقہ جلسہ کی کارروائی تصدیق ہونے کے بعد متقدرین قوم کے آمدہ مراسلات اور صوبائی اور ضلعی کمیٹیوں کی کارروائیوں کی رپورٹیں پڑھی گئیں، انجمن "جامع القریش" میوات کی ان خدمات کو بنظر استحسان دیکھا گیا۔ جو قوم کی مختلف شاخوں کو حقوق زراعت سے مستفید ہونے سے متعلق وہ آئینی طور پر کر رہی ہے۔ چونکہ اس سلسلہ میں "ندوۃ القریش" حکام بالا کو تائدی رزولیشن بھجوانے کے بعد یاد دہانی بھی کرا چکی ہے۔ اس لئے تجویز ہوا۔ کہ جواب کے انتظار تک مزید کارروائی نہ کی جائے۔ انجمن عباسیہ (پونچھ) کے صدر سردار فضل داد خاں صاحب عباسی جاگیردار، ریٹائرڈ انسپکٹر اور آپ کے برادر سردار محمد اکبر خانصاحب عباسی جاگیردار گورنمنٹ کنٹرکٹر کی اُن مساعی کو جو انہوں نے حکومت ہند کو قابل قدر فوجی بھرتی دینے میں گذشتہ دنوں انجام دی ہیں۔ فرض شناسی پر محمول کیا گیا۔ اور اسے "ندوۃ القریش" کے مارجون کے منظور کردہ رزولیوشن کی تائید و تعمیل قرار دیتے ہوئے ہر دو حضرات کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔ نیز انجمن "فلاح القریش" فیض آباد کے مساعی کارکنان کی ان

سادات کی جو دو بیش بہا خدمات [illegible] میں اسلام رسول سے متعلق انجام [illegible] دی [illegible] خدمت سے تعبیر کیا گیا۔ دیگر جماعتوں سے خصوصاً [illegible] اپیل کی گئی۔ کہ وہ قومی مفاد کے پیش نظر پوری سرگرمی کے ساتھ اصلاحی کام میں حصہ لیکر [illegible] القوم [illegible] ہوں۔

اس کے بعد حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوئے۔

۱۔ ہندوستان کے سادات قریش کی مرکزی جماعت کا یہ اجلاس اپنے مجموعہ خدمات قوم اور قومی جماعتوں کو تہ دل سے تبریک پیش کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنے قومی مرکز ندوۃ القریش کے ریزولیوشن مورخہ ۱۰ مارچ کی تعمیل و تائید میں حکومت کو جنگی امداد دینے میں سبقت کی ہے۔ اور امید کرتا ہے۔ کہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر فرزندان قریش اپنی خدمات بیش از بیش کرتے رہیں گے۔

۲۔ یہ اجلاس ریکروٹنگ افسر حلقہ لاہور کے ۲۰ اگست ۱۹۴۰ء کے اس بیان کو جس میں "لاہور میں فوجی بھرتی کے لئے سکھوں اور پنجابی مسلمانوں کی ضرورت" کے تحت امیدواروں کی ضروری خصوصیات بیان کرتے ہوئے غیر مبہم الفاظ میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ

"ایم ٹی کمپنی کے لئے تعلیم یافتہ سکھ اور پنجابی مسلمان تمام زراعت پیشہ طبقوں میں سے سیدوں اور قریشیوں کے سوا لئے جائینگے"

سادات و قریش کی حق تلفی کے مترادف خیال کرتا ہے سیدوں اور قریشیوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں اور اس سے قبل شاندار فوجی خدمات انجام دی ہیں۔ اور وہ صوبیدار، رسالدار، کیپٹن اور میجر وغیرہ ممتاز عہدوں پر اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے چکے ہیں۔ پھر وجہ معلوم نہیں کہ ریکروٹنگ افسر کا یہ اعلان جس میں سیدوں اور قریشیوں کو نظر انداز کیا گیا ہے کس مصلحت پر مبنی ہے۔ لہذا یہ اجلاس پرزور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ حکومت اس کی وضاحت سے مطمئن کرے۔ تاکہ اس امتناعی حکم کی علت معلوم ہو سکے۔

یہ رزولیشن سید اکرام الدین صاحب ترمذی مقیم ریاست چترال کی تحریک پر پیش ہوا۔ اور باتفاق حاضرین جلسہ منظور ہوا۔

۳۔ یہ اجلاس قومی جماعتوں اور قریشی حضرات سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ حفاظت ہند کے لئے اپنے اپنے علاقوں میں وائسرائے ہند کی مجوزہ سیوک گارڈوں میں بھرتی ہو کر ملکی خدمات انجام دیں۔

۴۔ یہ اجلاس حکومت پنجاب اور انجمن خاکساران کے آبرومندانہ سمجھوتہ پر طمانیت کا اظہار کرتا ہے۔ اور خاکساروں سے متوقع ہے۔ کہ وہ عہود و مواثیق کی پابندی سے اپنے جماعتی نظام کو بیش از بیش قوی تر بنانے کی کوشش کرینگے اور حکومت کے تدبر سے امید کرتا ہے۔ کہ وہ خاکساروں کے معاملات میں فراخدلی اور ملائمت سے کام لیگی۔

۵۔ یہ اجلاس نیاز فتح پوری کے ان ملحدانہ خیالات کو جو اس نے قرآن کریم کے متعلق رسالہ "نگار" میں شائع کئے ہیں۔ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور حکومت سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کے دلآزار مضامین کی اشاعت کو روکنے کیلئے مناسب کارروائی عمل میں لائے۔

۶- یہ اجلاس موجودہ جنگ میں حکومت برطانیہ کی ظفرمندی کے لئے بخلوص قلب دعا کرتا ہوا قریشی حضرات سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ جنگی امور میں حکومت ہند کی فراخدلی کے ساتھ امکانی امداد کرنا اپنا فرض خیال کریں۔

درخواست ہائے ممبری

اس کے بعد ۱۹ حضرات کی درخواست ہائے ممبری پیش ہوکر منظور ہوئیں۔ سکرٹری کو ہدایت ہوئی۔ کہ آئندہ اجلاس سے قبل جدید ممبران سے چندہ ممبری حسب قاعدہ وصول کرکے داخل کرے۔ جدید ممبران کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱- پیر شمس الدین صاحب قادری فیض آباد
۲- مولوی تاج الدین صاحب مولوی فاضل شاہ آباد
۳- پیر کریم الدین صاحب پٹواری احمد پور
۴- سید فضل حسین صاحب رٹیائرڈ قانونگو سے
۵- شیخ غلام علی صاحب چشتی نظامی شاہ آباد
۶- میاں غلام فرید صاحب عباسی نمبردار ضلع انبالہ
۷- شیخ احمد بخش ولد مولوی نظام الدین جنرل مرچنٹ بہاولپوری
۸- قریشی محمد عارف صاحب شاہدرہ
۹- پیر اکبر علی صاحب مالیر کوٹلہ
۱۰- میاں احمد مرتضیٰ صاحب سیالکوٹی
۱۱- سید عاشق حسین صاحب نظام آبادی
۱۲- پیر عبدالغفور صاحب سکنہ کوٹلہ
۱۳- میاں امام الدین صاحب پنجابی سکھر
۱۴- میاں شاہ الدین صاحب کندیاں
۱۵- میاں الطاف حسین صاحب زمیندار۔ لائلپور
۱۶- شیخ نجم الدین صاحب گجراتی۔
۱۷- قریشی عبدالکبیر صاحب اسلام آباد۔
۱۸- حاجی مولوی نورالدین صاحب قریشی (ہزارہ)
۱۹- مولوی امین الدین صاحب صدیقی (پٹیالہ)

ایک استفسار

میاں عبداللطیف صاحب قادری ضلع لدھیانہ سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ

"میر عاصا دکا سا صاحبان کون تھے اور ان کا حضرت رسول مقبول ؐ سے کیا تعلق تھا۔ یہ فرضی نام ہیں یا اصلی؟ ان کی کچھ اصلیت ہے یا نہیں اور حضرت عباس ؓ سے ان کا کیا تعلق ہے؟ اور میراثی قوم کا ان سے کیا تعلق ہے؟"

ناظرین "القریش" میں سے کوئی صاحب جو علم التاریخ اور علم الانساب میں دستگاہ رکھتے ہوں۔ مفصل جواب کی تکلیف گوارا فرمادیں۔ مراسیوں کے متعلق تو بدیہی طور پر القریش کی گذشتہ اشاعتوں میں ثابت ہوچکا ہے کہ وہ ہندی نژاد ہیں۔ اور ہندوستان کے مختلف حصص میں اب بھی ہندو مراسی موجود ہیں۔ ان کا دعوٰے قرشیت لغو بیہودہ اور باطل ہے۔

بہی خواہان قوم سے اپیل

مخصوص بہی خواہان قوم کی خدمت میں اسی اشاعت کے ساتھ ایک فارم ارسال ہو رہا ہے۔ یہ گویا توسیع اشاعت کی تاکیدی وعملی دعوت ہے۔ اگر آپ نے اس پر بھی توجہ نہ دی

تو القریش کی وہ امیدیں جو اس کو ان کے زمانہ میں آپ سے وابستہ ہیں قطع ہو جائینگی۔ اور القریش کی زندگی خطرہ میں ہوگی۔ اور اس صورت میں قومی حقوق و مفاد پر جو ضرب لگیگی اور اس سے جو نقصان ہوگا وہ ظاہر ہے۔

گزشتہ چھ ماہ سے ایک ایک دو دو خریداروں کی بہم رسانی کیلئے احباب سے اپیلیں کی جا رہی ہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ اپنے حلقہ اثر میں کوشش کریں اور توجہ دیں تو ایک دو خریدار بہم پہنچانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ لیکن آپ نے اس قومی ضرورت کا احساس ہی نہیں کیا۔ آپ نے یہ بھی نہیں خیال کیا۔ کہ آپ کی یہ خاموشی کارپردازان القریش کے لئے کسقدر حوصلہ شکن ہوگی، فارم ارسال کرنے کی غرض یہ ہے۔ کہ آپ اپنی برادری میں اپنے احباب میں القریش کی خدمات کا ذکر کریں۔ اس کی اعانت کی ترغیب دیں۔ اور زرِ چندہ وصول کرکے منی آرڈر کردیں اور فارم ہذا کی خانہ پُری کرکے دفتر میں بھجوا دیں۔ اگر آپ کی اجتماعی مساعی سے اس وقت ایک سو خریداران کا اضافہ بھی ہوگیا تو القریش موجودہ صعب ترین گرانی کے مقابلہ کے قابل ہوسکیگا۔ اور اس کی شاندار خدمات کا تسلسل جاری رہ سکیگا۔ امید ہے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

یاددہانی

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ ازرہِ قومی حمیت سال آئندہ کے لئے اپنا زرِ چندہ اور اپنے ساتھ اپنے ایک عزیز کا زرِ چندہ ارسال کرکے عندالقوم مشکور ہوں۔ قومی مفاد کے پیش نظر اس وقت القریش کی مالی اعانت و حمایت کی شدید

ضرورت ہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے آئندہ القریش جاری نہ رکھنا چاہیں تو وہ خاموشی کی بجائے ایک کارڈ لکھ دیں۔ تاکہ دفتر ان کے ایما سے مطلع ہوجائے وی پی کی ترسیل اور اس کی واپسی مزید نقصان کا موجب نہ ہو۔

ایک ضروری اطلاع

بعض مراسلات اسقدر بدخط اور شکستہ حروف میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ ان کا پڑھنا اور مفہوم سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض مراسلات تو اتنا وقت ضائع کردیتے ہیں۔ کہ اس سے کم عرصہ میں اس سے بہتر نیا مضمون لکھا جاسکتا ہے۔

بعض احباب مضمون کاغذ کے دونوں جانب ناقص سیاہی سے لکھتے ہیں۔ کہ ایک طرف کی سیاہی دوسری جانب نکل جاتی ہے۔ اس لئے ان سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا لہذا التماس ہے کہ مضمون خوشخط اور کاغذ کی ایک جانب لکھنے کی تکلیف کیا کیجئے۔ تاکہ آپ کی محنت بھی رائگاں نہ جائے۔ چند مراسلات انہی وجوہ سے درج نہیں ہوسکے امید ہے مراسلہ نگار حضرات ہمیں معاف فرمائیں گے۔

یہ نوٹ کر لیجئے۔ کہ کوئی مضمون عدم اشاعت کی بنا پر واپس نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے وقت اور رقم کا ضیاع ہوتا ہے۔

"منیجر"

واقعات و حوادث

جنگ

برطانیہ پر جرمنی ہوائی حملوں اور جرمنی پر برطانوی جہازوں کے شدید حملے شدت کے ساتھ جاری ہیں۔ انہی حملوں کے سلسلہ میں انگلستان کے عظیم الشان شاہی محل کو نقصان پہنچا اور لنڈن کے مختلف شہری حلقے تباہ ہو گئے۔ ادھر برطانوی حملوں کی وجہ سے برلن اور جرمن کے کئی شہر نذر آتش ہو گئے۔ برلن کی المناک تباہی کا اعتراف خود جرمن ہائی کمان نے کر لیا ہے۔

بمباری کا یہ تسلسل خدا جانے کتنا عرصہ جاری رہے۔ لیکن لنڈن نے جس جرأت، حوصلہ اور دلیری کے ساتھ جرمن ہوا بازوں کا مقابلہ کیا۔ اور انہیں دندان شکن جواب دیا ہے۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

برلن کے غلط پروپیگنڈا سے ہر ایک کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ جرمن فضائی حملے ایک انقلاب پیدا کر دیں گے۔ لیکن برطانوی طیاروں کے جوابی حملوں نے جنگ کا رخ ہی پلٹ دیا ہے

موسم میں دمبدم تغیر واقع ہو رہا ہے۔ اس لئے اب حملوں کی شدت میں بہت زیادہ کمی واقع ہو جائے گی۔ اور اگر حالات کا یہی تواتر اور یہی لیل و نہار رہے تو جرمن کو عنقریب آئندہ شکست کا سامنا کرنا ہوگا۔

رومانیہ و ہنگری کے جھگڑے میں محوری طاقتوں کی مداخلت . . . . اور یونان کے ساتھ اٹلی کی چھیڑ چھاڑ سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ بلقان اور افریقہ میں آتش جنگ تیز ہو جائے

گذشتہ دنوں یونان پر اٹلی کی چڑھائی کا جو خطرہ بالکل سامنے آ گیا تھا۔ اگر وہ اس وقت کچھ دور جا پڑا ہے تو اس کی وجہ ماہرین کے نزدیک یہی ہے۔ کہ یونان پر حملہ سے پہلے اٹلی و جرمنی ہنگری و رومانیہ کے جھگڑے کو ختم کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور بحالات موجودہ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں اپنے اس مقصد میں کامیابی ضروری حاصل کر لیں گے۔ یہ ضرور ہے۔ کہ وائنا کانفرنس کے بعد رومانیہ میں بڑے شدومد کے ساتھ ہنگامے شروع ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ دو تین جرنیلوں نے اپنے استعفے پیش کر دیئے ہیں۔ شاہ کیرول نے رومانیہ کی پارلیمنٹ توڑ دی ہے، آئین معطل کر دیا ہے۔ اور ایک نئے وزیر اعظم کو تقریباً ڈکٹیٹرانہ اختیارات دے دیئے ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بظاہر وائنا کانفرنس کا فیصلہ اپنی جگہ اٹل ہے۔ ان ہنگاموں یا تبدیلیوں کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ نئے وزیر اعظم نے بھی یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ اس فیصلہ کی شرائط کو پورا کریں گے۔ بلکہ عملاً اس کی شرائط پر عملدرآمد شروع بھی ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہنگری کی فوجوں نے ٹرانسلوینیا کے علاقے پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے

خیال ہے چند روز میں حالات معمول پر آ جائیں گے۔ اور اس کے بعد محوری طاقتیں اپنے دوسرے پروگراموں پر عمل کرنے کیلئے آزاد ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت ہٹلر موسم خزاں شروع ہونے سے پہلے برطانیہ پر اپنا آخری حملہ شروع کر دے۔ یا برطانیہ کی توجہ مغربی محاذ جنگ پر معروف

رکھ کر اٹلی کو بلقان اور افریقہ میں ہاتھ پیر پھیلانے کی سہولتیں اور مواقع فراہم کرسکتے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے۔ کہ افریقہ کی برطانوی مقبوضات پر اٹلی کے حملے اس وقت جاری ہو رہی ہیں۔ اور اب تو اس خبر کی لندن سے بھی تصدیق ہوگئی ہے۔ کہ اٹلی کی فوجوں نے کینیا کی سرحد پر واقع شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور برطانوی فوجیں وہاں سے واپس بلا لی گئی ہیں۔

اتحاد اسلامی کی تحریک

اخبارات میں عراقی اخبار کے حوالہ سے اطلاع شائع ہوئی ہے۔ کہ ٹرکی کے ذمہ وار سیاسی حلقے اس وقت ٹرکی عراق۔ حجاز۔ یمن۔ مصر اور افغانستان کی ایک کانفرنس کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں۔ عراقی اخبار کے نامہ نگار متعینہ انقرہ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کانفرنس میں اسلامی ممالک کے جن اہم مسائل اور وقتی ضرورتوں کے متعلق غور کیا جائے گا۔ ان میں ان ممالک کا اتحاد اور بین الملّی فوج کی ترتیب کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ یہ فوج ایشیا کے اسلامی ممالک کی جمعیتہ الاقوام کے ماتحت ہوگی۔ جس کے اخراجات تمام اسلامی حکومتیں مل کر برداشت کریں گی۔

اس کانفرنس میں ٹرکی، عراق، مصر، یمن اور ایران کے متحدہ جنگی بیڑے کی ترتیب کے سوال پر بھی غور کیا جائے گا جو بحیرہ اسود، بحیرہ مارمورا، بحیرہ ایجین، بحیرہ شام (روم) قلزم احمر بحیرہ عرب اور خلیج فارس کے ساحلوں کی حفاظت کریگا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ٹرکی، عراق، حجاز اور ایران میں غیر ملکی فوجیں مرتب کرنے کی تجویز پر بھی اس کانفرنس میں غور کیا جائے گا۔ اس فوج میں مراکش، الجزائر، طرابلس افریقی اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں کو لیا جائے گا۔

اتحاد عرب کا شدید احساس

عراقی اخبارات عام طور پر اتحاد اسلامی خصوصاً اتحاد عرب کی ضرورت پر بہت زیادہ زور دے رہے ہیں۔

بغداد کے ایک اخبار "فتی العرب" کا بیان ہے۔ کہ ان حالات نے خصوصاً حیفہ، فلسطین، عدن وغیرہ پر اطالیہ کی بمباری نے عراق میں زبردست اثرات پیدا کئے ہیں۔ اور وہاں عام طور پر آنے والے خطرات کا احساس کیا جاتا ہے۔ اور اسی لئے عراقی قوت دفاع کو تیزی کے ساتھ مکمل طور پر منظم کیا جا رہا ہے۔ اور عراق میں عام طور پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ کہ عراقی قوت مدافعت ہر ایک ظلم و تعدّی کا مقابلہ کرنے کیلئے خواہ وہ کسی طرف سے ہو پوری طرح مستعد ہے۔

مصر اطالوی حملوں کے خطرہ میں ہے۔ مصر کے ایک اعلیٰ فوجی افسر کا بیان ہے۔ کہ مصر کی سپاہ بہت اچھی حالت میں ہے اور حملہ کی صورت میں داد شجاعت دیگی۔ مصر کی فضائی سپاہ بھی تربیت یافتہ ہے۔ اور برطانیہ کے فضائی بیڑے کے لئے قوت بازو ثابت ہوگی۔ مصر میں عام طور پر کہا جا رہا ہے۔ کہ اگر مصر پر حملہ ہوا۔ تو مصر کی سپاہ نہ صرف مصر کے دفاع کے لئے لڑے گی بلکہ اپنی ذمہ داریاں بخوبی ادا کرے گی۔

دمشق (شام) میں استانبول سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی تحریک کی حمایت نے یہاں ایک نئی زندگی حاصل کرلی ہے۔ اور دیار عربیہ کے موجودہ موقف کے ساتھ ساتھ مارشل پٹیاں کی تجاویز سے شامیوں کے اختلاف نے اس میں زندگی کی نئی حرکت پیدا کر دی ہے۔

بیروت کی خبر ہے۔ کہ شام اور لبنان کے عربی حلقوں نے اعلان کر دیا ہے کہ شامی کسی طرح بھی اپنے ملک کو غیروں کے حوالے نہیں کریں گے۔ اور وہ اہل شام پر کسی طاقت کی ڈکٹیٹری قبول نہیں کریں گے۔ شامی اس قسم کی صورت حال کے خلاف اپنے تمام ممکنہ وسائل، و طاقت کو استعمال کرینگے

اطالیہ کیخلاف مفتی بیروت اور امام جامع عمر کا اظہار خیال

بیروت کے مفتی اعظم نے اعلان کیا ہے۔ کہ اسلامی حلقے بالخصوص عربی حلقے جرمنی کے دوش بدوش اطالیہ کی شرکت جنگ اور اسکی وحشت انگیزیوں کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن خدائے بزرگ و برتر اس ظلم اور بربریت کے خلاف یقیناً حق و صداقت کو فتح و غلبہ عطا کرے گا۔

جامع عمر بیروت کے امام نے گذشتہ جمعہ کو جلسے کے دوران میں اطالیہ کے ان ہولناک مظالم کو بیان کیا۔ جو وہ طرابلس الغرب، حبشہ اور البانیہ میں کر رہا ہے۔ بالخصوص ان ممالک کے خلاف اطالیہ نے جو روش اختیار کر رکھی ہے۔ آپ نے اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا۔ آپ نے دیار عربیہ کے متعلق اطالیہ کی آرزوئیں اور عربی ممالک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کے متعلق اطالیہ کی خواہشات کا ذکر کیا۔ اور اس کے خطرات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔

شامی نوجوانوں کا جوش جہاد

اسی جلسے میں جمعیتہ شان المسلمین کی طرف سے اشتہارات تقسیم کئے گئے۔ ان اشتہارات میں عالم اسلامی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ :-

ہم عالم اسلامی کو یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ ہم انسانیت کے وحشیوں سے اپنے ان مسلمان بھائیوں کے خون کا انتقام لیں۔ جن کو طرابلس، لبلس اور بنی غازی میں ذبح کیا گیا تھا۔ یقیناً وقت آگیا ہے۔ کہ ہم سفاک اطالویوں سے اپنے شیوخ اور قائدین کے خون کا محاسبہ کریں

بیروت کا جریدہ "الایام البیروتیہ" اطالیہ کے خلاف شامیوں کے جوش انتقام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ کاش اطالیہ ان ملکوں کی طرف رُخ کرتا اور شامی نوجوانوں سے اس ذلت و نکبت کا ترکی بہ ترکی جواب وصول کرتا جو افریقہ کے مسلمانوں نے اطالیہ کے ہاتھوں برداشت کی تھی۔

ہندوستان

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے بغور و فکر وائسرائے کے اعلان پر اظہار اطمینان کیا۔ اب مسلم لیگ کے ممبران وار کمیٹیوں میں پوری سرگرمی کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔ کانگرسی لوگ مسلم لیگ کے اس فیصلہ پر جز بز ہو رہے ہیں۔ مسٹر گاندھی اب پھر کانگرس کے ڈکٹیٹر بن گئے ہیں اور سول نافرمانی کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ حکومت کے اس اعلان پر کہ خاکسار جماعت اب خلاف قانون جماعت نہیں رہی۔ ہندوؤں اور کانگرسیوں کے گھر میں ایک ٹیس سی پڑی ہوئی ہے۔ ۱۳ ستمبر کو کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا بمبئی میں اجلاس تھا۔ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اسمیں کیا فیصلہ ہوا ہندوستان کے ۹ کروڑ مسلمانوں میں سے گنتی کے چند مسلمان کانگرس کی حمایت حاصل کرنے کیلئے جائز و ناجائز کارروائیاں کر رہے ہیں لیکن وائسرائے نے مسلم لیگ کی انفرادی حیثیت تسلیم کر لی ہے مسلمانان ہند کی طرف سے حکومت کی سرگرمی کے ساتھ جنگی امداد کی جا رہی ہے۔ لیکن ہندو حکومت سے اس نازک وقت میں اپنی مہاجنی [illegible]

مختصرات

—— گاندھی جی کانگرس کے ڈکٹیٹر بنا دیئے گئے ہیں۔ کانگرس سول نافرمانی نہیں کرے گی۔ عدم تشدد سے آزادی کا علم بلند کرے گی۔

—— کالی کٹ کے علاقہ کانگرس کے یوم احتجاج کے سلسلہ میں عدم تشدد کی مالا جپنے والے کانگرسیوں نے پولیس پر بلّہ بول دیا۔ جس کے نتیجہ میں فائرنگ سے ۲ اشخاص ہلاک اور ۹ پولیس مین مجروح ہوئے۔

—— مسٹر گاندھی اب وائسرائے ہند سے ملنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

—— حکومت بنگال نے ادنیٰ تحریک کے دو درجن قیدی رہا کر دیئے ہیں۔

—— ۱۲ ستمبر کو دہلی میں زلزلہ کا ایک جھٹکا محسوس ہوا۔

—— خاکساران پشاور نے ایک جلسہ میں علامہ مشرقی کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔

—— وزیراعظم آسٹریلیا کا ایک بیان مظہر ہے۔ کہ ہٹلر پھر صلح کی کوشش میں ہے۔

—— اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے صدر کانگرس سے ناراض ہو کر کانگرس کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا ہے۔

—— جنرل پوسٹ آفس لاہور کا ایک کلرک مستعمل ٹکٹ استعمال کرنے کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔

—— انگلستان کی ہوائی لڑائیوں میں کم از کم ہزار جرمن ہوا باز مارے گئے۔

—— بغداد میں خود بخود چلنے والی ٹیلیفون نصب کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔

—— بصرہ اور زبیر کے مابین ریلوے لائن تعمیر ہونیوالی ہے

—— اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ آئندہ مردم شماری میں صوبہ پنجاب کی آبادی پہلے سے چالیس لاکھ زیادہ ہوگی۔

—— حکومت سی۔ پی نے مسلمانان چندر بسوا سے تعزیری ٹیکس جو کانگرسی حکومت نے لگایا تھا بند کر دیا ہے۔ ادا شدہ ٹیکس واپس کر دیا جائے گا۔

—— کراچی میں ۲۸، ۲۹ ستمبر کو ہندو مسلمانوں کی ایک مشترکہ کانفرنس صوبہ میں امن قائم کرنے کیلئے منعقد ہوگی

—— قصر بکنگھم پر ہوائی حملہ کے وقت ملک معظم محل میں موجود تھے۔ مگر وہ بال بال بچ گئے۔

—— حیدر آباد دکن کا "ہریکین فنڈ" ۱۱ لاکھ ۴۳ ہزار تک پہنچ گیا ہے۔

—— بلدیہ پشاور کی حدود میں ہوائی حملہ سے بچاؤ کا قانون نافذ ہو گیا ہے۔

—— اعلیٰحضرت حضور نظام نے مرہونہ اراضی کا بل منظور فرما لیا۔ اس قانون کے تحت ریاست میں ایک لینڈ مارگیج بنک قائم کیا جائے گا جس کا سرمایہ ۲۰ لاکھ روپیہ ہوگا۔ یہ بنک مرہونہ اراضی والے زمینداران کو معمولی شرح سود پر قرض دے گا۔

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



القریش

امرتسر

محمد علی

قیمت سالانہ
رؤساء سے پانچ روپے
عوام حضرات سے تین روپے

غیر مستطیع طلباء سے دو روپے
نمونہ کا پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷

فہرست مضامین القریش امرتسر

جلد ۲۷ — مطبوعہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ — نمبر ۱۰

یاد دہانی

صفحہ ۱۸ کا (؟) ملاحظہ فرمائیں۔ آرڈر فارم آپ کی خدمت میں پہنچ چکا ہے۔ اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے کسی عزیز کو قومی جریدہ کی اعانت کی ترغیب دے کر آرڈر فارم کی خانہ پُری کر کے بھجوا دیجئے۔ آپ کی یہ کوشش اہم قومی خدمت کے مترادف ہوگی۔ القریش کو جاری رکھنے کے لئے آپ کی ایسی امداد و حمایت کی سخت ضرورت ہے۔

آروق

مختصرات

——— شاہی مسجد لاہور کی مرمت پر ساڑھے [illegible] لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے سلسلہ تعمیر ہنوز جاری ہے۔

——— ۱۱ اکتوبر کو ضلع امرتسر کی وار کمیٹیوں کی طرف سے گورنر پنجاب کی خدمت میں ایک لاکھ ۶۷ ہزار روپیہ کی ایک تھیلی پیش کی گئی۔

——— کانگرس سول نافرمانی کریگی بھی اور نہیں بھی، گاندھی جی جیل نہیں جانا چاہتے اور باقی منہ دیکھ کر رہ جاتے ہیں۔

——— حکومت سرحد نے خاکساروں کی پابندیاں رفع کر دی ہیں

——— مسٹر جناح کی ایک اپیل کی تعمیل میں کیم نومبر آخری جمعۃ المبارک کے دن مسلمانان ہند بعد نماز اسلامی ملکوں کی آزادی کے لئے دعا کریں گے۔

——— پٹیالہ کے محلوں میں سے ۳۲ ہزار روپیہ کے جواہرات کا غبن ہو گیا ہے۔

——— ایک خبر ہے کہ کانگڑہ کے [illegible] ہزار اچھوت تبدیل مذہب کرنے والے ہیں۔ سنا ہے کہ آفرش اسلام میں آئیں گے مبلغین اسلام اپنا فرض انجام دیں۔

——— دولت آصفیہ دکن کے میزانیہ بابت سال ۱۳۵۰ف میں ۳۰ لاکھ ۲۳ ہزار روپے کی بچت ظاہر کی گئی ہے۔ کل آمدنی ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ ۱۵ ہزار، اور خرچ ۹ کروڑ ۴۰ لاکھ ۹۱ ہزار دکھایا گیا ہے۔

——— ڈپٹی کمشنر لاہور کے دفتر میں ۱۱ اکتوبر کو بعد دوپہر نواب زادہ محمود علی اور مس ست نام چرن سنگھ کی شادی سول میرج ایکٹ کے ماتحت ہوئی۔ ایسی شادی میں فریقین کو ڈپٹی کمشنر کے روبرو باقرار صالح بیان کرنا پڑتا ہے کہ ان کا کوئی مذہب نہیں اور دونوں کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں۔ یہ نواب زادہ صاحب نواب مظفر خاں ایم ایل اے سابق ریونیو ممبر

——— مسٹر ای لطیفی سابق فنانشل کمشنر پنجاب کے فرزند مسٹر دانیال لطیفی کے خلاف ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت مقدمہ چل رہا ہے۔

——— عازمان حج کیلئے عید الفطر کے بعد جہاز اپنا سفر شروع کریں گے۔

——— سنا جاتا ہے کہ پنجاب میں سائیکلوں۔ شادیوں اور وراثت پر ٹیکس لگانے کی تجویز زیر غور ہے۔

——— دہلی میں ڈاکٹر شوکت علی انصاری کے مکان پر دہلی ویمن لٹریری سنگ [?] کا جلسہ منعقد ہوا۔ ہندو مسلم خواتین شریک جلسہ ہوئیں۔ ہندی کی ترویج کیلئے پُرفریب طریقہ سے یہ تجویز منظور کرا لی گئی۔ کہ اردو رسم الخط جاننے والی خواتین ہندی کا علم بھی سیکھیں۔ تاکہ لسانی اختلاف رفع ہو جائے۔

——— ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ کہ [illegible] ناگپور میں سردار بہادر تارا سنگھ کوتوال کے حکم سے مسجد شطرنجی پورہ میں پولیس نے عین اسوقت جبکہ نمازی تیسری رکعت (فرض) نماز میں تھے۔ نمازیوں پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ مسجد میں خونریزی کی گئی۔ مسجد کے سامان کو بھی شدید نقصان پہنچا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

جلد ۲۷ —— نمبر ۱۰

ماہ اکتوبر ۱۹۴۰ء

رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

شذرات

انسان نما درندے

سود در سود کی شکل میں غریب کا خون چوسنا زندگی کی متاعِ حیات پر دستِ تطاول دراز کرنا اور دوسروں کی تو ندیں اٹھا پھیسر کر زیردستوں کی خانہ ویرانی پر دندنانا سرمایہ دار کی زندگی کا مقصدِ وحید ہے۔ اسی اہم فریضہ کی انجام دہی کیلئے یہ خونخوار درندہ انسانی شکل میں دنیا پر آتا ہے۔ اور ہزاروں انسانوں کو اپنی فریب کاریوں کا شکار بنا کر جونک کا تون خصلت ہو جاتا ہے۔ سود خوار سرمایہ دار کی مکاری و عیاری کی حیرت انگیز داستانیں آئے دن ہمارے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن انکی ان بے روزگار چالوں کی گہرائیوں کو ہم نہیں پہنچ سکتے۔ سرمایہ دار کی ظاہری شکل کسقدر پُر فریب اور قابلِ رحم ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جن بدنصیبوں کو ان سے سابقہ ہو جاتا ہے۔

سود خوار سرمایہ دار حادثۂ پیدائش سے واقعۂ رحلت تک انتہائی کاوش و کوشش سے زرِ نقد جمع کرتا ہے۔ لیکن اس میں سے انسانی مفاد کیلئے ایک حبہ تک ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ ذیل کے اعداد و شمار سے واضح ہوگا۔ کہ اس بیدرد طبقہ کی غیر محسوس خونخواری کے عواقب و نتائج کیا ہیں۔

گذشتہ دنوں وزیر اعظم پنجاب نے رہتک ولدھیانہ میں جنگی امور کے تحت جو تقریر کی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگی اغراض کیلئے اس وقت تک جسقدر چندہ جمع ہوا ہے اس میں ۹۰ فیصدی روپیہ غریب زمینداروں کا ہے۔

صوبہ کے کل سرمایہ کا ۷۹ فیصدی غیر زمینداروں کے قبضہ میں ہے۔ اور ۲۱ فیصدی زمینداروں کے پاس، اس ۲۱ فیصدی میں وہ رقوم بھی شامل ہیں جو دست گرداں ہیں۔

۳۰ کروڑ روپیہ کی مالیت کی اراضیات سرمایہ داروں نے زمینداران سے صرف سود کے ہیر پھیر میں بلا معاوضہ ہتھیالی ہیں۔

۴۰ فیصدی ایسے مقروض ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک پائی بھی قرض نہیں لیا۔ بلکہ مقروض ماں باپ کی گود میں آنکھ کھولی۔ اور سود در سود کے چکر میں عمر گذار دی۔

یہ ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو آزادی کا علم لئے پھرتے ہیں اور متحدہ قومیت کا ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ اور آزاد ہندوستان کی حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں

قانون امداد مقروضین

پنجاب اسمبلی نے مقروضین کی ضرورت کے پیش نظر

ایک مسودہ قانون منظور کیا، جو ہندو مسلم مقروضین کیلئے یکساں مفید تھا۔ لیکن ہندو محض اپنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ وہ اسے نامنظور کر دینے کیلئے گورنر پنجاب سے اپیلیں کر رہے تھے۔ افسوس ان کا یہ واویلا اکارت گیا یعنی مجوزہ بل منظور ہو گیا۔ جس کا مفاد بالاختصار حسب ذیل ہے:-

قانون کا مفاد

[illegible]

منظور کیا ہے۔ اس کی بعض اہم دفعات نذر ناظرین ہیں۔

(۱) پہلے ایکٹ میں اختیار سماعت صرف عدالت دیوانی کو تھا۔ لیکن اب عدالت دیوالیہ اور ریسیور کو بھی اختیارات دیئے گئے ہیں۔

(۲) اس قانون کی رو سے [illegible] کی شرح سود بھی گھٹا دی گئی ہے۔ اور بلا کفالت قرضوں پر شرح سود [illegible] سے زیادہ [illegible] فیصدی سالانہ رکھی گئی ہے۔ [illegible] مقروضین کو خاص رعایات دی گئی ہیں۔ جن کی سالانہ آمدنی پانچ ہزار روپیہ سے متجاوز نہ ہوگی۔

(۳) اگر کوئی قرضخواہ کسی مقروض کے خلاف مطلوبہ نقشہ عدالت میں پیش نہ کرے یا وہ خود اس کا جائز مختار مقررہ تاریخ پر پیش ہو کر اس کیلئے جوابدہی نہ کرے۔ یا کسی مقررہ تاریخ پر حاضر نہ ہو۔ تو وہ قرضہ ایک مقروض کے خلاف ہو یا ایک سے زیادہ مقروضین کے، بالکل بیباق تصور کیا جائیگا لیکن غیر حاضری کے سلسلہ میں اگر کوئی قرضخواہ یہ ثابت کر دے کہ اسے نوٹس کی باقاعدہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ تو عدالت دیوانی یا مصالحتی بورڈ کو ایسا [illegible] کا حق حاصل ہوگا۔ کہ تسلی کے بعد قرضہ بحال کر دے۔

(۴) اگر کوئی فارنس یا مقروض درخواست میں مندرج کسی امر کی صحت سے انکار کرے تو مصالحتی بورڈ کو اس کے تصفیہ کا اختیار رہے گا۔ لیکن اس کے خلاف کلکٹر یا اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول (جسے خاص طور پر حکومت نے اس امر کا اختیار دیا ہو) کے خلاف تاریخ فیصلہ کے بیس دن کے اندر اپیل ہو سکیگی۔ لیکن جس حکم کے پہلے پہلے نظر ثانی ہو چکی ہو۔ اس کے خلاف اپیل کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس ضمن میں ایک چیز قابل ذکر ہے۔ کہ تاوقتیکہ کسی معاملہ متنازعہ کی مالیت دو ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہو اس کے خلاف اپیل نہیں ہو سکیگی۔

(۵) اگر کوئی معاملہ بورڈ کے سامنے پیش ہو جائے تو سرٹیفکیٹ کو رجسٹری کرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی اگر کوئی ایسا سرٹیفکیٹ دیا جائے جس کی رو سے قرضخواہ کو ڈگری دی گئی ہو۔ تو ڈگری کو اس بات کا حق نہیں ہوگا کہ وہ سرٹیفکیٹ کی تاریخ کے چھ ماہ کے اندر اندر اس ڈگری کو اجرا کرا سکے۔ خواہ ضابطہ دیوانی کی کوئی دفعہ اس کی اجازت ہی دیتی ہو۔ یہ صورت ان قرضوں کی نسبت ہوگی۔ جو کسی کفالت کے ماتحت ہوں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ کسی عدالت دیوانی کو اس بات کا حق نہیں ہوگا۔ کہ بورڈ کے روبرو کسی کارروائی کے سلسلہ میں کوئی حکم امتناعی نافذ کرے۔

(۶) اگر کسی ڈگری کے سلسلہ میں عدالت دیوانی میں اجرائے کی کارروائی ہو رہی ہو۔ اور بورڈ اس کارروائی کو معطل کر دے تو اجرائے کے سلسلہ میں اگر کوئی جائیداد قرق

ہوچکا ہو۔ اور وہ سپردار کے پاس ہو۔ تو وہ واپس مدیون کو مل جائے گا۔ اگرچہ مدیون کو اس کے بیچنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اور اگر مدیون کو دیوانی جیل میں بھیجا گیا ہو۔ تو وہ فی الفور رہا کر دیا جائے گا۔

(۷) اگر کسی قرضہ کے سلسلہ میں کسی عدالت دیوانی کے روبرو کوئی نالش کر دی گئی ہو۔ تو کوئی عدالت اس امر کی مجاز نہ ہوگی۔ کہ کسی ڈگریدار کو اس رقم کے دوچند سے زیادہ کی ڈگری دے۔ جو در اصل قرض لی گئی تھی۔ اور اگر ڈگری دار نے اس میں سے کچھ پہلے وصول کر لیا ہو۔ تو وہ رقم ڈگری سے منہا کر دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں کوئی ثالثی فیصلہ جو اس وصولی کی خلاف ورزی کرے جائز نہ ہوگا اگر کوئی ڈگری یا ثالثی فیصلہ ہو اور اس ایکٹ کے نفاذ کے چھ ماہ کے اندر کوئی مدیون اس کی نظر ثانی کی درخواست کرے تو بورڈ کو اس امر کا حق حاصل ہوگا۔ کہ اس ڈگری کو یکسر منسوخ کر دے۔ خواہ یہ ڈگری ایکٹ کے نفاذ سے پیشتر یا بعد ازاں صادر ہوئی۔

(۸) کوئی مزدور روپیہ کے سلسلہ میں کسی ڈگری کے دوران میں گرفتار یا قید نہیں کیا جا سکیگا۔ خواہ یہ ڈگری ایکٹ کے نفاذ سے پیشتر ہو یا بعد۔

(۹) ڈگری کے سلسلہ میں کسی شخص کا سکونتی مکان قرق یا نیلام نہیں ہو سکیگا جب تک کہ ڈگریدار کی طرف سے یہ ثابت نہ کیا جائے۔ کہ وہ کرایہ پر دے دیا گیا تھا۔ یا ایسے اشخاص کو جو اس کے باپ ماں۔ بیوی۔ بیٹا۔ بیٹی۔ بہن۔ بھائی بہن۔ یا قریبی رشتہ دار ہو۔ مستعار دیا گیا۔ یا ایک سال سے زیادہ مدت تک خالی پڑا رہا ہو۔ اس کے علاوہ حسب ذیل چیزیں قرق نہیں ہو سکیں گی۔

دودھ دینے والے مویشی خواہ وہ دودھ دیتے ہوں یا بچھڑے سے ہوں۔ بچھڑے جانور جو حل و نقل یا لادنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہوں۔ چھکڑے اور کھلے میدان یا احاطے جو کسی زراعت پیشہ شخص کی ملکیت ہو۔ اور بوقت ضرورتاً مویشی باندھنے چھکڑے کھڑے کرنے یا چارہ اور کھاد جمع رکھنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں۔

(ب) ایک اصل سکونتی مکان اور دیگر عمارات جو اس سے ملحق ہیں۔ (مع ان کے سامان تعمیر اور محلات و توابع۔ نیز ایسی اراضی جو اس کے ساتھ الحاق رکھتی ہو اور ان سے استفادہ کرنے کیلئے ضروری ہو) اور ایک مدیون (جو زراعت پیشہ نہ ہو) کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہوں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ تحتی دفعہ ہذا میں جو تحفظ بہم پہنچایا گیا ہے۔ وہ اس اراضی پر اطلاق پذیر نہ ہوگا۔ جو رہن کی گئی ہو۔

اگر کوئی عدالت یا بورڈ یہ محسوس کرے کہ کسی ساہوکار نے کسی دستاویز میں ارادتاً بے ایمانی کی ہے تو نہ صرف اسے اس امر کا اختیار ہے۔ کہ سارا دعوی معہ خرچہ خارج کر دے۔ بلکہ اُسے اس امر کا بھی اختیار ہوگا۔ کہ کسی مجاز مجسٹریٹ کی عدالت میں اس غرض کیلئے استغاثہ دائر کرے اور ایسے شخص کو جس کے متعلق ثابت ہو جائے۔ کہ اس نے کسی دستاویز کا فریب دہانہ طور پر استعمال کیا ہے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس میں کوئی ایسا بیان درج ہے جو کسی معاملہ کے متعلق جھوٹا ہے تو جرم ثابت ہونے پر اسے ہر دو قسم کی سزاؤں میں سے کوئی سزا قید دی جائیگی جو تین ماہ تک پہنچ سکتی ہے یا سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا جس کی تعداد ایکہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہو اس کے علاوہ ایکٹ میں کئی لفظی ترامیم کی گئی ہیں۔

یہ قانون اپنی نوعیت کے لحاظ سے زرعی قوانین سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ زرعی قوانین سے صرف زراعت پیشہ اقوام استفادہ کرسکتی ہیں۔ لیکن اس قانون سے ہر مقروض زراعت پیشہ ہو یا غیر زراعت پیشہ مستفید ہوگا۔ بشرطیکہ سود خواروں نے اسکی راہ میں کوئی نیا جال نہ بچھا دیا۔

شیعہ سنی فساد لکھنؤ کی یاد

لکھنؤ کے مسلمانوں (شیعہ و سُنی) میں اختلاف عقائد کی بناپر فساد ہوتا ہے۔ ضد وکد اور غیر مآل اندیشی سے خونریزی تک نوبت آتی ہے۔ تو حکومت کی انتظامی مشین کے پُرزے بجالئے امن کیلئے حرکت میں آتے ہیں۔ یہ اقتضائے حالات جو کچھ ہوجاتا ہے۔ اسے مظالم کہکر "آل انڈیا شیعہ پولٹیکل کانفرنس" کی طرف سے۔ جو غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی معرض وجود میں لائی گئی۔ وہ تین نفوس مسٹر آر، ایف، بہادر جی، پارسی، مسٹر جے کرشن ٹنڈن ہندو اور تیسرے سید حیدر مہدی، شیعہ پرمشتمل تھی۔

کجروی و ناوانی کی وجہ سے کلمہ گو، کلمہ گو سے دست وگریباں ہوتا ہے۔ اور خرابئ بسیار کے بعد جب اوسان درست ہوتے ہیں تو دنیا کے سامنے مظلومیت کی سند پیش کرنے کیلئے اپنا معاملہ ہندو کے سپرد کردیتا ہے۔ انا للہ،

مدح وقدح کا یہ فتنہ اسلام پر اغیار کی ہنسی، مذاق اور استہزا آمیز نکتہ چینی کا موجب ہوا۔ مسلمانوں کی ذلت و رسوائی اور روحانی اذیت کا سبب بنا۔ تاریخ میں ایک الم انگیز باب کھل گیا جو شیعہ و سُنی مسلمانوں میں نفرت انگیز کشیدگی کا باعث بنا رہے گا۔ کاش محشرستان لکھنؤ کے کھلاری جذبات کے تابع ہو کر فضول قوت آزمائی سے گناہ بے لذت کے مرتکب نہ ہوتے۔

دو ہندوؤں پرمشتمل غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ جس میں پولیس کے مظالم کا بڑی سراسیمگی کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ کہ بارہ وفات کے حوادث میں پولیس پردہ نشین خواتین کے کمروں میں بلا اطلاع گھس گئی۔ امام باڑہ میں جوتوں سمیت داخل ہوکر ایک متبرک مقام کی بے حرمتی کی گئی۔ شیعہ یتامیٰ اور بارہ وفات کے شیعوں پر سختی روا رکھی گئی وغیرہ۔

رپورٹ کے مطالعہ سے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ رقیق القلب، فہیم اور حساس انسان ان زہرہ گداز وقائع پر خون کے آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن یتیم بچوں اور پردہ نشین خواتین سے زیادتیاں کیوں ہوئیں؟ امام باڑہ کی بے حرمتی کا سبب کیا ہے؟ یہ ناشدنی واقعات پیش کیوں آئے؟ ان حوادث کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ کاش عواقب و نتائج کی تہ کرنے اور حوادث کا غم کھانے سے قبل اسباب وعلل پر ایک عمیق اور دوررس نگاہ ڈالی ہوتی۔ اور معمولی سے اختلاف پر میدان وغا گرم نہ کرلیا جاتا۔

مدح جو بھی تھی تو قدح لازم نہ تھی۔ سرشتہ تحمل و برداشت ہاتھ سے نہ دیا جاتا۔ تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

ہندوستان کے مختلف شہروں میں شیعہ سُنی حضرات پہلو بہ پہلو اور دوش بدوش رہتے ہیں۔ اپنے اعتقادات کے ماتحت مذہبی فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ لیکن ایسا جگر سوز ندامت خیز واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا۔ جو لکھنوی حضرات کی عدیم النظیر حمیت واخوت نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

معاصر "الواعظ" لکھنؤ نے جلی سرخیوں کے ساتھ مذکورہ غیر جانبدار کمیٹی کی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس سے غالباً پولیس کی زیادتیوں کا اظہار اور ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہوگا لیکن ملی نکتہ نگاہ سے ایسے دلخراش واقعات کا اعادہ وجہ اشتعال ہوجایا کرتا ہے۔ اور یہ وقت اس قسم کی اشتعال انگیزیوں کا

نہیں۔ تعاونِ المسلمین کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اپنے معزز معاصر سے قوم و ملت کے نام پر اپیل کریں گے۔ کہ وہ اپنی تمام کوششیں مسلمانوں کو متحد و متفق کرنے پر صرف کرکے ملی مفاد کو اغیار کی دستبرد سے بچانے کی سعی سے عنداللہ ماجور ہوں۔

سیاسی دُنیا

کانگریس کے ارباب اختیار نے ایسے وقت میں جبکہ جرمنی کے خونخوار درندہ کی ستم رانیوں کو پوری قوت کے ساتھ روک دینے کی ضرورت تھی۔ اور ہندوستان کو ہلاکت و بربادی سے بچانے کیلئے برطانیہ کی امداد و اعانت لابدی تھی۔ حکومت سے سودا چکانے کیلئے جس بنیا پن کا مظاہرہ کیا۔ اس پر محب وطن نے نفرت و حقارت کا اظہار کیا۔ گاندھی نے وائسرائے کی دعوتوں کو بار بار ٹھکرایا۔ مسلمانوں کے اعتقادات کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچانے کیلئے ودیا مندر اور واردھا سکیم ایسی شاطرانہ چالیں چلیں۔ دیگر اقلیتوں کو نظر انداز کرکے اُن کے حقوق پر دست درازی کرنی چاہی۔ جس کے نتیجہ میں کانگریس کی ہوا بگڑ گئی۔ اب گاندھی جی اس بگڑی کو بناتے پھرتے ہیں۔ کبھی وائسرائے کی آستانہ بوسی کیلئے دیوانہ وار دوڑتے ہیں۔ اور کبھی مسلم لیگ کی شان میں قصیدہ فرما دیتے ہیں۔ "آزادی تقریر" کے حصول کے لئے آپ وائسرائے کی خدمت میں جانے والے تھے۔ تو پنڈت نہرو نے حسرت آمیز مایوسانہ لہجہ میں فرمایا تھا۔ کہ باپو (گاندھی) جی خود باختہ ہو گئے ہیں۔ اب وائسرائے کے پاس اس لئے جا رہے ہیں۔ کہ ان کے خلاف تقریریں کرنے اور جلسے رچانے کیلئے انہی سے اجازت لے آئیں۔ ایک پنڈت نہرو پر کیا موقوف کئی اور ہوشمند کانگریسی [illegible] ماتم کر رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اب سکھ بھی آہستہ آہستہ کانگریس سے علیحدہ ہونے لگے ہیں۔ کانگریس جنگی امور میں تعاون نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن سکھوں کے نزدیک یہ نہایت ضروری ہے غرض کانگریس کے عنوان کچھ بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ آل انڈیا مسلم لیگ مسٹر جناح کی قیادت میں دندنا رہی ہے۔ نیشنلسٹ مسلمانوں اور کانگریسی علماؤں کی مخالفت کے باوجود میدان مسابقت میں قدم بڑھا رہی ہے۔ وار کمیٹیوں میں مسلم لیگ پوری سرگرمی کا اظہار کر رہی ہے۔ حکومت اس کے مطالبات کی معقولیت تسلیم کر رہی ہے۔ ہندو مہاسبھا جو اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ہندوؤں کی جداگانہ جماعت تھی اپنی اصلیت پر آ رہی ہے کانگریس اور مہاسبھائی باہم گٹھ جوڑ کر رہے ہیں۔ اور خفیہ مجلسوں میں اپنے منصوبوں کی ناکامی پر ٹسوے بہائے جا رہے ہیں۔ پاکستانی سکیم پر سخت لے دے ہو رہی ہے۔ تارا سنگھ اکالی کیلئے تو یہ سکیم ایک مصیبت بن گئی ہے۔ ہندو پریس کا تو دماغ معطل ہو چکا ہے۔ "ملاپ اور پرتاپ" کی حالت قابل رحم ہے۔ ان کے خیال میں تو پنجاب میں سر سکندر نے پاکستان قائم بھی کر دیا۔ تمام ذمہ دار عہدوں پر مسلمان مسلط ہو گئے ہیں۔ زرعی بل نافذ ہو چکے ہیں۔ امداد مقروضین کا قانون گورنر نے منظور کر لیا ہے۔ لہٰذا مہاجن کا اب کیا بنیگا۔ اور لالہ جی کیا کریں گے۔ اسلامی پریس اس درد کی دوا تو نہایت [illegible] کے ساتھ تیار کرتا ہے۔ لیکن مریض سخت جان کو افاقہ نہیں ہوتا۔ اسی ہذیان میں وہ کبھی جناح پر پل پڑتے ہیں۔ تو کبھی سر سکندر پر۔ کبھی قرآن کریم کی توہین کر بیٹھتے ہیں۔ تو کبھی اسلام پر آوازے کسنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی ممالک اسلامیہ کے خلاف زہر افشانی شروع کر دیتے ہیں۔ تو کبھی اور مفسدہ پردازی۔ پچھلے دنوں ہندو جرائد میں یہ غیر معقول خبر شائع کی گئی۔ کہ افغانستان میں اعلیٰحضرت ظاہر شاہ کو معزول کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اب یہ بے پر کی اُڑا دی گئی ہے۔ کہ افغانستان میں نازیت پھیل رہی ہے۔ سکھ پنتھ

جو گورو نانک ایسے توحید پرست بزرگ کا پیرو ہے متعصب بُت پرستوں کے ہاتھوں کھیل رہا ہے۔ اس کی سیاست اسلحہ کی نمائش میں مرکوز ہے۔ ان کا جہاں کہیں بھی دیوان رچایا گیا۔ کرپانوں اور چھوٹی چھوریوں کی نمائش ضرور کی گئی۔ مختلف مقامات کے لوگوں نے ان خطرناک مظاہروں کے کمافیقی انسداد و تدارک کیلئے حکومت سے اپیلیں کی ہیں۔ ہندوستان کی سیاست عجب چوں چوں کا مربہ ہے۔ اور ہفت کی دوسری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ لوگ سیاست کے مارے دین و ایمان کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے لئے مذہب بازیچۂ اطفال بنا ہوا ہے ۔ عوام کا کیا ذکر خاص میں سے مولانا حسین احمد مدنی ایسے عالم کانگرسی جُبّہ میں کچھ ایسے کھوئے گئے ہیں کہ ــــ پچھلے دنوں لاہور کے مقام پر استصواب ہوا ۔ کہ آپ کے نزدیک ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے یا اتحاد بین المسلمین؟ حامل شریعت عامل قرآن حضرت مولانا ممدوح کا جواب ملاحظہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اتحاد بین المسلمین ضروری لیکن ہندو مسلم اتحاد نہایت ضروری۔ خدا اس سیاست اور ان سیاست دانوں پر فضل کرے اور انہیں عقل و خرد سے کوئی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

جنگ کا رُخ

وسط ستمبر سے اب تک کے عرصہ میں خلاف توقع حیرت انگیز تغیر رونما ہو گئے ہیں۔ ہٹلر کی وہ شوخیاں اب عنقا ہو چکی ہیں۔ برطانیہ کی ثابت قدمی اور پیہم دلیرانہ حملوں نے جنگ کا رُخ یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ ہٹلر مسولینی سے جو منہ جوڑ کر اپنی حالت پر غور و فکر کرنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ مسٹر چرچل نے اپنی تازہ ترین تقریر میں بیان کیا کہ ہمیں جرمنی کی طاقت و قوت کا اب پوری طرح علم ہو گیا ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ جرمنی اور اطالیہ جاپان کی کیا امداد کر سکتے ہیں۔ لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ برلن کی تباہی کو جرمن عوام کی ناکہ بندی سے جرمن بھوکوں مر رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ رومانیہ میں جرمن فوجیں داخل نہیں ہوئیں۔ اگرچہ غیر رومانوی حلقوں نے جرمن فوجوں کے داخلہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اٹلی کے فوجی ہائی کمانڈ کے تازہ بیان میں جو سرکاری طور پر روم سے نشر کیا گیا ہے بتسلیم کیا گیا ہے کہ شمالی افریقہ میں طبروق اور اساب کے فوجی مقامات پر برطانیہ کی بمباری سے اطالویوں کا سخت نقصان ہوا ہے۔ لنڈن کی اطلاع مظہر ہے کہ اس وقت بلقان میں جو ہلچل مچی ہوئی ہے۔ اس سے ترکیہ کو سخت خطرہ ہے۔ لیکن ترک اخبار لکھ رہے ہیں کہ اگر جرمنوں نے درہ دانیال کا رخ کیا۔ تو انہیں قدر عافیت معلوم ہو جائے گی۔ درہ دانیال ایک جانب مشرق قریب کا محافظ ہے۔ دوسری جانب روس کیلئے بحیرہ اسود سے آگے نکلنے کیلئے درہ دانیال کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ لہذا یہ حقیقت ہے کہ اگر اس جانب دشمن نے دندان آز تیز کئے تو اس کی خیر نہیں۔ تازہ ترین خبر جس پر چین اور برطانیہ میں انتہائی خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ۱۸ ؍ اکتوبر کو برما روڈ جو حکومت برطانیہ جاپان کے معاہدہ کے سلسلہ میں بند کر دی تھی۔ کھول دی جائیگی اس سے چین و برطانیہ کے روابط و ضوابط استوار ہو جائیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ مشرق اقصیٰ میں اس اقدام سے خاص حالات رونما ہو جائیں۔ ان حالات میں جرمن کے ڈکٹیٹر ہٹلر کی اُمنگوں پر اوس پڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور یقین ہوتا ہے۔ کہ اس معرکہ کارزار میں بھی برطانیہ ہی ظفر مند و فتحیاب ہوگا اہل ہند کا فرض ہے۔ کہ اپنے ملک کی حفاظت کیلئے حکومت سے تعاون کریں۔

رمضان المبارک

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ط

روزہ امت مسلمہ خدائی حکم کے ماتحت پابند ہے۔ کہ اس کا ہر فرد ماہِ رمضان میں پو پھٹنے سے پہلے کھانا کھا کر روزہ داری کا عہد کرے اور پھر غروب آفتاب تک خواہ کیسی ہی شدید بھوک اور پیاس ہو۔ اناج۔ پانی۔ حقہ اور سگرٹ وغیرہ سے باز رہے؟ یہ روزہ کی ظاہری صورت ہے (عالمگیری فتاوی قاضی خاں)

القرآن (۱) اے ایمان والو! تم پر چند دن کیلئے روزے فرض ہو گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو (سورہ بقرآیت ۱۸۳) (۲) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن عزیز نازل ہوا۔ جو لوگوں کے لئے قانونِ ہدایت ہے۔ اس میں سامانِ ہدایت اور حق و باطل کے معیار عدل کے نشانات موجود ہیں۔ (سورہ بقرآیت ۱۸۵) (۳) بے شک ہم نے اس (قرآن عزیز) کو قدر کی رات (رمضان کے آخری عشرہ کی ایک رات) میں اُتارا اور تم کیا جانتے ہو۔ کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ کیا ہے (سنو) قدر کی رات کا مرتبہ ہزار مہینوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں ملائکہ اور رُوح اللہ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ اور ہر امر (خداوندی) کے علمبردار بن کر (سلامتی کی صدائے حق) طلوع فجر تک بلند کرتے رہتے ہیں۔

الحدیث (۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے۔ تو آسمان کے دروازے (جنت کے دروازے) کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری مسلم بیہقی وغیرہ)

(۲) ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ کوئی ایسا کام بتا دیجئے۔ جس کے کرنے سے میں جنت کا حقدار بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کیا کر۔ اس کا کسی کو شریک نہ بنا۔ فرض نماز پڑھ۔ زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر۔ اس نے قسم کھا کر کہ نہیں اس سے زیادہ کرونگا۔ اور نہ کم۔ جب جانے لگا تو حضور نے فرمایا۔ کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے (صحیح بخاری جلد اول ابواب الصیام (۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے بس (روزہ دار) کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑا کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے کر دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں؟ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار محض میرے لئے اپنا کھانا پینا ترک کرتا ہے۔ پس روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور دوسری نیکیوں کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اول۔ ابواب الصیام مسند امام احمد ابن ماجہ)

رمضان کی وجہ تسمیہ رمضان رمض سے ماخوذ ہے اور رمض کے معنی جلنے کے ہیں۔ چونکہ رمضان کا مہینہ گناہوں کو جلاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام رمضان رکھا گیا اور رمضان گرم پتھر

کو بھی کہتے ہیں۔ اور گرم پتھر پر چلنے سے آدمی کے پیر جلتے ہیں۔ اور شاید اس مہینے کا نام رکھتے ہوئے دن کا روزہ بہت گرمی کی شدت میں ہوگا۔ اس لئے رمضان نام رکھا گیا۔

تاریخی واقعات

(۱) اس مہینے میں قرآن عزیز نازل ہوا اور تمام سابقہ قوانین الہیہ منسوخ کر دیئے گئے۔ گویا کہ یہ مہینہ "آخری قانون حق" (قرآن عزیز) کے دائمی نفاذ کا پیامبر ہے (۲) ۱۷ رمضان المبارک کو بدر میں ۳۱۳ قدسیوں کے مبارک ہاتھوں اعلائے کلمۃ الحق کیلئے قوت کا مظاہرہ ہوا۔ اور یہی مرتبہ شمشیر اسلام باطل کی قطع و برید کیلئے بے نیام ہو کر چکی۔ (۳) ۲۰ رمضان المبارک کو دنیائے خدا کے آخری نشان مرکزیت (کعبہ) کو ۳۶۰ بتوں سے پاک ہوتے دیکھا۔ جَآءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ کا نعرہ حق زبان وحی سے سنا اور اسلامی بادشاہت کے قیام کیلئے خلافی احکام عملاً نافذ کر دیئے گئے۔ گویا کہ قانونِ حق کا نفاذ جہاد کی روشن تقدیرات خلافت ربانی کی بشارت تینوں امور مہمہ اس ماہ مبارک کا تاریخی پس منظر ہیں۔

روزہ کی نیت

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (ترجمہ) میں نے ماہِ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔ نیت ضروری ہے۔ اس کے بغیر روزہ نہیں ہوتا۔ دل میں نیت کرنا کافی ہے۔ مگر زبان سے کہنا افضل ہے۔ روزے کی نیت رات سے کرنی چاہئے اگر اس وقت نہ کی جا سکے۔ تو دوپہر سے ڈھلنے سے پیشتر ضرور کرے۔ ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ (مرقاۃ فلاح)

روزہ کے مسائل

(۱) بھول کر کھانا کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ یاد آ جانے پہ فوراً انسان رک جائے۔ (۲) تیل اور سرمہ لگانے سے مسواک کرنے سے۔ فصد کھلوانے یا بغیر دھوئیں کے خوشبو سونگھنے کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے (بشرطیکہ حلق میں نہ جائے) اور غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳) بلا قصد گرد و غبار دھواں یا کلی کی تری چلی جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۴) کسی چیز کا بلا عذر چکھنا مکروہ ہے اگر کمزوری کا ڈر ہو تو فصد کھلوانے یا پچھنے لگوانے سے بھی کراہت آ جاتی ہے۔ جھوٹ بولنے۔ چغلی کرنے۔ غیبت کرنے فضول اور بیکار باتیں کرنا بیجا غصہ ہونے سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔ (۵) ہر غیر فطری چیز (مثلاً کنکریاں۔ روئی کا پھایا۔ کاغذ وغیرہ) نگل جانے سے قضا لازم آتی ہے۔ غروب کے وقت دھوکہ میں پہلے روزہ کھول دینے یا صبح صادق کے بعد کھاتے رہنے سے بھی قضا لازم آتی ہے۔ خود قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اضطراری حالت میں نہیں۔ (ہدایہ عالمگیری، طحطاوی وغیرہ)

(۶) مریض۔ حاملہ۔ دودھ پلانے والی عورت۔ مسافر اگر روزہ نہ رکھ سکیں تو قضا کر سکتے ہیں۔ (عالمگیری) (۷) ایسا بوڑھا شخص جو روزہ رکھ ہی نہ سکتا ہو۔ روزہ چھوڑ دے لیکن اس کے عوض کم از کم ایک مسکین کو روزانہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے (منہاج الطریق) (۸) روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔

(ترجمہ) میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا۔ اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔ (۹) قضا یہ ہے کہ روزہ کے بدلے روزہ رکھے اور کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں

کو دو وقت کھانا کھلائے۔ (اس میں حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا ضروری ہے۔) یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقت کھانا کھلائے۔ بقدر صدقہ فطر ساٹھ مسکینوں کو غلہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یعنی ہر ایک مسکین کو سوا دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت (شامی بزازیہ) (۱۰) تمام رمضان میں ایک بار قرآن عزیز ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور نماز تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی محلہ میں نماز تراویح با جماعت ادا نہیں ہوتی۔ تو سارے محلے والے مجرم ہوں گے۔ (کنز الدقائق) تراویح کی دعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ ۝ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِی لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ط

روزہ کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے فلسفہ اور مقاصد پر صرف دو بلیغ جملے لکھے ہیں۔

(۱) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (ترجمہ) تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (سورۃ البقرہ)

تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کی نعمتوں کے ناجائز استعمال سے بچ جانا۔

جس طرح خدائے قدوس کی ذات پاک کھانے پینے اور خواہشات سے پاک ہے۔ اسی طرح روزہ دار پر ہر ماہ رمضان میں خدا پرستی کا یہ رنگ غالب آجاتا ہے۔ اور وہ برائی، فسق و فجور اور عیش و عشرت سے پاک ہو جاتا ہے

اسی کا نام تقویٰ ہے۔ جب یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو خدا کے قطعی حکم کے ماتحت اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا (خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو متقی ہیں) یقیناً ایسے انسان کو خدا کی محبت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ رفاقت الٰہی کی برکت ہوتی ہے کہ اس کی رحیمانہ کارسازی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ کی برکت یوں ظاہر ہوتی ہے۔ کہ یہ مومن حق خدا کی ذات پر قانع ہو جاتا ہے۔ اور اپنی ہر بات ہر ارادہ اور ہر عمل خدا کی رضا کے تابع کر دیتا ہے۔

روزہ کا عہد

تقویٰ۔ (ا) ہمارے دل و دماغ۔ دست و زبان۔ مال و دولت۔ اقتدار و اختیار۔ عقل و علم۔ آج کے بعد غلط راہوں پر استعمال نہ ہوں گے۔ ہم عہد کرتے ہیں۔ کہ دل و دماغ کو بری ترغیب و تدابیر سے زبان کو بدزبانی غیبت اور دل آزاری تمسخر اور کذب و خوشامد سے۔ مال و اقتدار کو بدکاری ناانصافی۔ غریب آزاری۔ رشوت۔ ظلم۔ غرور اور مفسدہ بازی سے بچائیں گے۔

شکر (ب) ہم عہد کرتے ہیں۔ کہ ہمارے دل و دماغ حصول علم دین اور بہبودیٔ خلق کے لئے وقف ہو جائیں گے۔ ہماری زبان۔ ذکر و وعظ۔ راست گوئی۔ تبلیغ حق اور اشاعت صلح و اتحاد کے مقاصد جلیلہ کا فریضہ ادا کرے گی۔ ہمارا مال و اقتدار فیاضی۔ خیرات۔ انصاف اور خدمت خلق کا ذریعہ بن جائے گا۔

رمضان المبارک کا پروگرام

(۱) آپ اپنے روزہ کو حقیقی روزہ بنائیں۔ یعنی دل۔

زبان - آنکھ - ہاتھ اور تمام اعضا و نہایت عاجزی سے نیکی اور سچائی میں مشغول رکھیں۔

(۲) اپنے وقت کا بہترین حصہ قرآن عزیز کے پڑھنے پڑھانے - سمجھنے اور عمل کرنے میں گذاریں - اس لئے کہ یہ مہینہ درحقیقت قرآن مجید و فرقان حمید کی سالگرہ کا وقت ہے

(۳) مسجد میں قرآن عزیز سنایا جائے اور درس قرآن عزیز کا انتظام کیا جائے۔

(۴) تقریروں - خطبوں - جلسوں - وعظوں اور ترغیب و ترہیب کے ہر ممکن طریق سے ایسا زوردار کام کیا جائے کہ ماہ مبارک ... روزہ سے پوری واقف ہو سکے

(۵) ... رمضان المبارک کو یوم جہاد اور جمعۃ الوداع کو یوم القرآن کی تقریب پر زبردست جلسے کئے جائیں اور ... جمعۃ ... عہد کیا جائے - کہ رمضان المبارک میں خلافت الٰہیہ کے قیام کے لئے پیامبر حق نے خدائی قانون (قرآن عزیز) ہمیشہ کے لئے بطور خدائی امانت ہمارے سپرد کیا تھا - اب مسلمانوں کو صحن کائنات میں سجدہ ریز ہو کر قیام قرآن - قیام جہاد - اور قیام خلافت کی تیاری میں مشغول ہو جانا چاہیئے - اسلام کی روشن تقدیر پھر زندۂ جاوید ہو کر چمکے گی - بے کسوں کے آنسو پونچھے جائیں گے - اور اسلام کا بول بالا ہوگا -

آؤ آسمان کی طرف نظر اٹھائیں عشق انگیز صدائیں بلند کریں - اور خلافت الٰہی کا محل از سر نو تعمیر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں -

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط

داعی الی الحق

تہذیب کا فرزند

عشرت میں بسر کرتا ہے نادان زمانہ ۔۔۔ قانوں سے مرا کرتے ہیں مردانِ ہنرمند
بھولا ہے خدا - موت بھی ہے ان کو فراموش ۔۔۔ ہر لحظہ بناتے ہیں - نیا اپنا خداوند
تہذیب نے کیا سحر کیا ان کے دلوں پر ۔۔۔ سنتے ہی نہیں اپنے بزرگوں کی کوئی پند
بیگانہ ہے شریعت میں نہیں دخل حقیقت ۔۔۔ بیگانۂ ادراک ہے تہذیب کا فرزند
دولت ہے اگر پاس تو جاہل بھی ہے دانا ۔۔۔ خالی ہے اگر ہاتھ تو ناداں ہے خردمند
دل میں ہے خیالِ بتِ پندار چھپائے ۔۔۔ شیطان کے ملبوس ہیں انسان کے مانند

انسان بظاہر اسی ہستی کا مکیں ہے
اس خاک کے پتلے کا ہے افلاک سے پیوند

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

۱- مکرمی سید احمد مرتضیٰ صاحب ہاشمی احمد آباد سے تحریر فرماتے ہیں:-

"القریش" کی خدمات کا اعتراف ہے، وہ حضرات جو قومی امور پر توجہ دینا کسرِ شان سمجھتے تھے۔ اصلاحی امور سے جنہیں عار تھی۔ آپ کی کارگزاری کے معترف ہیں۔ محترم بزرگ سید فیض الحسن صاحب ہاشمی رئیس نے "القریش" کو قوم کی روح قرار دیا۔ اور آپ کی ہمت کی داد دیتے ہوئے یہاں ایک مقامی انجمن کے قیام کی تحریک فرمائی۔ گذشتہ شب احباب کی ایک مختصر سی مجلس منعقد ہوئی۔ اور بالاتفاق تجویز ہوا کہ القریش کی توسیع اشاعت میں امکان بھر کوشش کی جائے۔ اور "ندوۃ القریش" کے زیر ہدایت انجمن سادات قریش احمد آباد معرض وجود میں لائی جائے۔ مفصل کارروائی عنقریب ارسال خدمت ہوگی۔"

میرے نام "القریش" بصیغہ وی پی بھیجدیں۔ وصول کر لیا جائے گا۔

۲- قاضی الطاف الرحمن صاحب بنگلوری، دہلی سے تحریر فرماتے ہیں۔

"پچھلے دنوں میں رخصت پر تھا۔ مجمع برادری میں قومی امور کے سلسلہ میں "القریش" اور "ندوۃ القریش" کا بھی ذکر آیا۔ مفتی کرامت حسین صاحب عباسی (فاضل) نے آپ کی اُن خدمات کا جو آپ نے قومی تنظیم اور زرعی حقوق کے سلسلہ میں نہایت بے جگری کے ساتھ انجام دی ہیں تعریف کی۔ اور افسوس کیا کہ قوم کی بے احساسی کی وجہ سے ایسا مفید ترین آرگن قلت اشاعت کا شاکی ہے۔ "ندوۃ القریش" نے قوم کو ظلمتکدہ گمنامی سے اُبھار کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن قوم ہے کہ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ حمیت قومی کا تقاضا تو یہ تھا کہ "القریش" ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتا۔ اور کارپردازان القریش دلجمعی کے ساتھ بیش از پیش خدمات انجام دینے کی فرصت پاتے۔ مولوی شفیق احمد صاحب علوی کی تحریک پر ایک مقامی انجمن قائم کردی گئی۔ مفتی صاحب صدر اور قاضی رفیع الدین صاحب بی-اے سیکرٹری منتخب ہوچکے ہیں۔ قریبی اجلاس میں مجلس عاملہ اور دیگر عہدہ داران کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ کارروائی کا انتظار فرمائیں۔

سردست حسب ذیل پانچ احباب کی خدمت میں القریش بذریعہ وی پی بھجوا دیں۔"

۳- مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل کنیاں کلاں

سے تحریر فرماتے ہیں۔

"القریش" ماہ گذشتہ معہ آرڈر فارم موصول ہوگیا تھا۔ مجھے آپ سے اور اپنے قومی رسالہ "القریش" سے چونکہ دلی محبت اور ہمدردی ہے۔ اس لئے آرڈر فارم کی تعمیل کا از حد تردد تھا۔ الحمدللہ وہ رفع ہوگیا۔ آپ مولوی شاہ اللہ صاحب اوورسیئر کے نام میرے حوالہ سے القریش جاری کردیں۔ اور چندہ بذریعہ وی پی وصول فرماکر مجھے سبکدوش و مشکور فرمائیں۔ والسلام۔"

۴۔ مکرمی پیر غلام مصطفےٰ صاحب فاروقی سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں۔

"القریش" کی توسیع اشاعت میں امداد نہ کرنا حق ناشناسی اور بے حمیتی ہے۔ القریش کی قومی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ لہذا قومی مفاد کیلئے ایک ایک خریدار کا مطالبہ پورا کرنے میں تاخیر نہ ہونی چاہیئے۔ میری طرف سے دو برادران ذیل کے نام رسالہ جاری فرما دیجئے۔ اور یہی خواہش قوم کی خدمت میں میری طرف سے اپیل کر دیجئے کہ وہ اس معمولی مطالبہ کے پورا کرنے میں تاخیر روا نہ رکھیں۔ تاکہ ہمارا محبوب قومی صحیفہ گرانی کاغذ کا مقابلہ کرتے ہوئے قومی خدمات کا تسلسل بخیر و خوبی جاری رکھ سکے۔

۵۔ مکرمی سید امام شاہ صاحب ہیڈ محرر پولیس آبادپور سے تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا تھا۔ کثرت کار کے سبب سے میں تعمیل ارشاد سے قاصر رہا ہوں۔ القریش ایسے مفید رسالہ کی توسیع اشاعت کی کوشش ہر حساس بھائی کا فرض ہے انشاءاللہ تعالیٰ میں پوری سعی کرونگا۔ میں بسلسلہ تبادلہ آبادپور آگیا ہوں۔ آئندہ رسالہ یہاں ارسال فرمایا کریں۔ سال خریداری قریباً اختتام ہوگا۔ وی پی ارسال کردیں۔ والسلام"

قوم کے تنظیمی پروگرام میں عملی حصہ لینے والے حضرات کا فرض ہے کہ وہ مقامی انجمنوں کے قیام کی جلد از جلد فکر کریں۔ اگر متفقہ کوشش سے ضلعوار اور صوبہ وار انجمنوں کا ایک مربوط سلسلہ قائم ہوجائے تو قومی تنظیم سے متعلقہ دیگر مراحل نہایت آسانی کے ساتھ طے ہوسکتے ہیں۔ جن حضرات نے مقامی انجمنوں کے قیام کی سعی فرمائی ہے اور القریش کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے توسیع اشاعت میں سعی کی ہے۔ ہم ان کے بدل مشکور ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور قوم کے اصلاحی امور میں بیش از پیش حصہ لینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

اگر جماعتوں کے قیام کا یہی سلسلہ جاری رہا۔ تو انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ قومی اجلاس جو حالات مساعد ہونے پر منعقد ہوگا۔ عدیم النظیر اور عظیم الشان ہوگا۔

قارئین القریش میں سے جن احباب کی خدمت میں آرڈر فارم پہنچ چکے ہیں وہ اپنا فرض محسوس کریں۔ اور اپنے حلقہ اثر سے ایک ایک ۲/۲ خریدار بہم پہنچا کر اپنے قومی جریدہ کی حمائت و اعانت کرکے عندالقوم مشکور ہوں۔

انجمن قریشیان صوبہ بہار

۱۹ر ستمبر کو انجمن مذکور مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ کارروائی بالاختصار حسب ذیل ہے:۔

۱۔ محاسب نے آمد و خرچ کا سہ ماہی گوشوارہ پیش ہوا۔ جو تمام رقوم پڑھی جانے کے بعد تصدیق ہوا۔ اور تجویز ہوا کہ صوبہ کی سادات قریش برادری کو انجمن میں شامل کرنے کے لئے ایک سفیر مقرر کیا جائے۔ جو صوبہ کے مختلف مقامات پر انجمن کی شاخیں قائم کرنے کا بھی فرض انجام دے۔ آئندہ سہ ماہی کی کارگذاری کی ایک رپورٹ مرتب ہو جو سیکرٹری کے مناسب ریمارک کے ساتھ پیش ہو۔ مجلس منتظمہ نے بالاتفاق فیصلہ کیا۔ کہ اگر حالات مساعدت کریں تو صوبہ کے قریشیوں میں بیداری پیدا کرنے کیلئے مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کا عظیم الشان اجلاس یہاں منعقد کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرار پایا کہ حسب قرارداد جلسہ منعقدہ ۲۸ر جولائی "القریش" کی توسیع اشاعت میں خاص مساعی عمل میں لائی جائیں۔ "ندوۃ القریش" کی کمد مراسلت پڑھی جانے پر جنرل سکرٹری صاحب کو ہدائت ہوئی۔ کہ مولوی عبد الغفور صاحب علوی منشی فاضل اور شیخ اعجاز نبی صاحب صدیقی، کنٹر کٹر کے اسمائے گرامی مرکزی جماعت کی مجلس عاملہ کے اعزازی ممبران میں بھجوائے جائیں۔

اسسٹنٹ سیکرٹری

فلاح القریش فیض آباد

پیر فصیح الدین صاحب ناظم انجمن اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۴ر اکتوبر کو بعد نماز انجمن کا ایک عام اجلاس منعقد ہوا۔ مولوی امداد اللہ صاحب مولوی فاضل نے ایک عالمانہ خطبہ میں رمضان مبارک کے فضائل بیان فرمائے۔ مسلمانوں کو موجودہ دور میں سیاسی فضا کی پرفریب چالوں سے بچنے اور اپنے دینی و دنیوی امور میں اسوہ حسنہ کی پیروی کی تلقین کی اور فرمایا کہ شریعت اسلامیہ ہی کا وہ صحیح راہ عمل ہے۔ جس پر چلنے سے انسان اپنے عزائم میں فائز المرام ہو سکتا ہے۔ لہذا قریش کا اوّلین فرض تلقین و تبلیغ ہونا چاہیئے۔ جو ان کا آبائی منصب ہے۔ آپ کی تقریر نہایت پُرتاثیر تھی۔ اس لئے اراکین نے ایک تبلیغی شعبہ قائم کرنے کی تجویز کی اور مولوی صاحب کو ہی اسکی رہنمائی کی زمام سپرد کی گئی۔

۲۔ مرکزی جماعت کی مجلس عاملہ کی اعزازی ممبری کے لئے حسب مطالبہ قریشی شفیق احمد صاحب فاروقی اور قریشی فخر الدین صاحب فاروقی کے اسمائے گرامی باتفاق رائے منتخب ہوئے سیکرٹری صاحب کو ہدائت ہوئی۔ کہ کارروائی اجلاس بغرض اشاعت بھجوادیں۔ جناب صدر نے "القریش" کی طرف سے آمدہ آرڈر فارم مجلس میں پیش کرکے حاضرین سے القریش کی توسیع اشاعت کی پرزور اپیل کی۔ دعائے خیر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

(اسسٹنٹ سیکرٹری)

فلاح القریش بہاولپور

مکرمی پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب ایم۔ اے، ایل ایل بی، جنرل سیکرٹری انجمن تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۲۷ر ستمبر جمعۃ المبارک کی رات کو انجمن کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد اعلیٰحضرت والئے بہاولپور لدام اللہ اقبالہ کے اعلانات جو جہاں پناہ نے جنگ یورپ کے متعلق مختلف اوقات میں صادر فرماتے ہوئے اپنی رعایا کو اس سلسلہ میں جو مربیانہ ہدایات فرمائی ہیں ان کو انتہائی عزت کی نظر سے دیکھتے ہوئے انہیں واجب التعمیل قرار دیا۔

۲۔ انجمن کی مجلس عاملہ کی طرف سے پیرزادہ صاحب کو سرکاری

طور پر وکلائے ریاست میں شمار کئے جانے پر پُرخلوص ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔

۳۔ تجویز ہوا کہ ریاست کی سادات قریش برادری کو انجمن کے حلقہ میں شامل کرنے کیلئے خاص اور موثر ذرائع اختیار کئے جائیں۔

۴۔ "القریش" ایک مفید ترین قومی جریدہ ہے۔ قوم کا نام اسی جریدہ کے نام سے زندہ ہے۔ اور قوم کے حقوق اور اصلاحی امور اسی سے وابستہ ہیں۔ لہذا اس کی توسیع اشاعت میں بیش از پیش حصہ لیا جائے۔

ندوۃ القریش کا خاص اجلاس

۲۰ اکتوبر؛ بعد نماز عشاء ایک خاص اجلاس منعقد ہوا۔

سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد جناب صدر کی تجویز پر بالاتفاق قرار پایا۔ کہ آئندہ مردم شماری میں جو ۱۹۴۱ء کے اوائل میں ہونے والی ہے۔ جملہ قریشی حضرات اور قریشی انجمنیں زبان کے معاملہ میں خاص احتیاط سے کام لیں۔ یعنے ہر شخص اپنی زبان اردو درج کرائے۔ کیونکہ ہندی والوں سے مروجہ زبان خطرہ میں ہے۔

لہذا بحالات موجودہ زبان اردو کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے۔ کہ مردم شماری کی رات کو زبان کا خانہ پوری ذمہ واری سے پُر کرایا جائے۔

(سیکرٹری)

آپ نے ؟

اپنے قومی جریدہ کی توسیع اشاعت میں کیا حصہ لیا ہے؟ اس سوال کا جواب القریش کی خدمات کے پیش نظر اپنی دل کی گہرائیوں سے لیں، کیا آپ کا فرض نہ تھا۔ کہ آپ اپنے قومی آرگن کی اپیلوں پر توجہ دے کر اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت کیلئے کچھ سعی کرتے پچھلی اشاعت کے ساتھ اس غرض کیلئے ایک فارم بھی ارسال ہوا تھا۔ لیکن چند مخصوص حضرات کے سوا اس پر بھی توجہ نہیں دی گئی۔ قومی مفاد کے پیش نظر اگر آپ ایک ایک خریدار کیلئے کچھ سعی کریں گے۔ تو آپ کا اصلاحی جریدہ کاغذ کی صعب ترین گرانی کے مقابلہ کے قابل ہو سکیگا۔ کوشش کر کے ممنون القوم مشکور ہوں۔ (مینجر)

بصائر و عبر

ہماری کشتی کے ناخدا

قول مشہور ہے کہ جب کوئی قوم برباد ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کے مشاہیر و اکابرین کے اخلاق و عادات برباد ہوجاتے ہیں۔ اسلام سرچشمہ روحانیت ہے۔ اس لئے امراء و سلاطین پر علمائے دین کو ترجیح دی۔ حضور سرور کائنات ﷺ روحی فداک نے اپنے نام لیواؤں کو ہدایت فرمائی کہ وہ علمائے امت کا اتباع کریں۔ اور آپ نے امت مرحومہ کے عالموں کا درجہ یہاں تک بڑھایا کہ انہیں انبیائے بنی اسرائیل کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اسلام میں عالموں کی پوزیشن سب سے ارفع و اعلیٰ رہی۔ دنیا دین کی کنیز ہے۔ علماء دین کے ستون قرار پائے۔ حضور سرور دو عالم نے جب اہل زمین سے پردہ فرمایا۔ تو دنیاوی بادشاہت انہیں بزرگوں کو عطا ہوئی۔ جو علم دین کے وارث اور خلافت الہیہ کے سچے حامل تھے جس وقت ملوکیت پسند زمانہ نے خلافت الہیہ کو مادی سلطنت کی صورت میں منتقل کر دیا۔ اس وقت علمائے مذہب کو خاص اقتدار حاصل رہا۔ بڑے بڑے متکبر اور خونریز سلاطین کے درباروں میں ایک شکستہ حال عالم اپنے مسجد کے بوریے سے اٹھ کر آتا تھا۔ اور خلاف مذہب حرکات پر زجر و توبیخ کرتا تھا۔ بادشاہوں کی گردنیں ایک فقیر صورت عالم کے سامنے جھک جاتی تھیں۔ زبانیں بند ہوجاتی تھیں۔ اور خون آشام تلواریں کمر سے کھل کر نیچے گر پڑتی تھیں۔

ہسپانیہ کا مشہور اولوالعزم تاجدار عبد الرحمٰن الناصر پچیس سال کی مسلسل محنت اور پینتالیس کروڑ روپیہ کے صرف سے قرطبہ میں مدینۃ الزہرا تعمیر کرتا ہے۔ اس کو ناز ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت موجود نہیں۔ امرائے دولت کو بلا کر انہیں مدینۃ الزہرا دکھاتا ہے۔ فرط مسرت سے دل باغ باغ ہو رہا ہے۔ محفل نشاط مرتب کی جاتی ہے۔ اتفاق سے کہیں قرطبہ کے مشہور عالم قاضی منذر بھی تشریف لے آتے ہیں آپ شیش محل زہرا کے وسیع سلسلہ عمارات کو تکتے ہیں۔ اس کے بعد ہسپانیہ کے جلیل القدر تاجدار کی جانب غضب آلود نگاہوں سے دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں ؎

یا بانی الزہرا مستغرقا اوقاتہ فیہا اما تمہل
للہ ما احسنہا رونقا لو لم یکن زہرتہا تذبل

قاضی صاحب کی زبان سے یہ اشعار سنکر لوگ دم بخود رہ گئے عبد الرحمٰن الناصر نے عرصہ دراز کے بعد آج اپنی محنت کا ثمر دیکھا تھا۔ جس چیز پر اس نے بے دریغ زر و جواہر صرف کیا تھا۔ جس کے محکمہ تعمیر کے صرف مشاہرات پر تین لاکھ دینار سرخ سالانہ خرچ ہوتے تھے۔ وہ عمارت آج بن کر تیار ہوئی تھی۔ قاضی منذر عمارت کیلئے بددعا فرماتے ہیں۔ عبد الرحمٰن الناصر اپنے عہد کا سب سے زیادہ جلیل القدر فرمانروا لیکن ایک عالم دین کی زبان سے یہ الفاظ سنکر صرف اتنا کہا۔ اگر خدا نے چاہا تو میرا یہ محل برباد نہ ہوگا قاضی منذر برافروختہ ہوگئے۔ جھلا کر آسمان کو دیکھا اور کہا۔ "خداوند کریم تو گواہ ہے۔ میں نے اس غافل بندے کو نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا"

یہ تھی ہمارے علمائے دین کی عظمت یہ تھا ان کا احترام اور ساتھ ہی یہ تھی ہمارے علمائے دین کی اخلاقی جرأت۔

بغداد کے پر ہیبت وجلال خلیفہ مامون الرشید نے شاہی رعب و داب سے معتزلہ کی اختراع "خلق قرآن" کو بجبر پھیلانے کے لئے سزاؤں کے اعلان، قید خانوں کی زنجیروں اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی۔ یہ وہ نازک وقت تھا جب کہ تمام بغداد کانپ اٹھا۔ علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں تھیں۔ اس چیز کا اقرار جس کی شریعت اجازت نہ دیتی تھی یا جلاد کی تلوار۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ مامون الرشید کی سطوت وجلال کے مقابلہ کے لئے اٹھے۔ اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے اسے روکے، تو محدث العصر حضرت شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہوگئے۔ وہ مکہ سے چلکر بغداد پہنچے۔ اور بغداد کی سب سے بڑی مسجد "جامع اصافہ" میں جو مامون کے حکم سے فقہا و محدثین کے لئے بند کر دی گئی تھی۔ پہنچے اور نماز جمعہ ختم ہوتے ہی پہلی صف میں عالمانہ جرأت و دلیری کے ساتھ امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے خورد سال بچے کو جو آپ اپنے ہمراہ لے گئے تھے استصواب فرمایا۔ کہ اے میرے بیٹے! قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ بچے نے پکار کر جواب دیا۔ کلام اللہ منزل غیر مخلوق۔ اللہ کا کلام اتارا ہوا۔ غیر مخلوق، یہ وہ صدا تھی جس کے لئے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا لیکن اس کی در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ہوئی تھی۔ صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا۔ جس کی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہائے عبادت اور روزہ ہائے صیام بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم،

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر،

شیخ عبدالعزیزؒ نے موت کے خوف سے بے پرواہ ہو کر بے جگری کے ساتھ امر بالمعروف کا حق ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں مخلوق خدا کفر و بطلان سے بچ گئی۔

یہ تھے ملت اسلامیہ کی کشتی کے ناخدا، یارب یہ ہیں کہ حصول زر اور جلب منفعت کیلئے وطنیت کے بت اکبر کی پرستش کرتے ہیں۔ وارد ہا سکیمیں تیار کرتے ہیں۔ اور ہندوانہ ذہنیت کے مطابق قرآن کریم کی تفسیریں لکھتے ہیں۔ سواد اعظم سے کٹ کر دشمنان اسلام سے یارانہ گانٹھتے ہیں۔ غیر مسلموں کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ اور گاندھی جیسے فتنہ پرور لوگوں کو "منزہ عن الخطا" سمجھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وہ عالمان دین، حاملان شریعت جن پر امت کی اصلاح اور دین ابراہیمی کی تبلیغ و اشاعت کا فرض عائد ہوتا ہے دنیوی دھندوں میں الجھ کر گاندھی کے پیرو ہوگئے۔ ان کا نظریہ قرآنی آزادی اور اسلامی آزادی سے یکسر سوراجی آزادی اور مہاسبھائی آزادی کی جانب منتقل ہوگیا۔ اور وہ اتحاد بین المسلمین کی بجائے منشاء قرآنی کے خلاف کفر و اسلام کو ایک سٹیج پر دیکھنے کیلئے شریعت کا (معاذ اللہ) حلیہ بگاڑنے پر تل گئے۔ تو خدائے قادر و توانا نے اپنے حبیبؐ کے اسلام کی حفاظت اور اسلامیان کی سیاسی رہنمائی کے لئے مسٹر جناح ایسے لوگوں کو توفیق عطا کر دی۔ خدا ان گم کردہ راہ علماء کو صراط مستقیم دیکھنے کے لئے دیدہ بینا عطا کرے۔ آمین!

ایک واقعہ

قیامِ امن عامہ کیلئے بین الاقوامی معاہدہ۔ یہود کی عہد شکنی اور ریشہ دوانیاں

اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○

(پ ۱۰۔ س الانفال۔ ع ۴/۷)

جن لوگوں سے تم نے معاہدہ (بین الاقوامی) کیا پھر وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر بار توڑ دیتے ہیں۔ اور وہ بالکل بدعہدی سے باک نہیں رکھتے۔ تو اگر تم ان کو لڑائی میں موجود پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ ان کی پشت پر ہیں ان کو بھاگتے دیکھ کر ان کو بھی بھاگنا ہی پڑے۔ شاید یہ لوگ شکست سے ڈر کر عبرت پکڑیں۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی عملداری ہو گئی اور جمہوریہ اسلامیہ کے آئینی مقدس صدر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے۔ اس وقت مدینہ طیبہ میں مختلف اقوام آباد تھیں۔ جن کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے مختلف قبائل بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ بالخصوص بے حد طاقتور شدید شہد سے اور اوباش تھے۔ ان کا ایک کالج بھی وہاں تھا جسے بیت المدارس کہتے تھے۔ یہ پڑھے لکھے جن مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیتے تھے۔ اس بنا پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتقاضائے مصلحت انتظامی اور بنظر قیام امن عامہ تمام اقوام سے معاہدہ بین الاقوامی جمہوری اصول پر ترتیب دیا جس کا مفاد حسب ذیل ہے۔

(۱) یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کل مسلمانوں کے درمیان عام اس سے کہ وہ قریش ہوں۔ یا اہل یثرب اور ان لوگوں کے درمیان جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے شریک حال رہنا چاہیں۔

(۲) یہ سب لوگ ملکر ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم متصور ہوں گے۔ اور سب ایک نظر سے دیکھے جائیں گے۔

(۴) اگر کوئی شخص معاہد اقوام کے ساتھ جدال و قتال کریگا تو مسلمان اس کا مقابلہ کریں گے۔ اور معاہدین کی نصرت کرینگے۔

(۵) مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد اقوام کے ساتھ خیرخواہی خیراندیشی اور فائدہ رسانی پر مبنی ہوں گے۔ ضرر و نقصان و ظلم و عصیان کے نہ ہوں گے۔

(۶) ایام جنگ میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف حرب و ضرب میں شامل رہیں گے۔

(۷) یہودیوں کے دوستدار اقوام کے حقوق یہودیوں کی کے برابر و مساوی سمجھے جائیں گے۔

(۸) کوئی شخص اپنے حلیف و معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۹) مظلوم کی نصرت و حمایت کی جائے گی۔

(۱۰) اس معاہدہ کی رو سے مدینہ طیبہ میں کشت و خون

کرنا تمام اقوام پر حرام ہوگا۔

(۱۱) عیسائیوں کو بھی معاہد اقوام جیسے حقوق حاصل ہونگے

(۱۲) اس معاہدہ کی قوموں میں اگر کوئی اس قسم کی نئی بات یا مناقشت پیدا ہو جس سے اندیشہ فساد متصور ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائیگا۔

معاہدہ مذکورہ بالا کو بہ نظر غور و تعمق پڑھو اور غور کرو کہ انسان کامل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال دانشمندی اور مدبرانہ سیاست سے مختلف اقوام میں امن و امان قائم رکھنے اور مدینہ منورہ کی حفاظت کی غرض سے مرتب فرمایا تمام اہل مدینہ نے اس معاہدہ کو بنظر استحسان دیکھا۔ اور اس پر پوری رضامندی کا اظہار کیا۔ قبائل یہود بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ بھی سب کو سودمند سمجھ کر معاہدہ میں شریک ہوگئے۔ اور اگر اس معاہدہ کی پابندی کی جاتی۔ تو مقام مدینہ بہت خوشگوار ہوتا۔ اور ہر قوم کو ترقی تہذیب کا موقع ملتا۔ مگر یہ ایسے ہونے جن اپنی اندرونی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔ سب سے پہلے اسی متعصب و ناعاقبت اندیش قوم یہود نے پیروان اسلام کو تنگ کرنا شروع کیا۔ قرآن کریم کی آیات بینات کو تحریف کرکے مجمع عام میں پڑھتے اور ان پر قہقہہ اڑاتے۔ مسلمانوں کو چھیڑتے۔ سربازار ان کی توہین کرتے۔ بدعہد یہود نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ کفار قریش کو پوشیدہ پیغام بھیجے۔ کہ اگر تم مدینہ پر حملہ کروگے۔ تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ یہودیوں کی بدعہدی اور ان کی شرارتوں کے واقعات اور ان کے عواقب و نتائج ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں ایک شخص اتفاقیہ طور سے کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ معاملہ تو رفت گذشت ہوگیا مگر حضرت سرور انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء نے شہر کے تمام لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ مقتول کے ورثاء کو خونبہا دیا جائے۔ اور اس سے غرض یہ ہے کہ اس کی قوم کے لوگ ہماری مخالفت پر آمادہ نہ ہوں۔ مگر قیام امن عامہ کے معاہد اس دیت کے دینے میں شریک نہ ہوئے۔ بلکہ بیش از پیش سفیہانہ حرکات اور شرارتیں کرنے لگے۔ چنانچہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلہ میں تلا سیدھا کرانے کے لئے گئی۔ یاد رہے کہ بنو قینقاع اہل صنعت و حرفت تھے۔ اور پیشہ آہنگری ان کا ذریعہ معاش تھا۔ یہ عورت گھونگٹ نکالے ہوئے تھی۔ شریر لوہار نے کہا تو یہ کپڑا کیوں اپنے منہ پر ڈالے ہوئے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہم کو پردہ کا حکم دیا ہے اس پر اس بدمعاش نے لوہے کی ایک لمبی کی میخ پچھلی طرف کپڑے میں ٹھونک دی۔ جب عورت اٹھنے لگی۔ تو اس کا کپڑا بھی پھٹ گیا اور گھونگٹ بھی اتر گیا۔ یہ حالت دیکھ کر دوسرے قینقاع شہدوں نے قہقہہ لگایا اور تمسخر اڑایا۔ بیچاری عورت نے گھبرا کر کہا "کوئی ہے جو میری مدد کرے؟" عورت کی چیخ پکار سنکر ادھر سے ایک مسلمان اخوت اسلامی۔ غیرت دینی اور حمیت ملی کے جوش میں مدد کو دوڑ آیا۔ جس نے طیش میں آکر فساد انگیز بدمعاش اور اوباش یہودی کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سب یہودی جمع ہوگئے۔ اس مسلمان کو مار ڈالا اور بلوہ کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ تو فرمایا ہم نے تو بیرونی انتظام کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا اور تم اندرونی معاملات میں ایسے تیز ہوگئے ہو کہ قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

اس واقعہ کے وقوع سے مسلمانوں اور یہودیوں میں نزاع

قائم ہوگئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے تشریف لائے۔ تو یہود بنو قینقاع سے جو معاہدہ بین الاقوامی میں شامل تھے۔ اس واقعہ کی بازپرس کی۔ بنو قینقاع بجائے اس کے کہ اپنی حرکات ناشائستہ پر نادم ہوتے شیخی میں آگئے۔ اور نہایت شور لپستی سے جواب دیا۔ کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میدان بدر کی کامیابی پر غرہ نہ کرنا۔ قریش آئینِ حرب وضرب سے ناواقف تھے۔ جس وقت ہمارے ساتھ مقابلہ کرو گے تو سب حال معلوم ہوجائیگا۔ یہ کہکر ان ناہنجار یہودیوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس بھیج دیا۔ اور معاہدہ توڑ کر اعلانیہ امن عامہ میں خلل اندازی پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھ کر ان مفسدوں کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔ اب تو قینقاع کو ہوش آگیا۔ اور سمجھے کہ واقعہ بدر کی طرح ہمارا ابھی استیصال ہو جائیگا۔ اس لئے صلح کے ملتجی ہوئے۔ بالآخر عبد اللہ بن ابی منافق نے بیچ بچاؤ کر کے ان شرائط پر صلح کرا دی۔ کہ قینقاع امن وامان کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ سے نکل جائیں۔ ان کے ہتھیار اور زمینیں ضبط کی جائیں۔ اس طرح فضائے مدینہ طیبہ ان بدطینت اوباشوں کے عنصر سے پاک ہوگئی۔ اور یہ لوگ خیبر میں آباد ہو گئے۔

ابو براء عامر نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اگر کچھ صحابی اسلام کا وعظ کرنے کیلئے نجد کی طرف روانہ کئے جائیں تو غالباً وہاں کے باشندے مشرف بہ اسلام ہو جائیں گے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وعاظ کی حفاظت کی۔ اس سے ذمہ داری لیکر چالیس قراء، جو قائم اللیل اور نہایت عابد وزاہد تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے اس کے ساتھ روانہ فرمائے۔ یہ سب لوگ بیرِ معونہ پر مقیم ہوئے۔ اور والی نجد کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک روانہ کیا۔ مگر اس ظالم نے بے گناہ قاصد کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر ایک بڑی جماعت کے ساتھ بیرِ معونہ پر حملہ آور ہوا۔ اور تمام مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری اور ایک اور شخص جو مُردوں میں پڑے ہوئے تھے بچے۔ عمرو بن امیہ الضمری جب بیرِ معونہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوا۔ تو راستہ میں دو شخص قبیلہ بنی عامر کے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد وپیمان تعلقاتی ہوئے۔ چونکہ واقعہ بیرِ معونہ بنی عامر کی سرزمین میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس بنا پر عمرو بن امیہ الضمری کے دل میں خیال آیا۔ کہ غالباً یہ لوگ بھی اخوان ملت کے قاتلوں میں ہوں گے اس لئے اس نے ان دونوں کو جوش انتقام میں قتل کر ڈالا۔ اور مدینہ منوّرہ میں پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ماجرا بیان کیا۔ خبر کرو صورت واقعہ بالکل صاف اور بیّن تھی۔ تاہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم ان دونوں مقتولوں کا خونبہا ادا کرنا ضروری ولابدی سمجھتے ہیں۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہودی بنی نضیر اس معاہدہ میں شامل ہو گئے تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب فرمایا تھا۔ اس بنا پر اور نیز اس خیال سے کہ بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں حلیف تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت ادا کرنے میں مدد چاہی۔ اور خود بنفس نفیس بشمول چند اصحاب کبار کے بنی نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ اور ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے۔ بنی نضیر

نے آپس میں یہ صلاح کی کہ اس وقت آپ بے ساز و سامان ہیں ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینا آسان ہے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن حجاش کو اس بات پر مامور کیا۔ کہ دیوار کے اوپر سے اچانک ایک بھاری پتھر آپ پر دھکیل دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حافظ حقیقی نے بموجب آیۂ مجیدہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ بذریعہ وحی و الہام ان اشرار کے اس منصوبہ سے اطلاع دی جب آپ نے نورِ نبوت سے ان کے تیور پہچان لئے تو معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے آئے۔ بنی نضیر کی اس دغا بازی کے علاوہ یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ انہوں نے جنگ احد کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ابو سفیان سردار قریش کے ساتھ جس کو قبل از اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متقابل ہونے کا دعوےٰ تھا حلف اٹھایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دغا بازوں کو جنہوں نے معاہدۂ بین الاقوامی کی صریح خلاف ورزی کی تھی۔ پیغام بھیجا۔ کہ اب تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم مدینہ سے چلے جاؤ۔ بنی نضیر پہلے تو اس بات پر رضامند ہو گئے۔ مگر پھر عبد اللہ بن ابی مشہور و معروف منافق کے بھڑکانے سے لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجبور ہو کر ان پر چڑھائی کی۔ بنی نضیر قلعہ بند ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر پندرہ دن کے بعد یہ امر قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ سے چلے جائیں۔ اور ہتھیاروں کے سوا جس قدر مال و اسباب ان کے اونٹ اٹھا سکیں۔ اپنے ساتھ لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بجز سواد نوں پر اپنا مال و اسباب لادا اور اپنے مکانوں کو خود توڑ دیا۔ اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

بنی نضیر خیبر میں جا کر بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے چنانچہ ان کے بیس سردار مکہ معظمہ میں پہنچے۔ اور انہوں نے ابو سفیان کو جنگ پر آمادہ کیا۔ پھر مختلف شعوب و قبائل کو برانگیختہ کیا۔ اور خود بھی لڑائی کے واسطے تیار ہو گئے۔ اس طرح قریش مکہ یہود اور دیگر قبائل عرب سب متفق و متحد ہو کر دس ہزار کی زبردست جمعیت سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے بخیالِ تحفظ خود بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ شہر کے گرد سخت محنت کر کے چھ دن میں ایک گہری خندق کھود لی۔ تمام عورتوں اور بچوں کو شہر میں ایک محفوظ مقام پر یکجا جمع کیا۔ یہ لڑائی جنگ احزاب اور جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس لڑائی میں مخالفین و معاندین اسلام سب ملکر مدینہ طیبہ پر چڑھ آئے تھے۔ اور مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ کے گرداگرد خندق کھود لی تھی۔ دشمن کے گروہوں نے محاصرہ شروع کر دیا۔ اور ہر طرف پھیل کر باہر آنے جانے کا راستہ مسدود کر کے جنگ شروع کر دی۔

باوجودیکہ یہود بنی قریظہ معاہدہ بین الاقوامی میں شامل تھے۔ اور مسلمانوں سے اور ان سے صلح تھی۔ مگر انہوں نے بھی عہد شکنی کی۔ اور دشمنوں کے گروہوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے چند صحابہ کو حضرت سعد بن معاذ کے ہمراہ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ اور ان کو معاہدہ بین الاقوامی یاد دلایا۔ مگر ان کمبختوں نے صاف جواب دیا کہ کون محمدؐ؟ (صلعم) کیسا رسول؟ ہم کیوں اس کا کہا مانیں؟ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی بھی عہد و پیمان نہیں ہے۔ کوئی ایک مہینہ کے قریب دشمن

مدینہ کو گھیرے پڑے رہے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کی سختی کو کمال استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ اور نہایت دلیری سے اپنے مورچوں پر قائم رہے۔ بالآخر حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے دعائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقرون بہ اجابت فرمائی۔ دشمن حملہ پر حملہ کرتے کرتے عاجز آ گئے۔ مگر کوئی مورچہ سر نہ کر سکے۔ خدا کی قدرت سے ایک آندھی چلی۔ اور مخالفین و معاندین اسلام میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ڈیروں کی طنابیں اُکھڑ گئیں۔ گھوڑوں کی اگاڑیاں پچھاڑیاں ٹوٹ گئیں۔ آگ بجھ گئی۔ سارے لشکر میں تہلکہ مچ گیا۔ ہمتیں پست ہو گئیں۔ طاقت طاق ہو گئی۔ حواس جاتے رہے۔

بنی قریظہ اور قریش ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ لشکر میں نا اتفاقی پھیل گئی۔ آخر دشمن محاصرہ اٹھا اپنا سامنہ لے کر چل دیئے۔ اور عجب بے سروسامانی سے گرد و غبار کی طرح آندھی کے ساتھ اڑتے چلے گئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بنی قریظہ نے [illegible] بدر میں بھی خلاف معاہدہ بین الاقوامی مخالفین و معاندین اسلام کفار قریش کو مدد دی تھی۔ اور جب معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی نسبت ان سے بازپرس کی گئی۔ تو عذر و معذرت کر کے بچ گئے تھے۔ اب جنگ احزاب کے موقع پر پھر عہد شکنی کے مرتکب ہوئے اور عین موقع پر مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے کر اسلام کے قلع قمع اور مسلمانوں کے استیصال میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

حیی بن اخطب سردار یہود بنی نضیر جو جنگ احزاب کا بانی مبانی اور تمام فتنہ فساد اور شورش کا محرک تھا۔ دشمنوں کی راہ فرار اختیار کرنے اور محاصرہ اٹھ جانے کے بعد بنی قریظہ کے ہاں ہی پناہ گزیں تھا۔ ایسی غدار قوم سے توقع ہو سکتی تھی کہ وہ مدینہ میں نچلے بیٹھتے اور قیام امن عامہ میں خلل انداز نہ ہوتے حاشا و کلا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سرکوبی کیلئے بمعیت خدم و حشم روانہ ہوئے تو بنی قریظہ تاب مقابلہ نہ لا کر قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن محاصرہ کی طوالت سے عاجز و بے بس ہو کر کہلا بھیجا۔ کہ بنی نضیر کی طرح ہم بھی جلائے وطن پر آمادہ و مستعد ہیں۔ ان کے پیغام کا یہ جواب دیا گیا۔ کہ تم اپنے آپ کو بلا شرط سپرد کر دو۔ پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت جو احکام مناسب سمجھیں گے۔ صادر فرمائینگے۔ اس پر انہوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کیلئے ابو لبابہ کو جو اس قوم سے تھے۔ جو بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ مشاورت کیلئے ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ان کی درخواست منظور ہوئی۔ جب ابو لبابہ یہودیوں کے پاس گئے۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ ہم تمہارے پیغمبر کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کر دینا قبول کریں یا نہیں؟ ابو لبابہ نے یہودیوں کے سوال کا جواب تو اثبات میں دیا۔ مگر اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا جس سے یہ اشارہ تھا۔ کہ سب قتل کئے جاؤ گے کیونکہ ابو لبابہ جانتے تھے۔ کہ بنی قریظہ دو مرتبہ اپنا عہد توڑ چکے ہیں۔ آئندہ ان کا کوئی معاہدہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر وہ قبول اسلام پر رضامند ہوں گے تو بھی و من الناس من یقول اٰمنّا باللّٰہ و بالیوم الاٰخر و ما ھم بمؤمنین کے مورد و مصداق سمجھے جائیں گے۔ غور کرو۔ یہود بنی قریظہ جرم بغاوت کی سزا کے مستوجب تھے۔ اور ہر قوم و ہر سلطنت کے قوانین سیاست و ملک داری میں بغاوت کی سخت سے سخت سزا مقرر ہے۔ اسی بنا پر ابو لبابہ نے اپنے قیاس کے موافق اشارہ کیا۔ کہ سب قتل کئے جائیں گے تب بنی قریظہ نے اس بات پر اپنے تئیں سپرد کرنے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں گے ان کی نسبت فیصلہ صادر فرمائینگے

انکار کیا۔ بالآخر انہوں نے بنی اوس کے مسلمانوں کی وساطت سے جن کے ساتھ ان کا پہلے سے ربط و ضبط تھا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے منوالیا۔ کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں سعد بن معاذ کو جو بنی اوس کے سردار تھے حکم تسلیم کیا جائے۔ بدبخت اگر اپنا معاملہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سپرد کر دیتے تو حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان پر رحم فرماتے۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا۔ جو بنو قینقاع اور بنو نضیر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے سعد بن معاذ کو حکم مقرر کرنے کے وقت خیال کیا ہوگا۔ کہ وہ ان کی رعایت کرینگے مگر انہوں نے ضروری تحقیقات کے بعد ان کی نسبت وہی سزا تجویز کی جو باغیوں کو دی جانی مناسب اور قرین انصاف ہوتی ہے۔ ان کے فیصلہ کا ماحصل حسب ذیل ہے:۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنائے جائیں۔

(۳) ان کی جائداد ضبط کی جائے۔

اس فیصلے کی تعمیل کی گئی۔ سوائے تین شخصوں کے جن پر بغاوت کا الزام ثابت نہیں ہوا تقریب ڈھائی سو آدمیوں کے قتل کئے گئے۔ ایک سطحی خیال کا آدمی کہیگا کہ بنو قریظہ کے یہودیوں کو نہائت سخت سزا دی گئی۔ لیکن جن لوگوں نے تاریخ عالم کو بنظر غور و تعمق پڑھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں باغیوں کو سخت سے سخت سزائیں دیگئی ہیں۔ اور کئی سو آدمیوں کا بجرم بغاوت تہ تیغ ہونا کوئی بڑا خوفناک واقع نہیں۔

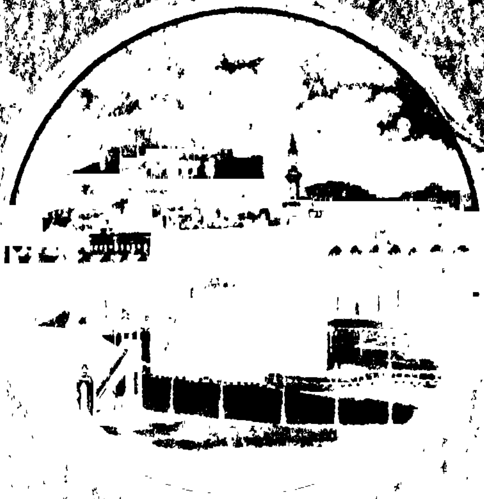
حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ بہ عہد یہودی تورات کی ایک مقدس دفعہ جنازہ و وفاقؔ کے منشاء و مقتضا سے عہد شکنی۔ بغاوت۔ شرارتوں اور سازشوں کی پاداش میں، اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر تباہ و برباد ہوئے۔

نورالدین (گجرانوالہ)

نقد و نظر

"مشہور"

مشہور دواخانہ دہلی کے زیر اہتمام، حکیم محمد تقی دہلوی کے زیر ادارت اس نام سے ایک ادبی و طبی ماہوار مصور رسالہ جاری ہوا ہے۔ ستمبر اکتوبر کے دو پرچے اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ صوری و معنوی لحاظ سے رسالہ کو بہتر بنانے کے لئے محنت سے کام لیا گیا ہے۔ سیاسیات میں مسلم لیگ کا ہمنوا معلوم ہوتا ہے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ سفید۔ سرورق رنگین۔ ہر اشاعت میں ایک عکسی فوٹو دیا جاتا ہے۔ قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۲ر مندرجہ بالا پتہ سے طلب کریں۔



DELHI

القریش امرتسر | دسمبر ۱۹۴۰ء

قیمت سالانہ
رؤساء سے پانچ روپے
عام حضرات سے تین روپے

فہرست مضامین القریش امرتسر

فیس طبع طلباء دو روپے
نمونہ کا پرچہ ۴ر
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷

جلد ۲۷ | مطبوعہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۱۲

سرخ نشان

صرف انہی حضرات کے پرچہ کے صفحہ ۳ پر دیا گیا ہے، جن کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ جو احباب اپنے پرچہ پر سرخ پنسل کا نشان پائیں وہ مہربانی کرکے صفحہ ۲۹ کالم ۲ میں "تذکرۂ برادری" کے تحت "یاد دہانی" کے عنوان کی تحتی عبارت ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ منیجر

"خطاب بہ القریش"

عنوان بالا سے ذیل کی نظم جو کسیقدر تصرّف و تصحیح کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ اصغر قریشی ابن مولوی شیر محمد (مرحوم) سکنہ ویرووال (امرتسر) نے ارسال کی ہے۔ عزیز نوخیز نوجوان ہے۔ شعر و شاعری کا شوق ہے۔ اصلاحی امور میں شغف رکھتا ہے۔ اگر اس نے محنت اور دلچسپی سے کام لیا تو اپنے بہترین خیالات کے اظہار پر بطریق احسن قادر ہو سکے گا۔

القریش! اے قوم کے بہتر سے بہتر رہنما — غمگسارِ قوم ہے تو مرحبا صد مرحبا
قوم کو تو نے دکھایا راستہ جو راس تھا — قوم کا ہر وقت تجھ کو پاس ہے اور پاس تھا
تیری ہستی نے بڑھایا قوم میں جوشِ نمو — تیری ہستی نے مٹائے قوم کے سارے عدو
قوم کے محسن کے تو مے سرپرستی ہے تری — جس کے صدقے قوم کو حاصل ہوئی صد برتری
تیری ہستی نے سکھایا قوم کو درسِ وفا — قوم کو پروان چڑھنے کا دکھایا راستہ
راستی اور حق پرستی کا سبق تو نے دیا — آفریں صد آفریں ہے مرحبا صد مرحبا
قوم کے ہاتھوں میں حبل اللہ دیکر بالیقیں — تیری ہستی نے جھکا ڈالی ہے باطل کی جبیں
غیر کاشتکار، کاشتکار کہلانے لگے — اپنے حق کھوئے ہوئے ہم پھر سے ہیں پانے لگے
قوم کا مشفق ہے تو اور رہنمائے کارواں — قوم تیری پاسباں ہے، قوم کا تو پاسباں
بیشتر از پیشتر ہر ماہ آب و تاب ہے — قوم کی تاریک شب کا گویا تو مہتاب ہے
قوم کی آنکھوں کو تو نے خوب بینا کر دیا — چشمِ دشمن کو تری کرنوں نے خیرہ کر دیا
تیری ہستی سے ہوا شاداب باغِ زندگی — ہر گل و گلچین نے پایا اب سراغِ زندگی
تجھ سے رونق سرو میں شمشاد میں گلنار میں — پھر بہار آئی ہے اس اجڑے ہوئے گلزار میں
جان و دل سے تجھ پہ ہیں قربان ملت کے اخی — پہن کر پھر زیورِ ایمان ملت کے اخی

تو نے ملت میں کیا ہے پھر مکمل اتحاد
قوم کا محسن ہے رونق تا قیامت زندہ باد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۲۷ ——— نمبر ۱۲

ماہ دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء

ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۹ھ

خاتمہ جلد بست و ہفتم (۲۷)

سال گذشتہ کی کارگذاری پر ایک نظر

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کے فضل وکرم سے اس اشاعت کے ساتھ القریش کی ستائیسویں جلد کی تکمیل ہوئی ہے۔ جو کاغذ کی مصیبت خیز گرانی کے باوصف ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ صفحات اشتہار، فضول قصّہ کہانیوں اور بے نتیجہ باتوں سے معرّا ہیں۔ اس لئے یہ ضخامت ان رسائل سے جو اپنے بلند بانگ اصلاحی وادبی دعاوی کے اشتہارات کو ذریعہ آمدن بنانے کیلئے چلائے جاتے ہیں۔ کسی طرح کم نہیں۔ اس جلد میں وہ بیشقدر موتی بکھیرے گئے ہیں۔ اور اُن گراں بہا جواہر ریزوں کو مربوط کیا گیا ہے۔ جن کی تابانی و درخشانی سے قارئین کرام ہمیشہ ہمیشہ متمتع ہوتے رہیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

پروگرام کی تکمیل

زیر تبصرہ سال کے ابتدائی نمبر کے افتتاحیہ میں قومی سود وبہبود اور فلاح وارتقا کے پیش نظر جو شاندار پروگرام پیش کیا گیا تھا۔ حالات کے متوجہ نہ ہونے اور اقتصادی بدحالی کے سبب سے اگرچہ وہ کماحقہٗ تکمیل پذیر نہیں ہو سکا۔ تاہم یہ بات فخر کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ کہ اس کا بہت بڑا حصّہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ القریش نے زمانہ کا ساتھ دیتے ہوئے تنظیمی پروگرام کی تکمیل کیلئے فضا کو سازگار بنانے میں حسن مصلحت اور دُور اندیشی سے کام لیا۔ اور میدان عمل میں قدم بڑھائے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اس سال میں نہایت آسانی کے ساتھ مختلف مشہور مقامات پر چھ اصلاحی جماعتیں اور معرض وجود میں آگئی ہیں۔

نئی جماعتوں کا قیام

سال ۱۹۳۹ء کی کارگذاری پر تبصرہ کرتے ہوئے دسمبر کی اشاعت میں بتایا گیا تھا۔ کہ بہی خواہان قوم کی حمایت و اعانت اور ہمّت وکوشش سے سات نئی اصلاحی جماعتیں منصّۂ شہود پر آنے سے قوم کی چوبیس جماعتیں مختلف شہروں اور قصبوں میں بروئے کار آچکی ہیں۔ اور امید کی گئی تھی کہ معتدبین قریش کی توجہ سے اس تعداد میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا۔ خدائے تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ قوم میں اب وہ جمود و خمود نہیں رہا

بیداری کی عام رو پیدا ہو چکی ہے اور وہ تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں حسب خاطر خواہ ساتھ دے رہی ہے۔

حالات کی ناسازگاری سے، دورہ، اور ترغیب و تحریک کے عام ذرائع سے کام نہ لینے کے باوجود چھ جدید جماعتوں کا قیام ہمارے خیال میں بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور پھر اس ابتری و ابتلا کے دور میں جبکہ نام و نمود کے بھوکے قریش کے نام پر بیسیوں الگ ایک نئی جماعت کھڑی کر دینے کیلئے ادھار کھائے بیٹھے ہوں اور لغو و بیہودہ پروپیگنڈا سے قوم کی ترقی کی راہ میں خار دار جھاڑیوں کا لامتناہی جال پھیلا دینے کیلئے تلے رہتے ہوں۔

متذکرہ چھ جماعتیں قوم کے ان مقتدر بزرگوں کی توجہ سے قائم ہوئیں۔ جو اپنے حلقہ احباب و برادری میں خاص اثر رکھتے ہیں۔ اور جن کی ادنیٰ سی توجہ بہترین نتائج مترتب کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔

بہاولپور میں محترم پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب بی۔اے ایل۔ایل۔بی وکیل کی سعی سے "فلاح القریش" معرض وجود میں آئی۔ اور اس میں وہ مہتم بالشان ہستیاں شریک کار ہوئیں جن کی شرکت و شمولیت موجب فخر و مباہات ہے۔ اور جن کے اشارہ ابرو سے جماعت اپنے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل میں بطریق احسن کامیاب ہو سکتی ہے۔ مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کیلئے اس جماعت کا قیام انتہائی قابل احترام کامیابی کا موجب اور فخر و افتخار کا سبب ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پیرزادہ صاحب موصوف اس جماعت کے معتمد اعلیٰ کی حیثیت سے لائق تحسین و تبریک کام کر رہے ہیں۔ آپ کے پہلو میں درد مند دل ہے۔ وہ اصلاحی امور سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں شغف و انہماک سے اہم قومی کام انجام دینا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حسب ذیل پانچ نئی جماعتیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔ اور مصروف عمل ہیں۔

۲۔ فلاح القریش، فیض آباد
۳۔ انجمن قریش، شاہ گنج
۴۔ انجمن سادات قریش، احمد آباد
۵۔ ندوۃ القریش کمیٹی، بنگلور

علاوہ ازیں بھیرہ میں "جمعیۃ القریش" کے نام سے ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ دفتر القریش کے توسل سے "ندوۃ القریش" سے الحاق کی ایک درخواست بھی موصول ہوئی لیکن مرکزی جماعت نے اختلاف نام کی وجہ سے الحاق نامنظور کر دیا۔

اب بفضل اللہ تعالیٰ ۴۴ اور ۶ کل ۵۰ اصلاحی جماعتیں قومی تنظیم و شیرازہ بندی کی خدمات انجام دیکر مرکزی جماعت کا ساتھ دے رہی ہیں۔ اللھم زد فزد۔

خداوند کریم کارپردازان کے عزائم میں برکت عطا کرے اور انہیں جزائے خیر دے۔ آمین!

ترتیب مضامین

"القریش" کی ترتیب و تدوین اور ظاہری و معنوی خوبیوں میں اگرچہ اوائل ۱۹۵۹ء ہی سے شاندار تبدیلیاں کر دی گئی تھیں۔ لیکن سال زیر رپورٹ کے شروع میں اس کا معیار اور بھی بلند کر دیا گیا۔ "تعارفات" کے سلسلہ میں احباب کی مختصر سوانح حیات اور عکسی شبیہات شائع کرنے کا التزام کیا گیا تھا۔ لیکن حالات نے ساتھ نہ دیا۔ اس لئے مجبوراً

عارضی طور پر اسے ملتوی کرنا پڑا۔

بلند پایہ مضامین میں "معارف القرآن" "تذکرۃ العارفین" "معاصرین وغیرہ" اور "واقعات و حوادث" کے تحت دلچسپ اور بہترین معلومات سے لبریز کوائف، کے علاوہ سیاست حاضرہ کے فریب خوردہ مسلمانوں کو سیاست اسلامی سے آشنا کرنے کیلئے مدلل و بہترین پرزور مضامین کی اشاعت کی گئی۔ جو نتائج کے لحاظ سے نہایت مفید ثابت ہوئے "وطنیت اور اسلام" "ملوکیت اور اسلام" "تشدد و عدم تشدد" "موجودہ ماحول اور مسلمان" "قوت عمل" "ہم اور ہمارے اسلاف" وغیرہ عنوانات کے تحت باصول از مقالوں سے اوراق جریدہ مزین کئے گئے۔ جو علم دوست حضرات میں نہایت قدر و عزت کی نگاہوں دیکھے گئے۔ قارئین کرام نے رسالہ کی اس ترتیب پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سینکڑوں تحسین آمیز خطوط کی ترسیل سے ہماری حوصلہ افزائی فرما کر ہمیں تشکر و امتنان کا موقعہ دیا۔

قلمی امداد

قلمی معاونین نے حسب ضرورت نتیجہ خیز اور دلچسپ منظوم و منثور مضامین کی ترسیل سے فراخ دلی کے ساتھ ہماری اعانت فرمائی۔ جس کیلئے ہم ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کئی سالوں سے "القریش" کی سالگرہ پر ایک شاندار نظم ارسال کرنے کا فرض ادا فرماتے ہیں۔ اب اصلاحی نظمیں، نعتیں اور بہترین مضامین کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کر دیا تھا۔ لیکن افسوس کہ ان کے لائق جواں عمر فرزند ڈاکٹر عبد الکریم کی وفات حسرت آیات نے انہیں پژمردہ خاطر کر دیا۔ طبیعت کی وہ روانی غم و الم کی نذر ہو گئی جس سے ترسیل مضامین کا تواتر جاری رکھنے میں وہ قاصر رہنے لگے۔

خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں صبر عظیم عطا کرے اور پھر سے وہ پوری توجہ کے ساتھ القریش کی قلمی اعانت سے ہمیں شکریہ کا موقعہ دینے کے قابل ہو سکیں۔

محترمی پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی ایک فاضل مورخ ہیں۔ آپ کی تاریخی معلومات سے اگرچہ القریش کو تمتع کا بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ لیکن جب رجوع فرماتے ہیں۔ ساری کسر نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ مئی کی اشاعت میں "سیادت قریش" کے عنوان سے آپ کا ایک بلند پایہ مضمون شائع ہوا۔ جو پورے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کی اشاعت نے قارئین و ناظرین کرام کو چونکا دیا۔ قوم میں خوشگوار لہر پیدا ہو گئی۔ جذبات میں تلاطم برپا ہوا۔ اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں آنے لگیں۔ اسی عنوان کے تحت ستمبر کے رسالہ میں مخدومی مولینا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کا تائیدی مضمون شائع ہوا جو انتہائی قدر کی نگاہوں دیکھا گیا۔ یہ دو ایسے مضامین تھے جن پر القریش کے بدخواہ اور بدترین دشمن بھی صدائے تحسین بلند کرنے پر مجبور ہوئے۔

مکرمی ڈاکٹر محمد عبد العالم صاحب لدھیانوی نے ولادیز نظموں، پیر شیر محمد صاحب شوکت نے نعتوں، خواجہ فیض لدھیانوی نے اصلاحی رباعیوں اور دیگر ادبا و شعرا نے اپنے قیمتی خیالات و جذبات سے القریش کو نوازا۔ جس کیلئے ہم ان تمام حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔

"تذکرہ برادری" میں مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کے اہم اعلانات، مجلسی کاروائیاں، ملحقہ جماعتوں کے جلسوں

کی رپورٹوں کی اشاعت کے علاوہ برادری سے متعلقہ تمام امور شائع کئے جاتے ہیں۔ جس سے تعلقات میں ارتباط اور مراسم برادرانہ پیدا ہوتے ہیں۔ فاضلانہ مضامین اور برادری سے متعلقہ معلومات حاصل ہونے کا ایک سلسلہ ہے۔ جو تنظیمی پروگرام کی بتدریج تکمیل میں بیحد مفید ثابت ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی امان الحق صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ حاجی کرم الہی صاحب منشی فاضل، قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی، حضرت شاکر صدیقی، سردار فضل داد خانصاحب جاگیردار، پنشنر انسپکٹر قاضی عرفان الحق صاحب سیکرٹری جامع القریش میوات، میاں غلام حید رصاحب سکرٹری فرنٹیر قریش کانفرنس، قاضی محمد رضی الدین صاحب علوی، پیر سید امام شاہ صاحب ہیڈ کنسٹیبل قریشی محمد یار بخش صاحب انسپکٹر، بابو جہانداد خاں صاحب سیکرٹری انجمن قریش دولال۔ قریشی عبدالخالق صاحب علوی انبالوی، الحاج مخدوم نور محمد صاحب سجادہ نشین، سید عبدالحق شاہ صاحب دوالمیالوی سجادہ نشین، پیر نصیح الدین صاحب منشی فاضل، ناظم انجمن فلاح القریش فیض آباد۔ مولوی احمد سعید صاحب ہاشمی معتمد انجمن شاہ گنج مولانا اشفاق حسین صاحب علوی بی۔ اے۔ پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب سکرٹری فلاح القریش بہاولپور۔ قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل۔ پیر علی احمد صاحب چشتی فریدی قریشی، قریشی فضل الرحمن صاحب بی۔ اے آنرز۔ سیکرٹری انجمن قریشیان صوبہ بہار۔ پیر غلام فرید صاحب۔ سید غلام الثقلین صاحب۔ قاضی منشاد حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار۔ سید اکرام الدین صاحب ترمذی۔ میاں عبداللطیف صاحب قادری۔ سید احمد مرتضیٰ صاحب ہاشمی۔ قاضی الطاف الرحمن صاحب۔ پیر غلام مصطفیٰ صاحب فاروقی، سردار غلام نبی صاحب تحصیلدار۔ حافظ نور احمد صاحب صدیقی رئیس۔ پیر منور احمد صاحب ہاشمی۔ قاضی الطاف حسین صاحب نے شغف و انہماک سے حصہ لیا۔ اور دل کھولکر مفید تجاویز پیش کیں۔ اور ضروری بحث امور میں دلچسپی لی۔ ہم ان تمام حضرات کی حمیت قومی کے مداح ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے نیک دے آمین!

مالی اعانت

موقت الشیوع جرائد، کے لئے عرصہ ہوا فضا سازگار نہیں ہوئی۔ مخرب اخلاق ناول و افسانے اور عریاں تصویریں شائع کرنے والے رسائل نے مذاق اسقدر بگاڑ دیا۔ کہ اصلاحی، ادبی اور قومی و مذہبی رسائل کے ترقی کی راہیں مسدود ہوگئیں۔ مخصوص مقاصد کے جرائد کے لئے اسقدر میدان تنگ ہوگیا۔ کہ وہ عام طور پر اوائل عمر ہی میں جان توڑ دیتے رہے۔ "القریش" کا اجرا بھی انہیں حالات میں ہوا۔ قوم میں بےحسی و بے التفاتی کی وبا عام تھی۔ اصلاح و فلاح کی کسے پروا نہ تھی۔ اگر سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس الحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی شاہانہ فیاضی و کرم گستری آڑے نہ آتی۔ تو اس کا زندہ رہنا بھی ناممکنات سے تھا۔ اور یہ تمام ارتقائی و اصلاحی امور جو اس وقت تک "القریش" کی وجہ سے انجام پذیر ہوئے ہیں، سب کے سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور قوم دیگر کنبوں اور قبیلوں میں مخلوط و مدغم ہوجاتی۔ بارگاہ صمدی میں دعا ہے کہ ہمارے محسن اعلیٰ حضور نظام کا سایہ ہما پایہ "القریش" کے سر پر تا ابدالآباد قائم رہے۔ اور ہمیں جہاں پناہ کے بذل و نوال سے بیش از بیش مستفیض ہونے کا موقعہ نصیب ہو۔ آمین!

قارئین کرام میں ایک ایسے مربی ہیں۔ جو عرصہ سے اب تک سینکڑوں روپیہ کی امداد فرما چکے ہیں۔ لیکن اظہار نام کی اجازت نہیں دیتے۔ سال رواں میں آپ دو دفعہ گرانقدر رقم کی ترسیل سے اپنی حیثیت قومی و معارف نوازی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ تین ماہ ہوئے آپ کی طرف سے چالیس روپیہ کا منی آرڈر موصول ہوا تھا۔ کل پھر اڑتالیس روپے کی رقم موصول ہوئی ہے۔ خدائے عز اسمہ و سبحانہ نے آپ کو دولت و ثروت کے ساتھ حساس اور درد مند دل عطا کر رکھا ہے اور آپ علمی فیاضی زندگی کا مقصد اولین سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کی اس مربیانہ توجہ فرمائی کے بدل شکور ہیں جزاک اللہ فی الدارین خیر۔

مکرمی مولانا کشفی شاہ نظامی کی علم دوستی کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں۔ آپ بھی وقتاً فوقتاً مالی امداد سے القریش کو رہین احسان فرماتے رہتے ہیں۔ اسی طرح خانصاحب پیر علی اصغر صاحب ڈپٹی کلکٹر، اور دیگر صاحب دل ہستیاں اپنی فراخدلی کا ثبوت دے کر قومی خدمات کی انجام دہی میں ہماری دستگیری کرتی رہتی ہیں۔

محکمہ تعلیم بہاولپور کی القریش نوازی

تنگی وسائل و ذرائع کے باوجود "القریش" مالی مشکلات سے عہدہ برا ہو رہا تھا۔ کہ کاغذ کی گرانی مزید مشکلات کا موجب بن گئی۔ اور اقتصادی بدحالی سے متوسط آمدن رکھنے والے حضرات کی اعانت سے رسالہ محروم ہونے لگا۔ یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ اس حیران کن صورت کے مقابلہ کا بظاہر کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔ کہ خدائے مسبب الاسباب نے اپنے فضل و کرم سے غیر متوقع طور پر ایک صورت پیدا کر دی۔ جو القریش کے قیام و بقا کی موجب ہو گئی۔

معدن علوم و فنون عالی جناب میجر شمس الدین صاحب ایم۔ اے ہاشمی وزیر تعلیم بہاولپور کی علم دوستی و معارف نوازی کسی تعریف و ستائش کی محتاج نہیں۔ آپ نے ہماری ایک درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مملکت عباسیہ کے سرکاری مدارس کیلئے القریش کی خریداری منظور فرمائی۔ جس سے ہمارے حوصلوں میں بلندی اور ارادوں میں غیر معمولی استواری ہو گئی۔ اور ہم اپنی ناچیز خدمات کا تسلسل جاری رکھنے کے قابل ہو گئے۔ میجر صاحب ممدوح کی اس کریم النفسی و کرم فرمائی کے ہم بصدق دل سپاس گذار ہیں۔ اس ضمن میں مکرمی خان بقا محمد خاں صاحب انسپکٹر آف مدارس نے بھی قابل صد تبریک ہماری اعانت فرمائی ہے۔ لہٰذا خانصاحب موصوف کی اس کرم گسترانہ توجہ کے ہم بیحد مشکور ہیں۔

توسیع اشاعت کی ضرورت

جنگ کے اثر سے جوں جوں سامان زندگی گراں ہونے لگا، "القریش" کے وسائل آمدن بھی محدود ہوتے چلے گئے طباعت و مطبوعات سے متعلقہ لوگ چیخ اٹھے۔ اس سلسلہ میں قارئین کرام سے ہم نے رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے متعدد اپیلیں کیں۔ خاص مراسلات کے ذریعہ مخصوص اور معتمد احباب کو توجہ دلائی گئی۔ لیکن افسوس کہ اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ سینکڑوں حضرات میں سے صرف سردار فضل داد خاں صاحب جاگیردار، پیر سید امام شاہ صاحب پولیس افسر، بابو غلام قادر صاحب سب پوسٹماسٹر، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، بابو جہانداد خاں صاحب کلرک حافظ نور احمد صاحب خیر پوری اور اراکین انجمن قریشیان صوبہ بہار کی توجہ سے چند خریداروں کا اضافہ ہوا۔ احباب

کی یہ بے اعتنائی نہایت حوصلہ فرسا ہے۔ اور ان حالات میں اس اصلاحی تبصرہ کی اشاعت کا سلسلہ بہترین صورت میں جاری رہنا بہت مشکل ہے۔ لہذا دردمندان قوم و بہی خواہان القریش کا فرض ہے کہ وہ اس نازک دور میں قومی ضروریات کے پیش نظر توسیع اشاعت سے ہمارا ہاتھ بٹاتے رہیں۔ اور ہمیں بار بار اپیلوں کا موقعہ نہ دیں۔

مذکورہ حضرات کی حمایت و اعانت کا ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی مساعی کو جاری رکھتے ہوئے ہمیں مزید تشکر و امتنان کا موقعہ دیتے رہیں گے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلّا بِاللہ۔

مرکزی جماعت کی خدمات

مخالفت حصول حقوق کے ضمن میں کارپردازان ندوۃ القریش نے گذشتہ بارہ برس میں عموماً اور سال زیر تبصرہ میں خصوصاً جو اہم خدمات انجام دی ہیں۔ وہ کسی تفصیل و تشریح کی محتاج نہیں۔ دقیقہ رس نکتہ شناس اور معاملہ فہم حضرات کو اس جماعت کی احسن ترین کارگذاری کا اعتراف ہے۔

اس کا بین ثبوت یہ ہے۔ کہ اصلاحی امور میں دلچسپی لینے والے حضرات کے علاوہ وہ بھائی جنہیں قومی امور سے قطعاً موانست نہ تھی۔ اب جوق در جوق اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس کی آواز پر لبیک کہنا اپنا دینی فرض سمجھنے لگے ہیں۔ نواح ملک میں شاخوں کا جال پھیل رہا ہے تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں ہر بہی خواہ امکان بھر اس کا معاون و مدد ہے۔ اور قریش کے نام پر حشرات الارض کی طرح پیدا ہونے والی دوسری جماعتوں کی کوئی قدر نہیں۔ وہ بے کسی کے عالم میں چار دن کی ہاؤ ہو کے بعد عدم آباد سدھار جاتی ہیں۔ دردمندان قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ ندوۃ القریش کے مقاصد کی تکمیل میں کارپردازان کا پوری سرگرمی سے ساتھ دیں۔ اور حالات درپیش آنے پر ایک آل انڈیا اجلاس کے انعقاد اور اس میں شایان شان طریق پر شامل ہونے کیلئے تیار رہیں اور اقوام عالم میں قریش کی فضیلت و برتری کا ڈنکا بجا دیں۔ وباللہ التوفیق۔

ہمارا آئندہ پروگرام

دنیا عجب کش مکش میں مبتلا ہے۔ حالات دن بدن نازک صورت اختیار کئے جا رہے ہیں۔ واقعات کے ردّ و بدل میں نئی اور حیران کن پریشانیوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ اگر اس مدّ و جزر نے کچھ مہلت دی۔ تردد و تفکرّ کے بادل چھٹ گئے۔ اقتصادی بدحالی رو بہ اصلاح ہوئی۔ اور آپ نے فراخدلی سے دست اعانت بڑھایا۔ تو آئندہ سال سے جو یکم جنوری سے شروع ہونے والا ہے "القریش" قوم کی عملی و تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں ایک بہترین علمی اقدام کا عزم رکھتا ہے۔ قومی تنظیم کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر جلسے منعقد کئے جائیں ندوۃ القریش سے ملحقہ تیس جماعتوں کو ایک دوسری سے وابستہ کر دیا جائے۔ تاکہ ایک جماعت دوسری کی حمایت و اعانت کا فرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ ایک ایسے ادارہ کو معرض وجود میں لایا جائے۔ جو اسلامیان ہند کے سامنے بہتر سے بہترین تراجم و تصانیف پیش کرنے کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائے۔ عمدہ دست مخیر حضرات سے خط و کتابت ہو رہی ہے چند حضرات نے اس اہم ضرورت کیلئے بیش قدر رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہ ادارہ کم از کم پچاس صاحب ثروت حضرات پر مشتمل ہو۔

تفصیل کیلئے جنوری کے رسالے کا انتظار فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

شذرات

شہزادہ بلند کی فیاضی

خدائے قادر و توانا نے اعلیٰحضرت حضور نظام خلداللہ ملکہٗ کو جو دل و دماغ عنائیت کیا ہے۔ وہ ہندوستانی والیان ریاست میں امتیازی خصوصیت رکھتا ہے جہاں پناہ خود نہائیت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی فیاضیوں، کرم گستریوں اور معارف نوازیوں کا یہ عالم ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تک آج آپ کے دست کرم کا ممنون ہے۔

ہندوستان کی چھ سو دیسی ریاستوں میں ایک یہی ریاست ہے۔ جس کے ابر فیض و کرم سے دنیا بھر کے ادارے بلاتمیز مذہب و ملت سرسبز و شاداب ہو رہے ہیں۔ اعلیٰحضرت تاجدار دکن خلفائے اسلام کی زندہ مثال ہیں۔ یہی اوصاف بفضل اللہ تعالیٰ صاحبزادگان عالی مقام کو ودیعت ہوئے ہیں۔

۳۰ نومبر کو علیگڑھ یونیورسٹی کی تقسیم اسناد کی تقریب پر ولی عہد سلطنت برطانیہ شہزادہ برار تشریف فرما ہوئے تو موصوف نے علی گڑھ یونیورسٹی۔ یونین یونیورسٹی، فلائنگ کلب اور حیدرآباد سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے سپاسناموں کا جواب دیا۔ اور یونیورسٹی فلائنگ کلب کا سنگ بنیاد دست مبارک سے رکھا۔ سپاسناموں کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ

"جب تک ہم نیک نیتی سے علم کی تلاش میں لگے رہیں گے۔ مذہب کی ہدائت اور باہمی مروت و حق شناسی کے راستے پر چلتے رہیں گے۔ جب تک جذبات اور خواہشات پر قابو رہے گا۔ تب تک ہماری کوششوں کی ناکامی کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اور بفضل خدا ہمارے قدم امن و مسرت کی جانب بڑھتے رہیں گے"

اس موقعہ پر سر سلیمان وائس چانسلر نے ممدوح کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری پیش کرنے کا فخر حاصل کیا۔ جس سے ڈگری کی عزت اور رفعت کو چار چاند لگ گئے

شہزادہ بلند مقام نے خاندانی روایات کے پیش نظر علی گڑھ یونیورسٹی کو دس ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمانے کا اعلان فرمایا۔ جس سے جلسہ میں مسرت و شادکامی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور "سلطان دکن زندہ باد" "شہزادہ برار پائندہ باد" کے نعروں سے فضائے آسمانی گونج اٹھی

اللہ کرے فضل و کرم اور زیادہ

اچھوت مسلمان ہو جائیں

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے روائت ہے کہ ایک مجلس میں چند مسلمان اپنے نسب پر فخر کر رہے تھے۔ اور ایک قبیلے کی برائیاں بیان کر رہے تھے۔ اتفاق سے حضور سرورِ عالمؐ بھی اس مجلس میں تشریف لے آئے۔ آپؐ نے گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا تھا۔ اس لئے چہرۂ اقدس پر غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور بہت دیر تک ساکت رہنے کے بعد فرمایا۔

"ثَلَاثَةٌ فِی اُمَّتِی مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ لَا یَتْرُکُو نَهُنَّ اَلْفَخْرُ بِالْاَنْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ

وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْاَمْوَاتِ۔ یعنی تین عادتیں زمانہ جاہلیت کی اب تک میری امت میں باقی ہیں۔ نسبی کہ لوگ انہیں ترک نہیں کرتے۔ تین باتیں کیا ہیں؟ اپنے نسب پر فخر کرنا۔ دوسروں کی نسل میں عیب نکالنا۔ اور مردوں پر نوحہ کرنا۔

یہ تعلیم اسلام۔۔ ہے پیغمبر برحقؐ کا فرمان، جس نے اپنی خداداد قوت سے شخصیت پرستی کی بنیادیں ہلا دیں۔ غریبوں اور بیکسوں کو پستی سے نکال کر تاج و تخت کے مالکوں کے پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی بڑا ہے۔ جو متقی و پرہیزگار ہے۔ ان احکام کے ماتحت ایک فرد سے لیکر تاجدار کجکلاہ تک۔ اخوت کی ایک سلک میں منسلک ہیں۔ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ، یہاں ادنےٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ نسل و نسب اور کالے گورے میں کوئی تفریق نہیں۔ لیکن دیگر مذاہب خصوصاً ہندو میں چھوت چھات، ادنےٰ اعلیٰ، نسب و نسل کے اس قدر قضیئے ہیں۔ کہ وہ کبھی مٹ نہیں سکتے۔ اچھوت ہندو کہلاتے ہیں۔ سیاسی امور میں ہندوؤں میں شامل ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ ان کے کنوئیں سے پانی کا قطرہ لے سکیں۔ ان کے عبادت خانوں میں داخل ہو سکیں۔ بخلاف اس کے اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمانوں میں شریک ہونے والے اچھوت ہوں۔ یا اس سے کم درجہ کے ہر یجن برابر کے حقوق پاتے ہیں۔ رشتہ ناطہ تک دریغ نہیں ہوتا۔ مسلمانوں میں وہ زیادہ قدر و عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔

اچھوتوں میں حقوق کا بڑا شور ہے۔ ہندوؤں سے انہیں شکایات ہیں کہ وہ ان سے انسانوں کا سلوک نہیں کرتے۔ ان کی الگ مجالس قائم ہو گئی ہیں۔ وہ اب بیدار ہو چکے ہیں۔ اور مساوات و رواداری کے متلاشی ہیں۔

لالہ دھنی رام باسی صدر پوربیا ڈیپرسڈ کلاسز ایسوسی ایشن نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا کہ

"اب اچھوت دوبارہ جال میں نہیں پھنس سکتے آل انڈیا اچھوتوں کا اعلان صادر ہو رہا ہے۔ ہم ہندو نہیں ہیں۔ نہ ایسے دھرم کو کبھی مان سکتے ہیں۔ جو ایک بوند پانی دینے میں روکے پرماتما کا شکر ہے۔ کہ اسلام و عیسائیت کے پرچار نے اچھوتوں پر ترقی کے راستے کھول دیئے ہیں جن لوگوں نے ان مذاہب کو قبول کیا ہے۔ بلاول میں مانا ہے۔ وہ لوگ بڑے آرام سے ہیں سڑکوں وغیرہ میں برابری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ان نام نہاد اچھوتوں کو بھی چاہیئے۔ جو چند ٹکڑوں کے عوض ہندوؤں کے ماتحت رہنا شان سمجھتے ہیں۔ انہیں اپنی قوم کا خیال کرنا چاہیئے۔ ہندو چالباز ہیں۔ خود تو اپنے دھرم کو مانتے نہیں۔ غریب اچھوتوں پر دباؤ ڈال کر اپنے دھرم منوانے پر آمادہ ہیں"

باتیں ہوشمندی و بیداری اور ہندوؤں سے بیزاری کی ہیں اس قسم کی باتیں مدت سے سن رہے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں سارا جوش و ولولہ باتوں کے گنبد میں کیوں گھوم رہا ہے۔ اور اچھوت نمائندگان کسی صحیح نتیجہ پر کیوں نہیں پہنچتے۔ اگر وہ واقعی اپنی قوم کو صراط مستقیم پر لے جا کر موجودہ گرداب سے نکالنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے لئے صرف ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ صرف یہ کہ اچھوت اسلام قبول کر لیں۔ مسلمان ہوتے ہی

ترقی کی تمام راہیں ان کے لئے کھل جائینگی - اور دنیا کی کامیابی ان کے ساتھ ہوں گی -

---

آئندہ مردم شماری

دنیا مطلب براری کیلئے عجب کشمکش میں مبتلا ہے حقوق کے مطالبہ میں دوسروں کے حقوق پر چھاپہ مارنے کیلئے خوب چالیں چلی جا رہی ہیں پہلے گاندھی آشرم سے "متحدہ قومیت" کی آڑ میں اسلامیان ہند کے حقوق پر فریب طریق پر غصب کرنے کی کوشش کی گئی تھی - لیکن یہ سحر اثر انداز نہ ہو سکا - اب اچھوتوں کو ورغلانے کے لئے منظم کوششیں جاری کی گئی ہیں - انہیں چکنی چپڑی باتوں میں بہکایا جا رہا ہے تاکہ آئندہ مردم شماری میں وہ اپنا مذہب "ہندو" لکھائیں، لیکن اچھوت بیدار ہو چکے ہیں - اس لئے بہت ممکن ہے - کہ یہ جادو بھی نہ چل سکے - "اردو" اور اسلامی کلچر کو مٹانے کے لئے زبان کی خانہ پری کیلئے بھی عجب داؤ کھیلے جا رہے ہیں - جنگی مصلحتوں میں روڑا اٹکانے کیلئے یہ افواہ بھی اڑا دی گئی ہے کہ "مردم شماری محض اس لئے ہو رہی ہے کہ بھرتی کے سلسلے میں حکومت کو آسانی ہو - مردم شماری ختم ہوتے ہی جبری بھرتی شروع ہو جائے گی - وغیرہ وغیرہ"

کانگریس کو کبھی سیدھی راہ اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہوئی - وہ ہمیشہ ان راہوں کی متلاشی رہی جو فرقہ وارانہ کشمکش کا سبب ہوں - اس نے آزادئ وطن کی آڑ میں مسلمانوں، اچھوتوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق پر نامناسب طریق پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی اور آزادئ وطن کی راہ میں سنگ گراں بن کے حائل ہوتی رہی - اگر وہ انگریزوں سے آزادی اور حقوق حاصل کرنے کی متمنی ہے - تو کیوں نہیں وہ وطنی اقلیتوں کے مطالبات قبول کر لیتی -

مردم شماری غالباً ۲۸ فروری کی شب کو حسب دستور ہو گی - مسلمانوں کا فرض ہے کہ زبان کا خانہ خاص احتیاط سے پر کرائیں - اور کانگریس کے بوقلموں ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے ہوشیار رہیں - اور ان افواہوں کو جو اس سلسلہ میں اڑائی جا رہی ہیں - اپنے دل میں قطعاً جگہ نہ دیں -

---

مفاہمت کی کوششیں

سیاسی فضا کو درست لانے کیلئے ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند کانگریس، مسلم لیگ، ہندو مہاسبھا وغیرہ ہم جماعتوں کے مقتدر نمائندگان کو تبادلہ خیالات کا بارہا موقعہ دیا - لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا - گاندھی جی اگر اقلیتوں کے حقوق کو ملحوظ رکھتے اور اپنی ضد پر نہ اڑ جاتے تو تعطل ختم ہو جاتا - اور یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا - لیکن وہ کسی کو کچھ نہیں دینا چاہتے اور حکومت اور مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے ایسی حرکات کر گزرتے ہیں - جن سے مفید نتائج مرتب ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی - اب سول نافرمانی شروع ہے - اور انفرادی سے اجتماعی ہوتی جاتی ہے - ان حالات کے پیش نظر اعتدال پسند عنصر میدان عمل میں آنے والا ہے - پٹنہ کی اطلاع مظہر ہے - کہ سر حسن سہروردی ملک کی سیاسی رائے کو متحد کرنے کیلئے مقتدر حضرات سے خط و کتابت کر رہے ہیں - کوشش کی جائے گی - کہ حکومت مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین صلح کرائی جائے -

لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر رادھا کمار مکرجی نے بھی فرقہ وارانہ مسائل کے حل کے لئے ایک سکیم تیار کی ہے

ان کا خیال ہے کہ ذمہ دار لیڈروں کو باہمی مبادلہ افکار سے فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ کن امور سے وہ متحد الخیال ہو سکتے ہیں۔ سلسلہ جنبانی تو ہو گئی ہے۔ اور اقتضائے وقت بھی یہی ہے۔ کہ اس خلیج کو زیادہ وسیع نہ ہونے دیا جائے۔ لیکن کانگرس اور اس کے رہنما کی ذہنیت کا مطالعہ کرنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ساری کوششیں رائیگاں جائینگی۔ گاندھی صاحب اپنی ہٹ نہیں چھوڑینگے۔ اور مسلم لیگ اس وقت تک تعاون نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے انفرادی حقوق تسلیم نہ کر لئے جائیں۔ لہذا سمجھوتہ اور مفاہمت کے لئے کسی خاص اور مؤثر تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

جدید ٹیکس

دوکانوں، مکانوں اور اشیاء کی فروخت پر کئی قسم کے ٹیکسوں کی تجاویز درپیش ہیں۔ ڈاک کی شرح میں یہ اضافہ ہو چکا۔ پنجاب اسمبلی میں غیر منقولہ شہری جائدادوں پر ٹیکس کا مسئلہ آخری مرحلہ طے کر چکا۔ سیلیکٹ کمیٹی نے رپورٹ پیش کر دی۔ اس کمیٹی کے چند ممبران نے اختلافی نوٹوں سے مسودہ بل میں ترامیم پیش کر دی ہے۔ اسمبلی کے بعض ممبر اس ٹیکس کے سراسر خلاف ہیں۔

اختلافی نوٹوں میں بل کو شہری لوگوں کے لئے سخت غیر منصفانہ اور نامناسب قرار دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے یہ ٹیکس بلا ضرورت عائد کئے جا رہے ہیں۔ بمبئی ایک امیر صوبہ ہے۔ لیکن یہاں اس سے بھی زیادہ شرح سے ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ اور مشورہ دیا گیا ہے۔ کہ جائداد کی کل قیمت پر ٹیکس لگانے کی بجائے سالانہ آمدنی پر ۲۰ فیصدی سے زائد ٹیکس نہ لگایا جائے۔ اور وہ مکانات جو صرف بال بچوں کی رہائش کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ مستثنیٰ رکھے جائیں۔ کرایہ کی آمد ۳۰۰ سے بڑھا کر ۵۰۰ روپیہ کر دی جائے۔ بہرحال سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہو چکی ہے اور اب حکومت کو اس کا فیصلہ کرنا ہے۔

کاروباری لوگوں کا خیال ہے کہ اس ٹیکس سے غیر منقولہ شہری جائداد کی قدر و قیمت گر جائے گی۔ اور مکانوں کی خرید و فروخت میں گونہ رکاوٹ پیدا ہو جانے سے کاروبار پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ اور اقتصادی حالت اور بھی نازک ہو جائیگی۔

اشیاء کی فروخت پر ٹیکس سے متعلقہ مسودہ سر چھوٹو رام نے اسمبلی میں پیش کر دیا ہے۔ ایڈمنسٹریٹر لاہور نے دوکانداروں پر کئی پابندیاں اور ٹیکس عائد کر دیئے ہیں۔ ہر دوکاندار کو دو روپے آٹھ آنہ ماہوار یا تیس روپے سالانہ ادا کرنے ہونگے۔ اس کے خلاف لاہور میں احتجاجی جلسوں کا زور ہے اور کمیٹی کو بحال کر دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اقتصادی بدحالی کے اس دور میں اس قسم کی پابندیاں اور ٹیکس واقعی ناقابل برداشت ہیں۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ رعایا کی بہتری و بہتری اور آسودہ حالی کے پیش نظر ایڈمنسٹریٹر کی ان تجاویز میں مداخلت کر کے ناواجب پابندیوں اور ٹیکسوں کو موقوف کر دے۔

رعایائے پنجاب سر سکندر کی دور اندیشی مصلحت کیشی سے متوقع ہے کہ وہ اپنی روائتی نصفت شعاری سے کام لیتے ہوئے رعایا کو زیادہ سے زیادہ خوش حال و فارغ البال بنانے کی تدابیر بروئے کار لانے کی جانب متوجہ ہونگے۔

٭ نوٹ لکھا جانے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ جائداد کی مالیت پر ٹیکس کی تجویز ملتوی ہو گئی ہے۔ اب آمدن پر ۲۰ فیصدی کے حساب سے

رضا و تسلیم

تصوف کا بہترین سبق تعلیم مسئلہ رضا و تسلیم یعنی یہ سمجھانا ہے۔ کہ خدا کی رضا جس امر میں ہے۔ اس پر بندوں کا سر تسلیم خم رہنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا جو کچھ کرتا ہے۔ شان عدل سے کرتا ہے۔ وہ بندوں کے حق میں غیر منصف نہیں ہے۔ اپنے تمام بندوں کو وہ ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ سب کا خالق ہے۔ اور سب کا پروردگار ہے ماں باپ کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر وہ سب کے ساتھ یکساں محبت رکھتا ہے۔ خدا جو کچھ ہمارے ساتھ کرتا ہے۔ اس پر ہم راضی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ خدا بندوں کے ساتھ برائی کرتا ہی نہیں۔ اور اگر ہم یہ خیال کریں۔ بعض بندوں کو خدا تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور بعض کو راحت دیتا ہے۔ نیک بندے مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ اور چین نہیں کرتے تو ایسا سمجھنا خدا کے عدل پر بٹہ لگاتا ہے۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا عادل ہے۔ اور تمام بندوں کے ساتھ وہ یکساں برتاؤ رکھتا ہے۔ یہ اعتقاد محض زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ دل سے یقین کرنا اس میں شرط ہے لیکن کوئی امر جب تک سمجھ میں نہ آئے۔ دل سے اسکا یقین نہیں ہو سکتا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ جو اپنی تکلیف کا گلہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خدا کو منصف بھی کہتے ہیں۔ خدا نے جو کچھ کیا وہ مقتضائے انصاف تھا تو پھر گلہ کس بات کا ہے۔ ہم اس تحریر سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خدا تمام بندوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ اور یہ بندوں کی سمجھ کا قصور ہے کہ وہ خدا کو ایک پر مہربان اور دوسرے پر نامہربان بے وجہ فرض کر لیتے ہیں۔ اسی غلط فہمی میں ایک عالم مبتلا ہے۔ اور اسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہنود نے مسئلہ تناسخ قائم کر رکھا ہے اور اس مسئلہ کے ذریعہ وہ غیر عادل ہونے کا الزام خدا پر سے یوں اٹھاتے ہیں کہ موجودہ جنم میں اگر کسی کو راحت ہے تو وہ راحت اس لئے ہے۔ کہ گذشتہ جنم میں وہ خوب مزے کر چکا ہے۔ لیکن شرع محمدی ان خیالات کی تائید نہیں کرتی۔ مسلمانوں کے نزدیک موجودہ جنم کے قبل کوئی جنم نہیں تھا۔ اور موجودہ حالت میں تمام انسانوں کیلئے رنج و راحت کی گھڑیاں برابر ہیں۔

دل کی خوشی کا نام راحت ہے۔ اور دل کی خوشی کے اسباب اور حالات مختلف ہیں۔ خدا نے جہاں دل میں یہ کیفیت پیدا کی ہے کہ خلاف مزاج باتوں سے وہ دکھتا ہے وہاں یہ بھی خاصہ دل میں اس نے رکھا ہے۔ کہ بہت جلد ہر مصیبت کا یہ خوگر ہو جاتا ہے۔ آنکھ والے اندھوں کو دیکھ کر نہایت افسوس کرتے ہیں۔ لیکن مادر زاد اندھوں کو اپنے عدم بصارت پر کبھی افسوس نہیں آتا۔ اور نوگرفتاروں کو اپنی آنکھوں کے زائل ہونے پر صرف ابتدا میں چند دنوں یا چند مہینوں تک افسوس رہتا ہے۔ اسی طرح کوڑھیوں کو اپنی حالت پر صرف ابتدا میں چند دنوں تک رنج رہتا ہے۔ اور پھر زائل ہو جاتا ہے تپ دق کے مریض نہایت آرام سے مرتے ہیں۔ بخار کی تکلیف صرف شروع میں محسوس ہوتی ہے اور پھر طبیعت کے خوگر ہونے پر زائل ہو جاتی ہے۔ پھانسی پانے والوں پر لوگ افسوس کرتے ہیں لیکن پھانسی پانے والوں کی تکلیف فی الواقع اسی روز ختم ہو جاتی ہے جب انہیں حکم سزا سنا دیا جاتا ہے۔ مہلک بیماریاں بہت ہیں لیکن مرنے کی تکلیف سب میں مساوی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ہیضہ اور طاعون نہایت بری بیماری ہے۔ لیکن غور کیجئے۔ توفیق النفس

کا عارضہ طاعون اور ہیضہ سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے ضیق النفس کا عارضہ بھی دیکھنے والوں کے نزدیک جتنا سخت معلوم ہوتا ہے مبتلا پر وہ اتنا سخت نہیں ہوتا۔ طبیعت خوگر ہو تی تو مرض آسان ہوجاتا ہے۔ دانت کا درد یا آنکھ کا درد بلا ہر کچھ نہیں ہے اس کا دورہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر مبتلائے مرض سے پوچھئے۔ تو وہ کبھی کبھی کہتا ہے کہ "آنکھ پھوٹ جائے تو اچھا ہو کہ درد دفع ہو۔ اسی خیال سے آنکھ پھوٹی پڑ گئی زبان زد خلائق ہے"

بیماریوں کے متعلق تو نہایت آسانی سے سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ بیماریوں کی تکلیف ہر فرد بشر پر یکساں ہے۔ اس کے بعد کھانے پینے کا درجہ ہے۔ یعنی اگر حالت صحت ہو تو کھانے کا مزا سب پر یاں ہے۔ اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے۔ ع

برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر

انسان صرف اتنا ہی کھاتا ہے۔ جتنی کہ اس کے معدہ میں گنجائش ہوتی ہے پیٹ بھر کر کھانا ہر شخص کو پہنچتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بہت سے آدمی بھوکوں مرجاتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ بھوک سے مرنے والوں کی تعداد ان لوگوں کی تعداد سے ہرگز کم نہیں ہے جو زیادہ کھانے کی وجہ سے مرض مہلک یا بتدریج امراض مختلف میں مبتلا ہوکر مرتے ہیں۔ اب رہی بحث غذائے لطیف کی۔ اس کی نسبت اتنا سمجھنا کافی ہے۔ کہ جَو کی روٹی اور ساگ میں جو مزا مفلس مزدور پاتے ہیں۔ وہ ہرگز امرا کو اپنے خوان نعمت میں نصیب نہیں ہوتا۔ ایک صورت سمجھنے کی یہ بھی ہے۔ کہ لوگ جسے غذائے لطیف سمجھتے ہیں۔ وہ فی الواقع غذائے کثیف ہے۔ کیونکہ خون صالح اس سے پیدا نہیں ہوتا۔ اور اسی لئے شرع محمدی میں غذا سادہ کھانے کی تاکید ہے۔ غذائے سادہ کی وجہ سے غربا کی صحت بہ نسبت امرا کے اچھی رہتی ہے۔ کیونکہ خون صالح ان کے جسم میں پیدا ہوتا ہے۔ خون غذا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر غذائے سادہ بہتر نہ ہوتی تو بہتر خون پیدا نہ کرتی۔ اغنیا کے گھر میں عمدہ عمدہ میوہ جات لوزیات اور مٹھائیوں کا ڈھیر رہتا ہے۔ لیکن کھانے کھانے کا جی نہیں چاہتا۔ ان کے خدام کھانے کی طمع میں حسرت سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ اور آقا اپنے خدام کی کثرت اشتہا پر رشک کی نگاہ ڈالتا ہے۔ جب ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حالت پر رشک کر رہا ہے۔ تو پھر یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ خدا نے مخدوم کو خادم سے بہتر حالت میں رکھا ہے۔

ایک کے پاس اشرفیوں سے خزانہ بھرا ہوا ہے۔ لیکن خزانہ کی کنجیوں کی حفاظت کرنے کے سوا اور کوئی خواہش یا تمنا اس کے دل میں نہیں ہے۔ اور دوسرے کے پاس گو کوڑی کفن کو نہیں ہے لیکن اس کے دل میں تمام دنیا کی چیزوں کی خواہش موجود ہے۔ جب نعمت دنیا سے دونوں محروم ہیں۔ ایک زردار ہوکر اور دوسرا بے زر ہوکر تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ خدا نے دونوں کو یکساں حالت میں نہیں رکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مالدار بے فکری میں مست ہے اور مفلس تمام خواہشوں کے پیچھے پریشان ہے۔ تو دونوں کی حالتیں یکساں کیونکر ہوئیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ زردار اپنے زر کی حفاظت میں اس سے زیادہ پریشان ہے جتنا کہ مفلس اپنے بے زری کے غم میں متفکر ہے۔ مزدور دن بھر کا تھکا ہوا ملتا ہے۔ سہکہ کر فرش زمین پر یا بوریے کے بستر پر ایسے لطف سے سوتا ہے جو شاہانِ وقت کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تمول کے ساتھ عادت اور عادت کے ساتھ صحت بگڑتی جاتی ہے۔ اول اول پیٹ بھر جانے کی بعد زمین پر سو رہنے سے انسان کو عار نہیں ہوتا لیکن جب ذرا اور تمول آتا ہے تو تخت کی تلاش ہوتی ہے۔ اور چند دنوں کے بعد چارپائی پر ملائم گدے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے

اور آرام طلبی یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ گدے کی روئی کے اندر کوئی دانا رہ گیا تو خلش سے نیند نہیں آتی ۔ یہ سب ٹھیک ہوا تو دوسرا مرض یہ پیدا ہوا کہ تفکرات دنیا اور خرابی صحت جسمانی سے پلک سے پلک نہیں لگتی ۔ عیش و نشاط کے تمام سامان کے ساتھ بھی اختر شماری رات بھر رہتی ہے ۔ اور بستر عیش بستر مرگ سے بدتر رہتا ہے گھر گویا جہنم کا ٹکڑا ہو جاتا ہے ۔ کہ بستر عیش پر کسی پہلو سے چین نہیں ملتا ۔ اور ادھر پانچ روپیہ ماہوار کا پنکھا قلی پنکھے سے چھٹی پاتا نہیں کہ خواب راحت میں سیدھا جنت کو چلا جاتا ہے ۔ اور دوپہر تک ایسی ہی کروٹ سو کر جب آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے تو آقا کو کروٹیں بدلتے ہوئے دیکھ کر آقا کے بستر راحت پر حقارت کی نظر ڈالتا ہے ۔

عبدالملک ابن مروان دنیا کے بڑے بادشاہوں میں ہوا ہے اور میرا خیال تو یہ ہے کہ سوائے اس کے بیٹے ولید کے اور کوئی بادشاہ اس سے بڑا بلحاظ رقبہ اراضی مفوضہ بلحاظ مردم شماری رعایا ۔ بلحاظ سطوت و حکومت اور بلحاظ حکومت با امن نہیں ہوا ہے ۔ تاریخ پڑھنے والوں کو یہ خیال گذرے گا کہ جتنا ہی بڑا یہ بادشاہ تھا ۔ اتنا ہی خدا کا کرم اس پر زائد تر تھا لیکن خود عبدالملک نے اسے جو سمجھا ۔ وہ خود اس کے اس مقولہ سے جو نزع روح سے ذرا قبل اس کے منہ سے نکلا تھا ۔ ظاہر ہوتا ہے ۔ مرض الموت کی آخری حالت میں وہ اپنے محل کے بالائی کمرہ میں مخملی گدے پر پڑا ہوا کروٹیں لے رہا تھا اور تمام ملکوں کے قائم مقام اس کے در دولت پر حاضر تھے ۔ اطبائے حاذق دوائیوں کی شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے وقت کا انتظار کر رہے تھے ۔ اور خدام مہ جبین کروٹیں بدلنے میں مدد دینے کو اشارے کے منتظر دست بستہ کھڑے تھے ۔

اسی حالت میں دفعتہً دریچہ محل سے بادشاہ کی نظر ایک دھوبی پر پڑی ۔ جو محل کے نیچے خندق میں کپڑے دھو رہا تھا ۔ اور تمازت آفتاب سے اس کے برہنہ جسم کی کھال گویا مدبوغ ہو رہی تھی اسے دیکھ کر بے اختیار بادشاہ کے منہ سے نکلا کہ " یہ دھوبی مجھ سے کہیں اچھی حالت میں ہے "

سامان عیش و نعم کے علاوہ حکومت بھی ایک شے ہے ۔ جو اکثر انسان کو مرغوب ہوتی ہے ۔ یہ حکومت ایک خیالی چیز ہے ۔ توسیع دولت کی طرح توسیع حکومت کا خیال بھی بڑھتا ہی جاتا ہے ۔ کسی گاؤں میں کوئی شخص چوکیدار مقرر ہو جاتا ہے ۔ تو چند ہفتہ تک باوجود تکلیف شب بیداری وہ اپنے آپ کو غیر معمولی درجہ انسانی میں سمجھتا ہے ۔ لیکن پھر عہدہ کانسٹیبلی کی فکر میں عہدہ چوکیداری اس پر وبال جان ہو جاتا ہے ۔ کوئی شخص بھی اپنی موجودہ وسعت حکومت سے سیر نہیں ہوتا ۔ مرتے دم تک ہر ایک وسعت اختیارات کے تدابیر اور تفکرات میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے ۔ اور بالآخر نزع روح کے وقت سمجھتا ہے ۔ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

یہ حالت ملازموں تک محدود نہیں ہوتی ۔ شاہ با شہنشاہ جو کسی کا ملازم نہیں ہوتا وہ بھی اپنی ہوا و ہوس کا ملازم ہوتا ہے ۔ ہمیشہ اسے خیال رہتا ہے کہ اس کے حدود پادشاہی کی وسعت ذرا اور بڑھ جائے تو اچھا شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے اسے یوں ادا کیا ہے

ہفت اقلیم ار بگیرد پادشاہ\
ہمچناں در بند اقلیم دگر

نفس انسانی کبھی غنی نہیں ہوتا ۔ اور اس طرح خوشی

جو قناعت کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اور پھر ملک الموت اسے دنیا کی فرضی نعمتوں سے اس طرح اٹھا لے جاتا ہے۔ جس طرح دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دی جائے۔ مرنے والا کوئی شئے بجز اپنے اعمال کے ساتھ نہیں لے جاتا۔ ع

سکندر جب چلا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے

اس وقت موجودہ جنگ زمانہ ہر سمجھدار کے لئے باعث عبرت ہے۔ شہنشاہ جرمنی کو حکومت اور دولت کی کیا کمی تھی؟ تمام عیش کے سامان غیروں کے خیال کے مطابق اس کے پاس موجود تھے۔ لیکن جنگ چھڑ جانے سے معلوم ہوا۔ کہ ایک مدت سے ہوس ملک گیری کی آگ اس کا دل جلا رہی تھی۔ اور اس نے تمام اخلاقی خوبیوں کو پس پشت پھینک کر انسان کے قربانیوں اور ملک کی بربادیوں پکر باندھی۔ اب سانپ نے گویا چھچھوندر نگل لیا ہے۔ کہ نہ اسے اگلنا اور نہ نگل جانا۔ قیصر سے لڑائی بن پڑتی ہے۔ اور نہ صلح بن پڑتی ہے۔ میرے خیال میں ملک جرمنی میں اس وقت شہنشاہ جرمنی سے زائد تر ناشاد دل کسی کے پاس نہ ہوگا۔

یہاں پر یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے۔ کہ خدا کا خاص فضل جو خاص بندوں پر ہوا ہے۔ یا ہوتا رہتا ہے اس سے یہاں انکار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً خدا نے کسی کو اپنا رسول بنایا یا کسی کو غوث ابدال۔ قطب۔ امام وقت کا درجہ دے دیا۔ ایک کو اس نے جہاندار کیا۔ اور دوسرے کو سپہ سالار کیا۔ ان خصوصیات کی وجہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ جن کو خدا نے ایسا نہیں بنایا اُن پر وہ نامہربان ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ امور انتظامی ہیں۔ دنیا کا انتظام درست رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو درجے عطا کرتا ہے۔

مثال کے طور پر اتنا بیان کر دینا کافی ہے۔ کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق سب سے بڑا درجہ آنحضرت رسول عربیؐ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ لیکن دنیا میں آنحضرت کو راحت بہت کم نصیب ہوئی۔ آنحضرت کی سوانح عمری پر نظر ڈالئے۔ تو جو تکالیف آنحضرت کو اٹھانا پڑی وہ آنحضرت کے ہمعصروں میں کسی کو اٹھانا نہ پڑے۔ شروع سے چلئے یتیمی، او ربیکسی کے مرحلے۔ نزول وحی کی تکالیف جسمانی اور روحانی، کفار و مرتبے انطالم، تکالیف جلاوطنی، تکالیف فاقہ کشی اپنے ساتھیوں کی ہمدردی۔ احکام الٰہی کا بار، جنگ کے تفکرات، جہانداری کے ترددات، امت کی فکر اور انجام فرائض کے خیالات یہ تو ظاہری باتیں ہیں۔ تخیلات باطنی ان کے علاوہ ہیں۔ سچ ہے۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا دار محن ہے۔ اس میں گو خوشی کی ساعت کم اور غم کی گھڑیاں زیادہ ہیں۔ لیکن دونو بے ثبات ہیں۔ راحت و غم میں ہر انسان کا حصہ برابر ہے۔ خدا کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہے۔ وہ حکیم مطلق ہے۔ دنیا کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ خدا نے کس مصلحت سے کام کیا۔ لیکن اتنا عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا جو کچھ کرتا ہے مصلحت سے کرتا ہے۔ یہ امر قرآن میں بھی جابجا تعلیم کیا گیا ہے۔ حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی اسی غرض سے قرآن مجید میں آیا ہے۔ سورۂ کہف کا نواں اور دسواں رکوع دیکھئے۔ اور کیسا ہی خلاف مزاج امر سامنے آئے۔ رنجیدہ نہ ہو جئے۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ لو رہا اور کہئے کہ مصائب دنیا سے دل کو محفوظ رکھنے کی کوئی سپر ہے تو وہ مسئلہ رضا و تسلیم ہے۔ (ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی)

معارف القرآن

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

خدا کی قدرت

بعض وقت ہم قرآن مجید کی عبارت اور الفاظ پر غور نہیں کرتے اور سچ تو یہ ہے کہ اکثر نہیں کرتے۔ یوں ہی پڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر مطالب قرآنی سے بے خبر رہتے ہیں۔ گو یوں ہی قرآن یا کتاب خدا کا پڑھنا ایک برکت ہے۔ مگر چونکہ اس کے الفاظ اور الفاظ کے معانی اور اغراض اور اغراض کی حقیقت کے فلسفے پر غور کرنے کے عادی نہیں ان کی طبائع پر جو اثر ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔

ع آنکہ آگاہ شد آگاہ شد

قرآن کا پڑھنا ثواب اور ایک برکت ہے۔ مگر سوچ کر پڑھنا اس سے بھی زیادہ موجب برکات ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدائے کریم قادر ہے اور قادر مطلق قدیر ہے۔ اس کی قدرت سے کوئی شے اور کوئی سلسلہ باہر نہیں ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب کچھ خدا کی قدرتوں کا ایک دلاویز نمونہ ہے اور جو کچھ ان کے درمیان رکھ چھوڑا یا بھر چھوڑا ہے وہ کیفیات اور جو اسرار ہیں اس کی حکمتوں کا ثبوت اور دلیل ہے۔ سلطان دنیا کے منسان بھی اگر دیکھتے ہوں تو اس کی ظاہری اور مخفی قدرتوں اور حکمتوں کا احاطہ اور شمار نہیں کر سکتے جب اس کی ذات ادراک کنہ ہی سے مکمل سے باہر اور ماورائے ہے تو اس کی حکمتوں اور اس کے کاموں کا کون شمار کر سکتا اور اندازہ لگا سکتا ہے۔

قادر اور قدیر کے صرف یہی معنی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے یا جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ تو تصرفات اور اختیارات کی جستجو ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کر بھی سکتا ہے۔ قدیر اور قادر کا ایک اعلیٰ اور لطیف مفہوم اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے ایک انداز اور ایک پیمانہ سے کرتا ہے۔ یونہی اندھا دھند نہیں کرتا۔ قادر اور قدیر کی یہ ایک بڑی شان اور بڑی حقیقت ہے۔ ایک کاریگر بے شک ایک چیز کے بنانے اور جوڑنے پر قادر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عظمت اور علو شان ایسی نہیں ہے کہ اس کی ایسی ساخت اور ایسا جوڑ میل ایک بے نقص انداز بے عیب سلیقہ اور دلاویز پیمانہ نشست بھی کر سکتا ہے۔ ہر گھڑی ساز گھڑی بنا سکتا ہے لیکن تعریف اس کی کی جاوے گی۔ جو انداز اور پیمانہ میں بھی یکتا اور استاد ہو۔ خدا کی ساختوں اور مخلوق میں قدرت کے ساتھ ایک دلآویز بے عیب انداز نشست۔ پیمانہ اور خوبی بھی ہے۔ انداز اور پیمانہ و خوبی سے یہ مراد ہے یا اس کا امتحان یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اس ساخت کے کسی جوڑ کو الٹ دیا جائے یا نمبر ۱ کی جگہ نمبر ۲ رکھ دیا جاوے۔ تو جو غرض اس کی ہو وہ جاتی رہے اور خرابی پیدا ہو جاوے۔ آؤ ہم خدائی ساختوں اور خدائی کاریگریوں کو دیکھیں۔

ہم تو ایک ساخت اور ایک کاریگری بھی ایسی نہیں پاتے جو ایسی ہو۔ غور کرنے سے اُن کی حقیقت کا علم ہو سکتا ہے۔ خود انسان ہی کو دیکھو جو سب سے بڑی کاریگری اور ساخت ہے۔ اس کا ایک عضو اور ایک بند بھی اپنی جگہ سے ہٹایا جاوے تو

ساری گل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ بجائے دو آنکھوں کے ایک آنکھ اور بجائے دو کانوں کے ایک کان اور بجائے ایک منہ کے دو منہ اور بجائے ایک زبان کے دو زبانیں منہ میں رکھ کر دیکھو تو کچھ اور ہی بے ڈھنگا سا نقشہ بن جا دے گا۔

دانتوں میں جب کوئی چیز اٹک جاتی ہے۔ تو انسان کی طبیعت میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ نکل نہ لے۔ تب تک آرام نہیں ملتا۔ جب دانت نکل جاتے ہیں۔ تو انسان کا منہ بیچ بیچ چڑیا کا گھونسلا بن جاتا ہے۔ شکل کچھ اور ہی بن جاتی ہے۔ بیشک مصنوعی دانت بھی لگائے جاتے ہیں۔ لیکن اصلی دانتوں سے انہیں کیا نسبت۔ انگوٹھے کی جگہ خنصر اور خنصر لگا کر دیکھو تو ہاتھ کی صرف اس تبدیلی سے وہ ہیئت اور وہ زور ہی نہیں رہتا۔ جو قدرت کی ساخت میں ہے۔ اگر دایاں پاؤں بائیں پاؤں سے بدل دیا جائے تو انسان چل ہی نہ سکے۔ اور اگر چل بھی سکے تو کسی قدر مشکل سے۔ ایک انتڑی جب دوسری انتڑی پر چڑھ جاتی ہے تو انسان کی جان عذاب میں آ جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ ذات صمدی کیسی قدیر اور کیسی کاریگر ہے۔ اور اس کی ہر ایک ساخت کیا کیا انداز اور کیا کیا حکمت اور خوبی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کی قدرت صرف اشکال اور ہیئات ہی سے منضبط اور وابستہ نہیں بلکہ دیگر اشیاء اور دیگر امور سے بھی ساری مخلوق اور ساری کائنات کی قسمتیں اور نصیبے اس کے انداز کے تابع ہیں ہر ایک کی عمر اور حالت کا نقشہ اس کے قدیر ہاتھوں سے بنایا جاتا ہے اور وہی حدود اس کی مقرر کرتا یا ٹھہراتا ہے۔ اس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بلند ہے اور سب سے اعلیٰ۔ جب وہ فرماتا ہے کہ میں سب پر قادر ہوں" "میں قادر مطلق ہوں" "میں قدیر ہوں" "میں حکیم ہوں" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں مختار کل ہونے کے ساتھ ہی حکیم ہوں اور رمز شناس بھی ہوں۔ میرا ہاتھ ایک قطعی اندازہ اور میرا قلم ایک دلآویز پیمانہ ہے۔ یہ اندازہ اور یہ قلم کبھی خطا نہیں کرتا۔ اور کبھی حقیقی رنگ میں اس پر نکتہ چینی اور حرف گیری نہیں ہو سکتی۔ جو اس پر نکتہ چینی کرتا ہے وہ فریب زدہ اور باطل پرست ہے۔ ذرا آنکھیں کھول کر اس قدیر عدیم النظیر کی حکمتیں، انداز خوبیاں اور حقیقتیں تو دیکھو۔ ایک ایک ذرہ، ایک ایک پتہ ایک ایک جڑی بوٹی اور ایک ایک عضو انسانی و حیوانی زبان حال سے شاہد ہے کہ ہر بات میں وہ کمال اور وہ علو رکھا گیا ہے۔ اب تک ہماری نظروں سے ایک بڑی حد تک مخفی اور اوجھل ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں اور بار بار اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہم پر وہ باتیں اور وہ اسرار کھلتے ہیں۔ کہ جن سے ہماری دانش و فراست حیران و سرگرداں رہ جاتی ہے۔ ایک پتے کی ساخت اور بناوٹ ہی ہمیں حیران کر دیتی ہے اپنی ذات پر غور کرنا تو ایک بڑی بات ہے۔ یہ پتا ہی حکمتوں کا ایک دفتر شہادتوں کی ایک عالی شہادت ہے۔ جب ہم اس رنگ میں قدیر اور قدر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہم اپنی اصطلاح میں صانع ان اور رمز شناس قدرت کا مطبوع لقب پاتے ہیں۔ اور سامان قدرت پر غور کرنے سے ہم پر کھل جاتا ہے۔ کہ وہ ذات ہی جو خود کو قدیر کہتی ہے۔ درحقیقی الواقعہ قدیر ہے کس رنگ میں اور کس علو شان سے قدیر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ میاں بار بار خود کو قدیر کہتا ہے۔ کبھی سمجھا بھی کہ اس کی قدرت کیا مفہوم اور کیا مطلب رکھتی ہے۔ اس کے اختیارات ہر ایک قسم کے اختیار سے کامل، اعلیٰ اور اٹل ہیں لیکن وہ کیسا مختار ہے۔ کیسا قادر ہے کیسا قدیر ہے۔ جو ریت کے ذروں سے بھی زیادہ تر اپنی ہر ایک خلقت کے ساتھ حکمت اور دانائی انداز اور پیمانہ خوبی اور فراست رکھتا ہے۔ قرآن مجید کو بار بار پڑھو اور سوچو کہ اس کی قدرت کیسی وسیع اور کیسی جامع ہے۔

مُراسلت

فرزندانِ قریش سے خطاب

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

میرا روئے سخن اُن نام نہاد اور جدید الشیوع قریشیوں کی طرف نہیں۔ جن کی قریشیت انیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہے۔ بلکہ میں ان صحیح النسب قریشیوں کو مخاطب کرتا ہوں۔ جن کے بزرگ اٹھارہویں صدی میں بھی قریشی تسلیم کئے جاتے تھے۔

پنجاب میں ایکٹ انتقال اراضی ۱۹۰۰ء میں نافذ ہوا۔ اس سے پہلے اس صوبہ میں زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جو قومیں زراعت پیشہ قرار دی گئیں۔ اُن میں سیّد اور قریشی بھی تھے۔ لیکن جن قوموں کو غیر زراعت پیشہ قرار دیا گیا۔ ان میں بہت سی شیخ اور پست قومیں شامل تھیں۔ جن کے بعض افراد نے تہذیب جدیدہ اور تعلیم مروجہ سے بہرہ ور ہونے کے بعد نسبی ترقی شروع کر دی۔ زراعت پیشہ بننے اور قانون اراضی سے ناجائز مفاد اٹھانے کی غرض سے یہ لوگ زراعت پیشہ اقوام کا جائزہ لینے لگے۔ تمام قومیں منظم ہو چکی تھیں۔ صرف سیّد اور قریشی ہی ان کو غیر منظم نظر آئے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے خود سیّد یا قریشی کہلانا شروع کیا۔ بعد میں اپنی برادریوں کے تمام افراد سمیت قریشیت کی مصنوعی قبا اوڑھ لی۔ اور بے سُرا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ کہ "ہم ہی اصلی قریشی ہیں باقی سب مخلوط"

میں اس مرحلہ پر کسی خاص قوم کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ بہت سی قومیں ایسی ہیں جو چند سال سے قریشی کہلانے لگی ہیں۔ اور اس سے پہلے خود ان کو اپنی قریشیت کا علم نہیں تھا۔ اس قریشی ازم کا اثر یہ ہوا ہے۔ کہ صحیح النسب قریشیوں کا نسب خطرے میں ہے۔ رائج الوقت قانون کے مطابق قومیت تبدیل کرنا جرم نہیں۔ اور نہ اس کیلئے کوئی سزا مقرر ہے۔ بلکہ ہر شخص جو چاہے کہلائے کوئی باز پرس نہیں کی جاتی۔

لیکن مصنوعی قریشیوں کی تگ و دو پر کڑھنا اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق خود کچھ نہ کرنا آپ کا شیوہ ہو چکا ہے۔ کاش آپ میں تنظیم و شیرازہ بندی کا احساس ہوتا۔ اور آپ اتنے مضبوط ہوتے کہ دوسروں کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ جو قومیں زندہ رہنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔ ان کو زمانہ کبھی زندہ رہنے نہیں دیتا۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اس وقت جبکہ قوم قریش پر ادبار و نکبت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ امرتسر کے آسمان پر ایک دھندلا سا ستارہ نظر آ رہا ہے۔ اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ ستارہ ترقی کرتے کرتے آفتاب بن جائے گا اور اپنی بے مثال روشنی سے چشم دنیا کو خیرہ کر دیگا۔ وہ ستارہ کیا ہے۔ رسالہ "القریش"

مولوی محمد علی صاحب رونق صدیقی کو خدا عمر خضر عطا کرے۔ جنہوں نے آج سے ربع صدی پیشتر امرتسر سے رسالہ

"القریش" جاری کیا۔ اور قوم قریش کو تنظیم و شیرازہ بندی کی دعوت دی۔ کئی سال کی مسلسل اور شبانہ روز مساعی سے وہ اس قابل ہو گئے کہ سنہ ۱۹۳۰ء میں امرتسر میں قوم کا ایک نمائندہ جلسہ منعقد کریں۔ چنانچہ ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قوم کے خادم اکٹھے ہوئے۔ ندوۃ القریش کے نام سے ایک مرکزی جماعت قائم کی گئی۔ اور ذوق صاحب کو محسن القوم کا خطاب دیا گیا۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۸ء میں فاضلکا کے مقام پر دوسرا اجتماع ہوا۔ جس کی کامیابی کا سہرا بھی ذوق صاحب ہی کے سر رہا۔

اس وقت ندوۃ القریش کی بہت سی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس عرصے میں ندوۃ القریش نے کافی کام کیا۔ بعض اضلاع میں قریشیوں کو حق زراعت دلایا ہے۔ اور بعض اصحاب کو محض ندوۃ القریش کی امداد سے مقدمات میں کامیابی حاصل ہوئی ہے

لیکن اس سب کچھ ہونے کے باوجود نہ تو ندوۃ القریش کے ارکان کی تعداد اتنی زیادہ بڑھی ہے۔ کہ جس پر فخر کیا جا سکے۔ اور نہ ہی رسالہ القریش کے خریداروں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا ہے۔ جس سے یہ ہفتہ وار ہو سکے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ جمود و سکوت کو ترک کرکے قوم کی اس واحد نمائندہ آواز کو مضبوط بنایا جائے جب تک ہماری اپنی آواز زوردار نہ ہوگی۔ ہم دوسری آوازوں کو دبا نہیں سکتے۔ ہماری آواز اتنی بلند ہونی چاہیئے۔ کہ تمام دوسری آوازیں دب جائیں۔ اور نقارخانے میں طوطیوں کی آواز کی طرح سنائی نہ دیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ہمیں کہنا تھا جو کچھ کہہ چکے اب دیکھنا یہ ہے
کہ ہوتا ہے ہماری آہِ سوزاں کا اثر کب تک

اِنتباہ

اے دوست دل میں گرد کدورت نہ چاہیئے — اچھے تو کیا بُروں سے بھی نفرت نہ چاہیئے
کہتا ہے کون پھول سے رغبت نہ چاہیئے — کانٹوں سے بھی مگر تجھے وحشت نہ چاہیئے
کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو سبزہ زار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیمِ بہار کا
یہ خشک جھاڑیاں جو پریشاں ہیں جا بجا — پھولوں کے خاندان سے ہیں دیکھتا ہے کیا
ٹھکرا کے برگِ خشک کو چلنا نہیں روا — اس ابتلا میں دیکھ جھلکتی ہے انتہا
گل اس ورق پہ رنگ چھڑک کر گلاب کا
خاکِ چمن نے روپ بھرا تھا گلاب کا

جوش

تذکرۃ السلف

سلطان صلاح الدین ایوبی مصر و شام کے وسیع اور زرخیز سلطنتوں کا مالک تھا۔ لیکن جب اس مجاہد حق کا انتقال ہوا تو اس کے خزانے سے صرف ۴۷ درہم ناصری اور ایک دینار نکلا۔ اس نے اسلام پر اور مسلمانوں پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ وہ مشرق کا بادشاہ تھا۔ مگر اس نے کفن اور دفن تک کیلئے کچھ نہ رکھا۔ اور جس کے کفن و دفن کا انتظام دمشق کے نامور عالم قاضی فاضل نے کیا تھا۔ یہی صلاح الدین ایوبی جب ۵۸۹ھ ہجری میں انتہائی مالی دشواریوں میں مبتلا تھا تو اسے اپنے بھائی ملک عادل سے پانچ لاکھ دینار طلب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ملک عادل نے اس قسم کے معاوضہ میں جب سلطان صلاح الدین سے حلب طلب کیا تو سلطان نے کہا کہ میں خدا کی زمین کا امانتدار ہوں نہ میں اسے خرید سکتا ہوں نہ بیچ سکتا ہوں۔ یہ غریب باشندوں کی امانت ہے۔ جو خدا نے مجھے سپرد کی ہے۔ ہم اور تم دونوں رعایا کے خزانچی ہیں۔ ان کے مال کے نگہبان ہیں پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ہم امانت میں خیانت کریں۔

محمد بن تغلق کا دربار آراستہ تھا، خوشامدی امراء کہہ رہے تھے کہ عدل و انصاف میں کوئی بادشاہ آپ کا ثانی نہیں ہے۔ آپ صحیح معنوں میں عادل ہیں۔ محمد تغلق نے کہا کہ میں اپنے آپ کو اس وقت عادل سمجھوں گا۔ جب حضرت شیخ شہاب الدین رح میرے عادل ہونے کا فتویٰ دے دیں۔ شیخ شہاب الدین رح ایک نامور اور خدا رسیدہ بزرگ ہوئے ہیں۔ جب ان کو فتویٰ دینے کیلئے کہا گیا۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت شیخ سے کہا کہ آپ انکار کر کے مصیبت کو دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا کا کوئی سچا بندہ دن کو رات ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا۔ بادشاہ نے جب سنا۔ تو اس کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی فوراً حکم دے دیا کہ قلعہ سے گرا کر اس خود سر فقیر کا خاتمہ کر دو۔ چنانچہ انتہائی بے دردی کے ساتھ حضرت کو شہید کیا گیا۔ حضرت نے جان قربان کر دی۔ مگر حق سے منہ نہ موڑا۔ کیا آجکل کی دنیا ایسے ایثار پیشہ مسلمان پیش کر سکتی ہے؟

خلیفہ ولید ۹۱ھ ہجری میں حج کے بعد مدینہ منورہ گئے خلیفہ نے مسجد میں جانے کا ارادہ کیا۔ حکم ہوا۔ کہ سب لوگ مسجد سے باہر چلے جائیں۔ لیکن سعید بن مسیب جو ایک مشہور بزرگ تھے۔ باوجود پہرہ داروں کے بیٹھے رہے اور آپ نے فرمایا کہ یہ خلیفہ عجیب ہے۔ جو خانۂ خدا پر بھی حکومت کرنا چاہتا ہے۔ جب خلیفہ مسجد کے دروازہ پر پہنچے۔ تو لوگوں نے حضرت سعید بن مسیب سے کہا۔ کہ خلیفہ آتے ہیں ادب کیلئے اور سلام کیلئے کھڑے ہو جایئے آپ نے جواب دیا۔ خانۂ خدا میں دو کو سلام نہیں کر سکتا۔ مسجد میں آنے کے بعد شاہ و گدا سب برابر ہیں۔ اگر خلیفہ مسجد میں آنا چاہتا ہے۔ تو اسے بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہیئے۔ خلیفہ کی نظر جب حضرت سعید پر پڑی تو پوچھا کہ کون ہیں۔ حضرت سعید نے کہا کہ ایک خدا کا بندہ جو تم کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرح حکومت کرو۔ فرعون

ا۔ نمرود کی سنت چھوڑ دو۔ یہ تھی گذشتہ دور کے مسلمانوں کی جرأت کیا اس دور میں کوئی ایسا مسلمان موجود ہے ؟

ابراہیم بن میمون نے دوسری صدی ہجری میں حق گوئی پر جس طرح جان دی ہے۔ وہ مسلمانوں کی جرأت کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے۔ جب ابو مسلم خراسانی اپنی عیاریوں سے بنو امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ چکا تھا۔ اور بنی امیہ کے خاندان کو تہ تیغ کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیم بن میمون ابو مسلم کی ان ظالمانہ حرکتوں کو نہ دیکھ سکے آپ ابو مسلم کے پاس گئے اور اس سے کہا ظلم سے باز آ۔ کل خدا کو منہ دکھانا ہے۔ ابو مسلم نے آپ کو قید کر لیا۔ جب فقہا کو حضرت ابراہیم بن میمون کی گرفتاری کا علم ہوا۔ تو سب متحد ہو کر ابو مسلم کے پاس گئے۔ اور آپ کو رہا کرا کر لائے۔ مگر ابراہیم بن میمون اپنی حق گوئی سے کب باز آنیوالے تھے۔ آپ نے دوبارہ ابو مسلم خراسانی کو پیام دیا کہ اگر تو ظلم سے باز نہ آئے گا۔ تو عتاب الٰہی تجھ پر نازل ہوگا۔ ابو مسلم نے اس پیام کو سننے کے بعد حضرت ابراہیم بن میمون کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور حق گوئی کے جرم میں آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ یہ تھے پرستاران حق اور یہ تھے سچے مسلمان۔

موجودہ کفر پرستی کے دور میں ضرورت ہے ایسے ایثار پیشہ اور سچے مسلمانوں کی اگر آج بھی ایسے حریت پرست مسلمان موجود ہوں تو اسلام اسی عروج پر ایک مرتبہ پھر نظر آسکتا ہے مگر افسوس کہ مسلمان نہیں ملتا۔ مسلمانوں کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی سیرت نابود ہوچکی ہے ◆

مجروح خال وخط

تلملاتی مچھلیوں کی شوخیوں سے جسطرح سطح پر تالاب کے پڑتے ہیں حلقے بار بار

یونہیں دل کی جنبشِ پیہم کے ہاتھوں ہر نفس میرے خال وخط میں رہتی ہے تمنا بیقرار

تم کو یہ شکوہ کہ تو کرتا ہے افشا رازِ عشق

مجھ کو یہ رونا کہ ہوتا کاش دل پر اختیار

(جوش ملیح آبادی)

لالائی حکومت

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

رکھتی تھی مسلمان سے جو دل میں کدورت
صد شکر ہوئی ختم وہ لالائی حکومت

اُس کی تھی یہ اسکیم کہ اُردو کے بجائے
ہندی میں کریں اہل وطن خط و کتابت

بُت پُوجنے والوں میں مسلمان ہوں مدغم
خود ان کی نہ ہو کوئی نمائندہ جماعت

اُٹھیں نہ کبھی سوئے حرم ان کی نگاہیں
اور مُورتی درشن ہی کو سمجھیں یہ عبادت

حق کیلئے مرنے کا نہ جذبہ رہے ان میں
بے چون و چرا کرلیں یہ باطل کی اطاعت

مفقود ہو قربانی و ایثار کا جذبہ
منسوخ ہو پابندئ احکامِ شریعت

جو لوگ یہ برداشت نہ کر سکتے ہوں اُن کو
مجبورئ حالات سے کرنی پڑے ہجرت

یا ان کو دیا جائے اچھوتوں کا سا درجہ
دیکھا کریں ہندو انہیں با چشمِ حقارت

تنظیم نہ تا حشر ہو پھر اس کی کسی سے
اس طرح پریشان ہو شیرازۂ ملّت

یہ مسئلہ اُس وقت سے تھا ان کی نظر میں
ہاتھ آیا تھا جب ان کے قلمدانِ وزارت

صد شکر کہ ناکام ہوئے ان کے ارادے
منظور نہ کی مردِ مسلماں نے یہ صُورت

بولا وہ کہ حاکم رہے انگریز کہ ہندو
برداشت نہیں کرتی کسی کو میری غیرت

ہندو کا رہے جس میں مسلمان پہ غلبہ
چل سکتا نہیں ہند میں وہ طرزِ حکومت

البتہ میرے واسطے وہ دَور ہے موزوں
قائم ہو اگر رسمِ مساوات و اخوّت

مسلک ہے ازل سے میرا آزادئ عالم
دشوار ہے میرے لئے قیدِ وطنیت

ہر ایک کا درجہ میری نظروں میں ہی یکساں
ایران ہو بغداد ہو پیرس ہو کہ تبّت

یہ مفتئ گمراہ سے کہدو کہ وہ سُن لے
جب مذہب اسلام میں مضمر ہے سیاست

پھر کس لئے جُھکتا ہے تُو اغیار کے در پر
دیتا نہیں میدان میں کیوں دادِ شجاعت

کیوں تیرے عقائد میں اہنسا ہوئی شامل
مردانِ مجاہد سے ہے کیوں تجھ کو عداوت

اے کاش تُو باطل کی پرستش کو کرے ترک
اور تجھ میں ہو حق بات کے اظہار کی جراُت

دُنیا میں تو حاصل ہو تجھے رتبۂ اعلیٰ
عقبیٰ میں ہو محبوب محمدؐ کی شفاعت

مقامی

بندوبست ضلع امرتسر

۳۰ نومبر کو ضلع امرتسر کا بندوبست ختم ہوگیا۔ مہتمم بندوبست اور ان کا عملہ واپس چلا گیا۔ مالیہ کی تشخیص ہو چکی جو حکومت کے فیصلہ کے مطابق پانچ سال بعد عمل میں آئے گی۔ شہر امرتسر میں ملحقہ نو آبادیات پر معاملہ برابر بڑھتا رہیگا۔ افسران بندوبست حسن سلوک، رواداری اور شرافت سے اپنا فرض انجام دیتے رہے۔ جس کے لئے عوام ان کے مداح ہیں۔ ہنوز یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ معاملہ میں کس شرح سے کمی یا بیشی ہوگی

مقامی پولیس

رانا جہانداد خاں انسپکٹر پولیس کی زیر نگرانی سٹی پولیس اپنے فرائض بطریق احسن انجام دے رہی ہے۔ شہر خصوصاً نو آبادیات میں قمار بازی اور مختلف النوع سے شرفا کی زندگی نہایت تلخ تھی لیکن صاحب پولیس کی توجہ سے یہ دبا بہت کم ہوگئی ہے۔ اگر رانا صاحب موصوف اور سب انسپکٹر صاحبان علاقہ اسی سرگرمی اور توجہات خصوصی سے کام لیتے رہے تو ان شرانگیزیوں کا کما حقہ سدِ باب ہو جائے گا۔

شیخ محمد اصغر انسپکٹر وسی آئی ڈی بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنے حسن تدبر سے اہم مراحل نہایت آسانی کے ساتھ طے کر لینے میں بہرہ وافر رکھتے ہیں۔

رانا صاحب اور شیخ صاحب دونوں افسران مردم شناس خلیق اور مدبر واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے شرفا آپ کے مداح ہیں۔ امید ہے کہ اہالیان امرتسر کو دیر تک آپ کی انتظامی قابلیتوں سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے گا۔

بلدیہ امرتسر

سٹر رانا دلاں جیلانی افسر بلدیہ امرتسر میعاد ملازمت ختم ہونے کے وجہ سے دسمبر میں سبکدوش ہونے والے تھے۔ لیکن ان کی شرافت اور فرض شناسی کی وجہ سے بلدیہ نے انہیں پانچ سال کے لئے مزید مہلت دیدی ہے۔ جس کیلئے ارکان کمیٹی قابل تبریک ہیں۔

خواجہ احمد غلام صادق اگزیکٹو افسر کی میعاد انتخاب بھی انہی ایام میں ختم ہوتی ہے۔ آپ چونکہ ہندو مسلمانوں میں ہر دلعزیز ہیں۔ اس لئے بلدیہ کے گذشتہ اجلاس نے جدید انتخاب میں آپ ہی کو منتخب کر لیا ہے۔

گزٹ ہونے کے بعد بلدیہ کے باقاعدہ صدر شیخ احمد صادق رئیس اعظم آنریری مجسٹریٹ ہوں گے۔ گذشتہ دنوں غازی عبدالرحمن کے مقابلہ میں آپ صدر بلدیہ منتخب ہوگئے تھے۔

مولوی سراج الدین پال وکیل ایک مرنجان مرنج اور حساس مسلمان واقع ہوئے ہیں۔ حکومت نے آپ کو بلدیہ کا نامزد ممبر کر دیا ہے۔ یہ انتخاب ہر لحاظ سے لائق تعریف ہے۔ خداوند کریم ہر چہار حضرات کو اپنے فرائض بطریق احسن انجام دینے کی توفیق دے۔

سررشتہ تعلیم۔ قریشی محمد یوسف بی۔ اے بی۔ٹی سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور سے تبدیل ہو کر بحیثیت اے۔ ڈی۔ آئی تحصیل اجنالہ میں متعین ہوئے ہیں۔ اس ترقی پر ہم قریشی صاحب کو بشوق مبارکباد دیتے ہیں۔

خطوط و مراسلت

تذکرۂ برادری

۱۔ حافظ نور احمد صاحب خیرپوری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "اس علاقہ میں دورہ کی ضرورت ہے۔ یہاں سندھی زبان استعمال ہوتی ہے۔ مخصوص طبقہ کے سوا اصلاحی امور سے دلچسپی بھی ایسی نہیں لیکن ایسے مردہ بھی نہیں۔ تھوڑی سی جنبش سے حرکت میں آسکتے ہیں۔ بہت سا کام ہوچکا ہے۔ اکثر تقریبوں میں القریش کی تحریکات، اور ندوۃ القریش " کی کارگذاریوں کا ذکر آتا رہتا ہے زمانہ دو ڈر ہے بہت تنگ ور دو کا ہے، اگر آپ کی تھوڑی تکلیف سے اس علاقہ میں اصلاحی جماعت کا قیام عمل میں آجائے۔ اور تقدین قوم پر آپ یہ بار ڈال دیں۔ تو وہ خوب سنبھال لیں گے۔ میری حمایت و امداد آپ کے ساتھ ہوگی۔ القریش بصیغہ وی پی ذیل کے پتہ پر ارسال کردیں۔"

آپ کے نیک مشورہ کا شکریہ! موسم بہار میں انشاء اللہ تعالیٰ تعمیل کی کوشش کروں گا۔ قوم کے مفاد کے پیش نظر اپنی مساعی جاری رکھیں۔ "ہمت مرداں مدد خدا"

۲۔ مکرم و محترم خان بہادر سردار علی محمد خان صاحب عباسی رئیس۔ ایس پی، او، بی، آئی۔ سکے پی، ایم ریٹائرڈ کماڈنگ قابل فخر شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ پہلو میں دردمند دل رکھتے ہیں۔ اسلام سے گہرا شغف ہے۔ انجمن عباسیہ کے رکن رکین اور القریش کے معاون و مربی ہیں۔ آپ اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش کی اسلامی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ قوم قریش کے مردہ احساسات میں بیداری اور حیات جاوید پیدا کرنے میں آپ نے جو کام کئے ہیں برادری میں وہ نہایت عزت و قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ خدا آپ کو خوش و خورم رکھے اور بیش از پیش توفیق عطا کرے۔ القریش کا وی پی وصول کرلیا ہے۔ تین روپے کا منی آرڈر علاوہ ازیں ارسال ہو رہا ہے۔"

(اس قدر افزائی کے لئے ہدیہ تشکر قبول فرمائیے۔ ادارہ)

دعائے صحت

۔۔ عاشق بہادر صاحب موصوف کے گرامی نامہ سے یہ معلوم کرکے تشویش ہوئی۔ کہ فخر قوم مکرمی سردار محمد اکرم صاحب عباسی رئیس اعظم اور سردار فضل داد خاں صاحب جاگیردار چیانی کی طبیعت ناساز ہے۔ موصوف کی ناظرین القریش سے خواہش ہے۔ کہ سردار صاحبان کی صحت عاجلہ و کاملہ کیلئے بارگاہِ رب العزت سے بخشوع دعا کی جائے امید ہے کہ قارئین کرام اپنے معزز بھائیوں کے صحت کیلئے بخلوص دل دعا کرکے عنداللہ ماجور ہونگے۔ ہم بصدق دل داعی ہیں۔ کہ شافع مطلق محترم سردار صاحبان کو صحت کامل عطا کرے۔ آمین!

مالی اعانت

" القریش " کے محسن و مربی (اظہار نام کی اجازت نہیں) معاون ۱۴۴ پیشتر ازیں بڑی بڑی رقوم سے امداد فرما چکے ہیں۔ آپ نام و نمود اور شہرت کے بھوکے نہیں۔ اس لئے ہمیشہ یہی تاکید ہوئی۔ کہ نام کا اظہار نہ ہو۔ بارہا چاہا۔ کہ ایسے ہمدرد قوم،

فیاض و ایثار نفس معاون سے ناظرین کو "تعارفات" میں متعارف کرا سکیں آپ بار بار مُعتزز رہے۔ ۲۴ / نومبر کو آپ نے القریش کی ضرورت کے پیش نظر اڑتالیس روپے کی رقم بعیہ منی آرڈر ارسال فرمائی ہے آپ کی حمیت قومی اور قریش شناسی تعریف و ستائش کی حدود سے بلند و بالا ہے۔ خدائے قادر و توانا آپ کو بیش از بیش توفیق دے۔ اور اجر عظیم عطا کرے۔ آمین!

ایک تجویز

مکرمی مولوی لئیق احمد صاحب علوی اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" نے آپ کی زیر نگرانی قوم کے لئے بہت بڑا کام کیا ہے۔ قوم میں بیداری اور دو درجن سے زیادہ اصلاحی مجالس کا قیام، تحفظ نسب کیلئے جہاد، زرعی حقوق کا حصول، کوئی معمولی کام نہیں۔ آپ کے احسانات سے قوم کی گردن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھک گئی ہے۔ خداوند کریم آپ کو اس کا اجر عظیم عطا کرے۔ اور قوم کو قدر دانی کی توفیق دے۔ آمین!

میری رائے میں تنظیمی پروگرام کے سلسلہ میں جملہ مجالس کے نمائندگان کا اجتماع مقصد کو قریب تر لے آئیگا۔ اگر آپ مناسب خیال فرماویں تو امرتسر یا کسی موزوں مقام پر معتدل موسم میں ایک روز کے لئے ایک ایسا اجلاس منعقد کر لیا جائے جس میں ان تمام جماعتوں جو "ندوۃ القریش" سے ملحق ہیں۔ کے نمائندگان شریک ہوں۔ اور تبادلہ خیالات سے تنظیمی پروگرام تجویز کر لیا جائے۔ صورت آشنائی، ذاتی تعارف سے بہترین نتائج مترتب ہونے کی حسب دلخواہ توقع ہے۔ اس سے مرکزی جماعت اور ماتحت جماعتوں میں روابط و ضوابط بھی استوار ہو جائینگے ہر شخص اپنے اپنے حالات کے مطابق لائحہ عمل کی تجویز میں آزادانہ رائے دے سکیگا۔ اخوت و محبت کے جذبات پیدا ہونگے۔ اور برسوں کا کام مہینوں اور دنوں میں انجام پانے کی امید ہو سکیگی ماتحت مجالس کا کٹھن مرحلہ طے ہو چکا اب دوسرا اقدام بھی ہو سکتا ہے۔ اور میں تو کہونگا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ اسے موقر جریدہ القریش میں شائع کر دیں۔ تاکہ دیگر احباب کو بھی میری تجویز پر رائے کے متعلق اظہار خیال کا موقع ملے۔

توسیع کیلئے کوشاں ہوں۔ انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی

(خط طویل ہے۔ لیکن مفہوم بالاختصار شائع کر دیا گیا ہے۔ ندوۃ القریش سے متعلقہ اصلاحی مجالس کے ذمہ دار ارکان مولوی صاحب کی پیش کردہ تجویز پر غور کریں۔ اور اپنی آراء سے مطلع کر کے مشکور فرماویں۔ مولوی صاحب کی رائے پر ندوۃ القریش کی مجلس منتظمہ میں بھی غور کیا جائے گا۔)

ملاقاتیں

۱۔ نومبر کے آخری عشرہ میں میاں غلام حمید رضا صاحب عباسی رئیس سیکرٹری فرنٹیر قریشی کانفرنس دہلی سے آتے ہوئے "القریش" کے دفتر میں تشریف لائے بڑے تپاک و محبت سے ملے۔ "القریش" کی خدمات کا قابل فخر الفاظ میں اعتراف فرمایا۔ ترتیب مضامین کی تعریف کی۔ اور دیگر رسمی باتوں کے بعد آپ نے اپنی جماعت اور معاونین کارحضرات کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارے ہاں قومی اجلاس کی بہت بڑے پیمانہ پر تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اخراجات کے لئے ایک معقول رقم جمع ہو چکی تھی۔ اگر حالات اور تغیر نہ ہو جاتے تو آپ دیکھتے کہ فرنٹیر کے معتدرین قریش اپنی مرکزی جماعت کا کس شان کے ساتھ استقبال کرتے۔ اور جلسہ کس خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام ہوتا فرنٹیر کے قریشی خاندان قومی امور سے جس قدر بیگانہ واقع

واقع ہوئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سے بہت زیادہ ان میں اصلاح و تنظیم کا ولولہ پایا جاتا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہزارہ، پنڈی، ایبٹ آباد، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، بنوں وغیرہ سرحدی اضلاع کے سادات قریش اس جماعت کے رکن بن جائیں اور اس سارے علاقہ کیلئے [illegible] حیثیت دی جائے [illegible] سو براہ آنے پر آپ دیکھیں گے کہ قومی امور میں کیا خدمات انجام دی ہیں۔

"القریش" مقبول ہو رہا ہے۔ حمایت و اعانت کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ چند احباب کے چندے بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیئے گئے تھے مزید کوشش جاری ہے۔

کامل دو گھنٹے آپ قومی امور پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ آپ اردو زبان میں فصاحت کے ساتھ گفتگو کرنے پر قادر ہیں۔ سیاسی امور سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اسلامی حقوق کے پیش نظر کانگرس کے سخت مخالف ہیں۔ پانچ بجے شام کی گاڑی آپ لاہور تشریف لے گئے۔

۲۔ انہی ایام میں ایک روز مکرمی قریشی محمد ایزد بخش صاحب انسپکٹر ریلوے تشریف فرما ہوئے۔ آپ سے کم و بیش دس سال سے غائبانہ تعارف ہے۔ خیال تھا کہ آپ بڑے اپ ٹو ڈیٹ اور طمطراق کے حامل ہوں گے۔ لیکن ملاقات میں آپ کو بالکل اس کے برعکس پایا۔ شرعی داڑھی، شرعی لباس، سرو قد وجیہہ، نورانی چہرہ، اردو نہایت سلیس و پاکیزہ بولتے ہیں۔ اور بات بات پر آیات بینات کا حوالہ، اسوۂ حسنہ اور تاریخ اسلام پیش کرتے ہیں۔ گویا ایک اچھے خاصے واعظ و مفتی ہیں۔ الحمدللہ آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں آپ کراچی متعین تھے اس وقت سے آپ ملاقات کے متمنی تھے۔ خدا جانے ان کے تخیل میں میں کیا تھا۔ اور ملنے کے بعد وہ کیا خیال لے کے رخصت ہوئے ہیں۔ "القریش" کی خدمات کو آپ نے بہترین الفاظ میں سراہا۔ اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ ہمارے "بیلوڈ فرنڈ" سے بھی بہت خوب متعارف ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کی بعض دلچسپ باتیں بیان کر کے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی یہ صحبت نہایت پر لطف رہی۔ ایک روپیہ بصرار کا نذ فنڈ میں آپ نے عطا فرمایا۔ اور توسیع اشاعت کا وعدہ کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ خدائے قادر و توانا آپ کو خوش رکھے۔

یاد دہانی

القریش کی جلد کے اختتام کے ساتھ ہی قارئین کرام میں سے بیشتر حضرات کا سال خریداری بھی ختم ہوتا ہے۔ چونکہ کاغذ گراں ہے اور لفافہ کی قیمت بھی بڑھ گئی ہے۔ اس لئے ختم سال خریداری کی جداگانہ اطلاعات جاری کرنے میں اسراف اور فنڈ پر ناقابل برداشت بار کا اندیشہ۔ فلہذا ایسے حضرات جن کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ ان کے پرچہ کے صفحہ تین پر فہرست مضامین کے تحت سرخ پنسل کا نشان کر دیا گیا ہے۔ لہذا جن حضرات کے پرچوں پر ایسا نشان موجود ہو وہ ازرہ قومی حمیت اپنے اصلاحی رسالہ کو جاری رکھنے میں اپنی حمایت و اعانت کا سلسلہ قائم رکھنے کیلئے اپنا اپنا زرچندہ بصیغہ منی آرڈر ارسال کر کے تشکر و امتنان کا موقع دیں۔ القریش کی اصلاحی و تنظیمی خدمات کا معتقد رین قوم کو اعتراف ہے۔ قومی مفاد القریش سے وابستہ ہے اس لئے بہی خواہان قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس قومی جریدہ کو جاری رکھنے کے لئے بیش از بیش ممد و معاون ہوں۔

جن احباب کا زرِچندہ بذریعہ منی آرڈر موصول نہیں ہوگا ان کی خدمت میں وی پی پیکٹ جاری ہوں گے۔ چونکہ وی پی کے اجراء سے بلاوجہ چار آنے زائد ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے منی آرڈر سسٹم زیادہ بہتر ہے۔ امید ہے کہ مزید یاددہانی کی ضرورت نہ رہے گی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مکرمی سردار غلام نبی صاحب عباسی تحصیلدار کرنوپ کے ایک مکتوب سے یہ الم انگیز خبر معلوم کرکے انتہائی رنج و ملال ہوا۔ کہ محترم سردار فضل داد خان صاحب عباسی، ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس جاگیردار پنیالی چند روزہ علالت کے بعد ماہ گذشتہ مطابق دسمبر ۱۹۴۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہکر عزیز و اقارب کو داغ جدائی دے گئے۔ اِنّا للّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون۔

مرحوم خلیق منکسر المزاج، علم دوست، مخیر، مدبر، نکتہ رس اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ دل میں قومی و اسلامی درد کا دریا لہریں لے رہا تھا۔ انجمن اصلاح عباسیہ کے رکن رکین تھے۔ گذشتہ اجلاس آپ ہی کی صدارت میں نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام ہوا تھا۔ قوم کو عروج و ارتقاء کی بلندیوں پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے اصلاحی امور میں حصہ لینا اپنا شغل قرار دے لیا تھا۔ القریش کی خدمات کے آپ ہمیشہ معترف رہے۔ اور مجھ سے آپ کو دلی موانست تھی۔ انجمن مذکور کے جلسوں میں آپ کے اصرار سے ہی بہ شمولیت کا فخر حاصل کرتا رہا۔ القریش کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا آپ بہترین قومی خدمت سمجھتے تھے۔ افسوس ہے کہ آپ کی وفات سے انجمن عباسیہ اور القریش ایک ہمدرد دینی خواہ سے کی حمایت و اعانت سے محروم ہو گئے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

آہ! ڈاکٹر طالب علی مرحوم

یہ خبر نہایت رنج و ملال سے سنی گئی۔ کہ مکرمی ڈاکٹر طالب علی صاحب (جگدیری) ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر دسمبر کے پہلے ہفتہ میں بہاول پور کے مقام پر رگرائے عالم جاودانی ہو گئے۔ اِنّا للّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون۔

مرحوم نہایت کم گو شریف الطبع، ملنسار اور متواضع انسان تھے۔ "ندوۃ القریش" کے قیام میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ نے دو صاحبزادے جو برسر روزگار ہیں۔ اور دو نہایت خورد سال یادگار چھوڑے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے غفور الرحیم آپ کو جنت عطا کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

اطلاع

صدیقی خاندان چوہدری والا (گوجرانوالہ) کے چھ سو سالہ تاریخی حالات جس میں کتب خطب و بیاض ہائے پارینہ کی امداد سے نسب نامہ اور سوانح حیات ترتیب دئیے گئے ہیں تیار ہو گیا ہے اگر کوئی اور صدیقی خاندان اپنے مصدقہ حالات و نسب نامہ اس کتاب میں شائع کرانا چاہے تو دفتر سے خط و کتابت کرکے معاملہ طے کرے۔

(مینجر القریش)

واقعات و حوادث

سیاسی ماحول

مسٹر گاندھی بڑے محب وطن ہیں۔ ہندوستانیوں کی غلامی ان سے دیکھی نہیں جاتی۔ اس لئے ماتا بھومی کو آزاد کرنے کیلئے مختلف النوع پاپڑ بیل رہے ہیں۔ لیکن کسی اقلیت کی آواز درخور التفات نہیں۔ وہ نہ نو کروڑ مسلمانوں کو کچھ دینا چاہتے ہیں اور نہ ۶ کروڑ اچھوتوں کو، اگر کوئی خواہش ہے تو بقول مسٹر امیری یہ کہ ہندوستان ہندوؤں کی غلامی قبول کرے۔

مسٹر گاندھی کو برطانیہ سے بھی بڑی محبت ہے۔ وہ انگریزوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتے، بلکہ تا اختتام جنگ ان کی ساری ہمدردیاں انگریزوں سے وابستہ ہیں۔ لیکن زبانی، اور وہ بھی اس وقت تک تھیں، جب وائسرائے سے مذاکرات کا تسلسل جاری تھا۔

حب وطنی اور انگریز دوستی کے صدقے میں آپ نے جنگی مصلحتوں میں روڑا اٹکانے کیلئے سول نافرمانی کا فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ جو انفرادی صورت سے بڑھکر اجتماعی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ بہت سے کانگرسی لیڈر جنگ کے خلاف تقریریں کرکے گرفتار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

یہ وبا پنجاب میں بھی پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی گرفتاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس نے جنگ کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار اور جنگی کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کا پورا اہتمام کر لیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عوام کانگرس کی اس تحریک کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتے

اور ہندوستان کو بیرونی حملوں سے محفوظ کرنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں، ہندو اور مسلمان دونوں ہندوستان کی حفاظت کے مسئلے میں حکومت برطانیہ کا تعاون کر رہے ہیں۔ اور رضاکارانہ بھرتی خوش اسلوبی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اس دور میں جبکہ جنگ کی ہولناک تباہیاں یورپ پر پھیل جا رہی ہیں۔ اور ہندوستان کا جنگ کی لپیٹ میں آجانے کے امکانات قریب تر ہو رہے ہیں ہندوستان کی حفاظت کیلئے ہر ہندوستانی کو برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے تھا۔ چہ جائیکہ سول نافرمانی کرکے دشمن کے ہاتھ مضبوط کئے جاتے۔ سیاسی حیثیت سے اختلافات اور جھگڑے مسلمانوں کو بھی حکومت برطانیہ سے بہت سی شکایات ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں بہت سی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ کانگرس کو بھی بہت سی شکایات ہوں گی۔ اور ہونی چاہئیں لیکن رکاوٹ پیدا کرنے کا یہ کوئی خاص موقع نہ تھا۔ اس وقت تو اپنے گھر کو محفوظ رکھنے کے لئے تمام سیاسی پیچیدگیوں کو بھول جانا چاہیئے تھا۔ لیکن کانگرس ان تمام باتوں کو محسوس کرتے ہوئے بھی ملک میں "پانچویں کالم" کے افسوسناک فرائض سرانجام دے رہی ہے۔

پنجاب اسمبلی کے کانگرسی ممبران بھی سول نافرمانی یعنی ملکی مفاد کے خلاف جہاد کرنے اور برطانیہ کے جنگی مصالح میں مشکلات کا پہاڑ حائل کرنے کیلئے اسمبلی سے جدا ہو گئے ہیں۔ کانگرس پروگرام کے مطابق یکے بعد دیگرے یہ غیر مستحسن فرض انجام دیتے ہوئے گرفتار ہو جائیں گے۔ لیکن گاندھی جی خود اپنی

بکری سمیت واردھا آشرم میں مزے سے دندنا رہے ہیں۔ اور سیاسی چودہراہٹ کی لے میں امن فتنہ کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ یہ ہیں جناب گاندھی اور ان کی وطن دوستی،

معنوی عدم تشدّد

۹ ار نومبر کو میاں افتخارالدین ایم ایل۔ اے صدر کانگرس پراونشل کمیٹی سول نافرمانی میں گرفتار کئے گئے تو عدم تشدّد کا نام جپنے والوں نے پولیس پر خشت باری کی جس سے ایک پولیس افسر کو بھی چوٹ آئی، اسی طرح سردار سمپورن سنگھ کی گرفتاری پر بھی گاندھی کے چیلوں نے بدامنی پیدا کرنے کیلئے ہلڑ مچا دیا۔ اسے کہتے ہیں عدم تشدد، کھانے کے اور دکھانے کے اور، یہ ہیں حقیقت ہے کہ کانگرس مسٹر گاندھی کی قیادت میں خود غرضی کے چکر میں وہ کچھ کر رہی ہے۔ جو صریحاً وطن اور اہل وطن کے مفاد کے منافی ہے۔

اینٹی فاسسٹ کمیٹیاں

کانگرس کے اس رویہ کے خلاف ہر ذی شعور شخص نفرت و حقارت کا اظہار کر رہا ہے۔ مسٹر ایم۔ این رائے نے پٹنہ کے مقام پر ایک تقریر کے سلسلہ میں کہا۔ کہ

"کانگرس سے باہر بھی ایسے محبان وطن موجود ہیں جو رائے عامہ کی نمائندگی کر سکتے ہیں چونکہ کانگرس نے بر وقت رہنمائی نہیں کی۔ اس لئے دوسرے لوگوں کو میدان میں آنا چاہیئے"

مسٹر ایم۔ این رائے نے کانگرسی وزارتوں کو کٹ پتلی وزارتوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ

"میں ان کٹ پتلی وزارتوں سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا جن پر رجعت پسندوں کا قبضہ ہو"

مسٹر رائے ان خیالات کے پیش نظر اینٹی فاسسٹ کمیٹیاں قائم کر رہے ہیں۔ تاکہ سیاسی تعطل سے سات صوبے پاپولر گورنمنٹ سے محروم نہ رہیں۔

مسٹر جناح کی تقریر

مسلمان کے سیاسی رہنما، آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے کانگرس کی موجودہ سول نافرمانی کے حقائق انہی دُور رس نگاہوں سے دیکھے ہیں جنہیں ہر مسلمان لبیک کہنے کو تیار ہے۔ آپ نے کانگرس کے ڈھول کا پول ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کانگرس کی سول نافرمانی کا یہ مقصد نہیں کہ ہندوستان کو آزادی ملے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی کئی بار یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر برطانیہ ہندوستان پر پنجابی اور گورکھے کے حملے کا خدشہ ہوجائیگا۔ پنجابی سے مراد مسلمان ہے۔ اور مسٹر گاندھی یعنی کانگرس یہ نہیں چاہتی۔ کہ انگریزی راج ہندوستان میں ختم ہوجائے حقیقت یہ ہے کہ کانگرس کے پاس مسٹر جناح کی اس حق گوئی کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ اور ان کی وطن پرستی ایک لمحہ میں نابود ہو کر رہ جاتی ہے۔ کانگرس یہ چاہتی ہے۔ کہ موجودہ سول نافرمانی سے برطانیہ کو مجبور کیا جائے۔ کہ وہ مسلمانوں کی باگ ڈور کانگرس کے ہاتھ میں دیدے۔ اور اس کے بعد وہ من مانی کارروائی کر سکے۔ اور یہ بات کہ کانگرس برطانیہ کو ہندوستان سے نکالنا چاہتی ہے؟ بالکل خیال خام ہے۔ کانگرس برطانیہ سے اپنی سیادت کا لوہا منوانا چاہتی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں

ہندوستان کی سیاسی فضا حیرت انگیز طریق پر رو بہ تغیر ہے۔ ہر جماعت بجائے خود ایک دھن میں ہے۔ لیکن کانگرسی چھٹوؤں کا وہ قافلہ جو "آزاد مسلم کانفرنس" کا علمبردار تھا۔ خدا جانے کدھر گیا۔ اور آزادی کی کون وادیوں میں گردش کر رہا ہے

جائداد غیر منقولہ پر ٹیکس

پنجاب اسمبلی میں جائداد غیر منقولہ پر ٹیکس لگانے کی تجویز درپیش ہے۔ بل بحث و مباحثہ کے مراحل سے گذر کر سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہو گیا ہے۔ یہ ٹیکس ۶ ہزار کی مالیت سے کر کے مکان پر عائد نہیں ہوگا۔ اور جن پر عائد ہوگا۔ ان پر کل قیمت کے ایک فیصدی کی چوتھائی یعنی چار آنہ سینکڑہ کے حساب سے لگایا جائے گا۔

شرح ڈاک میں اضافہ

مرکزی اسمبلی میں فنانس بل پاس نہ ہو سکا۔ لیکن وائسرائے ہند نے پیلینشری بل کی تصدیق کر دی ہے جس سے ڈاک اور تار کی شرح میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بڑی تنخواہوں پر انکم ٹیکس کے علاوہ سرچارج بھی وصول ہوگا۔ لفافے کی قیمت چار پیسے کی بجائے پانچ پیسے کر دی گئی ہے برما جانے والے لفافے چھ پیسہ میں برطانیہ، شمالی آئرلینڈ، مصر، سوڈان، مشرقی اردن اور عراق جانے والے لفافے ۲ آنے کی بجائے ۳ آنے میں جائیں گے۔ ہندوستان میں بک پوسٹ پیکٹ پر پہلے پانچ تولہ کے لئے تین پیسے، برما، افغانستان اور لاسہ جانے والے تاروں کیلئے ایک آنہ اور ایکسپریس تاروں کیلئے ۲ آنے سرچارج ادا کرنا پڑیگا۔ ٹرنک ٹیلیفون کی شرح میں ۲۰ فیصدی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ سمندر پار ملکوں کے ہندوستانی سپاہیوں کیلئے جو ہوائی ڈاک جائیگی۔ اس پر چار آنہ کی بجائے ۸ آنہ کا ٹکٹ لگیگا۔

۱۹ مارچ کا حادثہ

مسٹر ڈی فالث سیشن جج نے ۱۹ مارچ کے حادثہ سے متعلق خاکساروں کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ۱۹ خاکساروں کو عبور دریائے شور کی سزا دی۔ اور ایک سو تیس کو بری کر دیا۔

لاہور کی فضا

بھنگیوں کی ہڑتال، ڈسٹ ٹیکس کا ہنگامہ بمشکل فرو ہوا تھا کہ اب دوکانداروں کا احتجاج، لاہور میں بڑی گرمی ہے۔ اور مسٹر ٹیلر ایڈمنسٹریٹر بلدیہ لاہور کا ہمکران ہے کہ نئے نئے قوانین سے اہلیان لاہور نالاں ہیں۔ ایڈمنسٹریٹر صاحب لاہور کو جنت بنانے کیلئے چاہتے ہیں کہ ایک مارکیٹ ہو۔ ہر دکاندار تیس روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرے۔ آٹا۔ دال۔ سبزی۔ پھل ایسی جگہ رکھا جائے۔ جہاں چوہا۔ مکھی نہ آسکے۔ متعدی امراض کا مریض دوکان پر نہ بیٹھے۔ ہر شخص ڈاکٹری معائنہ کے بعد دکان پر بیٹھے۔ دکان کے اندر آگ جلانا حقہ و سگرٹ پینا اور تھوکنا منع ہوگا۔ لیکن لاہور والے ایسی جنت قبول کرنے کو تیار نہیں احتجاجی جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اور بائی لاز واپس لینے پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قانون نافذ ہونے سے پہلے لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ بلکہ آٹھ مہینہ قبل کا منظور کردہ قانون آج بتایا جا رہا ہے۔

پاکستان کی مخالفت میں اینٹی پاکستان کانفرنس اپنا کام کئے جا رہی ہے ہندو لیگ الگ شور برپا کر رہی ہے اچھوت ہندو کہلانا نہیں چاہتے۔ لیکن ہندوؤں کا ایک گروہ آئندہ مردم شماری کے لئے اچھوتوں کو ہندو لکھوانے پر اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ عجب کیفیت ہے۔ حالات لحظہ بہ لحظہ حیرت انگیز طریق پر روبہ تغیر ہیں۔

محوِ حیرت ہیں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

—♦—

مراسلت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔

مختصرات

—— اودے پور میں ایک عظیم الشان مدفون مسجد ۱۲۹ فٹ طویل اور ۵۰ فٹ عریض برآمد ہوئی ہے۔ جو حکومت نے مسلمانوں کے حوالے کر دی ہے۔

—— وزرائے پنجاب نے جنگی فنڈ میں دو دو سو روپیہ ماہوار چندہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— عنقریب ریاست حیدر آباد کے ٹیلیفون برطانی ہند کے ٹرنک ٹیلیفون سسٹم کے ساتھ منسلک کر دیئے جائیں گے۔

—— بہاولپور سے ایک ایمبولنس دستہ جنگی خدمات کیلئے بھیجا گیا ہے۔

—— سردار سمپورن سنگھ ایم ایل اے لاہور کو انڈین ڈیفنس ایکٹ میں ایک آنہ جرمانہ ہوا۔ جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اپنی جیب سے ادا کر دیا۔ اور تا برخاست عدالت سزا ہوئی۔ حکم سنانے ہی عدالت برخاست ہو گئی۔

—— ترکی اور برطانوی نمائندوں نے تجارتی معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔

—— بزرگوں کے مزاروں اور خانقاہوں پر بازاری عورتوں کا گانا ممنوع قرار دینے کیلئے خان بہادر محمد یوسف خاں نے ایک بل پیش کیا ہے۔ جو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہو گیا ہے۔

—— کراچی کے نزدیک ایک آرام گاہ بنانے کے لئے زمین کا بہت بڑا ٹکڑا الگ کر دیا گیا۔ ہندوستانیوں کو آرام گاہوں کی بڑی ضرورت ہے۔

—— ایک اخباری اعلان مظہر ہے۔ کہ ملکہ کے تمام روپے اور اشنیاں ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء کے بعد قانونی طور پر جائز نہیں رہیں گے۔

—— مسٹر سبھاش چندر بوس کانگرسی اور مسٹر افضل حق احراری کو حکومت نے بری کر دیا ہے۔

—— حاجیوں کا پہلا جہاز بخیریت منزل مقصود پر پہنچ گیا ہے۔

—— حیدر آباد دکن میں اسلحہ سازی کے مزید کارخانے کھولنے کی تجویز درپیش ہے۔

—— میر مقبول محمود پارلیمنٹری سیکرٹری نے اسمبلی میں فرمایا۔ کہ پنجاب کی آبادی کا تہائی حصہ بیکار ہے۔

—— سندھ اسمبلی میں مخلوط انتخاب کا بل ملتوی ہو گیا۔

—— پنجاب اسمبلی میں پرائمری تعلیم کا بل پاس ہو گیا۔ لیکن ۹ برس سے زیادہ عمر کی لڑکی کو مجبور نہیں کیا جائیگا کہ لازمی تعلیم گاہ میں پڑھے۔

—— لاہور میں اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔ سر سکندر وزیر اعظم نے اردو کی حمایت میں پر زور تقریر کی۔

—— پنجاب یونیورسٹی نے گورنر پنجاب کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری عطا کی ہے۔

—— جنگ اسی رفتار سے جاری ہے۔ لیکن اٹلی بہت بری طرح یونان سے مار کھا رہا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ اطالیہ کی بیس ہزار سے زائد فوج جس میں ۲ جرنیل بھی شامل ہیں گرفتار ہو گئے ہیں۔ جرمنی کے بمبار طیارے کبھی برطانوی علاقوں کی جانب رخ کر لیتے ہیں۔ لیکن اب وہ تیزیاں ٹھنڈی پڑ گئی ہیں۔ ہٹلر نے اپنی تازہ تقریر میں سخت مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ اور بے بسی کا رونا بھی رویا ہے۔ ممالک اسلامیہ خصوصاً ترکی میں وہی پہلی سی پُرامن حالت ہے۔

وزیر ہند پریس واقعہ مال بلنار امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی رونق)

Regd- No. L. 1474

"Al Quraish"

القریش

Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.